D.Awais Ahmad/ Bilal Sahib 5x8

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بلال صاحب

مصنف

شکیل احمد چوہان

کتاب کا نام .... بلال صاحب

مصنف .... شکیل احمد چوہان

اہتمام .... علم و عرفان پبلشرز، لاہور

مطبع .... زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور

کمپوزنگ .... اویس احمد

پہلی سنِ اشاعت .... جون 2015ء

دُوسری سنِ اشاعت .... مئی 2016ء

پروف ریڈنگ .... صدف علی احمد

قیمت .... -/400 روپے

......ملنے کا پتے......

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

اشرف بک ایجنسی

اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

کتاب گھر

اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

ویلکم بک پورٹ

اُردو بازار، کراچی

جہانگیر بکس

بوہڑ گیٹ، ملتان

رشید نیوز ایجنسی

اخبار مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی

کشمیر بک ڈپو

تلہ گنگ روڈ، چکوال

شمع بک ایجنسی

بھوانہ بازار، فیصل آباد

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرماویں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

انتساب!

محبت پر یقین رکھنے والوں کے نام

پیش لفظ

''بلال صاحب''، میری پہلی تحریر ہے۔ کچی عمر کی محبت اور پہلی تحریر دونوں ہی دل کے قریب ہوتی ہیں۔ یہ دونوں ننھے پودے دل کی مٹی پر محبت کا پانی گرنے سے نشو ونما پاتے ہیں، اس ڈر سے بے نیاز ان پر محنت کا پھل لگے گا یا نہیں۔

یہ کہانی میں نے 2002ء کے شروع میں فلم اسکرپٹ کی طرح لکھی تھی، اسی اسلوب پر بعد میں کئی اور کہانیاں تحریر کیں۔

2 اکتوبر 2014 کی صبح میں فجر کی نماز کے بعد اپنی ماں جی کے کمرے میں حاضر ہوا ماں جی نے فرمایا: ''تمہارے لکھنے کا کیا فائدہ کسی کو پڑھاتے بھی نہیں اور کسی کو سناتے بھی نہیں'' میں نے اسی وقت ماں جی کو اس اسکرپٹ سے ایک سین سنایا میری ماں کی آنکھوں میں آنسو تھے، وہ قبولیت کے آنسو تھے یا پھر محبت کے، میں جان نہیں سکا۔

ماں جی نے حکم دیا، تم اس کہانی پر کتاب لکھو! میں نے بال پین چھوڑا اور قلم اٹھایا پوری رات میں میرے قلم سے کاغذ کے سینے پر ایک بھی لفظ نہ اتر سکا۔

اگلے دن عصر کے بعد میں داستاں سرائے حاضر ہوا، محترمہ بانو قدسیہ آپا سے اپنا مسئلہ عرض کیا، بانو آپا نے فرمایا: ''بیٹا لکھو گے تبھی لکھاری بنو گے۔''

میں نے عرض کی اصلاح کون کرے گا؟

''تمہارے پڑھنے والے تمہارے نقاد ہوں گے۔ لکھنے کے لیے ایک وقت مقرر کر لو پھر خیالات کی مچھلیاں روز اسی وقت آ جایا کریں گی''، بانو آپا نے کمال کا مشورہ دیا تھا۔

ماں جی کی دعا سے قلم اٹھانے کی ہمت پیدا ہوئی تھی، اس قلم کو اعتماد کی سیاہی محترمہ بانو قدسیہ نے مہیا کر دی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لے کر میں نے یہ ناول لکھنا شروع کر دیا۔

اس سفر کے دوران میرا پہلا نقاد جو کہ دوست بھی ہے اور قدر دان بھی محمد جمیل ملک نے میرا ہاتھ تھامے رکھا۔

زندگی کے ہر معاملے کی طرح اس ناول کو لکھنے کے دوران بھی مجھے میرے استاد حکیم محمد حنیف صاحب کی رہنمائی میسر رہی، حکیم صاحب شہر اقبال کی مشہور اور بزرگ شخصیت ہیں۔

مجھے یاد ہے دسمبر اور جنوری کی وہ سرد راتیں جب میرے ابا جان تہجد کے لیے اُٹھتے اُسی وقت میں لکھ رہا ہوتا، ابا مجھ پر محبت کی نگاہ ڈالتے اور مُسکرا کر چلے جاتے، نماز تہجد کے بعد ان کی دعاؤں میں مجھے خاص جگہ ملتی۔

ان سب قابل احترام افراد کے ساتھ ساتھ میں ان سب جاننے والوں کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے میرا مذاق اڑایا یا پھر میری حوصلہ افزائی کی۔

میں گل فراز احمد کا شکر گزار ہوں جن کے تعاون سے میری اس کوشش کو کتاب کی شکل نصیب ہوئی۔

گل فراز احمد کے متعلق گھسے پٹے جملوں سے ہٹ کر سیدھی بات کہتا ہوں۔ گل صاحب واقعی گل ہیں، جو اپنا

کام ایمانداری سے کرتے ہیں، سیدھی اور کھری بات کہتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں میرے پڑھنے والوں کو میری پہلی تحریر پسند آئے گی، جس طرح پہلی محبت دل سے کی جاتی ہے اسی طرح پہلی تحریر بھی تجربے کی روشنی کے بغیر دل کے دیے کی لو ہی سے لکھی جاتی ہے۔

آپ کی قیمتی آرا کا منتظر

شکیل احمد چوہان

مئی 2016ء

shakeelahmedchohan1@gmail.com

بلال وہ اک نام جو اس کی سوچ کی پتھریلی زمین پر، پتھر پر لکھی ہوئی تحریر کی طرح نقش ہے، وہ نام جسے وہ اپنی زبان پر لانا پسند نہیں کرتی تھی۔ اب اس کی زبان کا کل اثاثہ ہے' وہ ایک ہی ورد جپتی ہے، صبح ہو یا شام بہار ہو یا خزاں اس کے ہونٹوں پر وہی ایک نام ہے، باقی سب کچھ وہ بھول چکی ہے' قحط کے دنوں میں میلوں دور تک پھیلے ہوئے ریگستان میں پانی کے آخری کنوئیں سے جیسے زندگی کو امید وابستہ ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ نام اس کی زندگی میں پانی کا آخری کنواں ہے، جس سے اس کی زندگی سیراب ہوتی ہے۔

جس نام کا مطلب وہ پوچھا کرتی تھی، اب اسی کا وظیفہ کرتی ہے، اور وہ نام ہے بلال............

وہ جو رنگ و نور کی دنیا میں رہتی تھی، وہ جو رنگوں کو رنگین کر دیتی، جسے اپنے حسن پر ناز تھا اور اپنے حسب و نسب پر فخر تھا، اپنی دولت پر اتراتی پھرتی تھی، چاند سا چہرہ تھا، مگر اس میں تپش سورج جیسی، علم واجبی تھا اور دانش واجبی سے بھی کم، جاذب نظر اتنی کہ نظر اس کے حضور مؤدب کھڑی رہتی اس کی دلفریبی دیکھ کر اکثر دل فریب کھا جاتے، خوشبو کی دلدادہ تھی۔ خوشبو کی دکان میں جاتی تو اپنی خوشبو چھوڑ آتی، اس کا پہناوا دیکھ کر لڑکیاں نقل کرتیں، اس کی وارڈ روب کپڑوں سے فل تھیں، ڈریسنگ ٹیبل پر پرفیوم کی بوتلوں کا قبضہ تھا، جوتوں کا شمار کرنا مشکل تھا۔

اس کا کمرہ تتلی سے زیادہ رنگین تھا، لبرل سوچ کی وہ مالک تھی۔ اختصار جس کے پاس سے نہیں گزرا تھا، لیونگ سٹینڈرڈ اپر کلاس والا، پارٹیز میں جانا ڈنرز انجوائے کرنا، فیشن شوز ا یگزی بیشن اور کنسرٹ جس کی زندگی تھے۔

پھر اس کی زندگی میں ایک تلاطم آیا یکا یک سب کچھ بدل گیا، ان سب نعمتوں سے اس کی علیک سلیک ختم ہو گئی اب 12 بائی 14 کا کمرہ اس کا مقدر ہے اور یہی اس کی دُنیا، ٹھٹھرتی راتوں اور پگھلتی دوپہروں میں وہ اکیلی ہے۔ اس کا مال ومتاع اس کے کسی کام کا نہیں رہا، وہ خالی خالی نظروں سے دیواروں کو دیکھتی رہتی ہے جن کا کلر آف وائیٹ ہے، سفید لباس میں ملبوس جس سنگل بیڈ پر وہ بیٹھی ہے اس کا تکیہ اور بیڈ شیٹ بھی سفید ہیں۔ جنوبی دیوار کی جانب پشت کر کے وہ اپنے بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھی شمالی دیوار پر اٹیچ باتھ کے دروازے کے اوپر لگی ہوئی پینٹنگ کو دیکھتی رہتی ہے۔

شمالی دیوار پر باتھ روم کے ساتھ 4 بائی 6 کی کھڑکی ہے، کھڑکی کے نیچے ونڈو AC لگا ہوا ہے۔ AC سے پہلے بلیک لیدر کا لباس پہنے ایک صوفہ پڑا ہوا ہے۔ بیڈ کے دائیں ہاتھ کمرے کا داخلی دروازہ اور بائیں ہاتھ ایک سائیڈ ٹیبل پڑا ہوا ہے، ایک ٹیوب لائٹ اور ایک سفید پنکھا ہے۔ کھڑکی پر لگے پردوں کا رنگ بھی آف وائیٹ ہے، اس کمرے میں اگر کچھ رنگ ہیں بھی تو وہ اس پینٹنگ میں قید ہیں جس سے اس کی نظریں نہیں ہٹتی ہیں۔

وہ پینٹنگ رنگین تو ضرور ہے مگر تلاطم خیز موجوں میں پھنسی ہوئی، ناؤ جس کا ماجھی اُسے چھوڑ کر جا چکا ہے اور وہ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے تن تنہا ماجھی کے بغیر بقا کی جنگ لڑنا ناممکن سا ہے، یہ اس پینٹنگ کا مضمون (کیپشن) ہے۔ یہ بیس کمروں کا وارڈ ہے آمنے سامنے بیچ میں کوریڈور ہے مغرب کی طرف شروع میں کمرہ نمبر 1 اور 20 آمنے سامنے ہیں اور کوریڈور کے آخر میں مشرق کی طرف کمرہ نمبر 10 اور 11 آمنے سامنے ہیں، کوریڈور کے آخر میں مشرقی دیوار کے ساتھ 8 بائی 10 کی ایک بڑی کھڑکی لگی ہوئی ہے۔

وہ کمرہ نمبر 11 کی ملکہ ہے اس کی سلطنت میں سورج کی کرنوں کا داخلہ منع ہے۔

دوسرے تیسرے دن سورج کی کرنیں اس کے دیدار سے فیض یاب ہوتی ہیں، جب وہ صبح 10 بجے کے آس پاس کوریڈور میں تشریف لاتی ہے۔ کوریڈور میں لگی ہوئی کھڑکی کی دوسری طرف دو کنال کا خالی پلاٹ ہے۔ جہاں جنگلی گھاس کا بسیرا ہے۔

ایک بڑا بوڑھا پیپل کا درخت دو کنال کے پلاٹ کا راجہ ہے اور نیم کا درخت اس کا وزیر اور امرود کے کئی چھوٹے درخت سپاہی ہیں۔ پلاٹ کے دوسری طرف سرکاری ہسپتال کا کچن ہے جہاں سے کھانوں کی خوشبو ہوا کے پروں پر سوار ہو کر اس تک پہنچتی ہے جب وہ کوریڈور میں کھڑکی کے سامنے کھڑی ہوتی ہے۔ پیپل کا درخت ایک موسیقار کا احساس لیے ہوئے اس کے سامنے کھڑا ہے جو ہلکے سے ہوا کے جھونکے پر اس کو جھوم کر دکھا دیتا ہے۔ جب کہ نیم اور امرود کے درخت اس ہوا کے جھونکے کو محسوس نہیں کر پاتے سورج کی کرنیں پتوں سے لڑتی جھگڑتی اور لوہے کی جالیوں سے بچتی بچاتی اس کے رخساروں کا بوسہ لیتی ہیں۔

وہ کمرہ نمبر 11 کے سامنے کھڑی ہے ایک کے ساتھ ایک کھڑا ہو تو 11 بنتا ہے جسے وہ 2 کہتی تھی۔

11 تو اسے اب بھی یاد نہیں ہاں البتہ 11 کہنے والے کا نام یاد ہے۔ بلال...... بلال...... بلال......

☆......☆......☆

ڈاکٹر ہاجرہ نیازی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی ہیں عمر 50 سال کے آس پاس اس ہسپتال میں تقریباً 20 سال سے اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ ان کے سامنے میز کی دوسری طرف ایک مرد اور عورت بیٹھے ہیں عورت زندگی میں تقریباً 25 بہاریں دیکھ چکی ہے۔ اس کی گود میں ڈیڑھ دو ماہ کا بچہ ہے، اس کے چہرے پر پریشانی کا پڑاؤ ہے۔ مرد کچھ حد تک مطمئن ہے۔

اپنے سامنے پڑی رپورٹس دیکھ کر ڈاکٹر ہاجرہ نیازی نے کہا: ''پہلے سے کافی بہتر ہے اب میڈیسن کھا لیتی ہے''

''اور کھانا'' عورت یک لخت بولی اس کا پوچھنا فکرمندی ظاہر کر رہا تھا پاس بیٹھے مرد نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا

''ان شاءاللہ وہ ٹھیک ہو جائے گی'' اس نے اپنی طرف سے تشفی دینے کی پوری کوشش کی۔

''دیکھو بیٹا ہم صرف کوشش کر سکتے ہیں'' ڈاکٹر ہاجرہ نے نہایت شگفتگی سے کہا اتنے میں آفس بوائے چائے لے کر آ گیا اس نے چائے کمرے کے کونے میں پڑے صوفہ سیٹ کے سامنے سنٹر ٹیبل پر رکھ دی۔

''میڈم! چائے''ٹرے میز پر رکھ کر اس نے کہا

''تم جاؤ میں بنالوں گی''ڈاکٹر ہاجرہ نے جواب دیا''آؤ چائے پیؤ''اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور صوفے پر بیٹھ کر چائے بنانے میں مشغول ہوگئی،عورت نے اپنے اشکوں کو پلکوں کی دہلیز پر زبردستی روکا ہوا تھا۔مرد نے اسے بازو سے پکڑا اور آنکھوں سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ دونوں اٹھے اور ڈاکٹر ہاجرہ کے سامنے بیٹھ گئے ان کے بیچ میں سنٹر ٹیبل پڑا ہوا تھا جس پر چائے والی ٹرے پڑی تھی۔ڈاکٹر ہاجرہ نے چائے کا کپ عورت کی طرف بڑھا دیا،مرد نے خود اپنا کپ اٹھا لیا چائے کا سپ لیتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا

''ریالٹی یہ ہے کہ چانس تو ہے مگر بہت کم I will try my best، Miracle کرنے والی ذات وہ ہے۔''عورت کی باڈی لینگویج ایک ہارے ہوئے کھلاڑی کی مانند تھی جو میچ ختم ہونے سے پہلے ہی ہار مان چکا ہو۔

''میں ان سب باتوں میں بھول ہی گئی تمہیں بہت بہت مبارک ہو''ڈاکٹر ہاجرہ نیازی نے دانائی سے موضوع تبدیل کر دیا۔عورت کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی جیسے وقتی طور پر اس کے زخموں پر مرہم رکھ دیا گیا ہو اور اس کے غم کا مداوا کر دیا گیا ہو۔

''کیا نام رکھا بیٹے کا''بغیر توقف کے ڈاکٹر ہاجرہ نے پوچھا۔

''بلال محسن''مرد نے تفاخر سے جواب دیا۔ڈاکٹر ہاجرہ نیازی نے حیرانی سے ان دونوں کی طرف دیکھا اور آہستگی سے کہا:

''پھر سے بلال''

☆......☆......☆

سورج کے بیدار ہونے سے پہلے فجر کے وقت جب چاند اپنے بستر پر جا کر لیٹ چکا تھا۔سردیوں کی دھند سورج سے دست و گریباں ہونے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔کمرے میں بڑی پرسکون خاموشی تھی۔وال کلاک دن کے جاگتے ہی اور رات کے سوتے ہی اپنی آواز سے محروم ہو گیا تھا۔پرانی وضع کا ایک سنگل بیڈ اور اس کے سامنے دیوار کے ساتھ ایک دیوان اس کا ہم عمر پڑا تھا۔دیوان کے پڑوس میں رائٹنگ ٹیبل اپنی ساتھی کرسی کے ساتھ جلوہ افروز تھی۔بیڈ کے بائیں جانب دیوار کے ساتھ لاثانی اور لکڑی کی بنی ہوئی ایک وارڈ روب تھی اور اس سے پہلے بیڈ کے ساتھ کتابوں کا ایک خوبصورت آشیانہ تھا جہاں مختلف موضوعات کی سینکڑوں کتابیں محفوظ زندگی گزار رہی تھیں۔ان کتابوں کو دیکھ کر قاری کی نفاست اور ذوق کا اندازہ ہوتا تھا۔کمرے کا داخلی دروازہ جو کہ مغرب کی طرف تھا دائیں ہاتھ اٹیچ باتھ روم تھا جس کا دروازہ داخلی دروازے کے ساتھ تھا بائیں ہاتھ ایک دیوار تھی جس کی اندر والی سائیڈ میں سنک لگا تھا۔چھوٹے سے کوریڈور سے گزرتے ہوئے بائیں ہاتھ پر اوپن کچن تھا۔اس کچن کی جتنا کم تھی ایک چھوٹا سا فریج سینڈوچ میکر،الیکٹرک کیٹل اور چند چینی کی پلیٹس اور کرسٹل کے گلاس اور ایک جگ اور چار بڑے خوبصورت مگ اور کچھ چمچ تھے۔اوون اور چولہے کو کیسے بھول سکتے ہیں۔دیوان کے ساتھ جائے نماز پر بندہ اپنے اللہ کے سامنے فجر کا آخری سجدہ ادا کر رہا تھا۔دروازہ کھلا اور گل شیر خان کی نظر سجدے سے اٹھتے ہوئے جاذب نظر چہرے پر پڑی وہ رائٹنگ ٹیبل والی کرسی پر بیٹھ گیا۔سلام پھیرتے ہی گل شیر خان

بول اٹھا:

''ماشاءاللہ''

''السلام علیکم! خان صاحب......!'' نمازی نے جائے نماز لپیٹتے ہوئے کہا اور اسے دیوان کے بازو پر رکھ دیا، گل شیر خان یکا یک بولا:

''وعلیکم السلام! میری جان کیسے ہو بلال بیٹا...!''

''اللہ کا شکر ہے'' بلال احمد نے جواب دیا جو کہ نماز سے فارغ ہو چکا تھا۔''آپ کے لیے چائے بناؤں'' بلال نے کہا۔

''توبہ توبہ تمہاری چائے تم ہی پی سکتے ہو، ہم دودھ والا چائے پیتا ہے'' گل شیر نے جواب دیا۔ بلال کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

''آپ کیسے تشریف لائے کچھ کام تھا؟'' بلال نے شائستگی سے پوچھا۔

''بڑے صاحب آ گئے ہیں میں بتانے کے لیے آیا تھا'' گل شیر خان نے جواب دیا۔''ٹھیک 9 بجے ناشتہ ہے'' جاتے ہوئے کہا۔

''جی ٹھیک ہے'' بلال نے ہولے سے جواب دیا۔گل شیر خان کے جانے کے بعد بلال کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد وہ سوچوں کے سفر سے واپس لوٹا تو اس کی نظر وال کلاک پر پڑی جواب خاموشی سے اپنا کام کر رہا تھا ''دیر ہو گئی'' اس نے خود سے کہا اور جلدی سے ٹریک سوٹ پہنا اور ململ کا کرتہ لٹھے کا پائجامہ اتار کر واشنگ مشین میں ڈال دیا جو کہ بڑے سے باتھ روم کے ایک کونے میں پڑی تھی اور خود جاگنگ کے لیے چلا گیا۔

☆☆☆

کمرے میں گیس ہیٹر کی وجہ سے اچھی خاصی حرارت موجود تھی۔ جہاں آرا بیگم ہاتھ میں تسبیح لیے توبہ استغفار میں مصروف تھیں۔اُسی لمحے دروازہ کھلا۔

''ماں جی آداب...!'' اندر آتے ہوئے جمال رندھاوا نے کہا۔ جہاں آرا بیگم کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اُنہوں نے اپنی موونگ چیئر سے اٹھنا چاہا۔

''آپ تشریف رکھیں ماں جی'' جمال رندھاوا خود ہی جلدی سے اپنی ماں کے گلے ملا پھر ماں کے قدموں میں کارپٹ پر کُشن کے اوپر بیٹھ گیا ''میرا بچہ'' ہولے ہولے بالوں اور منہ پر پیار کرتے ہوئے جہاں آرا بیگم نے کہا ''کب آئے'' جمال رندھاوا نے ہاتھ چومتے ہوئے جواب دیا ''تھوڑی دیر پہلے، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' ''اللہ کا شکر ہے بیٹا کافی دن لگا دیے اس بار'' جہاں آرا نے پوچھا۔''بس کام کچھ زیادہ تھا ماں جی خیر آپ سنائیں کیا چل رہا ہے آج کل......؟'' جمال نے پوچھا۔

''میں گھر میں پڑی رہتی ہوں تمہارا بیٹا اور بیوی اپنی فیکٹری کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔نوشی اور توشی وہ کیا کہتے ہیں اسے...؟''

''بوتیک'' جمال نے لقمہ دیا۔

''ہاں بوتیک میں مصروف رہتی ہیں''

''اور بلال'' جمال نے آنکھوں سے سوال کیا۔

''وہ عشاء کے بعد آ کر میری خدمت گزاری کرتا ہے اور صبح جانے سے پہلے سلام کرنے آتا ہے'' جہاں آرا بیگم نے تفصیل سے اپنے بیٹے جمال رندھاوا کو جواب دیا۔

☆☆☆

بلال جاگنگ کر کے اپنے کمرے میں واپس لوٹا تب تک سورج کی کرنیں دُھند کو کھا گئی تھیں۔ وہ کمرے کے پردے ہٹاتا ہے تو کرنیں اس کا چہرہ چوم لیتی ہیں۔ سامنے ٹیرس کا شیشے والا دروازہ کھول کر وہ گملوں میں لگے ہوئے پودوں رات کی رانی، سرخ گلاب، موتیا اور دن کا راجہ سے ملتا ہے جو مسکرا کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔

رات کی رانی کی خوشبو اب بھی فضا میں موجود ہے۔ تمام پودوں کے پھولوں کا بازارِ حسن سجا ہوا ہے۔ پھولوں کے چہروں پر ہلکا ہلکا تبسم ہے۔ جن کو دیکھ کر پیامِ حیات کا احساس ہوتا ہے۔

اب باری چھت پر جانے کی ہے وہ کمرے سے باہر آ کر داخلی دروازے کے ساتھ اوپر جاتی سیڑھیوں پر چلتا ہوا اپنے کمرے کی چھت پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں جمالیات کی ایک الگ دنیا آباد ہے۔ ایک طرف پودوں کا گرین ہاؤس اور دوسری طرف پرندوں کا ایئر پورٹ ہے۔ چھت کے مشرقی حصے پر بڑے بڑے گملوں کا قبضہ ہے۔ جن کے اندر پودینہ، ہری مرچ، دھنیا کے پودوں کا جمِ غفیر ہے۔ یہ سارے پودے بلال کی محنت کا ثمر ہیں۔ یہ گرین ہاؤس ہے بلال کا گرین ہاؤس ہے۔ چھت کے مغربی حصے پر پرندوں کا مسافر خانہ ہے پرندوں کی خاطر مدارت کے لیے مختلف اقسام کا دانہ اور پانی میسر ہے جو کہ چھوٹی بڑی مٹی کی کنالیوں میں رکھا گیا ہے۔ اکثر مسافر پرندے اس دستر خوان سے پانی پینا اور دانہ چننا عین سعادت سمجھتے ہیں کیونکہ یہ بلال کا دستر خوان ہے۔ بلال کا یہ معمول تقریباً 14 سال سے ہے۔ وہ ہر روز ان کنالیوں میں دانہ اور پانی ڈالتا ہے اور ہفتے میں ایک بار ان کی صفائی کرتا ہے۔

☆☆☆

یہ دو کنال کا خوبصورت بنگلہ ڈیفنس میں واقع ہے جو کہ اب جمال رندھاوا کی ملکیت ہے۔ چوہدری ارشاد رندھاوا نے کئی سال پہلے اپنے دونوں بچوں جمال اور جمیلہ کے لیے دو پلاٹ خریدے، جن پر باہمی مشاورت سے یہ خوبصورت بنگلہ تعمیر کیا گیا۔ جمال کے پلاٹ پر یہ بنگلہ بنایا گیا اور ساتھ دوسرے پلاٹ پر ایک خوبصورت چھوٹا سا ڈبل یونٹ تعمیر کیا گیا جس کو ڈیزائن خود جمیلہ رندھاوا نے کیا تھا۔

اب یہ ایک ہی گھر کا حصہ ہیں۔ بنگلہ کے سامنے گھر کا خوبصورت لان ہے اور پچھلی سائیڈ پر سرونٹ کواٹرز ہیں۔ ڈبل یونٹ کے سامنے اب گاڑیوں کا پورچ ہے اور اس سے پہلے گھر کا مین گیٹ ہے۔ مین گیٹ کے ساتھ بائیں جانب سکیورٹی گارڈ کا روم ہے۔

یہ بنگلہ جدید فنِ تعمیر کا ایک دلکش نمونہ ہے۔ بنگلے کے بیرونی حصے پر سرخ گھٹکا لگا ہوا ہے۔ جیسے کوئی دلہن سرخ

عروسی لباس پہن کر بیٹھی ہو۔

یہ رندھاوا ہاؤس ہے۔

☆☆☆

بڑے سے ڈائننگ ہال میں جمال رندھاوا بڑے سے ڈائننگ ٹیبل پر اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔ باجی غفوراں اور شاہد محمود سکھیرا کچن میں ناشتہ تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ ہال کے عقب میں ایک بڑا دلکش کچن واقع تھا۔

''وے شاہد......! آج تو بلال بھی ناشتے کے لیے آئے گا'' باجی غفوراں نے کہا جو کہ چائے بنانے میں مصروف تھی۔

''Yes BG'' شاہد نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''اوئے فرنگیوں کی اولاد تجھے کتنی بار سمجھایا ہے یا باجی بول نہیں تو سیدھا غفوراں کہہ لے یہ BG مت کہا کر'' باجی غفوراں نے بائیں ہاتھ کو اپنی کمر پر رکھتے ہوئے دائیں ہاتھ سے شاہد کی گردن پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔

''یہ ہاتھ چالاکی مت کیا کر باجی غفوراں تجھے کتنی بار کہا ہے'' چڑ کر تیور دکھاتے ہوئے شاہد نے تلخ جواب دیا۔

''تیری ماں جیسی ہوں تجھے اپنے بچوں کی طرح چوما چاٹا ہے۔ اتنا بھی حق نہیں ہے میرا؟'' باجی غفوراں نے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑ کر جواب دیا۔

''چل فیر کوئی گل نئیں'' پنجابی فلموں کے ہیرو کی طرح شاہد نے کہا۔ ''تینوں سات خون معاف باجی''

''خون تو ایک بھی معاف نہیں ہوتا شاہد'' لمبی ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے باجی غفوراں بول اٹھی جیسے کوئی زخم ہرے ہو گئے ہوں اس کے۔

نو بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے جب بلال ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔

''السلام علیکم ماموں جان'' بلال نے شائستگی سے کہا۔

''وعلیکم السلام'' وال کلاک دیکھتے ہوئے ''ٹائم کی پابندی کوئی تم سے سیکھے بلال...!'' گلے لگا کر بلال کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔

اتنے میں جہاں آرا بیگم بھی تشریف لے آئیں۔ ڈائننگ ٹیبل کے اطراف میں محفل سج گئی۔

جمال کے دائیں ہاتھ جمال کی بیوی ناہید جمال اور ایک کرسی چھوڑ کر اس کی دونوں بیٹیاں نسیم اور تسلیم یعنی نوشی اور توشی براجمان تھیں، بائیں ہاتھ ایک کرسی خالی تھی۔ جس پر سب کی نظریں تھیں، اس گھر کا ولی عہد شعیب، جمال کا اکلوتا اور بڑا بیٹا۔ جمال لیڈر آف دا ہاؤس کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے بالکل سامنے اس کی ماں جہاں آرا تشریف فرما تھیں۔ جہاں آرا کے دائیں ہاتھ ان کا نواسہ بلال احمد بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔ انتہائی سادہ ناشتہ دو براؤن بریڈ کے سلائس ایک انڈے کی سفیدی اور چائے کا پھیکا کپ۔

جمال خاموشی توڑتے ہوئے ناہید جمال سے مخاطب ہوا۔

''شعیب صاحب کہاں ہیں'' چائے کا سپ لیتے ہوئے پوچھا۔

''اپنے کمرے میں ہوگا'' ناہید نے ابرو چڑھاتے ہوئے تیکھی نظروں سے جمال کو دیکھ کر جواب دیا۔

''شاہد.....شاہد......!'' جمال نے رُعب دار آواز میں شاہد کو بلایا۔

''جی سر'' شاہد چند سیکنڈ میں پاس کھڑا عرض کر رہا تھا۔

''شعیب صاحب کو بلا کر لاؤ'' جمال نے اُسی انداز میں پھر کہا۔

شاہد کے جانے سے پہلے آواز آئی۔

''ہیلو ڈیڈ......ہیلو ایوری باڈی......'' شعیب آچکا تھا۔

''بیٹا آپ پندرہ منٹ لیٹ ہیں'' جمال نے شعیب کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بتایا۔

''ڈیڈ ہمارے سوشل سرکل میں ٹائم پر آنے والے کو ایڈیٹ سمجھا جاتا ہے'' شعیب نے بلال کی طرف دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہ تمہارا سوشل سرکل نہیں تمہارا گھر ہے'' جمال نے کچھ خفگی سے کہا۔

''رندھاوا صاحب......! وہی تو...... یہ اسکول نہیں گھر ہے۔ ڈائننگ ہال اور میٹنگ ہال میں فرق رکھا کریں۔ شعیب......! تم ناشتہ کرو۔'' ناہید نے بلال اور جمال کو گھوری ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

''میرا ناشتہ کہاں ہے؟ کہاں مر گئے ہو SMS......؟'' شعیب چلّایا۔

''آپ نے بلایا بندہ حاضر ہے'' SMS یعنی شاہد محمود سکھیرا مسکا پالش لگاتے ہوئے مؤدب جوس کا گلاس لیے پاس کھڑا تھا۔

شعیب غٹا غٹ جوس کا گلاس پی کر فارغ ہو گیا اور اجازت لے کر چلا بھی گیا۔

''ڈیڈ ہم بھی یہاں بیٹھے ہیں'' توشی نے خفگی سے کہا ''ہمیں تو کوئی پوچھ ہی نہیں رہا''

''یہ لو......فرمائیں'' جمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فرمائیں خاک آپ نے کچھ پوچھا ہی نہیں'' توشی یکا یک بولی۔ سب ہنس پڑے ناشتے کے دوران ناہید اور نوشی لال پیلی ہوتی رہیں مگر کچھ کہا نہیں۔ ناشتے سے فارغ ہو کر نوشی اور ناہید بھی چلی گئیں بلال اٹھنے لگا جس کے ہاتھ میں اپنی نانی جہاں آرا بیگم کا ہاتھ تھا۔

''بلال...! تم رکو'' جمال نے سگار سلگاتے ہوئے بلال سے کہا۔ ''ماں جی آپ توشی کے ساتھ تشریف لے جائیں''

جمال رندھاوا اور بلال ڈائننگ ہال سے نکل کر لاؤنج سے ہوتے ہوئے کوریڈور میں تھے تب جمال نے اپنے بلیک کوٹ کی دائیں پاکٹ میں پڑے چیک کو نکالا۔

گل شیر خان بلیک مرسیڈیز کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ گاڑی کے پاس پہنچ کر جمال نے وہ چیک بلال کو دیا۔

''ماموں جان ضرورت نہیں ہے'' بلال نے دبی دبی آواز میں عرض کیا۔

''جب ضرورت ہوگی مانگ لوں گا''

''کاش وہ دن آئے میری زندگی میں''، جمال نپے تلے انداز میں بولا''میں نے اپنی زندگی میں تم جیسا Selfless بندہ نہیں دیکھا''جمال نے چیک بلال کے ہاتھ میں تھمادیا وہ چیک Cash کا تھا بلال نے وہ چیک گل شیر خان کو دیتے ہوئے درخواست کی آپ Cash کروادیجیے گا۔

جمال گاڑی میں بیٹھ چکا تھا اور جانچتی نظروں سے بلال کو دیکھ رہا تھا۔ جمال اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

گاڑی فیروز پور روڈ پر تھی۔ ڈرائیور کے ساتھ گل شیر خان بیٹھا تھا اور پچھلی سیٹ پر جمال۔

''خان صاحب......! آپ بھی.....'' جمال نے گلے کے انداز میں کہا۔

''رندھاوا صاحب......! آپ سب جانتے ہیں......پھر کیوں دیتے ہیں اُسے چیک؟''

☆☆☆

اس گھر میں محبت اور نفرت کی یہ جنگ پچھلے کئی سالوں سے جاری تھی۔ بلال محبت کی فوج کا سپاہ سالار تھا اور نوشی نفرت کی سینا کی رانی تھی۔ جمال لیدر سے بنی اشیا کا بہت بڑا ایکسپوٹر تھا۔ اس کی فیکٹری ڈسکہ اور سیالکوٹ کے درمیان مین ڈسکہ روڈ پر واقع تھی۔ اکثر وہ ملک سے باہر رہتا۔

اُس کی بیوی اور بیٹا کوٹ لکھپت میں ٹریک سوٹ بنانے والی فیکٹری کے مالک تھے اور اُس کی بیٹیاں نوشی اور توشی ڈیفنس کے y بلاک میں واقع اپنی بوتیک چلاتی تھیں۔

ڈیفنس کے فیز III میں S بلاک میں دو کنال کی شاندار کوٹھی ان کی راج دھانی تھی۔ ویسے تو اس گھر میں ملازموں کی سینا موجود تھی جن میں سے 4 بہت اہم تھے۔

گل شیر خان اس گھر کا سب سے پرانا وفادار، اس کے عہدے کو کوئی نام نہیں دے سکتے وہ 30 سال سے جمال رندھاوا کے ساتھ تھا۔

جمال کے بعد فیکٹری معاملات وہی ہینڈل کرتا اس کے دو بیٹے بھی جمال کی فیکٹری میں ملازم تھے، جمال جب ملک سے باہر ہوتا تو وہ سیالکوٹ میں اپنے گھر میں رہتا۔ جمال کی پاکستان موجودگی میں وہ سائے کی طرح اُس کے ساتھ ہوتا۔

باجی غفوراں بھی تقریباً اتنے عرصے ہی سے کام کررہی تھی اس گھر میں وہ صبح سویرے آجاتی اور رات گئے واپس جاتی، وہ کچن کی ہیڈ تھی وہ ڈیفنس میں واقع چرڑ گاؤں کی رہنے والی تھی جو کہ S بلاک کے پاس ہی واقع ہے۔

شاہد محمود سکھیرا اس گھر میں جوان ہوا تھا۔ سب کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتا اور مزے کی بات سب گھر والے اسے اپنا خاص آدمی سمجھتے تھے۔ جمال اور بلال کے علاوہ سب اسے SMS کہتے تھے۔

DJ یعنی دلاور جتوئی لاہور ہیرو بننے آیا تھا۔ DJ نوشی اور توشی کا ڈرائیور کم سیکرٹری اگر چمچہ کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

جہاں آرا بیگم ایک زیرک خاتون، جو گھر کے افراد کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ڈوری میں باندھے ہوئے تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ ناہید اور شعیب کا رویہ بلال کے ساتھ غیر مناسب ہے اور نوشی کی ستم ظریفی بھی ان سے پوشیدہ نہیں

تھی۔

بلال اس گھر میں رہتا تو تھا مگر اُسے گھر کا فرد نہیں سمجھا جاتا تھا۔ وہ اس گھر میں صرف جہاں آرا کے حکم سے رُکا ہوا تھا۔

وہ 26,25 سال کا ایک خوبصورت گھبرو جوان تھا۔ مضبوط قد کاٹھ کا مالک مگر سلم اینڈ سمارٹ اس کی پرسنالٹی دیکھ کر اکثر نظریں راستہ بھول جاتیں۔ گفتار پر جس کو عبور حاصل تھا۔ کردار جس کا اعلیٰ تھا۔ بات کرتا تو جناب اشفاق احمد صاحب یاد آ جاتے، آواز اتنی رعب دار اور نفیس جیسے گلزار صاحب اپنا کلام اپنی ہی آواز میں سنا رہے ہوں......

اس کے رُخ پُرنور پر نظر پڑتی تو مسکراہٹ آپ کا استقبال کرتی، دھیمی آواز میں بات کرتا نہ کم نہ زیادہ۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ کا پابند، حج اس نے دو سال پہلے ہی کر لیا تھا۔ ہفتے میں دو روزے ضرور رکھتا۔ جمعہ اور پیر، قرآن مجید روز پڑھتا مگر ترجمے کے ساتھ اس کے پاس اردو کے چودہ تراجم کے نسخے موجود تھے۔ جو کہ الگ الگ مکاتب فکر کے علماء کرام کے تھے۔ تمام مسالک کی مساجد میں نماز پڑھ لیتا، مذہبی بحث سے اجتناب کرتا۔ کافی ساری احادیث کی کتب بھی اس کے پاس تھیں۔ تصوف سے بھی لگاؤ رکھتا تھا۔ مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی اس کی پسندیدہ کتابوں میں سے ایک تھی۔

اُردو اَدب سے لگاؤ تھا شاعری پڑھتا ضرور تھا مگر شعر کہنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

غالب، اقبال، فیض، فراز سے ہوتے ہوئے گلزار تک سب کے کافی اشعار اُسے یاد تھے۔ اس کے پسندیدہ شاعروں میں اقبال اور گلزار تھے۔

ناولز اور افسانے بھی اُسے پسند تھے۔ پریم چند، بیدی، منٹو، قاسمی سے ہوتے ہوئے بانو قدسیہ تک اس کے پاس کافی رائٹرز کے ناول اور افسانے تھے۔

احمد ندیم قاسمی اور بانو قدسیہ اس کے پسندیدہ رائٹرز تھے۔

اشفاق احمد کا ڈرامہ من چلے کا سودا اس نے کئی بار دیکھا تھا۔ آرٹ فلموں کا دلدادہ تھا۔ خاص طور پر نصیر الدین شاہ اور سمیتا پاٹل کی ساری فلمیں اس نے دیکھ رکھی تھیں۔

غزلیں اور لائٹ میوزک اسے بہت پسند تھا۔ مہدی حسن صاحب اور عابدہ پروین اس کے پسندیدہ سنگرز تھے۔

کپڑوں کے معاملے میں اس کی پسند الگ تھی۔ لائٹ بلو جینز کے اوپر اکثر وائٹ شرٹ پہنتا۔ اوپر بلیک کوٹ، کوٹ اسے بہت پسند تھے تقریباً ہر کلر اور ہر سٹف کا کوٹ اس کی وارڈ روب میں موجود تھا۔ اور لائٹ کلر جینز میں جتنی ورائٹی تھی سب اس کے پاس تھی۔ زیادہ تر شرٹس لائٹ کلر میں استعمال کرتا۔

گھر میں شلوار قمیض پہنتا۔ کھانے کا شوقین تھا مگر زندہ رہنے کے لیے کھاتا، گرل فش بہت پسند تھی اس کے علاوہ پیاز گوشت، زیادہ تر ہرے بھرے سینڈوچ کھاتا جو کہ وہ خود ہی بناتا تھا۔ چھت پر پڑے گملوں سے پودینہ، دھنیا اور ہری مرچ توڑ کر ان کا پیسٹ بنا لیتا اور فریج میں محفوظ کر لیتا۔ بھوک کے وقت براؤن بریڈ کے اوپر وہ پیسٹ ڈال کر سینڈوچ میکر کی خدمات سے فائدہ اٹھاتا۔ کم گو مگر جب بولتا تو محفل لوٹ لیتا۔ دوست بہت کم تھے دل کی بات زباں پر کم ہی لاتا۔

خوددار اتنا کہ خودی اُس کو عقیدت سے سلام پیش کرتی۔

اکثر کہتا: ''دینے والی ذات صرف ایک ہے اس سے رو کر دل کھول کر مانگو اس لیے کہ کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔'' جب بھی شہر سے باہر جاتا سب گھر والوں کے لیے تحائف لاتا۔

اپنے ملازموں سے اخلاق سے بات کرتا اور وقت پر تنخواہ ادا کرتا۔

وہ ایک روشن خیال اور حدود میں رہنے والا انسان تھا۔ ہر عمر کی خواتین اسے پسند کرتیں کیونکہ اس کی آنکھوں میں حیا تھی۔ وہ کہتا: ''عورت کو آپ جس نظر سے دیکھتے ہوا سے فوراً اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے حیا کی نظر سے دیکھو۔''

شاید اسی وجہ سے لڑکیاں اس کے پیچھے پاگل تھیں۔

جدت پسند تھا تمام جدید اشیا استعمال کرتا، LCD، Lap Top، Tab Lat، سوائے دو کے (موبائل اور گاڑی) اس کے پاس ایک پرانا Nokia موبائل فون تھا اور گاڑی Land Cruiser، 1988 ماڈل۔ یہ چیزیں وہ نہیں بدلتا تھا وجہ صرف وہ جانتا تھا۔

اندرون لاہور میں ایک بلڈ ڈونر سوسائٹی کا ممبر تھا اور سال میں 3 بار بلڈ ڈونیٹ کرتا اس کا بلڈ گروپ O نیگیٹیو تھا۔

بلال ایک سیلف میڈ اور ڈاؤن ٹو ارتھ بندہ تھا۔ اپنے سارے کام وہ خود کرتا۔ انتہائی صفائی پسند تھا، روزانہ گرم پانی سے نہاتا اور نیم گرم پانی پیتا، کلین شیو روز کرتا۔ اپنی صحت کا بہت خیال رکھتا ورزش روز کرنا اچھا عطر لگانا اسے بہت پسند تھا اس کے علاوہ انڈونیشیا کی بنی ہیئر کریم Jony Andrean اسے بہت پسند تھی ہمیشہ اپنے گھنگھریالے بالوں میں وہ کریم لگاتا، بلال کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔

دائیں ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنتا۔ کافی اور گرین ٹی بہت پیتا مگر چینی کے بغیر۔ رات سونے سے پہلے ایک مگ خالص دودھ پیتا شہد ڈال کر اُسے اقبال چائے والے سے خالص دودھ مل جاتا تھا۔

ان تمام خوبیوں سے بڑھ کر بلال میں ایک خوبی یہ بھی تھی وہ نبی پاک ﷺ سے بہت محبت کرتا تھا۔ نامِ محمدؐ سُن کر اُس کی آنکھیں چمک اُٹھتیں اور اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی۔

اُس کا نام اُس کے باپ ملک جلال احمد نے حضرت بلال حبشیؓ کے نام پر رکھا تھا۔ اُس کا ماننا تھا کہ اُس کا نام تو بلال ہے باقی وہ حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کے پیروں کی خاک جیسا بھی نہیں ہے۔ بلال کو حضرت بلالِ حبشیؓ عاشقِ رسول ﷺ سے بڑی عقیدت تھی۔

☆......☆......☆

ست رنگی کمرے میں وہ داخل ہوئی۔

''ملاقات ہوگئی تمہاری'' دانت پیستے ہوئے نوشی نے کہا جو کہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

''کس سے'' توشی نے سوال پر سوال کیا۔

''تمہارے بلال سے'' تفتیشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ایک بار پھر نوشی بولی۔

''جسٹ شٹ اپ میں نے تم سے زیادہ اسٹوپڈ اور نیگٹو سوچ کسی کی نہیں دیکھی...... وہ تم سے منسوب ہے بچپن

سے تمہارے علاوہ اس نے زندگی میں کسی کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا''

توشی نے اپنی Tone (لہجہ) بدلی: ''کیوں اپنے آپ کو نفرت میں جلا رہی ہو۔''

وہ نوشی کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا ''میں بہن ہوں تمہاری......اچھا ہی چاہوں گی تمہارے لیے''

''تمہارا مشورہ مانگا ہے؟ ایک نمبر کی ڈفر ہو تم'' نوشی نے اپنے شانے اچکاتے ہوئے اس کی ہمدردی واپس کر دی۔

''جلدی سے تیار ہو جاؤ دیر ہو رہی ہے'' نوشی نے حکمیہ انداز میں کہا جو کہ اب کھڑی ہو چکی تھی اور جانے کے لیے تیار تھی۔

توشی اپنی جگہ سے اٹھی اور نوشی کے بالکل سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اس کا چہرہ غصے سے لال ہو چکا تھا۔ اس نے بغیر تمہید باندھے ترش لہجے میں دوٹوک کہا:

''میں آج تک یہ سمجھ نہیں پائی کیوں تم بلال سے نفرت کرتی ہو......؟''

''کس وجہ سے محبت کروں؟'' نوشی نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

دونوں بہنوں میں جرح شروع ہو چکی تھی۔ توشی سرخ آنکھوں کے ساتھ بولی:

''محبت بے وجہ ہوتی ہے مائی ڈیئر''

''نفرت کرنے کے لیے بھی وجہ ضروری نہیں ہوتی'' نوشی نے جواب دیا۔

''غلط بالکل غلط، محبت کرنا نیکی ہے اور بغیر وجہ کے نفرت گناہ'' توشی یک لخت بولی۔

''کیا محبت کرنے سے ثواب ملتا ہے؟'' نوشی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں اگر وہ حرص و ہوس سے پاک ہو'' توشی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اس کی سنگت میں ملنگنی مت بن جانا'' نوشی نے اس کے رخساروں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا اور توشی کی پیشانی چوم لی۔

''میں جا رہی ہوں تیار ہو کر آ جاؤ...... DJ اُلّو کا پٹھا سویا ہو گا ابھی تک'' نوشی نے کمرے سے جاتے جاتے کہا۔

☆☆☆

کچن میں SMS برتن دھو رہا تھا اور اس کے بالکل پیچھے دوسری طرف BG دودھ گرم کر رہی تھی۔ دونوں کی پشتیں ایک دوسرے کی طرف تھیں سنک کے سامنے کھڑا SMS اچانک بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ بولا۔

''باجی......! تمہیں پتہ ہے بلال بھائی اس گھر کا کھانا نہیں کھاتے''

''شاہد مجھے تو یہ بھی پتہ ہے کب سے نہیں کھاتا'' BG دودھ ہلاتے ہوئے بولی۔

''میں شعیب صاحب کے کمرے میں فروٹ دینے گیا تھا تو چھوٹی بیگم صاحبہ غصے سے بھری پڑی تھیں، انہیں

پتہ نہیں کیوں بلال بھائی پر اتنا غصہ آتا ہے...... ''SMS کپڑے سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے اظہارِ خیال کر رہا تھا جو کہ برتن دھو کر فارغ ہو چکا تھا۔

''میں تو کبھی اس کے کمرے میں نہیں گئی کھاتا کیا ہے؟'' BG بولی دودھ مگ میں ڈالتے ہوئے۔

''اکثر تو وہ سینڈوچ بنا کر کھاتا ہے ہفتہ میں ایک دفعہ پیاز گوشت پکاتا ہے'' SMS نے تفصیلی رپورٹ دی

''سینڈوچ تو وہی کھا سکتا ہے مگر پیاز گوشت کی کیا بات ہے'' SMS کے منہ میں پانی آ گیا جیسے لذیذ کھانا یاد کر رہا ہو۔

''ہیلو BG ہائے SMS'' DJ فاتحانہ انداز میں کچن کے اندر داخل ہوا۔

''لو ان کی کمی تھی'' BG بڑبڑائی ''چمچہ کہیں کا...... میں دودھ دینے جا رہی ہوں اس مسٹنڈے کو ناشتہ دے کر تتر بتر مت ہو جانا ساری صفائی کر کے جانا'' BG جاتے ہوئے تمام احکام سنا کر گئی۔ وہ روزانہ ناشتہ کے بعد بڑی بیگم صاحبہ کے لیے ایک مگ دودھ لے کر جاتی تھی۔

''کیا کھاؤ گے؟'' SMS نے پوچھا۔ BG کے جانے کے بعد کچن پر اب اس کی حکومت تھی۔

''پیاز گوشت'' DJ نے اُسی انداز میں جواب دیا۔ دونوں کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

''پیاز گوشت کے بچے چپ کرو'' SMS دونوں ہونٹوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر بولا ''بیگم صاحبہ آ گئیں تو ہمارا قیمہ بنا دیں گی ویسے بھی آج ان کا موڈ خراب ہے''

''وہ کیوں'' DJ نے سرگوشی کے انداز میں سوال کیا۔ ''کہیں بلال بھائی تو گھر نہیں آئے تھے'' اور خود ہی جواب بھی دے دیا۔

''بیگم صاحبہ تو نہیں مگر...... نوشی میڈم کو تو...... سمجھا سکتے ہو'' SMS نے ناشتہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''توبہ توبہ بھائی میرے...... میں مرمت کروا کر ہی آ رہا ہوں'' DJ نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

☆......☆......☆

توشی اپنی دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹی ہوئی تھی اور دادی اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔

''بیٹا وقت کیا ہوا ہے'' دادی نے پوچھا۔

''گیارہ بجنے والے ہیں'' توشی نے بند آنکھوں کے ساتھ غنودگی میں جواب دیا۔

''کیا تم آج اپنی دکان پر نہیں جاؤ گی؟'' دادی نے سوال کیا۔

''دادی آپ کو کتنی بار بتایا ہے دکان نہیں ہے بوتیک ہے بوتیک''

''اچھا...... اچھا وہی جو تم کہہ رہی ہو بوتیک۔'' دادی نے جان چھڑائی۔

''آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے'' توشی نے دھیرے سے جواب دیا۔

''پھر لڑائی ہو گئی تم دونوں کی کتنی دفعہ لڑتی ہو دن میں'' دادی توشی کے چہرے کی طرف دیکھ کر خود سے بولیں۔

''ایک دوسری پر جان بھی تو دیتی ہو، تمہیں منانے کے لیے ابھی آ جائے گی''

دروازے پر دستک ہوئی۔

''لوآ گئی'' دادی یکا یک بول اٹھی ''اِسے کہیے گا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے''

''توبہ توبہ میں جھوٹ نہیں بول سکتی'' دادی نے فوراً کہا۔

دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔

''آ جاؤ بھئی آ جاؤ'' دادی نے آواز دی ''یہ تو اپنی غفوراں بی بی ہے''

''دودھ، بیگم صاحبہ'' غفوراں نے کہا جو دودھ کا مگ ٹرے میں رکھے کھڑی تھی۔

''بیٹھ جاؤ غفوراں'' غفوراں قالین پر نیچے بیٹھنے لگی ''اوپر بیٹھو غفوراں کرسی پر نیچے مت بیٹھا کرو''

''وہ جی آپ کا ادب لحاظ کرتی ہوں اس لیے'' غفوراں نے صفائی دی۔

''غفوراں ادب لحاظ دل سے ہوتا ہے نیچے بیٹھنے سے نہیں''

''جی توشی بی بی تو سو گئی ہے'' غفوراں نے بات بدلی۔ دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی ''آ جائیں جی آ جائیں'' غفوراں نے بیگم صاحبہ کی طرف سے صدا لگا دی۔ توشی پاؤں پٹختے ہوئے اندر داخل ہوئی اور چنگھاڑ کر بولی۔

''دادو یہ میرے ہاتھ سے قتل ہو جائے گی۔ اب تک تیار نہیں ہوئی۔''

''یہ لو...... قتل کروگی تو جیل جانا پڑے گا'' توشی بند آنکھوں کے ساتھ معصومیت سے بولی۔

''بیٹا کیوں لڑتی رہتی ہو'' دادی بول پڑیں بیچ بچاؤ کے لیے۔

''دادو میری واقعی طبیعت خراب ہے میں نہیں جا سکتی آج'' توشی نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا۔

''نوشی بیٹا تم جاؤ'' دادی نے کہا اور کلائی پکڑ کر نوشی کا دایاں ہاتھ چوم لیا۔

''دادو بہت ڈھیٹ اور کام چور ہے'' نوشی نے شکایت لگائی اور مسکراتے ہوئے چلی گئی۔

''دروازہ بند کر کے جانا دادو کو سردی لگ جاتی ہے'' توشی نے حکمیہ انداز میں کہا۔

غفوراں کرسی پر بیٹھی ساری باتیں سن رہی تھی۔ اچانک بول اٹھی جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔

''بیگم صاحبہ مجھے اجازت دیں ورنہ وہ کام چور سچ مچ کھبے ہو جائے گا'' توشی نے بند آنکھوں سے آواز دی۔

''BG''

''جی پتہ ہے دروازہ بند کرنا ہے'' BG نے جاتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کی۔

''چلو اب اٹھ جاؤ سب چلے گئے'' دادی نے حکم دیا۔

''نہیں دادو مجھے نیند آ رہی ہے'' توشی نے بند آنکھوں سے ہی جواب دیا۔

''بیٹا مجھے تم سے بات کرنی ہے'' توشی کے گالوں پر پیار کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ توشی اٹھ کر بیٹھ گئی اپنے بالوں کو کیچر سے کس کے باندھا اور اپنے گھٹنوں پر تکیہ رکھا۔

''جی دادو فرمائیے'' دادی کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

''بیٹا یہ کام وام چھوڑو اور شادی کر لو'' دادی نے اس کے دائیں گال پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ توشی یک لخت شوخی سے بولی۔

''اُوشادی......مگر وہ کم بخت...... مانے تو......''

''بات ٹالنے کی کوشش مت کرو۔تم دونوں کو کام کرنے کی کیا ضرورت ہے دو دو فیکٹریاں ہیں،تم دونوں کے پاس اپنا بہت کچھ ہے،اگر ماہانہ کرایہ بھی لوتو وہ لاکھوں میں ہے،باپ تمہارے نے اپنی زندگی میں تم لوگوں کا حصہ تقسیم کر دیا ہے''دادی نے اپنی بات تفصیل سے بیان کردی۔''وہ مانے تو''دادی نے جیسے سنا ہی نہیں۔

''شادی مگر کس سے کوئی لڑکا بھی تو ہو''نوشی نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے الفاظ بدل کر کہا۔

''ویسے ایک لڑکا ہے اگر آپ بات کریں تو وہ مان جائے گا''

''وہ کون......؟''دادی نے حیرت سے پوچھا۔

توشی کھل کھلا کر ہنس پڑی اور اپنا سر تکیہ سے لگا دیا جو کہ دادی کے بالکل سامنے تھا دادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا شگفتگی سے بولیں:

''بیٹا وہ تمہاری بہن سے منسوب ہے وہ بھی بچپن سے تمہاری پھوپھو اور تمہارے باپ نے یہ رشتہ جوڑا تھا۔اب یہ ممکن نہیں ہے''دادی نے سمجھانے کی کوشش کی۔توشی گردن اٹھا کر دادی کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔رنجیدگی سے بولی:

''مگر نوشی اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور اُسے پسند بھی نہیں کرتی رہا میرا سوال تو میں اسے پسند بھی کرتی ہوں اور محبت بھی''

''دیکھو بیٹا شادی اس سے کرنی چاہیے جو آپ سے محبت کرتا ہو اور وہ نوشی سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کی ماں کی پسند بھی ہے''

''پھوپھو نے مجھے کیوں نہیں پسند کیا''توشی نے معصومیت سے پوچھا۔''دادو......!بلال کو تو مجھ سے شادی کرنی چاہیے کیونکہ میں اس سے محبت کرتی ہوں''

''نہیں بیٹا تم اس کو صرف پسند کرتی ہو۔اس کی اچھائیوں کی وجہ سے اس کی خودداری کی وجہ سے اس کے اخلاق کی وجہ سے اور بس......''

''اور بس......دادو......اور بس......''وہ بھری آواز سے بولی جیسے اور بس اس کے گلے میں ہڈی بن کر پھنس گیا ہو۔اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔جیسے اور بس اس پر زبردستی مسلط کیا گیا ہو۔

''بیٹا مجھے غلط مت سمجھو مگر یہ حقیقت ہے تجربہ دنیا کی کسی درسگاہ سے نہیں ملتا یہ عمر گزار کر آتا ہے۔یہ 82 سال پرانی آنکھوں کا تجربہ ہے۔میں نے ان دونوں کی آنکھوں میں محبت دیکھی ہے ایک دوسرے کے لیے بے پناہ محبت......''

دادی نے توشی کو بازو سے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا وہ اپنی دادی کے گلے لگ کر بلک بلک کر روئی جیسے کوئی چھوٹا بچہ کھلونا نہ ملنے پر روتا ہے۔

☆☆☆

بلال اپنے آفس میں داخل ہوا۔فوزیہ اس کے استقبال میں کھڑی ہوگئی۔بڑا خوبصورت اور دلکش آفس،روشن اور خوبصورت رنگوں کا امتزاج،آفس میں داخل ہوں تو سامنی دیوار پر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی تصاویر خوبصورت فریموں

میں سجی ہوئی آویزاں تھیں۔

''السلام علیکم سر''فوزیہ نے جوش کے ساتھ کہا''سر آج آپ پہلی دفعہ لیٹ ہوئے ہیں''

''وعلیکم السلام'جتنا تم مسکا لگاتی ہوا اتنا کام بھی کیا کرو'' بلال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''سر گیسٹ آئے ہیں''فوزیہ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ بلال نے صوفے کی طرف دیکھا۔ دو ویل ڈریس اور فیشن ایبل خواتین صوفے پر بیٹھی تھیں اس سے پہلے بلال اُن سے بات شروع کرتا پنڈی ایکسپریس اندر آ چکی تھی ''بلال کہاں ہے؟'' وہ زور سے بولی، بلال کو دیکھ کر رک گئی جیسے اس کی چین کسی نے کھینچ دی ہو۔ بلال نے اپنائیت سے پوچھا:

''جی بھابھی......! فرمائیں......آپ آئیں ادھر بیٹھیں'' اپنے ٹیبل کے سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا اور ترچھی نگاہوں سے ان دو خواتین کی طرف منہ کر کے بولا:

''Excuse me, I will be back (معاف کیجیے میں آتا ہوں)''فوزیہ کو چائے بسکٹ وغیرہ کے لیے کہا اور خود بھابھی فرح کے سامنے اپنی چیئر پر بیٹھ گیا اور مسکراتے ہوئے بولا:

''جی بھابھی آپ کیسے راستہ بھول گئیں''

''بلال یہ کیا بات ہوئی، میرے بچوں کے ساتھ غریب غربا لوگوں کے بچے پڑھیں گے بچوں کا ماحول خراب ہوتا ہے اس سے''فرح نے خفگی سے کہا۔

''اچھا یہ بات ہے...... بھابھی وہ سارے بچے انتہائی لائق اور ذہین ہیں میں نے خود سب کا ٹیسٹ لیا تھا اس کے بعد ہی انہیں ایڈمیشن ملا'' بلال نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

''لیکن ہیں تو وہ سارے غریب گھرانوں کے بچے''فرح نے دوٹوک کہہ دیا۔

''صرف غربت......اس کے علاوہ کوئی اور عیب یا برائی ان بچوں میں......؟'' بلال نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا

''یہ کیا کم ہے......؟''فرح نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''ایک بڑے آدمی نے کہا ہے غریب کے گھر پیدا ہونا کوئی گناہ نہیں مگر غریب ہی مر جانا گناہ ہے اور میں صرف ان کی مدد کر رہا ہوں کہ بچے صرف غربت کی وجہ سے تعلیم سے محروم نہ رہ جائیں اور غریب ہی نہ مر جائیں''

''تم اسکول چلا رہے ہو یا خیراتی ادارہ''فرح نے اَبرو چڑھاتے ہوئے تیکھا سا جواب دیا۔

''میں صرف اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔'' بلال نے کہا۔ وہ دونوں عورتیں ٹکٹکی باندھے یہ ساری گفتگو سن رہی تھیں۔فوزیہ واپس آ چکی تھی اور آفس بوائے ان کے سامنے چائے اور بسکٹ رکھ رہا تھا۔''

''بھابھی......! آپ کے والد صاحب سے میری ملاقات ہوئی تھی پچھلے سال جب ہم لوگ مری گئے تھے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کا بچپن انتہائی غربت میں گزرا مگر انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی محنت سے سول سروس میں آئے اور اسی احساس نے انہیں اعجاز جنجوعہ کی مدد کے لیے رہنمائی دی۔ اعجاز جنجوعہ آپ کے خاوند نے مجھے بتایا کہ اگر میرے خالو چوہدری جبار ہماری مدد نہ کرتے تو نہ تو وہ پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی اس شہر کے بڑے ٹھیکیدار بن سکتے تھے۔ یہ آپ

کے ساتھ دو خواتین بیٹھی ہیں مسز نقوی اور مسز عباسی۔ نقوی صاحب اس شہر کے بڑے ڈاکٹروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے والد صاحب لاہور مصری شاہ میں گیس کٹر چلاتے تھے اور میجر عباسی نے بھی مجھے خود بتایا ان کے ابا گجر پورہ لاہور میں ٹانگہ چلاتے تھے۔ مجھے آپ سے زیادہ آپ کے بچوں کی فکر ہے مجھ پر اعتماد کریں میں آپ کے اعتماد کو کبھی شرمندہ نہیں ہونے دوں گا ان شاءاللہ۔'' بلال نے دھیمے لہجے میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

''چلیں بھابھی ادھر آئیں چائے پیتے ہیں'' بلال نے احترام سے کہا۔ چائے پینے کے دوران مسز عباسی نے انگلش پر ہاتھ صاف کیا۔

''You provide me some information about this(کیا اس بارے میں مجھے کچھ معلومات فراہم کر سکتے ہیں)''

''جی بالکل'' بلال نے تفصیل بتانا شروع کی۔

''ہم نے کل 40 بچوں کا انتخاب کیا ہے۔ ہر کلاس میں چار بچے۔ ان تمام بچوں کو کتابیں اور یونیفارم اسکول فراہم کرے گا فیس ان کی معاف ہوگی اور انہیں پاکٹ منی بھی دی جائے گی اور سب سے بڑی بات ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو اس لیے ان بچوں کا علم میرے اور فوزیہ صاحبہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے۔

اور سچی بات یہ ہے اس سے ہر کلاس کا ماحول بہتر ہوا ہے کیونکہ میں نے بچوں کو احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔ تعلیم سب کا حق ہے۔ امیر ہو یا غریب......'' مسز نقوی نے اپنی بات کا آغاز کیا۔

''What a Wonderful Idea(کتنا زبردست خیال ہے)'' مسز عباسی نے ان کی ہاں میں ہاں ملادی۔ اپنی صراحی کی طرح لمبی گردن کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے۔

☆☆☆

بلال کا یہ اسکول الگ طرح کی درسگاہ تھی۔ جہاں تعلیم سے زیادہ تربیت دی جاتی تھی۔ کتابیں کم تھیں۔ جہاں اردو، عربی، فارسی اور انگلش پڑھائی نہیں جاتی تھی بلکہ بچوں سے صرف بولی جاتی تھی اس اسکول کے Subject بھی مختلف تھے۔

قرآن مجید پہلا مضمون جو کہ اُردو ترجمے کے ساتھ پڑھایا جاتا اور سمجھایا جاتا اس کے علاوہ صرف تین مضمون اور تھے سائنس، میتھ اور کمپیوٹر۔

بلال احمد کا ماننا تھا کہ عمل کی زبان سب سے آسان ہوتی ہے۔ وہ ٹیچرز کا انتخاب خود کرتا تھا۔

وہ ان ٹیچرز کا انتخاب کرتا جو باعمل ہوتے انہیں کسی ایک زبان پر عبور حاصل ہوتا۔ وہ کسی بھی ایک فیلڈ میں ماہر ہوتے یا کسی ہنر میں مہارت ہوتی اس کا ماننا تھا کہ جو انسان اپنی ذات سے محبت نہیں کرتا وہ دوسروں سے خاک محبت کرے گا اس کے نزدیک اپنی ذات سے محبت کا پیمانہ بھی الگ تھا۔

جو ورزش نہ کرتا ہو، جو اپنے گھر والوں کو وقت نہ دیتا ہو جو حلال حرام کی تمیز نہ رکھتا ہو اور جو فرائض ادا نہ کرتا ہو جو اس کے ذمے شریعت نے لگائے ہیں وہ اچھا ٹیچر تو کیا اچھا انسان بھی نہیں بن سکتا۔

وہ ہر کلاس میں ہفتے میں ایک بار ضرور جاتا بچوں سے ہر ٹاپک پر بات کرتا ان کی سنتا اور اپنی سمجھاتا۔

وہ بچوں کو ہنر سکھاتا اور اپنا کام خود کرنے کی تلقین کرتا۔ اسی لیے اس نے ہنر والے اساتذہ بھی رکھے تھے جو بچوں کو اُن کی عمر کی مناسبت سے ہینڈی کرافٹ، الیکٹریکل اور مکینیکل کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ بلال چاہتا تھا کہ اُس کے سکول کے سارے بچے سیلف میڈ ہوں اور فنونِ لطیفہ کے ماہر بھی۔

اس کا ماننا تھا۔علم والا وہی ہے جو عمل کرتا ہے۔

''Man is as much educated as he looks.(آدمی اتنا ہی پڑھا لکھا ہوتا ہے جتنا وہ نظر آتا ہے)''

☆☆☆

اسی دن عصر کے بعد بلال حسب معمول بابا جمعہ کے پاس گیا جو کہ اپنے کام میں مصروف تھے ان کے پاس ایک لڑکا عمر تقریباً 25 سال ہوگی اپنے جوگر شوز سلائی کروار ہا تھا اور وہ بابا جمعہ سے ملکی حالات پر بحث میں مصروف تھا وہ بابا جمعہ کی پرسنالٹی سے بہت متاثر ہوا اور ان کے نالج کی تعریف کر رہا تھا۔اس لڑکے نے کہا:

''آپ کافی تعلیم یافتہ لگتے ہیں۔''

''صرف میٹرک......'' بابا جمعہ سلائی کرتے ہوئے بولے۔

''میٹرک صرف میٹرک'' وہ ہکا بکا رہ گیا اس کے چہرے پر تجسس تھا۔ بابا جمعہ سلائی کر کے فارغ ہو چکے تھے وہ اس کے چہرے کی حیرانی دیکھ کر بولے:

''بیٹا جی......! کیا ہوا آپ کو......؟''

''میں نے جس ٹاپک پر آپ سے بات کی آپ ایک ماہر لیکچرار کی طرح پریزنٹیشن دے رہے تھے آپ ٹپیکل موچی تو نہیں لگتے آپ ایک وژنری پرسنالٹی ہیں''

اس نے بابا جمعہ کی تعریف میں بھاشن دے ڈالا۔ بلال اس کے پیچھے کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ بابا جمعہ نے اس لڑکے کے جوگر سلائی کر کے شاپر بیگ میں ڈال کر اس لڑکے کو تھما دیے۔

''بیٹا چائے پیو گے؟'' بابا جمعہ نے اس لڑکے سے پوچھا۔

''جی وہ......جی ہاں ضرور......ضرور......'' وہ یکا یک بولا۔

''بلال صاحب......! تین چائے کا اقبال کو فون کر دو''

بلال نے اپنا پرانی وضع کا موبائل نکالا اور اقبال چائے والے کو فون کر دیا جو پیچھے بازار میں چائے کی دکان چلاتا تھا۔اقبال چائے والے کی دکان چرڑ گاؤں کے بازار میں واقع تھی چرڑ گاؤں آج سے تقریباً 40 سال پہلے لاہور شہر سے باہر ایک پسماندہ گاؤں تھا اور اس تک رسائی کے لیے کوئی باقاعدہ راستہ بھی موجود نہیں تھا۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی اسی گاؤں اور کچھ اور دیہاتوں کے زرعی رقبے پر تعمیر ہوئی۔ بڑھتے ہوئے آبادی کے طوفان نے زرعی رقبوں پر نئی ہاؤسنگ سوسائٹیز بنانے پر مجبور کر دیا ہے۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کا یہ علاقہ گلبرگ کی طرح لاہور شہر کا پوش ترین علاقہ ہے۔ یہ

گاؤں ڈیفنس کے تین بلاکس Z.J.K کے درمیان واقع ہے۔

یہ گاؤں غریب اور مڈل کلاس لوگوں کی بستی ہے اور ان کا روزگار ڈیفنس کے گھروں سے وابستہ ہے غریب عورتیں مختلف گھروں میں کام کرتی ہیں اور مرد کوئی سبزی کا کام کرتا ہے، دودھ، کریانہ، سٹور، مالی، ڈرائیور، سکیورٹی گارڈ، مستری، مزدور، موٹر مکینک، کارپینٹر اور موچی جی ہاں موچی......

بابا جمعہ بھی موچی ہے چرڑ گاؤں سے ڈیفنس میں داخل ہوں تو دائیں ہاتھ گاؤں کے علاقے میں مین روڈ سے پہلے یعنی غازی روڈ جو ڈیفنس سے گزر کر بھٹہ چوک تک جاتی ہے۔ دائیں ہاتھ بابا جمعہ کا موچی خانہ آباد ہے، بائیں ہاتھ گاؤں کی نورانی مسجد ہے۔ مین روڈ کی دوسری طرف Lesco Office سے پہلے بس سٹاپ ہے۔ بابا جمعہ کا موچی خانہ اور بس سٹاپ آمنے سامنے ہیں۔

بابا جمعہ کا موچی خانہ بھی بابا جمعہ کی طرح صاف ستھرا ہے۔ بابا جمعہ لکڑی کے ایک چھوٹے تخت پوش پر بیٹھتے ہیں جو کہ چھوٹے نالے کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ وہ نالہ اُوپر سے سیمنٹ کی پلیوں سے ڈھکا ہوا ہے جو بالکل ایک سیمنٹ کے بنچ کی مانند ہے۔ بابا جمعہ کے تخت پوش کے نیچے ایک بلّی اکثر بیٹھی رہتی ہے۔ بابا جمعہ کے پیچھے Z بلاک کی کسی کوٹھی کا لان ہے۔ جس کے اندر بے شمار پھولوں کے پودے لگے ہوئے ہیں اور ایک بڑا نیم کا درخت اور ایک شہتوت کا درخت بھی موجود ہیں ان دونوں درختوں کا جھکاؤ گلی کی طرف ہے جہاں بابا جمعہ بیٹھے ہیں کیونکہ وہ دونوں درخت تقریباً اس دیوار کے ساتھ ہیں جو Z بلاک اور گاؤں کو جدا کرتی ہے۔ بابا جمعہ کے دائیں ہاتھ سڑک کی جانب بجلی کا کھمبا ہے جو کہ قدرے آگے کی طرف ہے۔ کھمبے کے ساتھ پانی کا ایک گھڑا پڑا ہوا ہے اور ایک لکڑی کا چھوٹا سا اسٹول بھی ہے۔

بابا جمعہ کے اوپر نیم کا درخت اور ساتھ شہتوت کا درخت سائبان کیے ہوئے ہیں۔ اگر کچھ کمی تھی تو وہ فائبر کی بنی گرین شیٹ نے پوری کر دی جو کہ بریگیڈیئر امان اللہ نے لگوائی تھی، دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے بریگیڈیئر صاحب بھی بابا جمعہ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں انہوں نے ہی ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی سے پرمیشن لے کر دی تھی بابا جمعہ کے موچی خانہ کی اور ماہانہ فیس بھی وہ خود ادا کرتے ہیں۔

بابا جمعہ سے کوئی ان کی عمر پوچھے تو پاکستان کا ہم عمر بتاتے ہیں۔ سفید لباس میں ملبوس ململ کا کرتہ اور پائجامہ پہنتے ہیں جو کہ دودھ کی طرح سفید ہی ہوتا ہے کام کرتے وقت اون کے بنے دستانے یعنی گلوز پہنے رکھتے ہیں۔ پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب سامنے والی مسجد میں اور باقی دو اپنے گاؤں کی مسجد میں بابا جمعہ کماہاں گاؤں کے رہنے والے ہیں جو کہ ان کے موچی خانہ سے تقریباً 4 کلومیٹر دور ہے صبح فجر کی نماز پڑھ کر ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے کام پر پیدل آجاتے ہیں اور مغرب کی نماز پڑھ کر واپس گھر چلے جاتے ہیں یہ ان کا تیس سال سے معمول ہے۔

اقبال چائے والے کا چھوٹا ببلو چائے لے کر آ گیا۔ بابا جمعہ نے لکڑی کا سٹول آگے کر دیا بلال شوز اتار کر اوپر بنی جگہ پر بیٹھ گیا جو کہ نالے کے اُوپر تھی وہ لڑکا پاؤں لٹکا کر نالے کے اوپر بیٹھ گیا بلال کافی عرصہ پہلے ایک کارپٹ کا ٹکڑا خرید کر لایا تھا جو بیٹھنے کے کام آتا تھا۔ یہ دونوں اسی کارپٹ کے ٹکڑے پر بیٹھے تھے۔ بلال نے چائے کپوں میں ڈالی وہ تینوں چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

''آپ بابا جمعہ خاں میواتی ہیں۔''بلال نے ادب سے بابا جمعہ کا تعارف کروایا۔

''میرا نام ملک بلال احمد ہے...اور آپ...؟''بلال نے سوالیہ نظروں سے اُس لڑکے کی طرف دیکھا۔

وہ لڑکا چائے پیتے ہوئے بولا:

''میرا نام عادل عقیل ہاشمی ہے اور میں اب تک کنفیوژ ہوں''

''کس بات پر......''بابا جمعہ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کہ آپ کی تعلیم صرف میٹرک ہے......آپ تو زمانے بھر کے علوم کے بارے میں بات کر سکتے ہیں۔وہ کیسے میں سمجھنا چاہتا ہوں''عادل نے حیرت سے پوچھا۔

''اندھوں میں کانا سردار...... پدی کیا پدی کا شوربا کیا''بابا جمعہ نے پرنم لہجے میں جواب دیا۔عادل اور بلال بابا جمعہ کی باتیں غور سے سن رہے تھے۔بابا جمعہ نے بغیر تمہید کے بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ کہا:

''بچے......!اب لوگوں کے پاس ڈگریاں تو ہیں مگر علم اور تعلیم و تربیت کے بغیر یہ ایسے ہی ہے ماشکی کے پاس مشک تو ہو مگر اس کے اندر پانی نہ ہو جسم تو ہو مگر اس جسم میں روح نہ ہو۔علم روح کی طرح ہلکا لطیف ہے۔علم اور عمل متوازی روح اور جسم۔

جس طرح روح اور جسم ساتھ ہیں مگر روح نظر نہیں آتی صرف جسم نظر آتا ہے اسی طرح علم اور عمل ساتھ ساتھ ہیں بندے کا کمال یہ ہے کہ علم کو چھپائے اور عمل کر کے دکھائے بیٹا یاد رکھو عزت ہمیشہ ان کی ہوئی جنہوں نے علم پر عمل کیا مگر اب ترتیب غلط ہوگئی ہے لوگ صرف کھوکھلے علم سے خالی مشک کی طرح عمل کے بغیر عزت،شہرت،روپیہ چاہتے ہیں۔''بابا جمعہ نے شائستگی سے مسحور کن انداز میں اپنی بات مکمل کی مگر عادل کو تشفی نہیں ہوئی اس نے ایک اور سوال داغ دیا۔

''مگر باباجی میرا سوال کچھ اور تھا......میں نے آپ سے سورس آف نالج پوچھا تھا''

''دیکھو بیٹا......!آپ میری معلومات کو علم سمجھ رہے ہو ان دونوں کو الگ کرو تو بات سمجھ آئے گی۔میری آپ سے جتنی بات ہوئی تھی وہ دنیاوی معلومات تھی اس میں علم کی بات تو کوئی بھی نہیں تھی آپ نے معلومات لینی ہے تو اخبار پڑھو اور اگر آپ علم کے طالب ہو تو قرآن پڑھو ترجمے کے ساتھ اور غور و فکر کرو اور جہاں تک میری بات ہے تو میں بے علم بے عمل ایک حقیر سا بندہ ہوں''بابا جمعہ کچھ دیر بعد دوبارہ بولے جیسے اپنا احتساب کیا ہو۔

''میں نے پچھلے پچاس سال سے ہر روز اخبار پورا پڑھا ہے اور روزانہ دو گھنٹے قرآن مجید بھی پڑھا ہے ترجمہ کے ساتھ ایک گھنٹہ صبح فجر کے بعد اور ایک گھنٹہ رات میں عشا کے بعد،خوشی ہو غمی ہو،سردی،گرمی ہر موسم میں......''یہ بات کر کے بابا جمعہ کافی دیر نظریں جھکائے بیٹھے رہے۔بلال نے بات دوبارہ شروع کر کے عادل کو مخاطب کیا:

''کیا کرتے ہو......؟''

''میں پنجاب یونیورسٹی میں انگلش لٹریچر پڑھ رہا ہوں''عادل نے جواب دیا،عادل بابا جمعہ کے جواب سے مطمئن ہو گیا تھا اور دوبارہ آنے کی اجازت لی اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

اُسی دن رات عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلال حسب معمول نانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو کمرے میں پہلے سے کھسر پھسر ہو رہی تھی جب اس نے دروازے پر مؤدبانہ دستک کی تو اندر سے نوشی کی آواز آئی:

''Yes come in'' اس نے دروازے کی ناب کو بائیں ہاتھ سے پکڑا اور نہایت آہستگی سے جب دروازہ کھولا تو سامنے صوفے پر نوشی بیٹھی تھی۔

دروازہ کھولتے ہی لمحہ بھر کے لیے دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے سیراب ہوئی تھیں۔توشی سامنے کمبل میں بیٹھی آج پہلی دفعہ بول کم اور دیکھ زیادہ رہی تھی۔(میں نے ان دونوں کی آنکھوں میں محبت دیکھی ہے بے شمار ایک دوسرے کے لیے......) صبح یہ جملہ دادو نے بولا تھا اور توشی نے اب دیکھ لیا اس نے دل میں سوچا بعض اوقات انسان آنکھیں رکھتے ہوئے بھی بینائی سے محروم ہوتا ہے۔

بلال نے آکر سلام کیا اور دیوان پر بیٹھ گیا جو کہ نوشی کے بائیں ہاتھ تھا اور توشی دائیں ہاتھ بیڈ پر آلتی پالتی مار کر کمبل میں بیٹھی تھی نوشی کے سامنے دادی مووِنگ چیئر پر بیٹھی بائیں ہاتھ میں تسبیح لیے جلوہ افروز تھیں،نوشی نے چور نگاہوں سے ایک بار پھر بلال کو دیکھا اس کا دیکھنا توشی سے بچ نہیں پایا توشی کے تیکھے نین تفتیش کر رہے تھے۔

جہاں آرا نے بلال سے پوچھا۔

''بلال بیٹا کھانا کھا لیا؟''

''جی ہاں'' بلال نے آہستہ سے جواب دیا۔

''سینڈوچ؟'' توشی یکا یک بول اٹھی جو کہ ٹکٹکی باندھے بلال کو دیکھ رہی تھی۔

''نہیں وہ آج باہر کھانا کھایا تھا'' اس نے جہاں آرا بیگم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''گرل فش؟'' توشی نے پوچھا جیسے پہلے سے جانتی ہو۔

بلال نے توشی کی طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلا دیا زبان سے کچھ نہیں کہا۔

''ان دونوں فراڈیوں کے ساتھ کھایا ہوگا؟'' توشی پھر بولی جو کہ اپنی طرف سے آج کم بول کم رہی تھی۔

''کون فراڈیے؟'' دادی نے بلال کو دیکھ کر تشویش سے پوچھا۔

''جی وہ طارق رامے اور اعجاز ٹھیکیدار مگر وہ اچھے بندے ہیں'' بلال نے صفائی دی۔

''مجھے فوزیہ نے سب کچھ بتا دیا ہے کہ تم لوگ ہفتے میں ایک بار باہر کھانا کھاتے ہو اور تمہارا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے'' توشی سرزنش کرنے والے انداز میں بولی جیسے کوئی ماں اپنے آٹھ سال کے بچے کو ٹریٹ کرتی ہے۔

''بیٹا مکمل انسان تو کوئی بھی نہیں ہوتا اگر ان دونوں میں کوئی عیب ہیں بھی تو بلال کے ساتھ وقت گزار کر ٹھیک ہو جائیں گے'' جہاں آرا نے ایسے سمجھایا جیسے وہ چند دنوں میں بلال کے معتقد ہو جائیں گے انہیں ان کی خامیوں سے زیادہ بلال کی خوبیوں پر اعتماد تھا۔

''نانو......! مالش کر دوں؟'' بلال نے پوچھا۔

''نہیں بیٹا نوشی نے کر دی ہے'' جہاں آرا بیگم نے جواب دیا۔

بلال نے خوابیدہ نگاہوں سے نوشی کی طرف دیکھا وہ پہلے ہی سے منتظر تھی اس کی ایک نظر کی جیسے پہلی دفعہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔

''میری بھی دادو ہیں'' نوشی نے جاذبیت سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''کل ہیڈ بلو کی چلیں؟'' نوشی پھر سے بول اٹھی۔

اس نے نینوں کی چہ مگوئیاں روکیں جو کہ آپس میں محو گفتگو تھے۔

''کل نہیں پھر کبھی کل میں مصروف ہوں'' بلال نے جواب دیا۔

''تم تو ہر سنڈے مصروف ہوتے ہو......ویسے جاتے کہاں ہو؟'' نوشی نے تجسس سے پوچھا۔

''اپنی جاسوس فوزیہ سے پوچھ لینا'' بلال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

سب ہنس پڑے۔

☆☆☆

فرح اپنے بیڈ روم میں بیٹھی گھڑی کی طرف بار بار دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر پریشانی اور غصہ دونوں موجود، موبائل پکڑ کر بار بار فون کر رہی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی بلال نے فون سکرین پر فرح بھابھی پڑھا۔

''ہیلو......جی بھابھی خیریت ہے؟'' بلال نے سوال کیا۔

''بلال......جنجوعہ صاحب ابھی تک گھر نہیں آئے......اور فون بھی ریسیو نہیں کر رہے'' فرح نے پریشانی میں جواب دیا۔

''بھابھی آپ فکر نہ کریں......میں پتہ کرتا ہوں'' بلال نے تسلی دی۔

فون کٹ کرنے کے بعد ''کہاں گئے ہوں گے'' خود سے کہا اور نمبر ملایا بیل جا رہی تھی مگر رسپانس کوئی نہیں ملا۔ پھر دوسرا نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

''جی......بلال صاحب......'' طارق رامے نے پوچھا۔

''جنجوعہ صاحب......'' بلال کے بات کرنے سے پہلے ہی۔

طارق رامے نے زور سے کھل کھلا کر ہنسنا شروع کر دیا۔

''جنجوعہ بڑا کمینہ ہے کروڑ پتی ہے مگر گاڑی نہیں بدلتا وہی پھٹیچر Suzuki FX'' ہنستے ہوئے جواب دیا ''مجھے بھی ذلیل کروا دیا''

''ٹھیک ہے......رامے صاحب......صبح بات ہوگی'' بلال نے فون بند کر دیا۔

وہ ساری بات سمجھ گیا ڈیفنس سے کھانا کھانے کے بعد اعجاز جنجوعہ اور طارق رامے جوہر ٹاؤن جانے کے لیے نکلے تو راستے میں جنجوعہ کی گاڑی خراب ہوگئی تھی اور فون Silent موڈ پر تھا اور وہ ریسیو نہیں کر رہا تھا بلال نے فرح کو فون ملایا۔

''جی بلال ......کچھ پتہ چلا ......خیریت تو ہے، کہاں ہیں؟'' فرح نے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر ڈالے۔

''جی بھابھی خیریت ہے جنجوعہ صاحب کی گاڑی خراب ہوگئی تھی ابھی تھوڑی دیر میں آ جاتے ہیں'' بلال نے تسلی دی۔

''مگر وہ فون کیوں نہیں اٹینڈ کر رہے تھے'' وہ غصے سے چیخی۔

''وہی پرانی عادت ان کی'' بلال نے کال کاٹنے سے پہلے کہا۔

بلال کا فون دوبارہ بول اٹھا۔

''جی رامے صاحب'' بلال نے کال ریسیو کی۔

''جنجوعہ کی ......آج ہر گئی......اس کی مرمت ہووئے ہی ہووئے ......تم دیکھ لینا'' رامے نے ہنستے ہوئے کہا فون کی دوسری طرف خوشی کا ماحول تھا۔

اعجاز جنجوعہ اور طارق رامے تقریباً ہم عمر تھے۔ طارق رامے 34 سال کا گندمی رنگ والا زندہ دل یاروں کا یار خوش خوراک اور خوش اخلاق رنگ باز مگر دل کا بہت اچھا بندہ تھا اور اعجاز جنجوعہ تقریباً 36 سال کا درمیانے قد کاٹھ کا انسان تھا۔

دونوں میں ہنسی مذاق خوب تھا۔ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے رہتے۔ اسٹیج ڈراموں کی طرح جگتیں کستے رہتے۔ ان کے تعلق کی ایک وجہ ان کا کاروبار بھی تھا اعجاز جنجوعہ ٹھیکیدار تھا اور طارق رامے پراپرٹی ڈیلر تھا۔

بلال کا ان سے زیادہ تعلق نہیں تھا۔ ہفتے میں ایک دن وہ ان کے ساتھ باہر کھانا کھاتا۔ جس بلڈنگ میں بلال کا اسکول تھا۔ وہ طارق رامے کے کسی انویسٹر کی تھی جو کہ ملک سے باہر تھا۔ بلال کو طارق رامے کے ساتھ سارے معاملات طے کرنا ہوتے تھے اور جنجوعہ صاحب کے تینوں بچے بلال کے اسکول میں پڑھتے تھے۔

مین گیٹ پر گاڑی کا ہارن بجا Suzuki FX اندر داخل ہوئی بیڈروم کا دروازہ کھول کر اعجاز جنجوعہ اندر داخل ہوا ہی تھا۔

''جنجوعہ صاحب......آپ کو کسی کی فیلنگ کا ذرہ برابر بھی احساس ہے'' فرح زخمی شیرنی کی طرح دھاڑی ''میں کب سے فون کر رہی تھی آپ کو......ذہن میں ہزاروں طرح کے خیال......دل میں وسوسے خدشے اللہ خیر کرے......اور آپ کو کوئی پرواہ ہی نہیں''

اعجاز جنجوعہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنا ماتھا انگوٹھے اور دو انگلیوں سے پکڑ لیا۔ فرح نے دیکھا تو اس کا سارا غصہ فکرمندی میں بدل گیا۔

وہ پاس آئی دوزانو بیٹھ کر جنجوعہ صاحب کا چشمہ اتارا۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے......آپ کی؟'' فرح نے فکرمندی سے پوچھا۔

''بس کچھ سر میں درد ہے'' اعجاز جنجوعہ نے جواب دیا۔ فرح نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا۔ پیناڈول کی گولی نکالی سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی دیا ''آپ یہ کھائیں......میں گرم دودھ لے کر آتی ہوں'' یہ کہہ کر وہ دودھ لینے چلی گئی بیڈروم کا دروازہ کھلا تھا اتنے میں طارق رامے کا فون آ گیا فون اعجاز جنجوعہ کے ہاتھ ہی میں تھا جو فرح کی مس کالز دیکھ

رہا تھا۔

''ہاں وئی......مرمت ہوگئی......یا ہونے والی ہے'' طارق رامے نے انجوائے منٹ سے پوچھا۔

''بیٹا جی......ہم بھی کھلاڑی ہیں......بیوی کو بے وقوف بنانا کون سا مشکل کام ہے''اعجاز جنجوعہ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

''کون سے گولی دی ہے بھابھی کو اس بار؟'' طارق رامے نے پوچھا۔

''ہزاروں گولیاں ہیں کوئی سی بھی دے دو......تو بیٹا شادی کروا ایسے ایسے مشورے دوں گا بیوی تمہارے سامنے بھیگی بلی......''

فرح پیچھے کھڑی سب سن رہی تھی۔

''یہ لیجیے دودھ''فرح نے کہا۔''تم کب آئی''جنجوعہ نے پوچھا۔''جب آپ گولیاں دے رہے تھے''فرح نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

''یار......وہ......یہ......فون......ہاں فون سائلنٹ تھا''فون بند کرتے ہوئے ہکلاہٹ میں کہا۔

''گولی کھائی بھی ہے......یا پھر صرف گولیاں دیتے ہی ہیں۔''دودھ کا مگ جنجوعہ صاحب کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولی۔

''نہیں وہ......وہ......سوری یار''اعجاز جنجوعہ نے فوراً ہتھیار ڈال دیے۔وہ کرسی پر بیٹھ کر دودھ پینے میں مصروف ہوگیا اور فرح ٹیرس کا دروازہ کھول کو باہر ٹیرس پر چلی گئی اور لان کی طرف منہ کر کے کھڑی ہوگئی جب اعجاز جنجوعہ کی نظر اس پر پڑی تو دودھ کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر فرح کے پیچھے گیا اور فرح کے پیچھے کھڑا ہو کر بولا۔

''فری جی......سوری......یار وہ فون سائلنٹ تھا......کہا نا سچی یہی بات تھی''اعجاز جنجوعہ نے انتہائی سنجیدگی سے صفائی پیش کی۔

''آگے سے خیال رکھوں گا پکا وعدہ، فری جی......فری جی......''

''آپ مجھے فری مت کہا کریں''فرح نے دوٹوک جواب دیا۔اعجاز جنجوعہ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف چہرہ کر کے بولا:

''مجھے پتہ ہے آپ کی والدہ کہتی ہیں۔مجھے اجازت کی ضرورت نہیں''

''وہ کیوں جی؟''شکایتی نظروں سے دیکھتے ہوئے فرح نے سوال کیا۔

''اس لیے کہ......محبت کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور محبوب کو کوئی بھی نام دے دو وہ محبوب ہی رہتا ہے''

فرح کے چہرے پر رومینٹک مسکراہٹ ابھری۔

''آج آپ بلال کے ساتھ تھے اسی لیے اتنی رومینٹک باتیں کر رہے ہیں ورنہ آپ تو سیمنٹ، ریت، سریا، بجری، ماربل اور بس یہی کچھ......''

فرح نے کھا جانے والی نظروں سے اعجاز جنجوعہ کو دیکھا۔

''چلو اندر چلو باہر سردی ہے'' اعجاز جنجوعہ نے بازو کے حصار کے ساتھ اندر لاتے ہوئے کہا۔

اعجاز جنجوعہ اور فرح ایک آئیڈیل زندگی گزار رہے تھے اور وہ آئیڈیل کپل تھا۔ فرح ایک گول مٹول گوری چٹی رنگت والی گھریلو خاتون تھی جو کہ اپنے بھرے ہوئے جسم کے ساتھ خوبصورت لگتی تھی۔ شادی سے پہلے افسانے اور ناول پڑھنے والی یہ لڑکی ایک ایسے شخص کے ساتھ بیاہی گئی جو کہ اس کا خالہ زاد تھا اور اس کے باپ کی پسند بھی۔ مزاج اور طبیعت دونوں کی مختلف تھی، بچپن میں ایک دوسرے کو دیکھا ہوگا۔ وجہ یہ تھی۔ اعجاز جنجوعہ شاہدرہ لاہور کا رہنے والا تھا اور فرح راولپنڈی سے تھی اعجاز جنجوعہ 15 سال کا ہوگا جب اس کے ماں باپ ایک بس حادثے میں جاں بحق ہو گئے تھے ان کے ساتھ اس کی سب سے چھوٹی بہن جو کوئی 4 سال کی ہوگی وہ بھی چل بسی پیچھے اعجاز جنجوعہ اور اس کی 3 چھوٹی بہنیں شازیہ گیارہ سالہ، نازیہ نو سالہ اور رابعہ سات سالہ جو کہ گھر پر تھیں بچ گئیں ان سب کی ذمہ داری اعجاز جنجوعہ کے کندھوں پر آ گئی۔

ان حالات میں فرح کے والد اور والدہ نے اعجاز جنجوعہ کا ساتھ دیا۔ اعجاز اپنی خالہ اور خالو کی بہت عزت کرتا اور فرح اس کی خالہ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی۔

اعجاز جنجوعہ زیادہ پڑھ نہیں سکا صرف BA کیا مگر اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں۔

گندمی رنگت، درمیانہ قد 0.75 کا چشمہ پہننے والا اسمارٹ آدمی تھا چہرے پر چھوٹی بھوری موچھیں، چشمے کے اوپر سے دیکھتا اور اکثر بیٹھے ہوئے بائیں ہاتھ سے اپنی مونچھوں کو اوپر سے نیچے انگلی اور انگوٹھے سے پریس کرتے رہنا یہ اس کی عادت تھی۔

اپنے کام سے عشق تھا۔ فارغ وقت میں طارق رامے کے دفتر میں اخبار پڑھتے ہوئے پایا جاتا۔ چائے کا کپ ہاتھ میں لیے ہوئے طارق رامے جتنا فضول خرچ اور دل پھینک تھا اعجاز جنجوعہ اتنا ہی کنجوس اور وفادار اپنی بیوی کے ساتھ، فرح اس کی زندگی میں پہلی عورت تھی اور شاید آخری بھی، اس کے برعکس طارق کے دل میں آنے والے کو روک نہیں تھی اور جانے والے پابند نہیں تھے۔

ان سب باتوں کے باوجود وہ روزانہ ملتے گپ شپ لگاتے ہنسی مذاق کرتے۔

طارق رامے وکیل بھی تھا مگر نام کا اس کے علاوہ MSE میتھ اور بی ایڈ بھی کیا ہوا تھا۔ پراپرٹی ڈیلر کا کام نہ جانے کیوں کرتا تھا اس کا بڑا بھائی راشد رامے جو کہ وکیل تھا، جب کبھی دینہ جہلم سے لاہور آتا تو جھگڑا کرتا کہ تم وکالت شروع کرو یہ پراپرٹی کا کام چھوڑ دو۔

☆☆☆

وہ مَن ہی مَن میں سوچ رہی تھی۔ جب اس نے سونے کی کوشش کی تو نیند آنے کو تیار نہیں تھی۔ ذہن میں دادی کے الفاظ گونج رہے تھے وہ اٹھی واش روم گئی اپنا چہرہ آئینے میں غور سے دیکھا، کیا اپنی بہن سے جلن محسوس کر رہی ہوں، اس کے من میں خیال آیا۔ نہیں نہیں میں ایسی تو نہیں ہوں، اس نے خود ہی صفائی دی تو پھر یہ کیا ہے جو مجھے سونے نہیں دے رہا۔

بلال تو کہتا ہے کہ حسد اور محبت ایک دل میں نہیں رہ سکتے تو یہ محبت ہے یا حسد، کیا ہے۔ اس نے اپنا چہرہ دھویا

اور واپس بیڈروم میں آ گئی رات اپنی آخری سانسیں لی رہی تھی جب اس نے اپنے موبائل پر ٹائم دیکھا۔ساڑھے 4 بج گئے تھے اس نے نوشی کی طرف دیکھا جو نیند کی آغوش میں تھی۔ یہ میری بہن ہے اور میں اس کے منگیتر سے،نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

وہ کمرے سے نکل گئی کوریڈور میں آ کر رک گئی مگر کہاں جاؤ، پھر وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی بغیر ناک کیے دادی کے کمرے میں تھی۔

دادی جائے نماز پر بیٹھی تھیں۔وہ دادی سے لپٹ گئی۔

''کیا ہوا میرا بچہ؟'' دادی نے پریشانی سے پوچھا۔

''نیند نہیں آ رہی ہے'' زخمی آواز کے ساتھ توشی بولی اس کے اندر داخلی ٹوٹ پھوٹ جاری تھی۔دادی نے اسے اٹھایا اور بیڈ پر لے گئی۔

''ادھر لیٹ جاؤ میں ابھی آتی ہوں'' دادی نے اسے لٹایا اور کمرے کی لائٹ جلائی انٹر کام پر پیغام دیا اور خود توشی کے ساتھ لیٹ گئیں۔اس کے گالوں پر ہاتھ رکھا پھر اس کا ماتھا چوم لیا اور اس کے بالوں کو سہلانے لگیں۔تھوڑی دیر بعد زینب دو مگ دودھ لے کر آ گئی۔زینب جہاں آرا کی خاص ملازمہ تھی۔باجی غفوراں کی دور کی رشتہ دار تھی اور بیوہ تھی۔

''بیگم صاحبہ دودھ'' زینب نے تابعداری سے کہا۔

''معاف کرنا بیٹی تمہاری نیند خراب کردی'' جہاں آرا نے کہا۔

''نہیں بیگم صاحبہ کوئی بات نہیں، کچھ اور چاہیے آپ کو؟'' زینب نے عرض کی۔

''نہیں بیٹی تم جاؤ شکریہ'' زینب جا چکی تھی۔

''اٹھو بیٹا دودھ پی لو'' دادی نے کہا۔

''نہیں دادو دل نہیں چاہ رہا''

''پی لو وہ بیچاری گرم کر کے لائی،اس کی نیند بھی خراب کی،چلو اٹھو تھوڑا سا پی لی'' دودھ ختم کرنے کے بعد۔

''کیوں نیند نہیں آ رہی میری جان کو؟'' دادی نے پوچھا۔

''دادو کیا میں خود غرض ہوں؟'' توشی نے سوال پر سوال کر دیا۔

''نہیں ایسا تو بالکل بھی نہیں ہے بلکہ تم تو مدد کرنے والی اور دوسروں کے کام آنے والی ہو......ایسا کیوں سوچا تم نے'' دادی نے جواب دیا۔تھوڑی دیر خاموشی کے بعد بولیں:

''تم کل والی بات پر پریشان ہو؟'' دادی نے سوال کیا۔

''جی ہاں......مگر نوشی کی مجھے سمجھ نہیں آتی...... ماما کے ساتھ بلال کی بہت برائیاں کرتی ہے۔مگر کل رات کو بلال کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے......'' توشی نے صاف گوئی سے ساری بات کہہ دی۔

''تمہاری ماں نے اسے بچپن سے نفرت کرنا سکھایا ہے،نفرت کی چھاؤں بھی برگد کے پیڑ کی چھاؤں کی طرح گھنی ہوتی ہے جس کے نیچے چھوٹے پودے زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔اسی طرح نفرت کی چھاؤں میں محبت مرتی تو

نہیں مگر کمزور ہو جاتی ہے۔''

''دادو......! آپ بھی بلال کی طرح باتیں کرنا شروع ہوگئی ہیں''

''ہاں بیٹا ٹھیک کہہ رہی ہو......میں نے بلال سے بہت کچھ سیکھا ہے''

''دادو......! اگر نوشی بلال سے محبت کرتی ہے تو وہ شادی کے لیے راضی کیوں نہیں ہوتی......؟''

''اس لیے کہ اُس کی محبت نفرت کے پنجرے میں قید ہے اور اُس کے پنجرے کی چابی تمہاری ماں کے پاس ہے''

''کیا نوشی بلال سے شادی کرے گی؟'' توشی نے بھولی صورت بنا کر پوچھا۔

''یہ تو آنے والا وقت بتائے گا......تم میرا بچہ سو جاؤ''

''دادی دیر تک اس کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سہلاتی رہیں''

☆☆☆

اگلے دن اتوار تھا۔ بلال صبح نو بجے گھر سے چلا گیا اور اس کا موبائل بھی آف تھا۔ یہ سلسلہ تقریباً پچھلے دس سال سے جاری تھا۔ وہ ہر سنڈے 9 بجے کے آس پاس گھر سے چلا جاتا اور مغرب کی نماز کے بعد واپس آتا، ہاں عصر کے بعد اس کا نمبر ضرور On ہو جاتا، جب وہ بابا جمعہ کے پاس ہوتا اس سے پہلے وہ کہاں ہوتا، کیا کرتا، کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔

اگر کسی نے پوچھا بھی تو اس کا جواب ہوتا میں بتانا نہیں چاہتا۔ اس کی نانی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جاتا ہے۔

کئی سال پہلے اس نے بابا جمعہ سے سنا تھا۔ آقا کریمؐ کی ایک حدیث کا مفہوم کہ میرا امتی ہر گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے ایک جھوٹ نہیں بول سکتا اور دوسرا دھوکہ نہیں دے سکتا۔

یہ بات اس کے ذہن میں نقش ہوگئی تھی۔ وہ ان دونوں باتوں سے بچنے کی کوشش کرتا تھا۔

☆☆☆

اسی دن یعنی سنڈے کو عصر کے بعد وہ بابا جمعہ کے پاس نالے کے اُوپر آلتی پالتی مار کر اخبار پڑھ رہا تھا اور بابا جمعہ جوتا پالش کرنے میں مصروف تھے۔

ایک آدمی انتہائی پریشان عمر پچاس کے آس پاس ہوگی شیو بڑھی ہوئی گرم چادر کندھوں پر اور پیروں میں پشاوری کالی چپل پہنے ہوئے آیا۔

''بابا جی مجھے تعویذ دے دیں یا پھر کوئی وظیفہ بتا دیں، میں تو برباد ہو گیا ہوں جو بھی کام کرتا ہوں بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ ہر طرف سے بری خبر ہی ملتی ہے۔ میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کروں تو کیا کروں۔ دوسری بار میرا کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے۔ بڑے بیٹے کو مسقط بھیجا تھا وہ وہاں فارغ بیٹھا ہے نہ کوئی پیسہ نہ کوئی دھیلا بھیجتا ہے۔''

اس نے ایک ہی ساتھ اپنی دکھ بھری رُوداد سنا دی بابا جمعہ نے پالش کرنا چھوڑ دی اس کی ساری بات توجہ سے سنی۔

''بیٹھ جاؤ محمد طفیل......! بلال بیٹا طفیل صاحب کو پانی پلاؤ''

بلال اٹھ کھڑا ہوا اور بجلی کے کھمبے کے ساتھ پڑے ہوئے پانی کے گھڑے سے ایک پیالہ پانی محمد طفیل کو دیا جو

ایک ہی سانس میں غٹا غٹ سارا پانی پی گیا جیسے پریشانی کی آگ بجھا رہا ہو۔

''اب بتاؤ کیا ہوا ہے......؟'' بابا جمعہ نے اس سے سوال کیا۔

''ہونا کیا ہے مقدر مارے آپ کو تو پتہ ہے پوری زندگی ریلوے کی ملازمت کی، ریٹائرمنٹ سے جو روپیہ ملا تھا اس سے دونوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کر دیے پھر خالی ہاتھ۔ ریلوے کوا ٹر خالی کرنا پڑا''

''گاؤں میں 5 ایکڑ زمین تھی وہ بیچ کر ایک چار مرلے کا گھر لیا بڑے بیٹے کو باہر بھیجا جو پیسے بچ گئے اس سے کپڑے کی دکان ڈالی، پندرہ دن بعد دکان میں چوری ہوگئی سارا مال ظالم لے گئے کپڑے کی ایک لیر (کپڑے کا چھوٹا پیس) بھی نہیں چھوڑی ظالموں نے......چھوٹا بیٹا شیف ہے کہنے لگا ابا ریسٹورنٹ بناتے ہیں مکان گروی رکھ کر بینک سے لون لیا کام تو اچھا چل پڑا تھا مگر میری قسمت پھر جل گئی ریسٹورنٹ میں آگ لگ گئی۔ سب کچھ جل کر سوا (راکھ) ہوگیا......اب بلڈنگ کا مالک مرمت کے لیے پیسے مانگتا ہے......میں کہاں سے دوں؟''

محمد طفیل نے گھائل سپاہی کی طرح ساری داستان بیان کر دی اور خود گردن جھکائے کسی کرامت کا انتظار کر رہا تھا اُسے اُمید تھی کہ بابا جمعہ کوئی پھونک ماریں گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا مگر حقیقت اس کے برعکس تھی تھوڑی دیر خاموشی کے بعد بابا جمعہ بول پڑے:

''بلال صاحب......!طفیل صاحب کو چائے پلاؤ''

''جی ابھی فون کرتا ہوں'' بلال نے عقیدت سے جواب دیا۔ بابا جمعہ محمد طفیل کی طرف متوجہ ہوئے اور حلیمی سے بولے:

''دیکھو بھئی......محمد طفیل سچ بولنا اور سچ سننا دونوں ہی مشکل کام ہیں''

''آج ہم دونوں سچ بولیں گے اور سچ سنیں گے......کچھ غلطیاں تو تم سے بھی سرزد ہوئی ہیں''

''وہ کیا بابا جی؟'' محمد طفیل نے حیرت سے پوچھا۔

''گاؤں کی زمین کس کی تھی''

''ابا جی بہشتی کی''

''کتنے بہن بھائی ہو تم سب؟'' بابا جمعہ نے پھر پوچھا۔

''میں ہوں اور تین چھوٹی بہنیں ہیں'' محمد طفیل نے بتایا۔

''کیا زمین بیچ کر بہنوں کا حصہ دیا......؟'' بابا جمعہ نے سیدھا سوال کیا۔

''کیسا حصہ جی......؟'' بابا جی آپ بھی کمال کرتے ہیں......اب بھی ان کا حصہ باقی ہے......میں نے ابا جی کے مرنے کے بعد اُن کو پالا ان کی شادیاں کیں اُن کی ہر خوشی غم میں پہنچتا ہوں۔ آپ اب بھی حصے کی بات کرتے ہیں'' محمد طفیل نے بے رخی سے جواب دیا۔

بابا جمعہ مسکرائے جیسے انہوں نے محمد طفیل کی تلخی اور بے رخی دیکھی ہی نہ ہو۔

''میٹرک میں پڑھتا تھا جب ابا جی فوت ہوگئے تھے محنت مزدوری کر کے خود پڑھا بہنوں کو بھی پڑھایا، ایک

باپ کی طرح فرض نبھایا ہے میں نے، بڑا بھائی ہونے کا حق ادا کر دیا میں نے''

''مگر ان کا حق تو نہیں دیا'' بابا جمعہ بول اٹھے ''محمد طفیل یہ تمہارا فرض تھا اور فرض کا اجر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ دے سکتا ہے، فرض تو تم نے احسن طریقہ سے ادا کر دیا مگر وراثت میں جو حق اللہ تعالیٰ نے بہنوں کا رکھا ہے وہ ادا نہیں کیا جو تم پر اپنی بہنوں کا قرض ہے......

اور دوسرا گناہ جو تم کر بیٹھے وہ یہ کہ سود پر قرض لے لیا، میرا ماننا ہے......اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے سخت الفاظ سود کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔

یہ دو گناہ تم سے سرزد ہو گئے پہلا بہنوں کا حصہ نہیں دیا اور دوسرا سود پر قرض لے لیا۔''

محمد طفیل بھڑک اٹھا چائے کا کپ سائیڈ پر رکھا اور غصے سے بولا:

''یہ جو اس ملک کے سیاست دان ہیں آج تک کسی کا بھی حق ادا کیا انہوں نے، بینکوں سے اربوں کے قرضے لیے اور کبھی ادا نہیں کیے، عوام کو روٹی میسر نہیں اور ان کے کتے بسکٹ کھاتے ہیں، ان کی تو اللہ پکڑ نہیں کرتا......مجھ غریب سے انجانے میں دو گناہ ہو گئے اور مجھے اتنی بڑی سزا دے دی''

بابا جمعہ نے ٹھنڈی سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھا اور بولے:

''اللہ کا شکر ہے کہ تم گناہ کو گناہ سمجھ گئے ہو، رہی بات اس ملک کے سیاسی لوگوں کی تو وہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے، اس لیے اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق نہیں دیتا تم سچے دل سے توبہ کرو اور سب سے پہلے سود کے پیسے واپس کرو بہنوں کے حق ادا کرنے کی نیت کرو محنت کرو۔ خرچے کم اور کام زیادہ کرو پھر دیکھو کیسے برکت نازل ہوتی ہے''

محمد طفیل عاجزی سے بول پڑا:

''وہ سب تو ٹھیک ہے مگر کیسے......؟ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے......بہنیں الگ ناراض ہیں، اُن سے ادھار کیسے مانگوں، دوسرے رشتہ دار سب مشکل سے دال روٹی کھا رہے ہیں۔ دس لاکھ تو بینک کا ہی ہے۔ دوبارہ کام شروع کرنے کے لیے بھی پیسے چاہئیں۔'' محمد طفیل شکستگی سے سب کچھ بیان کر رہا تھا۔ بلال ساری گفتگو کے دوران خاموش رہا۔ بابا جمعہ سے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ بابا جمعہ نے اجازت دی۔ بلال بابا جمعہ کی طرف آنکھوں کی زبان سے دیکھ رہا تھا، بابا جمعہ نے آنکھیں بند کر کے جواب دیا اور اثبات میں سر کو جنبش دی۔

''آپ کل تشریف لے آئیں اللہ بہتر کرے گا'' بلال نے طفیل سے کہا۔

''محمد طفیل تم کل آؤ'' بابا جمعہ نے حکم صادر کیا۔

☆☆☆

بابا جمعہ قیام پاکستان کے تقریباً دو ماہ بعد والٹن کے مہاجر کیمپ میں پیدا ہوئے جب ان کا خاندان ضلع گوڑ گاؤں تحصیل فیروز پور جھرکہ سے ہجرت کر کے لاہور آیا، بابا جمعہ کا پورا نام جمعہ خاں میواتی رکھا گیا، جمعہ کے دن ان کی پیدائش ہوئی تھی، اسی مناسبت سے ان کا نام جمعہ رکھ دیا گیا۔

میواتی قوم سادہ لوگ تھے، دین سے بہت محبت کرنے والے سیدھے سچے مسلمان، ان کے بچوں کے نام ان

کی سادگی کا ثبوت ہوتے گو کہ اب ایسا نہیں ہے 17 اکتوبر بروز جمعہ 1947 کو بابا جمعہ پیدا ہوئے۔

بابا جمعہ کے والد سفید خاں کو کماہاں گاؤں میں ایک گھر جو کہ کسی سکھ سردار جی کا تھا الاٹ ہو گیا اور 2 ایکڑ زرعی زمین بھی ان کے حصے میں آئی۔ سفید خاں کا نام بھی ان کی رنگت کی وجہ سے رکھا گیا تھا جو کہ بہت سفید تھے، اپنی پیدائش کے وقت ان کی نیلی آنکھیں تھیں، یہی رنگت اور آنکھوں کی خوبصورتی بابا جمعہ کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی، بابا جمعہ میٹرک تک پڑھ سکے، 1965ء میں انہوں نے میٹرک کیا اسی سال ان کے والد سفید خاں انتقال کر گئے۔ دو چھوٹی بہنوں اور ماں کی ذمہ داری جمعہ خاں پر آ گئی۔ آگے پڑھنا چاہتے تھے مگر حالات نے اجازت نہیں دی ان کا ایک دوست اندرون لاہور میں ہاتھ سے بنے جوتوں کے کارخانہ میں کام کرتا تھا۔

اسی نے بابا جمعہ کو بھی کام پر لگوا دیا۔ بہنوں کی شادیاں پہلے کیں بعد میں اپنی شادی کروائی مگر بابا جمعہ کو اولاد کی نعمت نہیں ملی، گھر کی گزر بسر اچھی ہو رہی تھی، ماں کی حج کرنے کی خواہش تھی اسے پورا کرنے کے لیے دو ایکڑ زرعی رقبہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کو بیچ دیا۔ پہلے بہنوں کا حصہ دیا، اس کے بعد حج کے پیسے دیے 1980 میں ماں اور بیوی کے ساتھ حج کر لیا، کچھ پیسے کم پڑے وہ امان اللہ سے ادھار لیے۔

حج کے بعد والدہ کی طبیعت اکثر خراب رہتی، اندرون لاہور سے کام چھوڑ دیا اور چرڑ گاؤں کے رستے میں موچی خانہ بنا لیا جو کہ پچھلے 30 سال سے قائم ہے۔

1983 میں موچی بنے، حالانکہ ذات کے موچی نہیں تھے ہاتھ سے جوتے بنانا جانتے تھے 18 سال یہ کام کیا تھا۔ 1986 میں والدہ اس جہاں فانی سے کوچ کر گئیں، کبھی شکوہ شکایت زبان پر نہیں لائے۔ سال پہلے 2012 میں بیوی نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور اب 2013 ہے یہ ہے بابا جمعہ کی کہانی۔

صفائی نصف ایمان ہے، کہتے بھی ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں۔ ہمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے، سفید کرتا اور پائجامہ اپنے ہاتھ سے بنی چمڑے کی جوتی پہنتے عطر لگاتے، آنکھوں میں سرمہ لگاتے، جب بھی وضو کرتے مسواک ضرور کرتے، سر پر سفید ٹوپی رکھتے 66 سال کی عمر میں بھی بالکل فٹ تھے۔ بلال نے ایک دن پوچھا:

''آپ کے پاس کپڑوں کے کتنے جوڑے ہیں؟''

''تین'' انہوں نے جواب دیا۔ ان کا معمول تھا عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر پہنے ہوئے کپڑے بالٹی میں سرف ڈال کر بھگو دیتے اور گھر میں تہ بند اور کرتا پہن لیتے دوسرے دونوں جوڑے استری ہوتے صبح فجر سے پہلے ان کپڑوں کو نچوڑ کر سوکھنے کے لیے ڈال دیتے۔ جمعہ کی چھٹی کرتے اور ہر سال رمضان کا پورا مہینہ کبھی کام نہیں کرتے۔

کھانے میں (کھچڑا) بہت پسند تھا۔ یہ میواتوں کی خاص ڈش ہے۔ جو ان کی والدہ بناتی تھیں۔ والدہ کے بعد ان کی بیوی بھی اچھا بنا لیتی تھیں، مگر والدہ جیسا نہیں بیوی کے بعد وہ خود بنانے لگے۔

کھچڑا عربوں کے ہریسہ سے ملتا جلتا پکوان ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ہریسہ گندم یا جو کے ہم وزن گوشت میں بنتا ہے۔ کھچڑا میں بھی یہی چیزیں ڈالی جاتی ہیں مگر کچھ دالوں کا اضافہ کیا جاتا ہے ہلدی اور پسی ہوئی سرخ مرچ ملائی جاتی ہے جب کہ ہریسہ میں صرف پسی ہوئی کالی مرچ اور نمک ڈالتے ہیں اس کے علاوہ سبزیوں میں کدو اور میتھی بہت پسند تھی۔

ان کی دونوں بہنیں کراچی رہتی تھیں۔ اپنے مکان کا حصہ بھی بہنوں کو ادا کر دیا تھا جو کہ اُن کا وراثت میں حق تھا۔ ہر سال رمضان میں ان سے ملنے جاتے۔

اقبال چائے والا عمر 50 کے آس پاس ہوگی۔ اس کے ساتھ محبت کا رشتہ تھا اور اس سے بھی بڑھ کر بلال احمد کے ساتھ اکثر اقبال سے کہتے کہ اگر میرا بیٹا ہوتا تو بلال سے اچھا نہیں ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

عشا کی اذان کے بعد بلال اپنے کمرے میں دیوان کے ساتھ اوپن کچن کے سامنے نماز پڑھنے میں مصروف تھا۔ جب توشی اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ بلال سفید شلوار قمیض میں بہت خوبصورت لگ رہا تھا جیسے کوئی درویش سفید لباس پہنے ہوئے دریا کے کنارے اُونچے ٹیلے پر چودھویں رات کی چاندنی میں اپنے رب سے راز و نیاز میں مصروف ہو۔

توشی لائٹ بلو جینز اور سفید کرتہ پہنے ہوئے کھلے کالے سیاہ بالوں کے ساتھ دبے پاؤں پیر کے آگے پیر رکھتے ہوئے کہیں ماربل کے سینے پر پیر رکھتے ہوئے ماربل کو تکلیف نہ پہنچے کمرے میں داخل ہوئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا بلال خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مگن تھا جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ سے باتیں کر رہا ہو۔

اس کے ذہن میں حضرت علیؓ کے ایک قول کا مفہوم ہمیشہ سے نقش تھا:

''جب میرا اللہ سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے تو میں نماز پڑھتا ہوں اور جب میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ مجھ سے بات کرے تو میں قرآن پڑھتا ہوں۔''

توشی کے آنے کا اسے احساس تک نہ ہوا اور وہ بھی خاموشی سے اس کے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

بلال نماز سے فارغ ہو کر لمبی دُعا میں مصروف ہو گیا کھلے ہوئے ہاتھوں اور بند آنکھوں کے ساتھ مگر خاموشی سے۔

دُعا سے فارغ ہوا تو خاموشی کا سینہ چیر کر توشی کی دلفریب آواز بلال کے کانوں کے پردوں پر دستک دینے لگی۔

''کیوں مانگتے ہو اتنی لمبی لمبی دعائیں......؟'' الفاظ اس کے ہونٹوں سے ایسے نکلے جیسے پھول سے خوشبو۔

''اس لیے کہ کسی اور سے مانگنا نہ پڑے'' بلال کا جواب شہد کی طرح میٹھا تھا۔

''اور کیا مانگتے ہو اپنی دعاؤں میں؟'' توشی کے کلیوں جیسے ہونٹ ایک دفعہ پھر کھلے۔

''آقاؐ کی امت کا اتحاد اس ملک کی سلامتی اور خوش حالی اور اس گھر کی بھی......''

''بس؟'' اس کا بس پاتال سے بھی گہرا تھا۔ توشی نے تفتیشی نگاہوں سے پوچھا۔

''نہیں......اُن کے لیے بھی دعا مانگتا ہوں جو مجھے چھوڑ کر چلے گئے میرے ماں باپ'' بلال نے عقیدت میں ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''اور اپنے لیے کیا مانگتے ہو'' توشی نے پھر لب کشائی کی۔

بلال توشی کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ توشی پہلے ہی سے بیڈ پر بیٹھی تھی دونوں کے درمیان دو فٹ کا فاصلہ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ایک دوسرے کی آنکھوں میں غوطہ زن تھے۔ بلال چہرہ شناس تھا اس

نے بغیر مشقت کے توشی کی آنکھوں میں لکھی تحریر پڑھ لی اور وہ تحریر تھی محبت مگر توشی ابھی تک آنکھوں کے سمندر میں کھوج رہی تھی وہ جس کی اُسے تلاش تھی اُسے سب کچھ نظر آ گیا ایثار، قربانی، ہمدردی، دوستی، اخلاص مگر محبت کہیں نہیں تھی وہ محبت جس کی تلاش میں اُس نے غوطہ لگایا تھا اس کے دونین لمبے سفر سے تھک ہار کر واپس آ چکے تھے وہ بھی خالی ہاتھ، توشی نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنا سوال دہرایا۔

''اور اپنے لیے کیا مانگتے ہو...... میں نے پوچھا تھا'' اس نے مصنوعی مسکراہٹ سے کہا۔

بلال توشی کے چہرے کو اپنی آنکھوں کے حصار میں لیے ہوئے تھا، جیسے کوئی مصنف مشاہدہ کر رہا ہو جیسے مشاہدے کے دوران دیکھنا ضروری ہے، بولنا نہیں۔

''بلال احمد اپنے لیے دعا کرو اور اپنی محبت کو مانگ لو اس سے''

توشی نے تالابوں کی طرح بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ مشورہ دیا۔ اب اس کا چہرہ بلال کی آنکھوں کے حصار سے آزاد ہو چکا تھا۔ بلال کے چہرے پر نادیدہ خوف والی مسکراہٹ تھی۔

''ایسی دعا مانگتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ وہ محبت کرنے کا حکم دیتا ہے محبت مانگنے کا نہیں'' بلال نفیس اور نپے تلے انداز میں بولا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا پھر بھی دستک ہوئی بلال نے کرسی پر بیٹھے ہوئے ہی گردن ماہر یوگی کی طرح گھمائی اور پیچھے دیکھا نوشی کھڑی ہوئی تھی دائیں ہاتھ کو دروازے کے ساتھ لگائے بائیں ہاتھ کو اپنی کمر پر رکھے ہوئے کہ کہیں کمر بل نہ کھا جائے۔

دونوں بہنوں کا فگر قد کاٹھ کمال کا تھا۔ رنگت دودھ کی طرح سفید چلتی تو ایسے جیسے افریقہ کے جنگل میں دو ہرنیاں جا رہی ہوں۔ زمین پر کم اور ہوا میں زیادہ سفر کرتیں۔ جنہیں جنگلی بھیڑیے دبوچنا تو چاہیں مگر دل کی آرزو پوری نہ ہو سکے۔

یہ افریقہ نہیں لاہور شہر کا ماڈرن جنگل ہے جہاں جگہ جگہ بھیڑیے اور چیتے گھات لگائے بیٹھے ہیں، کب کہیں شکار نظر آئے اور وہ اُس کی عزت اُس کی آبرو کا خون پئیں ان جانوروں کو بھی معلوم ہے۔ حیا کا خون پینے کے بعد جنگل کی طرح ان پر بھی کوئی فردِ جرم عائد نہیں ہوگی۔

یہ دو ہرنیاں اب تک محفوظ ہیں۔ اس لیے کہ ان کی رفتار بہت تیز ہے اور دوسری وجہ اس شہر میں چیتے کم ہیں۔

نوشی بھی توشی کی طرح Same لباس پہنے ہوئے تھی وہی لائٹ بلو جینز اور پر سفید کرتا، بال کھلے ہوئے دونوں بہنیں ہمیشہ ایک جیسا لباس پہنتیں، موبائل ایک جیسے، لیپ ٹاپ، ٹیب لیٹ، گاڑی وہ ایک ہی استعمال کرتیں، ایک بیڈ پر سوتیں کھانا ساتھ کھاتیں دونوں کی شکلیں بہت ملتی تھیں۔ حلیے میں صرف ایک فرق تھا نوشی کے لمبے بال مگر گولڈن کلر کے اس کے برعکس سیاہ کالے بال توشی کے تھے۔

دونوں کی عادتیں بھی مختلف تھیں۔ نوشی سخت طبیعت اور منہ پھٹ تھی، جب کہ توشی نرم طبیعت اور دید لحاظ کرنے والی۔ اس فرق کی وجہ ان کے والدین تھے۔

نوشی اپنی ماں ناہید کے قریب تھی اور توشی اپنے باپ جمال کے قریب کی تھی۔

''لو تمہاری محبت آ گئی......'' توشی نے تیکھے انداز میں بتایا، ہولے سے۔

بلال گردن موڑے دیکھ رہا تھا اسی انداز میں بولا:

''آ جائیں......اندر آ جائیں'' اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ نوشی کے لیے وہ چمک جس کی تلاش میں توشی کے دو نین تھک کر ہلکان ہو گئے تھے۔

''آپ دونوں کو سردی نہیں لگتی'' بلال نے نوشی کو دیکھ کر کہا۔

اب بلال کو کوئی بتائے ایک جوانی کی تپش اوپر سے دولت کی گرمی اس عمر میں سردی کم ہی لگتی ہے۔

''دادو پوچھ رہی تھیں آپ کے بارے میں سو میں پتہ کرنے آ گئی۔''

نوشی نے خود ہی صفائی پیش کر دی، بلال کرسی سے کھڑا ہو چکا تھا اور نوشی اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی بلال نے دیوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعتماد سے اپنے مخصوص انداز میں کہا:

''آپ بیٹھیں......'' نوشی دیوان پر اپنی ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی جیسے شہزادی دوسری سلطنت میں جا کر اپنے ناز و انداز دکھاتی ہے اور وہ اپنی موٹی موٹی براؤن آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی وہ کافی سالوں بعد بلال کے روم میں آئی تھی۔

"Different "So nice" "fantastic" نوشی نے گردن ہلاتے ہوئے چہرہ اردگرد گھماتے ہوئے انگلش کے تین الفاظ بولے اس کا ایکسنٹ کمال کا تھا۔

''سارا دن آپ نظر نہیں آئے'' اُس نے آنکھوں کے براؤن ڈیلے گھما کر پوچھا۔ نوشی پچھلے چند دنوں سے بلال کی طرف متوجہ ہوئی تھی اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ پچھلے دس سال سے ہر سنڈے نظر نہیں آتا۔

توشی جو کہ کافی شانت بیٹھی ہوئی تھی، مکئی کے دانے کی طرح کھل کھلا کر ہنس پڑی اور دل میں سوچا میری بہن نے جھک ماری ہے اور ایک نظر بلال کی طرف دیکھا ''یہ بھلا اس سے محبت کرتا ہے۔ جسے اس کی دس سال پرانی روٹین ہی کا پتہ نہیں۔'' توشی کو بلال کی کہی ہوئی ایک بات یاد آ گئی۔

''محبت کرنے والے تو محبوب کی سانسوں کا بھی حساب رکھتے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں جہاں آرا کے کمرے میں تھے۔

بلال نے زیتون کے تیل والی شیشے کی بوتل پکڑی تو پتہ چلا کہ نوشی نے پہلے ہی دادی کے پیروں اور ٹانگوں کی مالش کر دی ہے۔

کل کی طرح آج بھی وہ بلال کے آنے سے پہلے یہ سعادت حاصل کر چکی تھی۔ جہاں آرا آج بہت خوش تھیں کیونکہ نوشی پچھلے کچھ دنوں سے بلال میں کافی انٹرسٹ لے رہی تھی جو کہ توشی کو عجیب لگ رہا تھا۔ شاید بُرا بھی ساری خاموشی کو توشی کی آواز نے توڑا۔

''دادو......دادو جی......! یہ محبت کا اظہار کیسے کرتے ہیں......؟'' توشی نے سیدھا سوال کیا بلال کی طرف دیکھ

کر، توشی کا سوال سن کر سب ہکا بکا رہ گئے......دادی نے اختصار سے جواب دیا:

''بیٹا......میں......میں کیا جواب دوں......میں تو صرف پرائمری پاس اَن پڑھ ہوں تم سب پڑھے لکھے ہو، ہاں! بلال ضرور بتا سکتا ہے''

دادی بے شک پرائمری پاس دیہاتی خاتون تھیں مگر زمانہ شناس اور جوہری کی آنکھ رکھتی تھیں انہیں معلوم تھا یہ سوال کیوں ہوا ہے اور جواب کس سے مانگا گیا ہے۔

''بلال بیٹا......! بتاؤ محبت کا اظہار کیسے کرتے ہیں؟''

''محبت خود ہی اظہار ہے۔ خاموش محبت بھی مقرر کو مات دے دیتی ہے۔ محبت ماننے کا نام ہے......کسی کو ماننے......یا کسی کی ماننے......اور ماننے والا منزل پا لیتا ہے۔''

بلال نے اطمینان اور سکون سے کسی دانشور کی طرح جواب دیا، اب باری نوشی کی تھی وہ شرارتی لہجہ میں کھنکتی آواز سے بول اٹھی:

''محبت اور عشق میں کیا فرق ہے......؟''

''کیوں......خیریت تو ہے......؟''

بلال نے شرماتے ہوئے پوچھا۔ نوشی کے چہرے پر پرکھتی مسکراہٹ تھی اور براؤن آنکھوں میں کالا کاجل غضب ڈھا رہا تھا توشی جوں کی توں مجسمہ بنی دیکھ رہی تھی۔

''بلال بیٹا جواب دو......'' جہاں آرا بیگم نے تفاخر سے ایک بوڑھی ملکہ کی طرح حکم صادر فرمایا۔

''محبت میں آسانی ہے اور عشق میں کاوش......

محبت مسلسل عمل کا نام ہے...... جب کہ آج کل کا عشق، وقتی بخار ہے......محبت کم یا زیادہ نہیں ہوتی بس محبت ہوتی ہے......اس دور کا عشق کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے آج آپ کسی کے لیے جان دینے کو تیار ہوتے ہیں، دو سال بعد اس کی جان کے دشمن۔ ماں اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے عشق نہیں کرتی۔ ماں کی محبت 6 سال کے چھوٹے بیٹے سے بھی اتنی ہوتی ہے جتنی 66 سال کے بڑھے بیٹے سے نہ کم نہ زیادہ''

''آپ نے کبھی محبت یا عشق کیا ہے......؟'' نوشی نے جھپاک سے پوچھا، جیسے سندیسہ پڑھ کر سنایا ہو۔

توشی نے یہ سن کر دل میں سوچا زبان سے خاموش رہی۔

''میری بہن بھی جھلی ہے......اس نے پھر بونگی ماردی''

''ہاں محبت کی ہے ......اصل عشق بڑے لوگوں کا کام ہے ......جیسے انبیاء کرام، صحابہ کرام، اولیاء اللہ...... میرے جیسے چھوٹے لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے وہ عشق کرنا۔ اصل عشق میں جان ہتھیلی پر رکھنی پڑتی ہے۔''

بلال نے سیدھا اور صاف جواب دیا، نوشی اور توشی دونوں کی آنکھوں میں چمک تھی اور جہاں آرا کا چہرہ کہکشاں کی طرح کھل چکا تھا۔

توشی نے ایویں موضوع تبدیل کر دیا۔ ''تم نے کافی دنوں سے کوئی شعر نہیں سنایا، کیوں دادو......''

بلال توشی کے چہرے پر لکھی ہوئی ساری تحریریں پڑھ چکا تھا اور شعر کی فرمائش بھی خوب سمجھتا تھا۔
پھر بھی اس نے گلزار صاحب کے چند اشعار سنا دیے۔

ہاتھ چھوٹیں بھی تو رشتے نہیں چھوڑا کرتے
وقت کی شاخ سے لمحے نہیں توڑا کرتے
لگ کے ساحل سے جو بہتا ہے اسے بہنے دو
ایسے دریا کا کبھی رخ نہیں موڑا کرتے
شہد جینے کا ملا کرتا ہے تھوڑا تھوڑا
جانے والوں کے لیے دل نہیں تھوڑا کرتے

یہ صرف اشعار نہیں تھے۔توشی کو پیغام تھا۔زندگی کا سبق تھا۔

☆☆☆

دونوں بہنیں اپنے کمرے میں ڈبل بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں۔کمرے میں روشنی قدرے کم تھی۔
ان کے اوپر اسپین کا بنا ہوا پنک کلر کا پھلواری دار ڈبل پلائی کمبل، ماں کے سینے کی طرح حرارت پہنچا رہا تھا پھر بھی ان دونوں کی آنکھوں میں ضدی بچوں کی طرح نیند کے آثار دُور دُور تک نہیں تھے۔
دونوں بہنوں کے چہرے کمرے کی رنگین سیلنگ کو دیکھ رہے تھے۔نظریں تو سیلنگ پر تھیں لیکن دماغ کے عربی گھوڑے سوچ کی ریتلی زمیں پر صحرا کی ریت اُڑا رہے تھے۔
دماغ کے عربی گھوڑے منزل کی تلاش میں اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔اچانک......یکا یک...... یک لخت موبائل چیخ مارتا ہے......ایک اسٹوپڈ بھولا بھٹکا میسج موبائل کی نیند خراب کر دیتا ہے۔
دماغ کے عربی گھوڑے عرب کے صحراؤں سے ایک لمحے میں ڈیفنس کے دو کنال کے گھر کے بیڈ روم میں واپس۔
''بلال کس سے محبت کرتا ہے......؟''نوشی نے خود سے بغیر کسی کو دیکھے ہوئے سوال کیا۔
''مجھ سے تو نہیں کرتا''توشی فی الفور بول اٹھی۔
''پھر کون ہے......وہ......؟''نوشی اُسی انداز میں پھر مخاطب ہوئی۔
''ڈفر تم ہو......تم ہو......صرف تم ہو''توشی نے حتمی فیصلہ سنایا۔
اب وہ بیڈ پر بیٹھ چکی تھی اور اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا ہوا لیمپ on کر دیا تھا۔
''میں......میں......میں کیسے......میں کیسے ہو سکتی ہوں''نوشی حیرت میں مبتلا تھی۔
''مگر وہ میرے ٹائپ کا نہیں ہے دو دن اُس سے ہنس کر بات کیا کر لی اس نے سوچا بھی کیسے......میرے بارے میں''
''بلال کی سوچ تم سے شروع ہو کر تم پر ہی ختم ہو جاتی ہے،نسیم جمال!مت بھولو تم بچپن ہی سے اُس کی منگیتر ہو''
توشی نے ترش لہجے میں دوٹوک یاد دہانی کروا دی اپنی بہن کو۔

''مگر میں اس سے شادی نہیں کر سکتی ایک معمولی اسکول ٹیچر......میری کلاس اور ہے میں کوئی بیوروکریٹ کوئی بزنس مین دیکھوں گی بلال سے شادی No, Never کبھی نہیں......''

''پاپا نے تمہارا رشتہ طے کیا تھا......اور تم پھوپھو کی پسند ہو......'' توشی نے نہ بھولنے والی بات دوبارہ پہاڑے کی طرح یاد کرا دی۔

''مگر مجھے ہی کیوں پسند کیا تھا...... پھوپھو نے......تمہیں کیوں نہیں؟'' نوشی نے غصے سے جواب دیا۔

دونوں بہنوں کی چپقلش شروع ہو چکی تھی توشی طنزیہ لہجے میں پھر بولی:

''میں بھی یہی کہتی ہوں...... پھوپھو نے مجھے کیوں پسند نہیں کیا......تمہیں کیوں؟ کاش......کاش......! پھوپھو مجھے پسند کرتیں......کاش'' توشی کے دل کی بات ایک بار پھر ہونٹوں پر آ ہی گئی۔

''Are you mad?'' نوشی نے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

''مجھے پاگل تم لگ رہی ہو'' توشی نے افسردگی سے جواب دیا۔

''کس چیز کا تمہیں غرور ہے میری سمجھ سے باہر ہے'' توشی دوبارہ بول اٹھی۔

''کہاں میں اور کہاں وہ، میری اور اس کی کلاس میں بہت فرق ہے۔'' نوشی نے ابرو چڑھا کر جواب دیا۔

''کس کلاس کی تم بات کر رہی ہو، سارے ڈیفنس کی لڑکیاں اُس پر مرتی ہیں، میں بھی ان میں شامل ہوں''

وہ تم سے زیادہ خوبصورت، تم سے زیادہ پڑھا لکھا، اور تمہارے لیے حیرت کی بات ہوگی ہم سب سے زیادہ اس کا بینک بیلنس ہے......اگر یقین نہ آئے تو ماما سے پوچھ لینا......کلاس......کلاس کی بات کرتی ہو''

نوشی بت بنی توشی کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو کہ غصے سے اُٹھ کر باہر ٹیرس پر جا چکی تھی۔

توشی کو باہر سرد ہواؤں کا سامنا تھا۔ نومبر کی سرد رات اپنے جوبن پر تھی۔

توشی کی نگاہیں اپنے ٹیرس سے سفر کرتیں بلال کے کمرے پر مرکوز تھیں......جس کی لائٹ آف تھی اور اس کے دل میں شکوہ تھا۔

''اے کاتبِ تقدیر......! اِسے میرے نصیب میں کیوں نہیں لکھا......؟''

☆☆☆

اگلے دن بلال اپنے آفس میں داخل ہوا، فوزیہ جیسے اُسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اُس دن سردی بہت زیادہ تھی، فوزیہ نے سلام کیا، بلال نے اسے دیکھے بغیر جواب دیا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

فوزیہ بلال کے آفس میں کام کرنے والی غریب گھرانے کی لڑکی جس کا باپ اور چچا ایک بم بلاسٹ میں تقریباً 14 سال پہلے جاں بحق ہو گئے تھے اس کا چچا اس کا خالو بھی تھا دونوں بہنیں ایک ساتھ بیاہی تھیں اور ایک ساتھ بیوہ ہوئیں۔ فوزیہ اس وقت کوئی چھ سال کی ہوگی اور لیاقت 7 سال کا ہوگا۔ لیاقت علی اس کا منگیتر جو شارجہ میں کرکٹ سٹیڈیم روڈ پر G&P کے پاس Micro Super Market میں قصائی کا کام کرتا تھا۔

فوزیہ کا دادا جوہر ٹاؤن کے علاقے میں نواں پنڈ گاؤں کا رہنے والا تھا اب یہ گاؤں جوہر ٹاؤن کے H بلاک

کے ساتھ واقع ہے۔

ڈیفنس کی طرح جوہر ٹاؤن بھی مختلف گاؤں کے زرعی رقبوں پر قائم ہوا تھا۔ پھر وہی ستم ظریفی 3200 ایکڑ زرعی رقبہ رہائشی منصوبہ میں تبدیل ہو گیا، جوہر ٹاؤن چھوٹے بڑے کئی دیہاتوں کے رقبے پر قائم ہوا جن میں چار بہت اہم ہیں بیٹر، سمسانی، شادی وال اور نواں پنڈ۔ فوزیہ نواں پنڈ کی دوشیزہ تھی۔

ڈیفنس کی طرح جوہر ٹاؤن میں بھی آپ کو ماڈرن زندگی اور دیہاتی زندگی کے رنگ دیکھنے کو مل سکتے ہیں۔ شوکت خانم کینسر ہاسپٹل۔ لاہور کا Expo Center جوہر ٹاؤن میں ہی واقع ہیں۔ جہاں کبھی میٹھے پانی کے کنوئیں ہوتے تھے اب ان کی جگہ سیوریج کے گٹروں نے لے لی ہے، کچے راستوں کی جگہ پکی سڑکیں بن گئی ہیں۔

جس جگہ کئی ہیریں اپنے رانجھوں کے لیے سر پر لسی کی چاٹی رکھے ہوئے ہاتھ میں روٹی کی چنگیر پکڑے کچی پکی راہوں پگ ڈنڈیوں پر ناگن کی طرح بل کھاتی لہراتی ہوئیں اپنے رانجھوں کو شاہ ویلا پہنچاتی تھیں۔

وقت کے خزانوں میں وہ لمحے محفوظ ہیں مگر ہم دیکھ نہیں سکتے جگہ وہی مقام وہی مگر لوگ نئے اب بھی وہی کچھ ہے مگر انداز مختلف، طریقہ الگ، مٹیار کی جگہ اب ماڈل آ گئی ہے کچی پگڈنڈی کی جگہ ریمپ، پہلے مٹیار کی ٹور پر گھبرو مرتے تھے اور اب ماڈل کی کیٹ واک پر جوان جان دیتے ہیں میسی روٹی کی جگہ پیزا نے لے لی ہے لسی کی جگہ سافٹ ڈرنک، دودھ کی جگہ شراب، محبت کی جگہ مطلب۔ سادگی کی جگہ فیشن۔ اسی علاقے میں بلال کا اسکول ہے ایکسپو سنٹر کے گیٹ نمبر 2 سے نہر کی طرف جائیں تو جوہر ٹاؤن کے H بلاک میں بلال کا سکول واقع ہے۔

''سر گرین ٹی منگواؤں آپ کے لیے؟'' فوزیہ نے پوچھا۔

''نہیں......''

''سر چائے یا کافی......''

''نہیں چاہیے......کچھ نہیں چاہیے'' نرم شگفتہ لہجے میں جواب دیا اور اپنے کام میں مصروف رہا، فوزیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ فوزیہ بلال کے ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

''سر آج سردی بہت ہے قسم سے'' فوزیہ معصوم بچے کی طرح بولی۔

''اتنی زیادہ بھی نہیں'' بلال نے نظریں اُٹھا کر فوزیہ کی طرف دیکھا تو ہنس دیا۔ فوزیہ Pink کلر کا گرم سوٹ پہنے ہوئے کھڑی تھی۔ بالوں کو بغیر مانگ نکالے پیچھے کلپ لگایا ہوا تھا۔ ہمیشہ کی طرح ہلکا سا میک اَپ کیا ہوا تھا۔

جس چیز کا اضافہ تھا وہ مرجنڈا کلر کی ایک خوبصورت جیکٹ پہنے ہوئے تھی فوزیہ ایک سادہ لڑکی تھی جسے کپڑے پہننے کا شوق تو تھا مگر ڈریسنگ کی سوجھ بوجھ زیادہ نہیں تھی۔

جب دو سال پہلے وہ بلال کے آفس میں آئی تو گائے تھی۔ بلال نے اسے بہت کچھ سکھایا۔ اٹھنا، بیٹھنا، بات کرنا، کپڑے پہننے کا ڈھنگ۔ اب فوزیہ دو سال پہلے والی فوزیہ نہیں تھی۔ وہ پُر اعتماد، خوش شکل، خوش اَخلاق، باحیا اور ذہین لڑکی تھی مگر اُس کا بچپنا باقی تھا جو کہ بلال کو پسند بھی تھا۔ بلال اکثر اُس کی بے تکی باتیں سنتا رہتا مگر کچھ کہتا نہیں۔

آج بھی بلال اس کے بچپنے کی وجہ سے ہنس دیا دراصل اس نے نئی جیکٹ پہنی تھی اور وہ بلال کو دکھانا چاہتی تھی۔

''سر لیاقت علی نے شارجہ سے بھیجی ہے، جس سپر مارکیٹ میں وہ کام کرتا ہے وہاں سے خرید کر''

''اچھا......''لمبا سا اچھا کہا بلال نے فوزیہ کو معلوم تھا بلال جب اس کی ٹانگ کھینچتا ہے تو لمبا سا اچھا کہتا۔

''سر قسم سے یہ لیاقت علی نے بھیجی ہے''فوزیہ معصومیت سے بولی۔

''اچھا جی......اچھا جی......نائمن......نائمن''بلال نے مسکرا کر جواب دیا۔

فوزیہ نائمن نائمن سمجھ نہیں پائی اور فٹ سے بول پڑی۔

''سر قسم سے...... یہ لنڈے سے نہیں خریدی''فوزیہ نے فوراً اپنی صفائی دی قسم سے فوزیہ کا تکیہ کلام تھا۔

''سر کیا لنڈے کے کپڑے پہننا اتنا بڑا گناہ ہے......؟''فوزیہ زخمی آواز کے ساتھ بولی۔

''فوزیہ جی......! حلال کی کمائی سے خریدے ہوئے لنڈے کے کپڑے بہتر ہیں، حرام کے پیسوں سے خریدے ہوئے لندن کے کپڑوں سے......شارجہ میں جب کوئی بہت خوبصورت لگتا ہے تو اسے نائمن کہتے ہیں۔''فوزیہ کا چہرہ مکئی کے دانے کی طرح کھل گیا جو کہ ہلکی سی حرارت پر کھل جاتا تھا۔ یہ حرارت تعریف کی تھی جس نے فوزیہ کا چہرہ کھلا دیا تھا۔

''سر کیا آپ نے بھی کبھی لنڈے کے کپڑے پہنے ہیں''

''جی......فوزیہ جی......! جب میں کالج میں پڑھتا تھا تو لنڈے سے خریدے ہوئے کوٹ پہنتا تھا''بلال نے تفاخر سے جواب دیا۔ فوزیہ نے جاسوسی کے انداز میں پھر سے پوچھا۔

''سر یہ والا کوٹ بھی لنڈے کا ہے''فوزیہ نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کا (L) بنا کر بلال نے جو کوٹ پہنا تھا اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

''نہیں......نہیں......فوزیہ جی......! یہ تو میں نے مدینہ منورہ سے خریدا تھا، جب میں اور نانو حج پر گئے تھے۔''

جب بلال نے مدینہ منورہ کا نام لیا تو اس کی زبان عقیدت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''فوزیہ جی......! کچھ کام بھی کر لیں......آپ مجھے 9th,10th کی مڈٹرم رزلٹ کارڈ شیٹ دیں''

''جی سر ابھی لائی......سر پرنٹ نکال دوں...... یا فائل دے دوں''

''فائل دو......''

فوزیہ نے فائل بلال کے سامنے رکھتے ہوئے پھر لب کشائی کی:

''سر ہفتے والے دن آپ کو رامے اسٹیٹ پر دیکھا تھا۔''

''ہاں میں رینٹ دینے گیا تھا''بلال فائل دیکھتے ہوئے بولا۔

''سر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کی طارق رامے جیسے بندے سے اور اعجاز ٹھیکیدار سے کیسے دوستی ہے''

''فوزیہ جی......! دوستی تو نہیں ہے ہاں اچھی ہائے ہیلو ضرور ہے ......آپ ایسے کرو آپ بیٹھ جاؤ آج ہم صرف باتیں کریں گے''بلال نے بات لگائی۔

''جی سر......! ٹھیک ہے''فوزیہ خوشی سے بیٹھ گئی۔ بلال کا طنز اُسے سمجھ نہیں آیا۔

''سر اعجاز ٹھیکیدار تو کچھ ٹھیک ہے مگر طارق رامے تو ایک نمبر کا فراڈیا ہے''

''فوزیہ جی......! آپ سے کیا فراڈ کیا اُس نے؟''

فوزیہ سوچتے ہوئے بولی:

''کچھ نہیں......سر کئی سال پہلے ہمارا کرایہ دار تھا، دینہ جہلم کا رہنے والا ہے کرایہ بھی وقت پر دے دیتا تھا، سر ایک دفعہ امی کی رِکشے سے ٹکر ہوگئی تو امی کو ہسپتال بھی لے کر گیا۔ سرڈاکٹر نے کہا خون چاہیے تو ایک بوتل اپنا خون بھی دیا''

''فوزیہ جی......! فراڈیے خون نکالتے ہیں خون دیتے نہیں......فوزیہ دیکھو مکمل انسان تو کوئی بھی نہیں ہوتا کچھ خامیاں تو سب میں ہوتی ہیں''

''سر وہ تو میری سہیلی کی بڑی بہن لبنٰی ہے وہ اسے فراڈیا کہتی ہے اس لیے میں بھی......کہہ لیتی ہوں''

''فوزیہ جی......! جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے ہر سنی سنائی بات پر یقین کرلیں، اب ہم کچھ کام کرلیں تو اچھا ہے آپ 9th, 10th کی کلاس انچارج کو بلائیں......'' بلال نے نہایت سنجیدگی سے فوزیہ کو دیکھ کر جواب دیا۔ فوزیہ سمجھ گئی بلال مزید گوسپز سننے کے موڈ میں نہیں ہے۔

☆☆☆

بلال اُس دن عصر کے بعد بابا جمعہ کے پاس گیا تو محمد طفیل پہلے سے موجود تھا جو کہ ظہر کے بعد ہی سے بلال کا انتظار کر رہا تھا۔

بلال نے بابا جمعہ اور طفیل صاحب کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ جسٹ اقرأ ہائی اسکول کا انویلپ کھولا تو اس میں اشٹام پیپر پر ایک تحریر تھی جو کہ بابا جمعہ کی طرف بڑھادی بابا جمعہ نے بغیر پڑھے ہوئے محمد طفیل کی طرف کردی اور سنجیدگی سے بولے:

''محمد طفیل......! اس کو پڑھ لو اور دستخط کردو اور انگوٹھا لگا دو''

محمد طفیل نے پڑھنا شروع کیا تحریر کا مضمون انتہائی مختصر تھا۔

''میں بلال احمد بیس لاکھ روپیہ محمد طفیل کو قرض دے رہا ہوں بغیر کسی شرط اور فائدے کے جس کے گواہ ہیں

جمعہ خاں میواتی محمد اقبال میو۔''

''محمد طفیل......! قرآن میں اللہ کا حکم ہے جب لین دین کرو تو لکھ لو اور گواہ بھی رکھو یہ میرا مشورہ تھا'' بابا جمعہ محمد طفیل کی طرف دیکھ کر بولے محمد اقبال ایک کپ چائے لے کر آ گیا تھا اقبال نے چائے کا کپ محمد طفیل کی طرف بڑھا دیا۔ بلال نے پین اور تھم پیڈ محمد طفیل کے آگے رکھ دیا محمد طفیل نے بغیر کسی حیل وحجت کے دستخط کردیے اور انگوٹھا لگا دیا اور چائے پینے میں مصروف ہوگیا۔ اس کی نظروں میں عقیدت کی روشنی تھی......جیسے کسی مسیحا نے اُس کے زخموں پر مرہم رکھ دیا ہو۔

بلال نظریں جھکائے بابا جمعہ کو دیکھ رہا تھا جو کہ گواہ کی جگہ پر سائن کر رہے تھے اور انگوٹھا لگا رہے تھے، اب دوسرے گواہ کی باری تھی، محمد اقبال میو کے نیچے اقبال نے اپنا نام لکھا اور اپنا انگوٹھا لگایا اور کاغذ بلال کے حوالے کردیا۔

بلال نے اپنے بلیک کوٹ کی اندرونی پاکٹ میں ہاتھ ڈالا اور بیس لاکھ کا چیک بابا جمعہ کے حوالے کردیا، بابا جمعہ نے چیک پر بیس لاکھ کی رقم کو غور سے دیکھا اور محمد طفیل کے ہاتھ میں تھما دیا۔

''دیکھو محمد طفیل! اس بچے کی حق حلال کی کمائی ہے، جس طرح لے رہے ہو اسی طرح خوشی سے واپس بھی کر دینا''

''جی جی ......جی بابا جی......ضرور ان شاء اللہ'' محمد طفیل بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر الفاظ نہیں تھے، اس نے ایک بار پھر بلال کے رخسار کی زیارت کی جس پر ہلکا سا تبسم تھا۔ اس نے آنکھوں سے شکریہ ادا کیا۔ بلال نے آنکھوں کی پتلیاں بند کر کے اس کے شکریہ کا جواب دیا۔

محمد طفیل کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیسے وہ بابا جمعہ اور بلال کا شکریہ ادا کرے وہ اٹھا اور بولا:

''میں مٹھائی لے کر آتا ہوں''

''نہیں محمد طفیل مٹھائی مت لاؤ''

''وہ کیوں جی......؟'' محمد طفیل نے پوچھا۔

''بلال تو کھاتا نہیں اور میں کتنی کھا لوں گا، ہاں بچوں کے لیے ضرور لے جانا''

''نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے'' کہتے ہوئے چلا گیا۔

مغرب کی اذان کا وقت ہونے والا تھا جب محمد طفیل مٹھائی کا ڈبہ ہاتھ میں لیے کھڑا تھا ساتھ ہی K بلاک کے کمرشل ایریا میں ایک مشہور مٹھائی کی دکان تھی اس نے دیکھا کہ بابا جمعہ، محمد اقبال اور بلال دائرہ بنائے بیٹھے دعا کر رہے تھے۔ اُسی لمحے نورانی مسجد سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا مغرب کی اذان ہو رہی تھی ان تینوں نے ہاتھ منہ پر پھیرے اور کھجوروں سے روزہ افطار کیا بابا جمعہ کی نظر محمد طفیل پر پڑی۔

''آؤ محمد طفیل......!'' بابا جمعہ نے دعوت دی۔

''جی وہ مگر......جی ضرور......ضرور''

ان سب نے آرام سکون سے روزہ کھولا نورانی مسجد میں جماعت ہو چکی تھی۔ بابا جمعہ نے دوبارہ جماعت کرائی اور ان تینوں نے بابا جمعہ کے پیچھے نماز ادا کی۔

☆☆☆

ناشتے کی میز پر اعجاز جنجوعہ اپنے مخصوص انداز میں بیٹھا ہوا اخبار میں گم تھا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق بائیں ہاتھ سے اپنی انگوٹھے کی پڑوسن انگلی سے اپنی مونچھوں کی مالش کر رہا تھا اوپر سے نیچے پھر اوپر سے نیچے۔

جب فرح کی آواز پر اس کا ہاتھ رک گیا وہ سخت لہجے میں تیور دکھاتے ہوئے بولی:

''وہ فراک اور شال کس کے لیے ہے......؟''

''بیگم......! فراک آپ کے لیے اور شال خالہ کے لیے......رات بتایا تو تھا۔''

''جنجوعہ صاحب......! جو آپ کی گاڑی میں ہیں......میں ان کی بات کر رہی ہوں''

''فرح بیگم......! وہ بلال نے منگوائی تھیں میں بھول گیا آپ بچوں کو چھوڑنے گئی تھیں ساتھ لے جاتیں خیر چھٹی کے وقت پہنچا دیجیے گا''

اعجاز جنجوعہ اخبار پر نظریں جمائے اطمینان کے ساتھ بول رہا تھا، فرح ڈائننگ ٹیبل کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ

گئی۔

''جنجوعہ صاحب......!ادھر میری طرف دیکھیں''

''جی فرمائیں''اعجاز جنجوعہ نے چشمے کے اوپر سے دیکھا۔

''جنجوعہ صاحب......! کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں......؟''فکرمندی سے بولی۔

''آپ سے جھوٹ کب بولا ہے آپ خود بلال کو دیکھیے گا''جنجوعہ نے جواب دیا۔

''کچھ کھلائیں گی بھی یا خالی باتوں سے ہی......''

''ماسی رشیداں......!جنجوعہ صاحب کا ناشتہ لے آؤ، جب سے آپ طارق رامے کے ساتھ ہیں مجھے کچھ کھٹکا سا لگا رہتا ہے''

''وہ کس لیے......؟''اعجاز جنجوعہ نے کہا۔

''فوزیہ بتا رہی تھی......طارق رامے کے بڑی لڑکیوں سے چکر ہیں''

''کون فوزیہ......؟''اعجاز جنجوعہ نے پوچھا۔

''بلال کے آفس میں کام کرتی ہے اور ایک چکر تو اس کی سہیلی کی بڑی بہن کے ساتھ تھا۔اس کمینے نے وعدہ کیا تھا لبنیٰ سے شادی کا''

''اب یہ لبنیٰ کون ہے......؟''اعجاز جنجوعہ نے بیزاری سے کہا۔

''لبنیٰ جس سے چکر تھا طارق رامے کا''فرح نے تفصیل بتائی۔

''میں ناشتہ کروں یا جاؤں صبح صبح فضول باتیں......میں مکان بناتا ہوں، وہ بیچ دیتا ہے، پلاٹ چاہیے وہ ڈیل کروا دیتا ہے اس کا کمیشن پورا دیتا ہوں، فارغ اوقات میں اس کے آفس بیٹھتا ہوں۔ ہفتہ کی رات کھانا اکٹھے کھا لیتے ہیں بس......آپ پتہ نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہیں''اعجاز جنجوعہ نے خفگی سے کہا۔

''بیگم صاحبہ......!ناشتہ''ماسی رشیداں نے ناشتہ ڈائننگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ماسی رشیداں تم جاؤ اور ڈرائنگ روم صاف کر دو''فرح گردن موڑ کر ماسی رشیداں کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''جنجوعہ صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں، ماسی رشیداں کے سامنے ہی شروع ہو گئے''خفگی سے بولی۔

''فرح بات تم نے شروع کی تھی ماسی کے سامنے، دیکھو فرح اگر کچھ طارق رامے میں خامیاں یا برائیاں ہیں بھی تو مجھے اس سے کیا، اس کا پرسنل میٹر ہے، میرے ساتھ اس کے معاملات بالکل ٹھیک ہیں، مجھے کبھی بھی اُس نے برائی کی دعوت نہیں دی، سگریٹ، شراب یا عورت اور سچی بات میں نے تو اتنے سالوں میں ایسا کچھ بھی نہیں دیکھا، ہاں سنا بہت کچھ ہے اس کے بارے میں''

فرح اپنے شوہر اعجاز جنجوعہ کو اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا تھا اور اس کے موڈ سے بھی واقف تھی اگر جنجوعہ صاحب چھڑ گئے تو شانت ہونا مشکل ہے، اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

''سوری بابا سوری......میں غلط تھی......وعدہ آئندہ آپ پر شک نہیں کروں گی''فرح نے اعجاز کے ہاتھ پر

ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا اس کے گورے گالوں میں ڈمپل پڑے ہوئے تھے۔

''آپ پلیز ناشتہ کریں'' بریڈ کا سلائس توڑ کر جنجوعہ صاحب کے منہ میں ڈالا دوسرا نوالہ اپنے منہ میں ڈالا۔

''بلال کس کو دے گا شال اور فراک''فرح نے ناشتہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''شال تو اپنی نانی کو دے گا فراک کا پتہ نہیں'' اعجاز جنجوعہ کا موڈ ٹھیک ہو چکا تھا اور وہ چائے پینے میں مصروف تھا۔

''جنجوعہ صاحب......ایک بات کروں......اگر آپ غصہ نہ کریں تو......؟''

''جی ضرور......''جنجوعہ صاحب نے کہا۔

''ماہ رخ......باجی نسرین کی بڑی بیٹی......اگر اس کا رشتہ بلال سے ہو جائے تو''

''فرح بیگم آپ بھی کمال کرتی ہیں'' جنجوعہ صاحب مسکرا کر بولے۔

''کیوں کیا برائی ہے، ماہ رخ نے بی ایڈ کیا ہوا ہے، گوری چٹی، اونچی لمبی، جوان ہے، باجی نسرین جب بھی واہ کینٹ سے فون کرتی ہیں تو کہتی ہیں لاہور میں کوئی رشتہ دیکھو، بھلا بلال سے اچھا رشتہ کوئی ہو سکتا ہے''

''فرح بیگم ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ مگر بلال مانے تو......''

جنجوعہ صاحب نے دل میں سوچا آفرین......آفرین۔

☆☆☆

مسز نقوی بلال کے آفس میں داخل ہوئیں۔

''Where is Bilal'' مسز نقوی نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

بلال اپنی کرسی پر بیٹھا کام میں مصروف تھا۔ مسز نقوی کو دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا ان کے ساتھ ایک خوبصورت جوان لڑکی بھی تھی۔

''Meet her یہ میری چھوٹی بہن ہے ڈاکٹر منال نقوی، شیخ زید Hospital میں ہاؤس جاب کر رہی ہے اور یہ Mr Bilal ہیں'' مسز نقوی نے تعارف کروایا۔

''آپ......تشریف رکھیں۔'' بلال شائستگی سے بولا۔

وہ صوفے پر بیٹھ گئے فوزیہ غور سے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔

''کچھ لیں گی......آپ......؟'' بلال نے پوچھا۔

مسز نقوی نے اپنے گلاسز ماتھے کے اوپر بالوں پر لگائے ہوئے تھے بال پہلے ہی شولڈر کٹ تھے بائیں بازو میں اپنا بیگ لٹکایا ہوا تھا۔ ڈاکٹر منال نقوی نے غور سے بلال کو دیکھا، جو ڈارک گرے ٹو پیس میں ملبوس تھا، وائٹ شرٹ کے ساتھ سمپل مگر ہینڈسم۔

''کلر سفید، ہائیٹ ok کرلی ہیئر، Dress تو اچھا پہنا ہے، اب دیکھنا ہے Address کیسے کرتا ہے۔ Tone بھی ٹھیک ہے۔ Education ٹھیک ہے، School Principal چلے گا، Ideal نہیں نہیں Just

ok''منال نقوی نے دل ہی دل میں کہا تھا۔

ڈاکٹر منال نقوی نے اپنی بڑی بہن کو آنکھوں سے اشارہ کیا ok اس دوران مسز نقوی بلال کے ساتھ گلابی انگلش میں باتیں کرنے میں مصروف تھیں بے تکی بے مقصد باتیں جنہیں آج کل گوسپ کا نام دیا جاتا ہے۔ مسز نقوی نے کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا پھر کہا:

''Please allow me to go''

''بلال......! آپ سے مل کر اچھا لگا'' ڈاکٹر منال نے آنکھوں کے تیر چلاتے ہوئے اپنی بات کہی۔

''مگر آپ نے کچھ چائے، کافی، کولڈ ڈرنک تو......'' بلال کا جملہ پورے ہونے سے پہلے ہی منال بول پڑی۔

''آپ WhatsApp، Facebook وغیرہ یوز کرتے ہیں''

''نہیں......'' بلال نے جواب دیا۔

ڈاکٹر حیرت سے بول پڑی:

''نہیں......'' اس کے نہیں میں حیرت، سوال، کیوں، مگر اگر سب کچھ تھا۔

''موبائل نمبر لے لو'' مسز نقوی نے مشورہ دیا۔

فوزیہ نے جھٹ پھٹ وزیٹنگ کارڈ ڈاکٹر منال کو پکڑا دیا، اُس نے دیکھے بغیر اپنے پرس میں رکھ لیا۔

گاڑی میں بیٹھ کر دونوں بہنیں جو ہر ٹاؤن کنال روڈ پر شیخ زید ہسپتال کی طرف جا رہی تھیں۔ جب دو نمبر انڈر پاس کے قریب سے گزرتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی سے پہلے ڈاکٹر منال نے کارڈ دیکھا تو اس میں آفس کے سارے نمبر تھے سوائے موبائل نمبر کے اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور دل میں ایک سچا کھرا خیال آیا۔

''ڈاکٹر منال نقوی......! کوئی تو ہے جس نے تمہیں گھاس نہیں ڈالی''

''کیسا تھا'' مسز نقوی کی آواز سن کر خیال جلدی سے بھاگ گیا اور ڈاکٹر منال ڈر گئی۔

''اوہ میں، آپی کہیں کھو گئی تھی۔ Ideal واقعی مختلف، اچھا لگا، جس کو ملے گا۔ وہ......''

ڈاکٹر منال کے ہونٹوں کے درمیان وہ کافی دیر سفر کرتا رہا۔

''وہ کیا......؟ منال تم نے مجھے بتایا نہیں'' مسز نقوی دوبارہ بول پڑیں گاڑی اب شیخ زید ہسپتال کی پارکنگ میں تھی۔

''Ideal پرسنالٹی کا مالک، بہت اچھا، مگر وہ مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں تھا، میں دوبارہ ملنا چاہوں گی مگر اس حوالے سے نہیں، آپ کی پسند واقعی لاجواب تھی اپنے لیے بھی اور میرے لیے بھی۔ احسن بھائی کو Thanks کہہ دیجیے گا میری طرف سے''

ڈاکٹر منال نے اپنا وائیٹ کوٹ پکڑا اور گاڑی سے اُتر گئی، مناہل نقوی اُس کی بڑی بہن اسے دُور تک جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اب اس کے ہونٹوں میں Thanks پھنس گیا تھا۔

''Thanks......مگر کیوں......؟'' مناہل احسن نقوی سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

''سر آپ واقعی Facebook وغیرہ استعمال نہیں کرتے، سر میں تو جب تک لیاقت علی سے شارجہ، Skype پر دو گھنٹے بات نہ کرلوں مجھے تو نیند ہی نہیں آتی اور میرا WhatsApp تو پورا دن On رہتا ہے اور Facebook کے بغیر تو زندگی ہی نامکمل ہے''

''فوزیہ جی Viber کا کیا قصور ہے'' بلال نے یاد دہانی کرائی۔

''سر آپ مذاق تو نہ کریں'' خفگی سے بولی۔

''سر اگر آپ اسے Facebook کی Id بتا دیتے تو کیا جاتا آپ کا......سر یہ تو آپ نے جھوٹ بولا ہے''

''میں نے جھوٹ نہیں بولا میں Facebook استعمال کرتا ہوں مگر اپنے نام سے نہیں Just اقرأ کے نام سے ID ہے اس میں میرے کوئی فرینڈز وغیرہ نہیں ہیں بس کچھ Pages لائیک کیے ہوئے ہیں ان کی اَپ ڈیٹ وغیرہ پڑھ لیتا ہوں اور بس......''

''سر یہ تو وہی بات ہوگئی مرا نہیں ہے بس روح نکل گئی ہے''

''فوزیہ جی......آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ یہ ایک طرح سے جھوٹ ہی تھا۔ مجھے اسے سچ بتانا چاہیے تھا، اللہ معاف کرے'' بلال نے اپنی غلطی مان لی۔

''ویسے سر یہ اس سال آپ کا 13 واں رشتہ آیا ہے جنوری سے نومبر تک ابھی ایک مہینہ باقی ہے'' فوزیہ نے شرارتی انداز میں بلال کی طرف دیکھ کر کہا۔

بلال نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''سر قسم سے......ڈاکٹر منال خوبصورت اور اچھی لڑکی ہے مناہل نقوی تو نمونی ہے بھئی انگلش نہیں آتی تو نہ بولو کیا فرق پڑتا ہے ویسے آپ کو کیسی لگی؟''

''شٹ اَپ زیادہ فری مت ہوا کرو'' بلال نے مصنوعی غصے سے کہا۔

مہینے میں ایک دو بار بلال فوزیہ سے سارا وقت اُس کی بک بک سنتا رہتا اور اِدھر اُدھر کی فضول باتیں کرتا رہتا۔ آج بھی کچھ ایسا ہی دن تھا، ویسے تو بلال کو اپنے کام سے محبت تھی مگر محبت کبھی سو بھی جاتی ہے۔

''سر کافی کا بول دوں اور ساتھ بسکٹ بھی......؟''

''ہاں بول دو......'' بلال نے آفس چیئر کے ساتھ ٹیک لگائی اور اوپر دیکھنے لگا۔

''سر...... یہ مسز نقوی کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟'' فوزیہ نے سوال پوچھا۔

''کیا......کیا کہا تم نے؟'' بلال نے فوزیہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''سر......میں نے پوچھا تھا، مسز نقوی کا کیا مسئلہ ہے؟''

''کیوں کیا ہوا......؟'' بلال نے تفصیل مانگی۔

''سر وہ عجیب سی حرکتیں کرتی ہیں، سوچ سوچ کر بولتی ہیں، اتنے خوبصورت ان کے بال تھے وہ بھی کٹوا دیے''

''فوزیہ جی......! آپ نے ڈاکٹر احسن نقوی کو دیکھا ہے، انتہائی پڑھے لکھے اور نفیس انسان ہیں ان کے چچا کے بیٹے ہیں دونوں کی یہ لَو میرج ہے ڈاکٹر صاحب پڑھتے گئے یہ گھر میں مصروف ہوگئیں، ڈاکٹر صاحب کے بہن بھائی بھی پڑھے لکھے ہیں، مسز نقوی کی دونوں بہنیں بھی ڈاکٹر ہیں، ایک یہ جو آئی تھی اور ایک اس سے بڑی اس کی شادی ہوگئی اب وہ کینیڈا میں ہے۔ اُن کو بھی مسز نقوی لے کر آئی تھیں، یہ بیچاری کم تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہوگئی ہیں۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب ان سے خوش ہیں اور وہ محبت کرتے ہیں۔ یہ کبھی Spoken English کی کلاسز شروع کر دیتی ہیں کبھی جم جوائن کر لیتی ہیں اور آج کل سیلون ان کی پسندیدہ جگہ ہے۔ یہ سمجھتی ہیں کہ اگر مجھے انگلش بولنا آ جائے تو میں پڑھے لکھوں میں شمار کی جاؤں گی۔''

آفس بوائے ٹرے لے کر آ گیا، بلال اپنی کرسی سے اٹھا اور صوفے پر بیٹھ گیا، فوزیہ نے کافی بلال کو پیش کی اور خود چائے کا سپ لیا اور بسکٹ ہاتھ میں پکڑ کر بولی:

''سر انگلش بولنے کا کیا تعلق پڑھے لکھے اور اَن پڑھ سے''

''یہی بات تو ان کو سمجھ نہیں آ رہی ہے، ہر پڑھا لکھا انگلش نہیں بول سکتا اور ہر انگلش بولنے والا پڑھا لکھا نہیں ہوتا اَن پڑھ انگریز بھی ہوتے ہیں، مگر وہ انگلش فر فر بولتے ہیں، کیونکہ ان کی زبان ہے، اسی طرح ہر عربی بولنے والا عالم دین نہیں ہوسکتا، تمہارا لیاقت علی بھی تو عربی بول لیتا ہے مگر وہ عالم دین تو نہیں ہے، اسی طرح جن کو انگلش بولنا آتی ہے وہ اپنے آپ کو ہائی کوالی فائیڈ بنا کر پیش کرتے ہیں اور جن کو عربی کے چار الفاظ آتے ہوں وہ دین کے ٹھیکیدار بن جاتے ہیں، ابوجہل عربی بولتا بھی تھا اور سمجھتا بھی خوب تھا مگر ایمان کی دولت سے محروم رہا، اسی لیے میں اسکول میں بچوں کو صرف بولنے کے لیے کہتا ہوں عربی، انگلش، فارسی اور اُردو بچوں سے صرف بولیں ان کو زبان سکھائیں، تمہارے لیاقت علی نے زبان بول کر سیکھی ہے پڑھ کر نہیں۔ ویسے وہ کتنا پڑھا لکھا ہے؟''

فوزیہ نے بلال کو اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا دکھاتے ہوئے کہا:

''سر وہ انگوٹھا چھاپ ہے مگر اس کے باوجود مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میں B Com کر کے بھی اس کے آگے بے کام سی ہوں'' فوزیہ نے لیاقت علی کو یاد کر کے ٹھنڈی سانس بھری اور پھر سے لب کشائی کی:

''سر......! یہ ڈاکٹر صاحب کس شعبے کے ڈاکٹر ہیں......؟''

''فوزیہ جی......! دماغ کے'' بلال نے بتایا۔

''کروبات......سر میں اگر ڈاکٹر ہوتی تو لیاقت علی ایسی حرکتیں کرتا تو میں نے اس کا دماغ ٹھکانے لگا دینا تھا، قسم سے......ڈاکٹر صاحب بھی ایویں ہیں بیوی کا علاج ہوتا نہیں اور ڈاکٹر بنے پھرتے ہیں''

''فوزیہ جی......! تم بالکل پاگل ہو'' بلال نے ہنستے ہوئے کہا۔

☆☆☆

اُسی دن یعنی منگل کو بلال بابا جمعہ کے پاس گیا تو اقبال چائے والا اور بابا جمعہ عصر کی نماز پڑھ کر نورانی مسجد سے نکلے ہی تھے پھر اپنے موچی خانے میں بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہوگئے اتنے میں بلال اپنی گاڑی سے اتر کر ان تک پہنچا۔

''لو بلال صاحب بھی آ گئے......'' بابا جمعہ نے بلال کو دیکھ کر کہا تھا۔

''بابا جی آپ مجھے صاحب مت کہا کریں'' بلال نے عرض کی۔

''بابا جی تو مجھ جیسے نالائق کو بھی بالی چائے والے سے اقبال بیٹا بنا لیتے ہیں'' اقبال نے مسکراتے ہوئے اپنی بات شروع کی۔

''بلال بھائی مزے کی بات بتاؤں مجھے تو میری اماں اور بیوی بھی بالی ہی کہتی ہیں بابا جی جب اقبال کہتے ہیں تو میری ہوا خراب ہو جاتی ہے'' تینوں نے مل کر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''بلال صاحب میری بات غور سے سنو۔ اقبال سے بہت بلند......اقبال کا......اقبال ہے......اور اقبال سے بھی بلند......بلال کا اقبال ہے......ادب کا تقاضا یہ ہے......کہ نام کے ساتھ......صاحب لگایا جائے کسی بھی نام کو معتبر اس کے پیچھے کی شخصیت بناتی ہے......اقبال نام کے پیچھے حضرت علامہ اقبالؒ کی شخصیت ہے جو کہ صرف اقبال کو ہی معتبر بنا دیتی ہے ......نام بلال کے پیچھے بہت بڑی......عظیم شخصیت ہے......حضرت سیدنا بلال حبشیؓ ......حضرت سیدنا بلال حبشیؓ......حضرت سیدنا بلال حبشیؓ......'' یہ سب کہتے ہوئے بابا جمعہ کے الفاظ سے عقیدت کی خوشبو آ رہی تھی اور اشک ان کی آنکھوں سے ٹپک رہے تھے۔

بابا جمعہ نے اپنے کندھے سے سفید صافہ اُتار کر اپنے دونوں نین صاف کیے اور اپنا چہرہ اور اپنی سفید داڑھی بھی صاف کی جو کہ اشکوں سے بھیگ چکی تھی۔

''سچی بات تو یہ ہے......بلال صاحب......صرف بلال......کہنے سے......ڈر لگتا ہے......کہیں نام کی بے ادبی نہ ہو جائے...... اقبال بیٹا اور بلال صاحب......! اپنے ناموں کی لاج رکھنا...... بڑی شخصیت سے نام بڑا بنتا ہے...... بڑے نام سے شخصیت بڑی نہیں بنتی......''

''میں آپ کے لیے چائے اور بسکٹ بھیجتا ہوں'' اقبال چائے والے نے گفتگو کا رخ بدلنے کی کوشش کی کیونکہ بابا جمعہ کی آنکھوں سے آنسو مون سون کی بارش کی طرح برس رہے تھے۔

''بابا جی......! چائے آنے تک میں نماز پڑھ لوں'' بلال نے مسجد کی طرف جانے سے پہلے کہا۔

☆☆☆

بلال اپنی نانی کے کمرے میں داخل ہوا جو کہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھیں بلال نے نانی کو سلام کیا اور ان کی خیریت دریافت کی۔

''آج کوئی نہیں ہے......آپ کے پاس......؟'' بلال نے پوچھا۔

''جمال تو آج دوپہر کو امریکہ چلا گیا۔ تمہاری مامی اور شعیب کا کوئی پتا نہیں اور نوشی تو شی تو آج دوپہر سے ہی جدھر تمہارا اسکول ہے......''

''جوہر ٹاؤن......'' بلال نے بات آگے بڑھائی۔

''ہاں......جوہر ٹاؤن میں ان کے کپڑوں کی نمائش ہے وہاں کوئی بڑا سا ہال ہے۔ کیا نام ہے اس کا......؟''

''ایکسپو سنٹر......'' بلال نے بتایا۔

''ہاں ...... ہاں وہی ایکسپو سنٹر ادھر ہی...... صبح سے گئی ہوئی ہیں......رات دس بجے تک آ ئیں گی۔ بلال بیٹا......! کیا ٹائم ہوا ہے......؟''

''جی 9 بجنے والے ہیں'' بلال نے بتایا۔

''جوان بچیاں ہیں...... ماں کو کوئی فکر ہی نہیں ہے'' نانی خفگی سے بولی۔

''آپ نے کھانا کھایا؟'' بلال نے پوچھا۔

''ہاں بیٹا......! زینب ابھی کھانا کھلا کر گئی ہے...... بتا رہی تھی کہ تیرا اسکول بڑی ترقی پر جا رہا ہے، اب تو یہاں ڈیفنس کے بچے بھی تیرے اسکول میں جاتے ہیں''

نانی نے اس کے گالوں پر پیار کیا جو کہ نیچے کارپٹ پر کُشن رکھ کے پیروں کی مالش کر رہا تھا۔

''بیٹا......! تجھے دیکھتی ہوں تو بڑا دکھ ہوتا ہے کتنی مصیبتیں دیکھی ہیں تُو نے اس چھوٹی سی عمر میں 8 ماہ کا تھا تو تیرا باپ گزر گیا اور 8 سال کا ہوا تو تیری ماں چلی گئی تجھے چھوڑ کر......اتنے بڑے غم چھوٹی سی عمر میں......'' نانی اضطراب سے بولیں۔

''نانو......! آپ کو پتہ ہے...... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 6 سال تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ اور ایک خادمہ ام ایمنؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ آئے اپنے والد حضرت عبداللہؓ کی قبر کی زیارت کے لیے......ایک ماہ مکہ میں قیام کے بعد واپسی مدینہ کی طرف سفر کرتے ہوئے عبوہ کے مقام پر آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ کا انتقال ہو گیا......آج بھی عبوہ کی وادی میں جائیں تو خوف آتا ہے۔ سیاہ خشک پہاڑ دُور دُور تک آبادی کا نام و نشان نہیں کوئی باقاعدہ رستہ نہیں ہے'' بلال یہ باتیں بیان کرتے ہوئے ایسے کھو گیا جیسے عبوہ کی وادی کو دیکھ رہا ہو اور نانی بلال کو دیکھ رہی تھیں۔''انتقال کے وقت حضرت آمنہؓ کے آخری الفاظ تھے:

''بیٹا ہر جوانی نے ڈھلنا ہے......اور ہر زندہ نے مرنا ہے......''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہؓ دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور نانو......! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری حج کے لیے مدینہ سے مکہ تشریف لے کر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رستے کا انتخاب کیا......عبوہ کے مقام پر اپنی والدہ حضرت آمنہ کی قبر کی زیارت کی۔ میں اور آپ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت کے غم ایک طرف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم ایک طرف کیا کوئی مقابلہ ہے......ان میں......؟ کوئی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑے اور ان کے غم بھی بڑے۔ ہم بھی چھوٹے اور ہمارے غم بھی چھوٹے۔'' نانی نے اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان بلال کا چہرہ لیا اور ماتھا چوم لیا۔

''کبھی تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے تو میرا نانا ہے اور میں تیری دوتری (نواسی) ہوں جب تو ایسی باتیں کرتا ہے تو بہشتی تیرا نانا یاد آ جاتا ہے......وہ بھی بڑا اسیانا بندہ تھا پریا پنچایت والا پورے ضلع نارووال میں اس کی دھوم تھی......کوٹ فتح گڑھ میں بہت بڑا ڈیرہ تھا، بہشتی کا پر تیرے مامے (ماموں) نے بیڑہ غرق کر دیا ڈیرہ زمین سب کچھ بیچ دیا۔ مشہور تھا

چوہدری ارشاد رندھاوا کا ڈیرہ دُور دُور سے لوگ فیصلہ کروانے آتے تیرے نانے سے......''

بلال یہ ساری باتیں پہلے سے جانتا تھا مگر پھر بھی نانی کے احترام میں سن رہا تھا۔

''تیری مامی لگالگا یا بوٹا پٹ لیائی، لاہور میں فیکٹری لگاتے ہیں زمین بیچ دو اگر تیرا نانا زندہ ہوتا تو ایسا تھوڑی ہونے دیتا...... میں نے اور تیری ماں نے بہت سمجھایا مگر تیرا ماما شروع ہی سے لائی لگ تھا......

ہاں تیری ماں سیانی تھی جبھی تو تیرے باپ جیسے ہیرے سے شادی کی۔ میں نے تو بڑی مخالفت کی تھی کہ ہم جٹ اور لڑ کا ملک ہے پر تیرا نانا آڑے آ گیا......اپنی مرضی کی، اس کا فیصلہ ٹھیک تھا...... تیرے مامے کا رشتہ میں نے کیا تھا، بڑا شوق تھا مجھے جمال کے لیے شہری ووہٹی (بہو) لانے کا۔ چوہدری صاحب نے بڑا سمجھایا کہ جہاں آ را کڑی بڑی تیز ہے اور منڈا تیرا لائی لگ مگر میں نے ایک نہیں سنی......'' نانی نے پرانی باتوں کا پنڈورا باکس کھول لیا تھا۔

بلال نے بات بدلی ''آپ کو لطیفہ سناتا ہوں...... پاگل خانے میں دو پاگل دونوں کی بڑی دوستی تھی...... مگر دونوں رضیہ رضیہ کہہ کر روتے رہتے ہر وقت...... کسی نے ڈاکٹر سے پوچھا یہ دونوں رضیہ کو یاد کر کے کیوں روتے ہیں؟'' ڈاکٹر نے بتایا:

''پہلا جو ہے اس کی رضیہ سے شادی نہیں ہوئی وہ اس کی یاد میں روتا ہے...... دوسرا جو ہے اس کی اسی رضیہ سے شادی ہو گئی وہ اسے یاد کر کے روتا ہے......'' نانی ہنس پڑیں بلال نے انہیں کرسی سے اٹھایا اور بیڈ پر لٹا دیا کمبل ان کے اوپر ڈال دیا۔

''صبح ان شاء اللہ بات ہو گی......اب آپ سو جائیں''

☆☆☆

''میں نے کہا تھا کہ وہ نہیں آئے گا مگر تم تو......بس...... بلال...... بلال......کی رٹ...... ہماری زندگی کا اتنا بڑا دن تھا آج'' نوشی نے Red کلر کی Honda Civic کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ DJ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور توشی آگے بیٹھی ہوئی تھی گاڑی کلمہ چوک سے ڈیفنس کی طرف جا رہی تھی دس بجے رات کو سردی کی وجہ سے ٹریفک قدرے کم تھی اور توشی آج واقعی غصے میں تھی۔

''شادی کر لو اس سے......بھئی نہیں کرنی اس سے شادی...... جو شخص آپ کی خوشی میں شریک نہیں ہو سکتا...... مائی فٹ......کتنا پازیٹو رسپانس ملا ہم کو اب دیکھنا تم...... میں سب کو Beat کر جاؤں گی۔'' نوشی ایک دفعہ پھر بھڑکی، گیٹ پر ہارن کی آواز سے سکیورٹی گارڈ نے جھٹ پٹ گیٹ کھول دیا۔

پورچ میں گاڑی پارک ہوئی، نوشی پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی جاتے ہوئے اس نے بلال کے کمرے کی طرف نظر اٹھائی بلال ٹیرس پر کھڑا ہاتھ میں کافی کا مگ لیے ان کو دیکھ رہا تھا۔

توشی دیر سے گاڑی سے اُتری وہ سارے راستے گم سم تھی، اب بھی وہ قدرے تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس نے گاڑی کی ونڈ سکرین سے بلال کو کھڑا ہوا دیکھ لیا تھا وہ بلال کو بغیر دیکھے چلی گئی بلال نے بھی اسے اس وقت بلانا بہتر نہیں سمجھا ہاں البتہ DJ کو جاتے ہوئے آواز دی۔

''آج چار سال میں پہلی بار نوشی آپی کو آپ کے نہ آنے پر غصہ آ رہا تھا۔''DJ بلال کو بتا رہا تھا۔

''کافی بناؤں تمہارے لیے؟''بلال نے پوچھا۔

کہانی میں یہ ٹوئسٹ DJ کو کنفیوژ کر رہا تھا DJ نے ہاتھ اپنی ٹھوڑی پر رکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''کافی نہیں......ابھی تو کھانا بھی نہیں کھایا۔نوشی آپی کو آپ کے نہ آنے پر غصہ کیوں آ رہا تھا''اس نے خود کو مخاطب کیا جیسے کسی گہری سوچ میں ہو۔

''جاؤ تم جا کر کھانا کھاؤ''بلال نے DJ کو کہا۔

''پیاز گوشت ملے گا میرا مطلب ہے تھوڑا سالن ہوگا''DJ ندیدی آنکھوں سے پوچھ رہا تھا۔ بلال مسکرایا اور جواب دیا۔

''جمعہ کو عصر کے بعد آ جانا''

بدھ جمعرات اور جمعہ DJ نے انگلیوں کے پوروں پر حساب لگایا اور چلا گیا نوشی اپنے ٹیرس سے بلال کے کمرے کو دیکھ رہی تھی اس نے DJ کو کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا، اپنے ہاتھوں میں موجود iphone 5 سے DJ کو فون ملا دیا۔

''میرے کمرے میں آؤ''DJ نوشی کے سامنے پیش ہو گیا۔

''کیا پوچھ رہا تھا......؟''نوشی نے تفتیشی نگاہوں کے ساتھ تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''کون جی......''DJ بند آنکھوں سے سوال کر رہا تھا جیسے بچہ نیند سے جاگا ہو۔

''جہاں سے آئے ہو ابھی ابھی''

''بلال صاحب......وہ جی کہہ رہے تھے...... پیاز گوشت جمعہ والے دن عصر کے بعد آ کر لے جانا......''

''بس......اور کچھ نہیں کہا اس نے......''نوشی نے حیرت سے پوچھا۔

''کہتے کہاں ہیں وہ کچھ......وہ تو بس سنتے رہتے ہیں......''DJ غنودگی کے عالم میں بول رہا تھا۔

توشی ان کی گفتگو کے دوران باتھ روم سے نکل آئی تھی اب اس کا موڈ ٹھیک تھا بلکہ وہ اب نوشی کی بے قراری انجوائے کر رہی تھی۔

''پیاز گوشت...... پیاز گوشت......''نوشی خود سے مخاطب تھی۔

''کیوں اتنی ہائپر ہو رہی ہو......؟''توشی اس کی طرف دیکھ کر بولی پھر DJ کو کہا۔

''DJ تم جا کر آرام کرو......''DJ تھکے ہوئے جسم کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

''مگر وہ آیا کیوں نہیں......؟''نوشی ابھی تک وہی پہاڑا پڑھ رہی تھی۔

''تم سے اس نے کون سا پرامس کیا تھا......؟ ویسے یہ سارے Symptom محبت ہی ظاہر کر رہے ہیں''

''اور یہ پیاز گوشت کی کیا کہانی ہے؟''نوشی اپنی دھن میں مگن تھی۔توشی اب تک نوشی کو ڈریسنگ ٹیبل کے مرر میں سے دیکھ رہی تھی......اٹھی اور اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر ہلایا۔

''ڈفر......! یہ مس بی ہیو چھوڑو مجھے پتہ ہے تمہاری فیلنگز ہرٹ ہوئی ہیں......جاؤ میرا بچہ فریش ہو جاؤ......میں پیزا آڈر کرتی ہوں......جاؤ شاباش......''نوشی واش روم میں چلی گئی اور توشی نے فون پر پیزا آرڈر کر دیا تھا۔ آدھ گھنٹہ بعد وہ دونوں بہنیں پیزا کھا رہی تھیں۔

''ویسے یہ پیاز گوشت کیا چیز ہے؟''نوشی کی سوئی وہیں پھنسی ہوئی تھی۔

''او......او......اُف یہ پیاز گوشت پچھلے دو گھنٹے سے میرے کان پک گئے ہیں سن سن کر......یہ ایک افغانی ڈش ہے''

''مگر وہ......''نوشی پھر تجسس سے بولی'' کیسے......DJ کہہ رہا تھا......پکا تا ہے......''

''تم ڈارلنگ پہلے یہ فنش کرو میں تفصیل سے سب کچھ بتاتی ہوں......''توشی پیزے کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔ دونوں بہنیں کھانے سے فارغ ہو چکی تھیں۔

''بتاؤ......اب بتاؤ......''نوشی پھر سے بول پڑی۔

''یہ جو بلال صاحب آپ کے منگیتر ہیں......یہ بھی الگ سیمپل ہیں۔ جب یہ خود پڑھتے تھے تو سارا پاکستان گھوم چکے تھے اب یہ 4 سال سے اسکول چلا رہے ہیں تو سارا مڈل ایسٹ دیکھ لیا ہے اور سارک کے سارے ممالک بھی۔ کھانا کھانے کے شوقین ہیں اور بنانے کے بھی جمعہ والے دن پیاز گوشت پکاتے ہیں سب کو کھلاتے ہیں اور مغرب سے پہلے کسی کے لیے لے کر جاتے ہیں کہاں جاتے ہیں کسی کو پتہ نہیں......پچھلے تین سال سے رمضان میں عمرہ کے لیے جاتے ہیں، دس دن عمرے کے لیے اور باقی پندرہ دن دوسرے مڈل ایسٹ کے ممالک گھومتے ہیں۔ مصر، عمان، امارات، کویت، بحرین اور ترکی بھی جناب دیکھ چکے ہیں اور آپ سے یعنی میری بہن سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تمہاری ہر پسند اور ناپسند کا پتہ ہے، بچپن سے......آج تک۔ بے شمار لڑکیاں مرتی ہیں بلال صاحب پر مگر وہ مسٹر تم پر فدا ہیں''

''چلو چلیں اس کے کمرے میں......''نوشی نے توشی کو ہاتھ سے کھینچتے ہوئے کہا۔

''پاگل ہو ٹائم تو دیکھو''توشی نے ہاتھ چھڑایا اور وال کلاک کی طرف اشارہ کیا

''بارہ ہی تو بجے ہیں''نوشی نے معصومیت سے جواب دیا۔

''تمہارے ویسے بھی بارہ بج گئے ہیں''توشی اسٹائل سے بولی۔

''نوشی جی......وہ صاحب سردی، گرمی دس بجے سو جاتے ہیں، آج تو ہماری وجہ سے جاگ رہے تھے......مسٹر بلال کو صبح تہجد کے لیے اٹھنا ہوتا ہے پھر گھنٹہ قرآن پاک پڑھتے ہیں اس کے بعد نماز سے فارغ ہو کر جاگنگ کے لیے پھر پودوں کو پانی پرندوں کو دانہ اس کے بعد گرم پانی سے نہاتے ہیں پھر ناشتہ، جانے سے پہلے دادو کے پاس بیٹھ کر حال پوچھ کر اسکول جاتے ہیں۔''

''تم بڑی خبر رکھتی ہو اس کی''نوشی ابرو چڑھا کر بولی۔

''میرے پاس تو اس کی صرف خبر ہے اس کے پاس تمہارا سارا حساب کتاب موجود ہے کہتا ہے محبت کرنے والے محبوب کی سانسوں کا حساب بھی رکھتے ہیں......کبھی اس کے دیے ہوئے گفٹس کھول کر دیکھنا۔ نوشی جی مجھے تو نیند

آ رہی ہے، میں سونے لگی ہوں‘‘ توشی نے کمبل اوپر لیا اور بیڈ ھ پر ڈھیر ہو گئی۔

آج توشی نیند کی آغوش میں تھی اور نوشی بے قرار اوراس کے کانوں میں توشی کے الفاظ گونج رہے تھے:

’’محبت کرنے والے محبوب کی سانسوں کا بھی حساب رکھتے ہیں......‘‘ توشی کی دوسری صدا گونجی:

’’اسے تمہاری ہر پسند اور ناپسند کا پتہ ہے‘‘

’’وہ تم پر فدا ہے......فدا......فدا......فدا ہے‘‘

12 بجے سے صبح 4 بجے کا سفر توشی کے 4 جملوں میں ختم ہو گیا، موبائل پر ٹائم دیکھا 4 بجے ہوئے تھے، وہ ٹیرس پر گئی، بلال کے کمرے کی لائٹ On تھی۔ بلال نے جائے نماز کو سمیٹ کر دیوان کے بازو پر رکھا، سفید شلوار قمیض میں ملبوس اور گرم سیاہ چادر اوڑھے ہوئے اس نے قرآن پاک کے شیلف پر رکھے چودہ نسخوں میں سے ایک اٹھایا اور باآواز بلند تلاوت کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

’’آجائیں خان صاحب......! دروازہ کھلا ہے‘‘ بلال نے بغیر دیکھے صدا لگا دی، اس کی نظریں قرآن پاک پر تھیں آہستہ سے دروازہ کھلا۔ کسی کے قریب آنے کی آواز بڑھ گئی۔ بلال نے نظریں اٹھا کر دیکھا، سامنے ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس نوشی کھڑی تھی اس کی آوارہ لٹیں اس کے رخساروں کو چوم رہی تھیں، اس کی آنکھیں سرخ تھیں مگر وہ زبان سے خاموش تھی، جو بت بنی بلال کے سامنے کھڑی تھی۔

بلال نے اسے دیکھا تو سب سے پہلے قرآن پاک کو عقیدت اور احترام سے شیلف پر رکھا اس کے بعد اپنی گرم چادر اتار کر نوشی کے اوپر ڈال دی مگر اس کے جسم کو چھوئے بغیر کالی گرم چادر میں لپٹی ہوئی نوشی ایسے لگ رہی تھی جیسے ہیرا کوئلے کی کان میں چمک رہا ہو۔

’’آپ بیٹھ جاؤ‘‘ بلال نے دیوان کی طرف اشارہ کیا اور گیس ہیٹر کو جلایا پھر کچن کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سائیڈ ٹیبل پر کافی کے دو مگ اور بسکٹ موجود تھے۔

’’کافی پیو‘‘ بلال نے مگ نوشی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا تھا۔ کافی بالکل ویسی تھی جو نوشی کو پسند تھی چینی زیادہ دودھ زیادہ اور کافی کم مگر دوسرا مگ مختلف تھا دودھ کم اور بغیر چینی کے۔

نوشی نے کافی کا سپ لیا، وہی ذائقہ جو اس کو پسند تھا......اس کے کانوں میں آواز آئی:

’’اسے تمہاری پسند اور ناپسند کا علم ہے‘‘

بلال نے بسکٹ اس کے آگے کیے نوشی نے بغیر دیکھے بسکٹ منہ میں ڈالا اس کی زبان نے ٹیسٹ اس کے دماغ کو میسج کیا یہ تو وہی ہے جو مجھے پسند ہے اس نے دائیں ہاتھ میں بسکٹ کے آدھے پیس کو دیکھا بالکل وہی تھا۔

نوشی نے اس دوران پہلی بار بلال کو آنکھیں اٹھا کر دیکھا بہت غور سے دور......آنکھوں میں اندر بہت اندر تک

’’تم آئے کیوں نہیں......؟‘‘ اس نے نینوں کی زبان سے پوچھا۔ آج زندگی میں پہلی بار نوشی نے نینوں سے زبان کا کام لیا مگر بلال اس زبان میں ڈگری ہولڈر تھا۔

’’آپ نے بلایا ہی نہیں تھا‘‘ بلال نے آنکھوں سے جواب دیا۔

''تمہیں کیسے پتہ مجھے یہ بسکٹ اور کافی پسند ہے؟''

''بس پتہ ہے......میرے پاس تو یہ بسکٹ ہمیشہ موجود ہوتے ہیں Expire Date ہونے سے پہلے پرانے والے کھالیتا ہوں اور نئے لے آتا ہوں''

''تمہیں اتنا یقین تھا میرے آنے کا؟'' نوشی کے نینوں نے پوچھا۔

''ہاں بالکل'' بلال کی آنکھوں نے جواب دیا۔

''اور کیا جانتے ہو میرے بارے میں؟''

''آپ سے زیادہ......بہت زیادہ......سب سے زیادہ......'' فجر کی اذان کی صدا گونجی دونوں طرف کے نینوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ بلال کی کافی ٹیبل پر پڑی پڑی ٹھنڈی ہو چکی تھی اور نوشی کا مگ اس کے ہاتھ میں ٹھنڈا ہو چکا تھا، اس نے ٹھنڈی کافی کا سپ لگایا اور بسکٹ کا آدھا پیس منہ میں ڈالا اور وہاں سے چلی گئی۔ بلال کا معمول تھا کہ وہ سردیوں میں 4 بجے صبح اٹھتا، وضو کرتا اس کے بعد جائے نماز پر تہجد کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ تہجد کے بعد فجر کی نماز تک قرآن مجید پڑھتا فجر کی نماز کے بعد وہ جاگنگ کے لیے چلا جاتا۔

☆☆☆

بلال اپنے آفس میں لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔ جب فرح اندر داخل ہوئی۔

''السلام علیکم......بلال کیسے ہو؟'' فرح بھابھی نے کہا۔

''وعلیکم السلام، اللہ کا شکر ہے، بھابھی آپ کا کیا حال ہے؟''

''یہ تمہارا پارسل ہے جنجوعہ صاحب نے بھیجا ہے'' فرح نے پلاسٹک بیگ بلال کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''آپ تشریف رکھیں......!'' بلال نے لب کشائی کی۔

''نہیں بھئی......بچوں کو چھوڑنے آئی تھی......جب تک میں نہیں جاؤں گی جنجوعہ صاحب ناشتہ نہیں کریں گے......ناشتہ اور رات کا کھانا ہم اکٹھے کھاتے ہیں......سوائے ہفتہ کی رات کے'' فرح نے جانے سے پہلے ساری رام لیلا سنادی۔

بلال نے پلاسٹک بیگ کھولا تو اس میں ایرانی شال اور ایک خوبصورت بلوچی فراک تھی، بلوچی فراک پر ہاتھ سے بہت خوبصورت کام ہوا تھا، اس دوران فوزیہ بول پڑی۔

''جنجوعہ صاحب کی کیا مجال بھابھی فرح کے بغیر ناشتہ کرلیں، ان کی تو جان جاتی ہے۔ سر قسم سے بہت ڈرتے ہیں ان محترمہ سے......'' بلال نے آنکھوں سے گھوری ڈالی۔

''سر قسم سے سچ کہہ رہی ہوں جنجوعہ صاحب نے پہلا مکان ہمارے گاؤں کے سامنے ہی بنایا تھا جب بارش ہوتی تو مکان پر شاپر بیگ ڈلوا دیتے کہیں مکان کی چھتیں ٹپکنا شروع نہ کردیں اور سب سے مزے کی بات جب ان کا مکان سیل ہو گیا تو مالک مکان نے گراج میں اپنی بیچارو کھڑی کی تو گراج کا فرش بیٹھ گیا......سر قسم سے......'' فوزیہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا جیسے کوئی لطیفہ یاد آ گیا ہو اور کھل کھلا کر ہنسنا شروع کر دیا۔

''پھر کیا ہوا......؟'' بلال نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''ہونا کیا تھا......سر......'' فوزیہ مسلسل ہنس رہی تھی۔

''پھر اس آدمی نے پنچایت بلائی جس نے جنجوعہ صاحب کا مکان خریدا تھا۔ سر......سردیوں کے دن پھر بھی جنجوعہ صاحب کو پسینہ آ رہا تھا، اپنی عینک اتار کر بار بار صاف کرتے کبھی بائیں ہاتھ سے اپنی مونچھوں کو اوپر سے نیچے پریس کرتے ہمارے گاؤں کے چوہدری صاحب کے بیٹے نے کہا:

''آپ کے مکان کا گراج دوسرے دن ہی بیٹھ گیا ہے'' جنجوعہ صاحب معصومیت سے بولے:

''وہ جی میں نے اپنی Suzuki Fx کھڑی کی اس کے وزن سے تو نہیں بیٹھا تھا'' سب لوگ ہنس پڑے پھر طارق رامے نے اس کی جان چھڑوائی تھی۔ اس نے کہا کہ جنجوعہ صاحب گراج مرمت کروا دیں گے تب جان چھوٹی سر...... سچی......'' فوزیہ بلال کی طرف دیکھ کر بولی جو کہ مسلسل فوزیہ کو دیکھ رہا تھا۔

''تم وہاں کیا کر رہی تھی؟'' بلال نے پوچھا۔

سر کوئی سات آٹھ سال پرانی بات ہے تب تو میں سارا علاقہ گھومتی تھی سر اس وقت تو سارے پلاٹ خالی تھی۔

''مجھے ایک بات بتاؤ تم اتنا بولتی ہو تھکتی نہیں؟'' فوزیہ نے چھوٹے بچے کی طرح گردن ہلا دی۔

''اچھا خیر...... یہ لو......تمہارے لیے......'' بلال نے فراک فوزیہ کی طرف بڑھا دی فوزیہ نے جلدی سے فراک پکڑ کر دیکھنا شروع کر دی۔

''سر بہت خوبصورت ہے......'' فوزیہ کے چہرے پر بچے جیسی خوشی تھی جس کو اس کا من پسند کھلونا مل جائے۔

☆☆☆

آج کافی دنوں بعد عادل بابا جمعہ سے دوسری بار ملنے آیا، بلال پہلے سے موجود تھا، بابا جمعہ جوتا مرمت کر رہے تھے اور بلال پاس بیٹھا اخبار میں مشغول تھا۔

''میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں'' عادل نے عرض کی۔

''جی بیٹا......! یہ کام ختم کر لوں پھر بات کرتے ہیں''

تھوڑی دیر بعد بابا جمعہ نے کام ختم کر لیا۔

''جی بیٹا......! پوچھیے اپنا سوال''

''میں نے میٹرک میں لاہور بورڈ سے ٹاپ کیا تھا، FSC میں میری بورڈ میں سیکنڈ پوزیشن تھی، اب میں لٹریچر پڑھ رہا ہوں، پنجاب یونیورسٹی سے میں ایک مشہور اخبار میں کالم بھی لکھتا ہوں، (عادل) کے نام سے...... پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ میری وہ کمائی جو مجھے کالم لکھنے سے حاصل ہوتی ہے حلال ہے یا حرام......؟''

''بیٹا آپ کسی مفتی کے پاس جاؤ میں تو اَن پڑھ بندہ ہوں''

''مجھے آپ سے جواب چاہیے کسی مفتی سے نہیں......''

''کالم میں سچ لکھتے ہو یا جھوٹ؟'' بابا جمعہ نے پوچھا۔

''اپنا سچ لکھتا ہوں'' عادل نے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

''ہو چھوٹے مگر باتیں بڑی کرتے ہو'' بابا جمعہ مسکرا کر بولے۔''دیکھو بیٹا ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ تمہارا سچ حقیقت نہ ہو''

اتنے میں سڑک کے دوسری طرف سے آواز آئی ایک شخص بولان کیری ڈبہ سے اترا اس کے بازوؤں میں ساتھ آٹھ سال کا لڑکا بے ہوش حالت میں تھا وہ یکا یک بغیر دیکھے سڑک کراس کرآیا۔

''ہجور ہجور گجب ہوگو......میرا چھورا لو سیانپ کاٹ کھائیو (حضور حضور غضب ہوگیا، میرے بیٹے کو سانپ نے کاٹ لیا)'' حمید خاں میو نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا، اس کے چہرے سے ایک باپ کا درد جھلک رہا تھا۔

اس کے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے اسلام دین بولان High Roof کا مالک اور خالد چھوٹا حمید خاں میو کا دوست۔

بلال جلدی سے کارپٹ سے اٹھ گیا، عادل بھی سائیڈ پر ہٹ گیا۔

''حمید خاں......! اسے یہاں لٹادو......اللہ خیر کرے گا'' بابا جمعہ نے حمید کو تشفی دی۔ اس کے بعد بابا جمعہ نے پڑھنا شروع کیا، بلال نے پیچھے نیم کے درخت سے پتے ٹہنیوں سمیت توڑ کر بابا جمعہ کو پکڑا دیے انہوں نے دَم کرنا شروع کر دیا اُوپر سے نیچے کی طرف۔ بلال نے بابا جمعہ کے بینچ کے نیچے سے ٹاٹ کی بوری کا ایک ٹکڑا پکڑا اور لکڑی کے صندوق سے ماچس لی اور اسے بجلی کے کھمبے سے تھوڑی دُور آگ لگا دی۔

خالد چھوٹا نے حمید خاں کو اپنے بازو میں لیا ہوا تھا اور اسے تسلی دے رہا تھا، بلال نے گھڑے سے پانی کا پیالہ بھرا اور حمید خاں کو دیا اور اسے آنکھوں سے تسلی دی، اس کے بعد بابا جمعہ کی بڑی سی قینچی پکڑی اور بابا جمعہ کے پاس رکھ دی۔

سانپ کے دانتوں کا نشان ٹخنے کے پاس تھا، مگر زہر ران تک پہنچ گیا تھا، زہر کی وجہ سے ٹانگ نیلی پڑ چکی تھی۔

بچہ ابھی تک بے ہوش تھا، بابا جمعہ مسلسل اوپر سے نیچے کی طرف نیم کے پتے ران سے ٹخنے کی طرف جھاڑ رہے تھے، جیسے کالے کوٹ سے مٹی کے ذرات کوٹ برش سے صاف کر رہے ہوں،

بلال نے بچے کی پتلون پائنچے سے کاٹ کر اوپر تک سمیٹ دی تھی اب بچے کی ٹانگ میں زہر نظر آ رہا تھا بابا جمعہ مسلسل کچھ پڑھ رہے تھے اور ٹانگ پر پھونک رہے تھے۔

عادل کے لیے یہ نئی صورت حال تھی جو کہ اس کے چہرے پر واضح نظر آ رہی تھی وہ دل میں سوچ رہا تھا:

''کیسے جاہل لوگ ہیں 2013 میں بھی یہ لوگ موچی سے علاج کروا رہے ہیں پاس ہی تو جنرل ہسپتال ہے۔''

حمید خاں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اس کی کالی سیاہ داڑھی آنسوؤں سے گیلی ہو چکی تھی وہ منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا کبھی آسمان کی طرف دیکھتا اور کبھی اپنے بیٹے کی طرف۔

خالد چھوٹا گیس کٹر چلانے والا جو سارا دن لوہا کاٹتا تھا وہ نرم پڑ چکا تھا، گیس کٹر سے لوہا کٹتا ہوا دیکھنا اس کے لیے آسان تھا مگر اپنے دوست کا دل کٹتا ہوا دیکھنا مشکل تھا، خالد چھوٹا کی اپنی اولاد نہیں تھی مگر وہ ایک باپ کا درد خوب سمجھتا تھا۔

سلام دین ریٹائرڈ فوجی جو کہ اب اپنی گاڑی رینٹ پر چلاتا ہے جذبات سے ماورا مگر آج اس کی آنکھوں نے

تمام حساب برابر کر دیے۔ وہ بار بار اپنی گرم چادر سے چپکے سے اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔

آدھ گھنٹہ ہو چکا تھا، بچے کی سانس چل رہی تھی مگر وہ بے ہوش تھا، بابا جمعہ اور بلال انتہائی پُر اعتماد تھے، چند منٹوں بعد بچے کے ماتھے پر سخت سردی میں پسینہ تھا۔

بلال نے وہ بوری کی راکھ جو کہ اب جل کر ٹھنڈی ہو چکی تھی، ایک سِلور کی پلیٹ میں ڈال کر بابا جمعہ کے پاس رکھ دی، زہر اب پنڈلی تک آ گیا تھا، بابا جمعہ نے اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے راکھ کا حصار پنڈلی کے گرد باندھا، جیسے منہ زور سیلابی پانی کے سامنے مضبوط چٹان کا بند ہو۔

بابا جمعہ مسلسل پڑھ رہے تھے اور پتوں سے جھاڑ رہے تھے اوپر سے نیچے کی طرف اس کے بعد انہوں نے ایک اور بند باندھا پھر تیسرا بند باندھا اب زہر سانپ کے دانتوں کے نشان تک آ چکا تھا۔

بلال نے استرے میں بلیڈ ڈال کر دیا اور ساتھ ہی کالی ڈبیہ دی جس میں ایک کالی مرہم جو کہ کالے جلے انجن آئل جیسی مگر آئل سے گاڑھی، رکھ دی۔

بابا جمعہ نے سانپ کے دانتوں کی جگہ ہلکا سا کٹ لگایا اور اوپر سے دبایا سارا زہر باہر آ چکا تھا، اس کے بعد اس کالی ڈبیہ سے کالا پیسٹ (کالی مرہم) اس کے زخم کے اوپر لگا دیا۔

لڑکا ہوش میں آ رہا تھا، مگر درد کی وجہ سے اس کے رونے اور ہائے ہائے کی دبی دبی آوازیں گلے سے نکل رہی تھیں۔

''حمید خاں اللہ کا کرم ہو گیا'' بابا جمعہ نے ہاتھ دھوتے ہوئے کہا بلال ان کے ہاتھ دھلا رہا تھا۔

''بلال صاحب......! حمید خاں کو پرہیز بتا دو''

''تین دن بچے کو نہلانا نہیں، گھر کی تمام عورتوں سے دور رکھنا، نمک اور سرخ مرچ بالکل بند، کالی مرچ دیسی گھی میں ڈال کر کھلاؤ اور کچے پیاز کے ساتھ بیسن کی روٹی دو۔ یہ سارے پرہیز تین دن کے لیے ہیں تین دن تک یہ کالی مرہم لگانی ہے، اس کے بعد اگر زخم ہو تو ڈاکٹر سے پٹی کروا لینا اور 101 روپیہ یاد سے مسجد میں دے دینا۔''

حمید خاں میو نے سر آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر اپنے بیٹے کی طرف دیکھا خالد چھوٹا نے اپنی گرم چادر میں بچے کو لپیٹا اور اٹھا لیا مگر اس کا ٹخنہ ننگا تھا، حمید نے بند مٹھی سے بابا جمعہ کی خدمت کرنی چاہی مگر بابا جمعہ نے انکار کر دیا۔

''میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں ہجور'' حمید نے التجا کی۔

''نہیں حمید خاں تم نیک آدمی ہو میرے لیے دُعا کر دینا'' بابا جمعہ نے کہا اسلام دین نے عقیدت سے دونوں ہاتھوں سے بابا جمعہ سے مصافحہ کیا اور چل دیا اور جاتے ہوئے فوجی سلوٹ بلال کو بھی کر دیا۔

عادل حیران تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا یہ کرامت کیسے ہو گئی۔ اعتقاد اور علم کی جنگ ابھی باقی تھی۔

اعتقاد والے جیت کر جا چکے تھے اور علم والا اپنی ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔

''میں اسے تعویذ گنڈا کہوں یا جہالت۔'' عادل نے دوٹوک کہہ دیا۔ بابا جمعہ اور بلال مسکرا دیے۔

''اس کا جواب آپ کو بلال صاحب دیں گے'' بابا جمعہ نے حکم صادر کر دیا۔

''نا تو یہ تعویذ گنڈا ہے اور نا ہی جہالت۔ یہ ایک روحانی علم ہے جو کہ ان کے بڑوں کو کسی بزرگ کی عطا ہے آپ اسے فیض بھی کہہ سکتے ہیں......زہر جسم سے نکالنا روحانی عمل سے ہوا اور اس کے بعد وہ کالی مرہم لگانا طبعی عمل ہے، سیدھی سی بات ہے۔''

''مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ زہر جسم میں چلا جائے پھر نکال لیا جائے؟'' عادل بولا۔

''اگر اللہ چاہے تو کیا پھر بھی ممکن نہیں......؟ ہم نے تو صرف کوشش کی اور بس......'' بلال نے جامع وضاحت پیش کی مگر عادل پھر بول پڑا:

''یہ اَن پڑھ لوگ ایسا عقیدہ رکھ سکتے ہیں......میں نہیں۔''

''چھوٹا منہ بڑی بات......میں نے پنجاب یونیورسٹی سے MBA کیا ہے، اس کے بعد MA اسلامیات اور اب میٹرک تک اسکول چلا رہا ہوں اور میرا اسکول شہر کے تین ہائی کلاس اسکولوں میں شمار کیا جاتا ہے مگر میں بھی یہی عقیدہ رکھتا ہوں''

''مغرب ہونے والی ہے میں جو سوال پوچھنے آیا تھا اس کا جواب مجھے نہیں ملا'' بابا جمعہ جو کہ ساری گفتگو سے لطف اندوز ہو رہے تھے، بول پڑے:

''بیٹا جی......! وہ کیا......؟''

''پہلے تو ایک سوال تھا مگر اب دو ہیں ایک تو یہ کہ میں اپنا سچ لکھ دوں تو کیا اس کے پیسے حلال ہیں اور دوسرا سوال اس کا بیٹا ٹھیک ہو گیا تھا تو آپ اس کا دل رکھنے کے لیے پیسے لے لیتے یہ آپ کی محنت تھی۔''

''عادل عقیل ہاشمی......! یاد رکھو......اپنے سچ کو بیچنا جو کہ حقیقت پر مبنی نہ ہو بہت بڑا گناہ ہے......اور اس سے بھی کئی گنا بڑا گناہ ہے اللہ کی سچی کتاب کو بیچنا۔ میں نے جو کچھ دم کیا تھا وہ قرآن مجید سے تھا۔ بیٹا جس نیکی کی اُجرت لی جائے اس کا اجر نہیں ملتا۔''

''تو پھر کہانی، افسانہ، ناول لکھنے والے سب گناہ گار ہوئے اور ان کی کمائی حرام ہوئی۔'' عادل خفگی سے بولا۔

''بیٹا جی کہانی تو ہوتی ہی فرضی ہے۔ اس طرح افسانہ اور ناول بھی، مگر کالم لکھنے والے حقیقت کے دعویدار ہوتے ہیں اگر ان کا کالم حقیقت پر مبنی نہ ہو تو جھوٹ ہی ہوا نا......اور جھوٹ کی کمائی حرام ہوتی ہے۔ خواہ آپ کا سچ ہی ہو'' بابا جمعہ نے جواب دیا۔

☆☆☆

وہ سارا دن سوتی رہی مغرب کی اذان ہونے والی تھی جب BG اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''اٹھو نوشی بیٹا......! اب اٹھ بھی جاؤ۔ بڑی بیگم صاحبہ بار بار پوچھ رہی ہیں'' BG نے نوشی کو ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

''کیا صبح ہو گئی؟'' نوشی غنودگی میں پوچھ رہی تھی۔

''صبح......نہیں جی......اب تو رات ہونے والی ہے......مغرب کی اذان کا وقت ہو گیا ہے'' BG نے تفصیل بتائی۔

''آج کون سا دن ہے؟''نوشی ایسے پوچھ رہی تھی جیسے سوئے ہوئے محل کی شہزادی ہو اور سالوں بعد جاگی ہو، کون سا دن ہے، سال کون سا ہے، میں کہاں ہوں، کچھ ایسا ہی نوشی کے ساتھ تھا۔

''نوشی کہاں ہے اور ماما بھائی کہاں ہیں، ڈیڈ بھی نہیں ہیں، دادو......دادو......اور وہ ......وہ......وہ کہاں ہے؟''وہ بے ربط اور بے تکی باتیں پوچھ رہی تھی BG اپنا ہاتھ ٹھوڑی پر رکھے ہوئے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

''وہ کون جی کس کا پوچھ رہی ہیں؟''BG نے حیرت سے سوال کیا۔

''وہ......وہ......ہاں بلال......بلال......کہاں ہے؟''

''بلال جی......وہ تو مغرب کی نماز کے بعد آئے گا......مگر آپ ان کا کیوں پوچھ رہی ہیں؟''BG ہکا بکا تھی یہ بلال کا پوچھ رہی ہے مگر کیوں۔مغرب کی اذان ہو چکی تھی۔

''آپ جی منہ ہاتھ دھولو میں ناشتہ پتہ نہیں کھانا کیا ہے''BG نے خود سے کہا''میں لے کر آتی ہوں''

نوشی واش روم میں جا چکی تھی اور BG کچن میں۔تھوڑی دیر بعد BG ٹرالی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو نوشی ٹاول سے منہ صاف کر رہی تھی اور وہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھے اپنی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔

''صبح......نوشی نے آپ کو بہت اٹھایا......پھر وہ اکیلی بوتیک چلی گئی......چھوٹی بیگم صاحبہ نے بھی 11 بجے فیکٹری جانے سے پہلے آپ کا پوچھا تھا اور بڑی بیگم صاحبہ نے تو صبح سے کتنی بار پوچھا ہے آپ کا''BG مسلسل بول رہی تھی۔

''اور بلال......؟''نوشی نے حسرت بھری نگاہوں سے پوچھا۔

گیٹ پر ہارن بجا۔

''لو جی......بلال صاحب آ گئے''BG نے اطلاع دی۔

''تمہیں کیسے پتہ ہے؟''نوشی نے وضاحت مانگی۔

''پتہ کیوں نہیں ہوگا نوشی بیٹا ہمارے گاؤں والی نورانی مسجد میں وہ مغرب کی نماز پڑھتا ہے پھر دس منٹ بعد گھر پر......''

وہ فوراً اُٹھی اور ٹیرس کی طرف لپکی کہیں پلیٹ فارم سے گاڑی نہ چھوٹ جائے کہیں دیر نہ ہو جائے۔

بلال اپنی گاڑی سے نکل رہا تھا، پینٹ کوٹ پہنے ہوئے گارڈ کے سلام کا جواب مسکرا کر دیا اور بغیر کسی طرف دھیان کیے وہ اپنے ڈبل یونٹ کی طرف چل دیا، نیچے گیسٹ روم تھا اور اوپر بلال کا کمرہ۔

کمرے کی لائٹ روشن کی، پردے پیچھے ہٹائے، اپنا بیگ کمپیوٹر ٹیبل پر رکھا، کچن میں الیکٹرک کیٹل لگائی اس کے بعد کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد عابدہ پروین کی آواز ہوا کے دوش پر سفر کرتی ہوئی، اس کے کانوں تک پہنچی، آواز بہت کم تھی کیونکہ ٹیرس کا شیشے والا دروازہ بند تھا۔

بلال نے وارڈ روب سے شلوار قمیض نکالی اور واش روم میں چلا گیا، تھوڑی دیر بعد وہ شلوار قمیض میں ملبوس باہر

تھا، اپنے سوٹ کو وارڈ روب میں ہینگ کیا۔

بلال کا کمرہ روشن تھا اور وہ اندھیرے میں کھڑی تھی اس لیے وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی، بلال اس سب سے انجان تھا۔

اس نے فریج سے بریڈ نکالی، اسے سینڈوچ میکر کے حوالے کیا، اس کے اوپر گرین پیسٹ ڈالا اور سینڈوچ میکر کو بند کر دیا اور خود کافی بنانے میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بیڈ پر ٹرے رکھ کر کھانے میں مصروف تھا، ٹرے رکھنے سے پہلے وہ ڈسپوزل دسترخوان بچھانا نہیں بھولا تھا جو کہ پلاسٹک کی نرم شیٹ جیسا تھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو......؟'' وہ یکدم ڈر گئی۔ ناہید پیچھے کھڑی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

''نہیں......کچھ نہیں......بس یونہی''

''میں سمجھ سکتی ہوں......مگر تمہارا باپ اور تمہاری دادی......وہ میری پیش نہیں جانے دیتے'' ناہید نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

کوئی کہہ سکتا ہے......یہ فقرا ہے......دیکھو کیسی شاہانہ زندگی گزار رہا ہے......وہ بھی مفت میں......''

نوشی کو بس فقرا یاد تھا اپنی ماں کی باتوں سے۔

''توشی بتا رہی تھی کہ بہت جائیداد ہے اس کی......پھر فقرا کیسے ہوا......؟''

''تم اندر آؤ میں سب کچھ بتاتی ہوں''

نوشی کمرے کے اندر گئی اور اس کے پیچھے ناہید بھی۔

''پہلے کچھ کھا لو پھر بات کرتے ہیں''

ناہید کا موڈ خراب ہو چکا تھا اور اسے اپنی چھوٹی بیٹی توشی پر غصہ آ رہا تھا، نوشی نے جوس کا گلاس منہ سے لگایا، ناہید دیکھ رہی تھی۔

''ایک تو یہ توشی، اسے بھی اپنے جیسی نہ بنا دے باپ کی چمچی'' اس نے دل میں سوچا۔

ناہید خدشات میں گھری ہوئی تھی ایسے......مگر......کیوں......ٹھیک ہے۔

''میں سوچ رہی تھی کہ تم میرے ساتھ والے روم میں شفٹ ہو جاؤ''

''وہ کیوں......؟'' نوشی نے حیرانی سے سوال کیا۔

''اس لیے کہ اب تم دونوں جوان ہو، بچیاں تو نہیں ہو۔ سب کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے اور پرسنل لائف بھی......ہاں وہ میں بتانا بھول گئی مسز لغاری ہیں نا......ان کا بیٹا جنید لغاری پاکستان آیا ہوا ہے......تم اس سے مل لو......بہت اچھا لڑکا ہے۔''

''وہ کیوں......اور کس لیے......؟'' نوشی بول پڑی۔

''جنید اچھا لڑکا ہے......اگر تمہیں پسند آ جائے تو شادی کی بات چلاؤں......؟''

''جنید سے شادی کیوں......؟''نوشی نے اپنی ماں کے طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ناہید کی شاطر نگاہیں جانچ چکی تھیں کہ نوشی میں کچھ تبدیلی ہے۔

''کیا ہے......کیوں ہے......؟ کہیں یہ......اُسے......نہیں نہیں......کبھی نہیں......ایسا ہو ہی نہیں سکتا''ناہید نے دل میں سوچا۔ حالانکہ سوچ کا تعلق دماغ سے ہے مگر جب انسان حقیقت سے آنکھیں موڑ لے تو وہ دل سے سوچتا ہے دل نہ مانے تو......وہ اسے......شٹ اَپ......کہہ دیتا ہے۔

''ماما......! ڈیڈ کہاں ہیں......؟''نوشی نے پوچھا۔

''وہ تو کہہ رہے تھے کہ نوشی سے بات ہوئی ہے میری''

''ہاں......وہ......میں بھول گئی تھی''نوشی نے کچھ یاد کیا۔

''ہاں کل ڈیڈ کا فون آیا تھا ایئرپورٹ سے''اسے یاد آ گیا۔

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے......؟''ناہید نے تفتیشی لہجے میں پوچھا۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں......بالکل ٹھیک......''نوشی نے مصنوعی مسکراہٹ سے جواب دیا۔ ناہید کو تسلی نہیں ہوئی اس نے ہاتھ لگا کر اس کا ماتھا چیک کیا۔

''میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں''ناہید بولی۔

''نہیں ماما میں بالکل ٹھیک ہوں بس کچھ تھک گئی ہوں''

''اگر تم اس کی وجہ سے پریشان ہو تو میں ایسا بالکل نہیں ہونے دوں گی۔ تم پریشان مت ہو''ناہید نے نوشی کے گالوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔

''ہے تو یہ جمیلہ کا ہی بیٹا......اس کی ماں نے تھوڑا تمہارے باپ کو پریشان کیا تھا، اگر اچھی ہوتی تو اس کے سسرال والے اسے گھر سے کیوں نکالتے......؟''

توشی کمرے میں داخل ہوئی، ناہید اسے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

''بڑا پیار ہو رہا ہے......ماں بیٹی میں''توشی نے دیکھ کر کہا۔

''تمہیں تو توفیق نہیں کہ ماں کی خبر لے لوں''ناہید نے تیکھا جواب دیا۔

''ماما......! آپ کی کہاں سے خبر لوں......؟''توشی نے ترش جواب دیا۔

''ہفتہ، ہفتہ آپ سے ملاقات نہیں ہوتی یہ تو ہم ایک دوسرے کے سہارے......خیر چھوڑیں''

نوشی بیچ بچاؤ کے لیے بیچ میں بول پڑی:

''خاک سہارا ہے......تمہارا......تم نے صبح سے میری خبر لی......میں زندہ ہوں یا مر گئی''

''تو میں کس کے لیے آئی ہوں......تمہارے لیے......دوپہر سے دس دفعہ فون ملایا مگر تمہارا نمبر off تھا......میں نے ارم سے کہہ دیا بھئی میں جا رہی ہوں تم دیکھ لینا بعد میں۔''توشی بیڈ کے اوپر بیٹھ گئی، ناہید جلدی سے اُٹھ کر چلی گئی، توشی کھانے کی ٹرالی کو دیکھ کر بولی:

''اوہو......عیاشی ہورہی ہے'' گلاس میں جوس ڈالا اور غٹا غٹ پی گئی۔

''ویسے......بائی داوے......یہ ڈنر ہے......لنچ ہے......یا پھر بریک فاسٹ......؟''

''بریک فاسٹ......''نوشی نے مسکرا کر جواب دیا۔توشی کے آنے سے جیسے اس میں جان آ گئی ہو۔

''میں فریش ہوجاؤں......تم بھی ریڈی ہوجاؤ......پھر چلتے ہیں''

''کہاں......؟''نوشی نے پوچھا۔

''بتاتی ہوں......سب بتاتی ہوں...... پہلے تم ریڈی تو ہوجاؤ''

توشی یہ کہہ کرواش روم میں چلی گئی نوشی نے وارڈ روب کھولی اور کپڑے دیکھنے لگی اس نے تیز رنگوں والا ایک سوٹ نکال کر پہن لیا اور اس کے اوپر ہلکا میک اپ بھی کر لیا۔

توشی کمرے میں واپس آئی تو نوشی موجود نہیں تھی اس نے اِدھر اُدھر دیکھا ٹیرس پر گئی تو نوشی بلال کے روم کی طرف دیکھ رہی تھی۔عابدہ پروین کی آواز واضح سنی جارہی تھی۔

''کہیں وہ بادشاہِ تخت نشین......کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا''

بلال کے کمرے کا ریلنگ والا شیشے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، وہ دیوان پر ایک بادشاہ کی طرح تخت نشین تھا، دائیں ہاتھ میں مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی شریف تھی۔

دُور سے مثنوی اس کے ہاتھ میں ایسے محسوس ہورہی تھی جیسے کوئی بادشاہ تخت پر کاسہ لیے بیٹھا ہو۔اس کا بیٹھنا بائیں بازو کو دیوان کے ساتھ ٹیک لگائے ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھے، کسی شہنشاہ کی شبیہہ تھی۔

دراز قد، گوری رنگت، سیاہ کالے گھنگھریالے بال،لباس سادہ، چہرے پر جمال اور جلال ایک ساتھ تھا۔

''کہیں وہ درلباس معشوقہ...... بر سر ناز و ادا دیکھا''

وہ سفید لباس میں ملبوس اوپر کالی گرم چادر لیے ہوئے بیٹھا تھا، اُس نے سامنے لگی وال کلاک کو دیکھا، میوزک بند کیا اور واش روم چلا گیا۔

''چلو آؤ......عشا کی اذان کا وقت ہوگیا ہے......وہ وضو کرے گا......اب وہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد جائے گا......''توشی پیچھے کھڑی بول رہی تھی۔نوشی دم بخود حیرت میں مبتلا تھی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے توشی کو دیکھ رہی تھی۔

''تم اندر آؤ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں''توشی بولی اور کمرے میں واپس آ گئی نوشی اس کے پیچھے ہولی۔

''ادھر صوفہ پر آ جاؤ''توشی بولی نوشی اور توشی صوفہ پر آمنے سامنے بیٹھ گئیں۔

''دیکھو......نوشی......! بلال بہت اچھا لڑکا ہے......وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے......اس کو دیکھ رہی ہوں......جتنی محبت وہ تم سے کرتا ہے......اس سے بہت زیادہ میں اس سے کرتی ہوں......''

وہ رُکی، ٹھنڈی سانس لی اور دوبارہ بول پڑی۔نوشی اسے دیکھ رہی تھی۔

''مگر......اس نے کبھی بھی مجھے اس نظر سے نہیں دیکھا......تمہیں یاد ہے......اتوار والے دن جب تم اس کے کمرے میں آئی تھی، میں نے اس کی آنکھوں میں سب کچھ دیکھا، سوائے اس کے جس کی مجھے تلاش تھی''توشی کی نمکین پانی

سے آنکھیں چمک رہی تھیں......وہ پھر بولی:

''سچ کہوں تو ......نمونہ ہے......نمونہ......کاش مجھے بھی ایسا کوئی نمونہ مل جائے''توشی نے نوشی کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

''میں تمہاری بہن ہوں اصل زندگی والی، ڈراموں والی بہن نہیں کہ اپنے ہی جیجا جی پر نظر رکھوں......شاید ایسا ہوتا بھی......مگر بلال کے ساتھ رہ کر تھوڑا بہت سیکھا ہے۔محبت چھینی نہیں جاتی......محبت تو دی جاتی ہے۔''

''تم نے مجھے......بتایا کیوں نہیں......؟''نوشی بچے کی طرح بولی۔

''بتایا......سب کچھ بتایا......مگر تم نے سنا ہی نہیں''

''بلال کہتا ہے......محبت اور قابلیت کو سفارش کی ضرورت نہیں ہوتی''

''ہے تو وہ نمونہ ہی......تبھی تو سردی میں دروازہ کھول کر بیٹھا ہوا تھا''نوشی مسکرا کر بولی جیسے کچھ دیکھ رہی ہو، خیالوں ہی خیالوں میں۔

''نہیں وہ نمونہ نہیں ہے اسے رات کی رانی کی خوشبو بہت پسند ہے......اس لیے ٹیرس کا دروازہ کھول دیتا ہے......اس کے ٹیرس پر دو بڑے بڑے گملوں میں رات کی رانی لگی ہوئی ہے......''

''تم جلدی سے تیار ہو جاؤ......''توشی نے حکم صادر کیا۔

''تیار تو ہوں......''نوشی نے کپڑوں کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''آج تم میری مرضی کا ڈریس پہنو گی......یہ پہنو......یہ والا......''توشی نے وارڈروب سے ایک سوٹ نکال کر نوشی کو تھمادیا۔

''مگر ہم کہاں جا رہے ہیں......؟''نوشی نے تشویش سے پوچھا۔

''Waar Movie دیکھنے......ڈِس......ڈِس......ڈاڈاں......ڈاڈاں''توشی نے اپنے بیگ سے تین ٹکٹیں نکال کر ہوا میں لہرا دیں۔

''میں، تم اور وہ......''توشی شرارتی انداز میں بولی۔

''وہ کون......؟''نوشی بھولی بچی بنی پوچھ رہی تھی۔

''وہ......وہ......وہ......''ہونٹوں کی سیٹی بنا کر بولی:

''رات کی رانی والا......راجہ نہیں نہیں......جیجا......جیجا......جیجا......سچ کہوں تو میں آج بہت خوش ہوں تمہارے اور بلال کے لیے......''وہ بیڈ پر سیدھی لیٹ گئی اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی پر رکھے اپنے دل کی دھڑکن سننے لگی۔

''تم دونوں کی جوڑی بہت خوبصورت لگے گی......اللہ نظر بد سے بچائے......''نوشی اب تک صوفے پر بیٹھی ہوئی خوش ہو رہی تھی اپنی خوشی سے زیادہ توشی کو دیکھ کر جو خوشی سے پھولی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بلال کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہی تھی، کوئی رسپانس نہیں ملا تو دروازے کو

دھیرے سے کھولا اور ہولے سے اندر داخل ہوئی کمرے میں روشنی بہت کم تھی،

صرف اوپن کچن کا ایک انرجی سیور روشن تھا، کمرہ رات کی رانی کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور اس کی فضا میں بلال کی سانسوں کی مہک بھی تھی، اس نے کمرے کی لائٹ On کی کمرہ چمک رہا تھا ہر چیز اپنی جگہ پر نفاست سے رکھی ہوئی تھی۔

وہ سیاہ رنگ کا چوڑی دار پائجامہ اور سیاہ فراک جس کے گلے پر سرخ رنگ کا تھوڑا سا کام ہوا تھا۔ پاؤں میں ملتانی کھسہ اور گلے میں لمبا سا دوپٹہ گلے سے پیچھے کی طرف لٹکا ہوا تھا، دوپٹے کے نیچے کھلی سی سیاہ جرسی جس کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے وہ کسی ماڈل کی طرح کیٹ واک کرتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اس کے بائیں ہاتھ میں اپنا Mobile تھا۔

دوپٹے کا ایک پلو ماربل کے براؤن فرش سے دست و گریباں ہو رہا تھا۔ وہ آئی اور اس نے اپنی براؤن آنکھوں سے سارے کمرے کا جائزہ لیا، کتابوں کا آشیانہ اس کی نظر وہاں ٹھہری، وہ پاس گئی۔ ''وہ کتاب کہاں ہے......؟'' دل میں سوال کیا اور دماغ سے پوچھا اسے یاد آیا موٹی تھی اور کلر کون سا......مل گئی......ہاتھ آگے بڑھے اور اس نے کتاب، کتابوں کے درمیان سے نکالی کچھ صفحے پڑھے، وہ مثنوی کا اُردو ترجمہ تھا۔

اُردو تو وہ پڑھ لیتی تھی مگر وہ تحریر اس کی عقل و دانش سے ماورا تھی، اس نے کتاب کو اسی جگہ رکھ دیا......وہ مڑی اور اس جگہ کو دیکھا جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔

وہ چلی......دیوان پر اُسی جگہ بیٹھ گئی......اُسی کے انداز میں......اس نے گردن موڑی اور اپنے ٹیرس کو دیکھنے لگی......مگر......سی گرین کلر کے پردوں نے اس کی نظر کا راستہ روکا......وہ اٹھی اور پردوں کو پیچھے ہٹایا......ریلنگ ڈور کھولا اور واپس اسی انداز میں آکر بیٹھ گئی......پھر دوبارہ گردن گھمائی اور اپنے ٹیرس کی طرف دیکھا......وہاں اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

دماغ نے اسے بتایا......نہیں نہیں......واپس دیکھو......پھر سے اس نے نظر دوڑائی......یہ وہاں کون ہے اور اس طرف کیوں......بے قراری اور یکسوئی سے دیکھ رہی ہے بے قراری اس کے جسم میں تھی اور یکسوئی نظروں میں اس نے انگشت شہادت اس طرف کرتے ہوئے خود سے پوچھا......

''یہ کون ہے......؟'' جانچتی نگاہوں سے وہ اٹھی اور بلال کے ٹیرس پر چلی گئی اور سامنے دیکھنے لگی......اس کے دونوں ہاتھ سلور کے گول راڈ پر تھے......جو کہ ٹیرس کی دیوار پر لگا ہوا تھا......اوپر کی طرف۔

''یہ......یہ......میں ہوں......یہ کیسے ہو سکتا......میں خواب دیکھ رہی ہوں......یا میں پاگل ہو چکی ہوں''

موبائل شور مچا دیتا ہے......جو کہ دیوان پر پڑا ہوا تھا......وہ مڑی اور موبائل کی طرف دیکھا......ایک نظر واپس اپنے ٹیرس پر......اب وہاں کوئی نہیں تھا۔

اس کے قدم رُک گئے......اچانک اس کی نظر رات کی رانی کے دونوں گملوں پر پڑی......جو دائیں بائیں پڑے ہوئے تھے۔

''رات کی رانی......کا راجہ.....'' توشی کا جملہ اس کے کانوں میں گونجا۔ موبائل دوبارہ سے بول اٹھا......وہ کمرے میں آئی اور موبائل سے کال ریسیو کی۔

''Where Are you?'' دوسری طرف سے توشی بول رہی تھی۔

''دادو کے کمرے میں آجاؤ میں یہاں ہوں اور بلال بھی آچکا ہے'' توشی نے تفصیل بتادی۔

''میں پاگل ہوگئی ہوں'' خود سے کہا اور موبائل اپنی پیشانی پر لگایا بایاں ہاتھ اپنی کمر پر رکھا اور ارد گرد نظر دوڑائی ٹیرس کا دوازہ بند کیا پردے اسی طرح سیٹ کیے لائٹ بند کی اور کمرے سے نکل گئی۔

چند منٹ بعد وہ دادی کے کمرے میں تھی۔ توشی موبائل کے ساتھ مصروف تھی اور بلال نانی کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو چند لمحوں کے لیے دونوں کی نظریں ٹکرائیں، نوشی نے اپنے گولڈن بال گالوں سے اٹھا کر کان کے پیچھے کیے اور آ کر توشی کے پہلو میں بیٹھ گئی اسی انداز میں، ایک جیسا لباس دونوں بہنوں کا، اگر بالوں کا فرق نہ ہوتا تو دونوں بہنوں میں پہچان کرنا مشکل تھا۔

''ماشاءاللہ...... ماشاءاللہ......اللہ نظر بد سے بچائے'' جہاں آرا بیگم، آنکھوں میں چمک اور الفاظ میں مٹھاس لیے بول پڑی تھیں۔

''تم دونوں کہیں جارہی ہو......؟'' دادی نے پوچھا۔

''ہاں پروگرام تو ہے......اگر بلال صاحب مان جائیں ......'' توشی شرارتی آنکھوں کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔ بلال اس کی طرف متوجہ ہوگیا اس نے اپنے بیگ سے ٹکٹیں نکالیں اور بلال کو آنکھوں سے اشارہ کیا، میں، تم اور یہ اپنے پہلو کی طرف توجہ دلائی۔

''بلال چلو گے نا؟'' توشی اپنی زباں کو تالو سے لگا کر بولی۔ بلال خاموشی سے اس کو دیکھ رہا تھا اور نوشی بلال کو دیکھ رہی تھی۔ دادی ان سب کو دیکھ رہی تھیں۔

''چلے جاؤ بیٹا'' نانی نے مشورہ دیا۔

''وہ......میں......'' بلال کے پاس الفاظ ختم ہوگئے تھے۔

''چلیے نا......'' نوشی نے اپنی گردن جھکائے ہی کہا جو اپنی کلائی میں موجود کنگن کو گھما رہی تھی۔

چلیے نا......چلیے نا......حکم تھا......عرضی تھی......یا فرمائش......بلال کو سمجھ نہیں آیا......مگر جو بھی تھا جانے کے لیے کافی تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ تینوں پورچ میں تھے، بلال نے اپنا پسندیدہ ڈریس پہنا وائٹ شرٹ لائٹ اسکائی بلو جینز اور اوپر بلیک کوٹ بالوں میں انڈونیشیا کی بنی ہوئی Jony Andrean کریم لگائی جو کہ اسے بہت پسند تھی اور اپنا پسندیدہ عطر عود بھی لگایا۔

وہ بہت ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

''جانا کہاں ہے؟'' بلال نے پوچھا۔

''یہ لالک Round About کے آگے جو سینما ہے وہاں''توشی نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا''یہ پاس ہی تو ہے دس منٹ کی واک ہے''نوشی کی طرف دیکھ کر بولی۔

''As you like''نوشی نے جواب دیا۔

''کتنے بجے کا شو ہے؟''بلال نے پوچھا۔

''ساڑھے دس بجے والا۔''توشی نے بتایا۔

''واپسی تک ڈیڑھ دو بج جائیں گے......سردی بھی ہے......اور حالات تو......''بلال نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

''تو پھر گاڑی پر چلتے ہیں''توشی نے فیصلہ سنا دیا''مگر Key تو DJ کے پاس ہے میں لے کر آتی ہوں نہیں فون کر دیتی ہوں وہ آ جاتا ہے''

''آپ کی گاڑی میں چلیں!''نوشی فرمائشی انداز میں بولی۔

توشی نے حیرت سے اپنی بہن کو دیکھا جو کل تک اس گاڑی کو جلانے کی باتیں کرتی تھی اب اسی گاڑی میں جانا چاہتی ہے۔

''ضرور......مگر......آپ میری گاڑی میں......؟''بلال نے حیرت سے پوچھا۔

''چلتی تو ہے نا......''نوشی جذب و مستی سے بلال کو دیکھ کر بولی۔

''آج تو ضرور چلے گی''بلال نے جواب دیا۔

بلال کی گاڑی Toyota Land Cruiser 1988 گرے کلر میں ماڈل پرانا تھا، مگر گاڑی اندر باہر سے صاف ستھری۔ نوشی کو اس گاڑی سے نفرت تھی وہ اکثر کہتی میرا بس چلے تو میں اس کھٹارا کو آگ لگا دوں۔

توشی بیک سیٹ پر بیٹھ گئی اور نوشی فرنٹ سیٹ پر بلال کے ساتھ۔ گاڑی گیٹ سے باہر تھی گاڑی میں خاموشی تھی۔

''کوئی گانا شانا لگا دو''توشی نے خاموشی توڑی اور فرمائش کر دی۔

وہ آ کے پہلو میں ایسے بیٹھے......کہ شام رنگین ہو گئی ہے

لتا جی کی مسحور کن آواز نے کانوں کے پردوں پر میٹھی سی دستک دی اور ان کا ساتھ شبیر کمار بخوبی دے رہے تھے۔ میوزک ڈائریکٹر لکشمی کانت پیارے لال کی یہ دُھن فلم غلامی سے تھی مگر ان سب خوبیوں کے باوجود بلال اسے صرف گلزار صاحب کی وجہ سے سنتا تھا کیونکہ یہ گلزار صاحب کا لکھا ہوا تھا، بلکہ اس USB کے سارے گانے ہی گلزار صاحب کے لکھے ہوئے تھے۔

ذرا ذرا سی کھلی طبیعت......ذرا سی غمگین ہو گئی ہے

یہ شام نہیں تھی......بلکہ رات تھی۔ محبوب پہلو میں ہو تو کیا شام اور کیا رات تب تو اندھیرے بھی رنگین ہو جاتے ہیں۔

پانچ منٹ سے پہلے ہی وہ سینما کی پارکنگ میں تھے ہینڈ بریک کھینچتے ہوئے بلال کا ہاتھ غیر ارادی طور پر نوشی کے ہاتھ سے ٹکرا گیا۔ نوشی نے فوراً بلال کی طرف دیکھا بلال بھی اُسے دیکھ رہا تھا......نوشی کے لبوں پر میٹھی مسکراہٹ تھی۔ بلال نے منہ میں Sorry کہا آواز نہیں نکلی مگر نوشی نے سن لیا۔ نوشی جاذبیت سے بلال کے رخ پر نور کو دیکھ کر دلفریبی سے

مسکرائی پھر اپنی نظریں جھکالیں۔

یہ شرم ہے...... یا حیا ہے...... کیا ہے...... نظر اٹھاتے ہی جھک گئی ہے

گانا تو ختم ہو چکا تھا مگر محبت کی کہانی دوسری طرف سے اب شروع ہوئی تھی نوشی کی طرف سے۔ بلال تو بچپن ہی سے اسی کا تھا۔

''چلو اترو بھی فلم شروع ہو جائے گی'' توشی چلا رہی تھی۔

''ابھی پانچ منٹ باقی ہیں'' بلال نے بتایا۔

''اندر جانے میں بھی تو ٹائم لگے گا'' توشی بول رہی تھی۔

چند منٹ بعد وہ ڈیفنس کے سینما ہال کے اندر تھے۔ دونوں بہنیں بلال کے ساتھ بیٹھنا چاہتی تھیں، اس لیے بلال خود ہی سینٹر میں بیٹھ گیا...... ہاف ٹائم میں بلال نے دونوں سے پوچھا:

''کچھ لاؤں کھانے کے لیے؟'' توشی بولی:

''مجھے تو کچھ نہیں چاہیے'' بلال نے نوشی سے پوچھا۔

''Popcorn صرف'' نوشی نے دھیمی آواز میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد بلال دو پاپ کارن کے پیکٹ اٹھائے ہوئے واپس اپنی سیٹ پر تھا۔ فلم شروع ہو چکی تھی لائٹیں بند تھیں۔ بلال غور سے فلم دیکھ رہا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ پر نوشی نے بایاں ہاتھ رکھا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''Popcorn کھاؤنا''

بلال جب بھی Popcorn اٹھاتا اس کا ہاتھ نوشی کے ہاتھ سے ٹکرا جاتا جو کہ نوشی اپنی مرضی سے کر رہی تھی، اُسے بلال کو چھونا اچھا لگ رہا تھا...... فلم ختم ہو گئی۔

تالیاں، سیٹیاں، تعریفی جملے، تبصرے، اردو میں ہونی چاہیے تھی مگر پھر بھی زبردست، یقین نہیں آ رہا یہ پاکستانی فلم، ایسا لگا HollyWood کی کوئی Movie دیکھ رہے ہیں، Nice Movie, Action Too Much, Very well ہال میں جتنے لوگ تھے، سب کی اپنی اپنی رائے تھی، باہر آتے آتے کئی تبصرے اور تعریفیں کانوں میں پڑیں مگر یہ تینوں خاموش تھے۔ گاڑی میں بیٹھ کر توشی پھر سے بولنے میں بازی لے گئی۔

''کوئی اور پروگرام کریں، آئس کریم کھانے چلتے ہیں'' توشی کا مشورہ آیا۔

''اس وقت......؟ بہت دیر ہو جائے گی'' نوشی نے کہا۔

''اور آئس کریم کا موڈ بھی نہیں ہے...... ہاں اگر کافی ہو جائے تو...... مزہ آ جائے......''

''کافی...... کافی...... کہاں سے...... ہاں یاد آیا...... بلال صاحب پلائیں گے اپنے ہاتھوں سے بنا کر...... نوشی تمہیں پتہ ہے...... بلال بڑی مزیدار کافی بناتا ہے'' توشی نے سارے فیصلے خود ہی کر لیے تھے۔

بلال نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

''اب ایسا کرو ایک نیا گانا لگاؤ اگر راحت کا ہو تو کیا بات ہے'' توشی پھر سے انسٹرکشن دے رہی تھی ایک ڈکٹیٹر

کی طرح۔

ایسی اُلجھی نظران سے ہٹتی نہیں......دانت سے ریشمی ڈور کٹتی نہیں

راحت فتح علی خاں کی دلفریب آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

دھند کی وجہ سے ونڈ اسکرین سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا مگر بلال ایک ماہر ڈرائیور کی طرح گاڑی احتیاط سے چلا رہا تھا۔ گاڑی بہت آہستہ آہستہ چل رہی تھی، دھند اتنی زیادہ تھی کہ باہر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے بادلوں کے درمیان سے جا رہے ہوں، بلال جہاز اڑا رہا ہو اور نوشی اس کے پہلو میں بیٹھی ہوا و پر سے راحت کی آواز کا جادو جیسے نوشی کے دل کا ہی حال بیان کر رہا ہو، گانا ختم ہوا ہے، نوشی نے دوبارہ Play کیا، ایک دفعہ پھر وہی آواز کا جادو نوشی کو ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی اور دُنیا میں ہو۔

واللہ یہ دھڑکن بڑھنے لگی ہے...... چہرے کی رنگت اڑنے لگی ہے

ڈر لگتا ہے تنہا سونے میں جی دل تو بچہ ہے جی

نوشی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور دھڑکن محسوس کرنے کی کوشش کی دھڑکن تو تھی مگر دھک......دھک......کی بجائے...... بلال...... بلال......کی صدا تھی اس نے مخمور نگاہوں سے بلال کو دیکھا جو گاڑی چلانے میں مصروف تھا۔ (میرا دل آج اس کا نام کیوں لے رہا ہے، کیوں......دھک دھک نہیں کر رہا......اس نے دل کی گستاخی دل ہی سے پوچھی......اس نے دل سے کہا تم اصولوں کو توڑ رہے ہو۔ تم میرے تابع ہو میرا حکم مانو اور دھک دھک کرو اس کا نام لینا بند کرو......ورنہ...... میں تمہیں......سزا دوں گی......)

دل مسکرا کر بولا: (نسیم جمال......! تمہاری بھول ہے میں تمہارا غلام نہیں ہوں ہم سے تم ہو......تم سے ہم نہیں۔ رہا سزا کا سوال......تو وہ بھی ہم ہی دلواتے ہیں......ہمیں اس مالک کے علاوہ کوئی سزا نہیں دے سکتا، اسی خالق کے حکم سے ہم دھڑکتے ہیں اور اسی کے حکم سے ہماری دھڑکن بند ہوتی ہے۔

ہاں میری ایک نصیحت یاد رکھنا......دل نے کہا نوشی کو چپکے سے ایک دانشور کی طرح صوفی کی طرح اور ایک درویش کی طرح......میں بہت گہرا ہوں...... بڑا ہوں......وسیع ہوں......اللہ کی شان ہے......دُنیا کے سارے راز مجھ میں سما سکتے ہیں دنیا کے سارے علوم میں جذب کر سکتا ہوں مگر میں محبت اور شک میں سے صرف ایک کو رکھتا ہوں......آج بلال کی محبت ہے، اگر شک آیا تو، پھر محبت چلی جائے گی......)

دل کی دوٹوک، کھری کھری، سچی اور حقیقت پر مبنی باتوں نے نوشی کے ہوش ٹھکانے لگا دیے۔

گیٹ پر ہارن بجا، دروازہ کھلا، بلال کی گاڑی اندر پورچ میں پہنچ گئی۔

پانچ منٹ کا فاصلہ دس منٹ میں طے ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تینوں بلال کے روم میں تھے۔

''اب جلدی سے کافی پلا دو اور ہاں ہیٹر بھی جلا دو...... بہت سردی ہے......اور یہ دھند......کل تو چھٹی پکی......کسٹمر کدھر نکلتا ہے ایسی دھند میں''

بلال خاموشی سے توشی کی بک بک سن رہا تھا اور نوشی ٹک ٹکی باندھے بلال کو دیکھ رہی تھی، توشی بلال کے بیڈ پر

بیٹھ گئی اور نوشی اسی جگہ دیوان پر بیٹھی جہاں بلال بیٹھا تھا، بلال ہیٹر جلا چکا تھا اور کافی بنانے میں مصروف تھا۔

''ہائے اللہ ......عائشہ خان کی آنکھیں......اور حمزہ علی عباسی کی Smile......اور شان ......کی کیا بات ہے......واقعی شاندار ہے......مزہ آ گیا''

توشی فلم پر تبصرہ کر رہی تھی نوشی کی طرف دیکھ کر، جو کہ چور نگاہوں سے بلال کو دیکھ رہی تھی، توشی مسلسل فلم کی باتیں کر رہی تھی مگر نوشی سنی ان سنی کر رہی تھی، اسے کچھ یاد نہیں توشی نے کس کے بارے میں کیا کہا، چند منٹ بعد بلال ان کو کافی پیش کر رہا تھا۔

توشی کو اس نے چھوٹی ٹرے میں کافی اور بسکٹ بیڈ پر ہی دے دیے اور نوشی کو دیوان پر بڑی ٹرے رکھ دی جس میں دو مگ اور بسکٹ تھے بلال نے کرسی پکڑی اور بیٹھ گیا۔

''نوشی......!تمہیں فلم کیسی لگی......؟'' توشی نے بسکٹ کھاتے ہوئے پوچھا۔

''مزیدار......سویٹ......'' نوشی کافی کا سپ لیتے ہوئے بلال کی طرف دیکھ کر بولی۔

''تم کافی کی بات کر رہی ہو یا فلم کی؟'' توشی نے وضاحت مانگی۔

نوشی نے اپنے آپ کو کنٹرول کیا اور وضاحت پیش کی:

''کافی واقعی بہت مزیدار ہے فلم بھی بہت اچھی تھی''

''کس کا کام تمہیں سب سے اچھا لگا؟'' توشی نے پوچھا۔

''مجھے......مجھے تو سچی......میشا شفیع اور شمعون عباسی کا کام بہت اچھا لگا اور خاص طور پر ان دونوں کا ڈانس''

''تمہیں ہمیشہ یہ Bad Men ہی کیوں اچھے لگتے ہیں ہمیشہ ولن پسند کرو گی''

توشی اپنی بہن کی پسند سے متفق نہیں تھی اور ناراضی کا اظہار کر رہی تھی۔

''توشی جی......!فلم کی بات ہو رہی ہے آپ اس نقطہ نظر کو سمجھیں اور بس''

بلال کو معلوم تھا کہ یہ دونوں کافی دیر سے لڑی نہیں ہیں کہیں یہیں ہی شروع نہ ہو جائیں۔

''آپ نے تو بتایا ہی نہیں......آپ کو کس کا کام پسند آیا؟'' نوشی اپنا پسندیدہ بسکٹ ہاتھ میں لیے ہوئے بلال سے پوچھ رہی تھی۔

''بلال کا کام سب سے اچھا تھا'' بلال نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ لو......ان کی سنو......یہ اپنی ہی تعریفیں شروع ہو گئے'' توشی نے دایاں ہاتھ بلال کی طرف لہراتے ہوئے تبصرہ کیا تھا۔

''تم بھی ایک نمبر کی ڈفر ہو بس بک بک سن لو ان کی'' نوشی نے توشی کو کھری کھری سنا دیں۔

''اب کیا میں نے بول دیا......جو اتنا بھڑک رہی ہو؟'' توشی معصومیت سے بولی۔

''میں بلال لاشاری کی بات کر رہا تھا'' بلال نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

''As a Director اس کا کام اچھا تھا اور Cinematography میں تو اس نے کمال ہی کر دکھایا

جتنی تعریف کی جائے کم ہے'' سب کافی ختم کر چکے تھے۔

''چلو شاباش اٹھو...... پہلے ہی بڑی دیر ہوگئی ہے'' توشی نے چٹکی بجاتے ہوئے حکم دیا وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئیں توشی آگے تھی اور نوشی پیچھے کمرے کے دروازے سے نکلتے ہوئے نوشی نے جھوم کر پیچھے کی طرف دیکھا...... جیسے ان لمحوں کو اپنی آنکھوں سے اپنے دماغ کے خزانوں میں محفوظ کر رہی ہو۔ بلال بھی اسے دیکھ رہا تھا نوشی اپنے پورے چہرے کے ساتھ مسکرائی۔ بلال نے صرف تبسم پر اکتفا کیا، وہ جا چکی تھی۔

ذرا ذرا سی کھلی طبیعت...... ذرا سی غمگین ہوگئی ہے

کوئی ڈر...... خوف...... پریشانی...... خدشہ تھا...... کوئی کھٹکا سا تھا...... بلال کا دل خوش تھا پریشانی دماغ کو تھی۔

''تم یہ جو ہر وقت برے لوگوں کی تعریفیں کرتی رہتی ہو...... ہمیشہ تمہیں ولن گروپ ہی کیوں اچھا لگتا ہے'' توشی اپنے کمرے میں پانی پیتے ہوئے بول رہی تھی، وہ اپنے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی لے کر کھڑے کھڑے غٹا غٹ پی گئی، نوشی تکیہ لیے ہوئے دائیں ہاتھ کو گردن کے نیچے رکھے ہوئے آدھی لیٹی آدھی بیٹھی بول پڑی۔

''مجھے بھی پانی دینا''

''یہ لو ڈارلنگ'' توشی نے پانی کا گلاس تھماتے ہوئے کہا۔

''بھر کے تو دیتی...... یہ تو آدھا خالی ہے'' نوشی پانی پیتے ہوئے بول رہی تھی۔

''یہ لو...... نوشی جی...... اتنی سردی میں...... پورا گلاس...... پاگل ہو''

''کسی بھی کہانی میں اگر ولن نہ ہو...... تو کہانی ادھوری ہے...... ولن ہی تو کہانی میں ٹوئسٹ لاتا ہے...... تم نے آج دیکھا نہیں...... شمعون نے شان کو کیسا وخت ڈالا ہوا تھا'' نوشی پانی پی کر توشی کو گلاس تھماتے ہوئے بول رہی تھی۔

''یہ لو...... او...... ولن کی ویم...... کھل نائیک کی کھل نائیکہ...... اب سو بھی جاؤ'' توشی کمرے کی لائٹ بند کرتے ہوئے بول رہی تھی اور کمبل سیدھا کیا اور لیٹ گئی۔

''اگر آج تم نے کمبل کھینچا تو...... اسی وقت لگا دوں گی...... مجھے تو یہ ڈر ہے اصل زندگی میں کسی ولن کے ہتھے نہ چڑھ جانا''

☆☆☆

''ہم جیسے نہ ہوں تو ان امیر زادیوں کا پیسہ کون کھائے گا'' ہاتھ میں وِسکی کا گلاس اور منہ میں PopCorn ڈالتے ہوئے اور ساتھ وِسکی کی چسکی لگاتے ہوئے ولید ہاشمی عالیہ زی کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

''چلو اوپر چلتے ہیں میرے سر میں شور کی وجہ سے درد ہو رہا ہے'' ارم واسطی بولی۔

یہ مشہور Fashion Designer عالیہ زی کی پارٹی تھی، رات کے اس پہر سارے تھرکتے بدن تھک چکے تھے DJ نے شاید ہی کوئی ڈانسنگ نمبر چھوڑا ہو، اس بڑے سے بیسمنٹ ہال میں کمال کی لائٹنگ تھی جو کہ گانے کے موڈ اور میوزک کے مطابق ہوتی ایک سائیڈ میں چھوٹا سا Pubb اور اس کے ساتھ کونے میں DJ کا سیٹ اپ تھا۔

عالیہ زی شہر کی ایک مشہور ڈیزائنر تھی، اس کے کپڑوں کی طرح اس کی پارٹی بھی شاندار ہوتی، Western

رنگ میں رنگی ہوئی شراب، کباب، میوزک اور وہ سب کچھ جو اس طرح کی پارٹیوں میں ہوتا ہے۔

اس بڑے سے فارم ہاؤس کی چھت پر بھی عجیب منظر تھا، ایک طرف بار بی کیو کا پروگرام مٹن، چکن، فش اور کباب کولڈ ڈرنکس اور سویٹس اور دوسری طرف شیشہ پینے والے اور چرس کے شوقین ٹیبلوں پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، ایلیٹ کلاس کے سارے لو برڈز موجود تھے اور کچھ کوّے بھی تھے جو ہنس بننے کی کوشش میں تھے کئی مشہور ایکٹریس، بیوروکریٹس کلاس کے لوگ، بزنس کمیونٹی کے لوگ، مشہور ماڈلز، سیاسی لوگوں کے چیلے، کچھ لوگ اپنے کارڈ بانٹ رہے تھے اور کچھ دوسروں کے وزٹنگ کارڈ اکٹھے کر رہے تھے کہیں فوٹو سیشن چل رہا تھا اور کچھ لوگ مشہور ایکٹریسز کو دیکھ کر پہلے اس کے کردار میں کیڑے نکالتے، پھر اسی کے ساتھ تصویر بھی بنواتے اور ساتھ ہی Facebook پر اَپ لوڈ بھی کر دیتے۔ کہیں بریک اَپ کی باتیں اور کہیں افیئر ز کے چرچے اور کچھ ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال پر اپنے تبصرے پیش کر رہے تھے۔ کچھ ایسے نمونے بھی تھے جنھوں نے کھانے کو ہاتھ ہی نہیں لگایا کچھ کو فکر کی فکر۔

''میں تو کھا کے آیا تھا بس عالیہ زی کی پارٹی تھی اس لیے حاضری لگوائی ورنہ میں تو بہت بزی تھا'' ایک طرف سے آواز آئی ٹی وی کا مشہور ایکٹر تھا۔

اور کچھ ایسے بھی تھے جو زندگی کا آخری کھانا کھا رہے تھے، پیٹ تو بھر گئے مگر ندیدی آنکھیں ان کا کیا کریں۔

رات سرد تھی، پھر بھی یہ لوگ انجوائے کر رہے تھے، سردی محسوس کرنے والے آگ کی انگیٹھیوں کے گرد اور کچھ گرین فابر کی Roof کے نیچے شیشہ پینے میں مصروف تھے۔

''وہ جو اس کونے میں بیٹھا ہے بلیک لیدر کی جیکٹ میں'' ارم واسطی ولید کو بتا رہی تھی۔

''وہ جو نتاشا کے ساتھ ہے؟'' ولید ہاشمی نے پوچھا۔

''ہاں......وہی...... یہ نوشی توشی کا بھائی ہے'' بڑا روپیہ ہے اس کے پاس۔

''تو چلاؤ چکر'' ولید ہاشمی نے مشورہ دیا۔

''کوشش کی تھی......مگر...... بات نہیں بنی...... بڑا کھچرا ہے......پھر میں نے سوچا......''

''کیا سوچا تم نے؟'' ولید ہاشمی مٹن تکہ کھاتے ہوئے بولا ''کھاؤ تم بھی Tasty ہے''

''ایک پلان ہے......اگر تم تھوڑی کوشش کرو......ساری معلومات میں دوں گی......''

''اس کی بہنیں یعنی میری باس ایک بھی پھنس گئی تو کروڑوں ہاتھ لگیں گے''

''وہ کیسے......؟'' ولید نے جلدی سے پوچھا۔

''دونوں بہنوں کے نام پر دو دو پلازے اور دو دو گھر ہیں اور بینک بیلنس بھی کروڑوں میں۔ بھائی ان کا اپنی ماں کے بغیر کچھ نہیں کرتا، سوائے عیاشی کے وہ بھی ہزاروں میں اور بس...... تمھیں پتہ ہے اس کے افیئرز اس کی کنجوسی کی وجہ سے ختم ہوتے ہیں''

ارم واسطی ایسی مچھلی تھی جو کھارے میٹھے اور گدلے پانیوں کا سفر کر چکی تھی اور بڑے بڑے مگرمچھوں سے علیک سلیک تھی چند سال پہلے جنوبی پنجاب دنیا پور سے لاہور آئی محبت کے جھانسے میں پھر واپس نہیں گئی۔

اور ولید ہاشمی حجرہ شاہ مقیم کا رہنے والا تھا، Up Coming ماڈل لمبا قد سانولی رنگت لمبے بال اسٹائلش پرسنالٹی، وہ الّو شاٹ کٹ سے امیر بننا چاہتا تھا۔

الّو کی ایک اور خوبی اس میں تھی وہ اکثر پرندوں کا شکار رات کو کرتا تھا۔

ارم اور ولید ایک دوسرے کے ساتھ دو سال سے تھے، اگر وہ کسی اور کے ساتھ نہ ہوتے......تو اکٹھے ہوتے، ان کی راتیں اکٹھی گزرتیں۔ اس تعلق کو محبت کا نام دینا محبت کی توہین ہوگی، ہاں ایک بات ضرور تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی عادت بن چکے تھے۔

زندگی کا سفر ختم ہو جاتا ہے، مگر انسان کی عادتیں رستہ نہیں بدلتیں وہ زندگی کے ساتھ ہی سفر کرتی ہیں۔

☆☆☆

''نانو......! یہ میں آپ کے لیے لایا تھا اور یہ باجی غفوراں کو دے دیجیے گا'' بلال نے گرم شال نانو کو پیش کی۔

''یہ تو بڑی اچھی ہے......کہاں سے لی......؟'' نانو شال کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھیں۔

''کوئٹہ سے منگوائی ہے'' بلال بتا رہا تھا۔

''وہاں......کس سے......؟'' نانو نے حیرت سے پوچھا۔

دروازے پر دستک ہوئی ''آجاؤ'' بلال بولا۔

''بیگم صاحبہ آپ کا دودھ'' باجی غفوراں دودھ کا مگ ٹرے میں رکھے ہوئے کھڑی تھی۔

''یہ آپ کے لیے باجی غفوراں......! ہاں آپ کے لیے'' بلال نے حیرت میں ڈوبی باجی غفوراں کو بتایا۔

''مگر......بلال بیٹا......ابھی عید پر تو تم نے کپڑے لے کر دیے تھے''

''کوئی بات نہیں آپ رکھ لو''

''وہ بیٹا میرے نواسے کو تم نے اپنے اسکول میں داخلہ دے کر بڑا احسان کیا مجھ بیوہ پر......''

''وہ لائق بچہ ہے......ان شاء اللہ پڑھ جائے گا......پھر آپ کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے، یہ جنجوعہ صاحب کے کسی دوست کے بھائی کی دکان ہے کوئٹہ میں وہاں سے منگوائی ہے۔ اچھا نانو......اجازت دیں......مجھے اسکول سے دیر ہو رہی ہے''

بلال نے جانے سے پہلے نانو سے پیار لیا اور وہاں سے چلا گیا۔

''میں واری میں صدقے اللہ کی قسمیں بیگم صاحبہ اللہ مجھے ان تین مسٹنڈوں کی بجائے بلال جیسا ایک ہی پُتر دے دیتا'' باجی غفوراں بلال کے جانے کے بعد بولی۔

''نا......نا......غفوراں ایسی باتیں نہیں کرتے......دُعا کر اللہ تیرے بیٹوں کو ہدایت دے'' جہاں آرا نے سمجھایا۔

☆☆☆

فون پر بیل ہوئی......بلال نے کال ریسیو کی:

''کہاں ہو......؟''توشی فون کی دوسری طرف سے بولی۔

''آفس میں.....''بلال نے جواب دیا۔

''کب تک آؤ گے؟''

''اُسی وقت......خیریت ہے؟''

''ایک تو کام ہے......اور ایک گلہ بھی.....تم آتے ہو.....تو پھر بات ہوتی ہے......اوکے بائے Take Care''توشی نے فون بند کر دیا۔

فوزیہ آج صبح ہی سے بہت خوش تھی اور سارے کام فٹافٹ کر رہی تھی اور آج اس نے وہی بلوچی فراک پہنی ہوئی تھی جو بلال نے اسے گفٹ کی تھی

''سر...... یہ آپ کے لیے.....''ٹفن کا ایک ڈبہ اس نے بلال کے سامنے رکھ دیا۔

''کیا ہے......اس میں......؟''بلال نے پوچھا۔

''سر......میں نے کھیر بنائی تھی آپ کے لیے......خالص دودھ کی ہے...... پیکٹ سے نہیں بنائی...... بادام اور کاجو بھی ڈالے ہیں......لیاقت علی نے شارجہ سے بھیجے تھے''فوزیہ اپنی بنائی ہوئی کھیر کی خوبیاں بیان کر رہی تھی۔

''اور کچھ تو نہیں ڈال دیا اس میں......آخر تم میرے سارے رازوں سے واقف ہو''بلال نے شرارتی انداز میں کہا۔

''سر......قسم سے......آپ میرے بارے میں ایسا سوچتے ہیں''فوزیہ معصومیت سے بولی۔

''ہاں تو......تمہارا کیا بھروسہ......ویسے بھی تو تم ساری باتیں دوسروں کو بتاتی ہو''بلال کھیر کھاتے ہوئے بول رہا تھا۔

''سر......قسم سے......میں نے کچھ نہیں بتایا کسی کو''فوزیہ بھولی سی صورت بنا کر بولی۔

''وہ جو......فرح بھابھی کو طارق رامے کے قصے سناتی ہو......وہ کیا ہے......؟''

''سر......قسم سے......وہ تو ایسے ہی زبان پھسل گئی تھی......ویسے سر آپ کو کیسے پتہ چلا''

''فرح بھابھی نے جنجوعہ صاحب سے بات کی اور جنجوعہ صاحب نے مجھ سے''

''اور تم توشی کو بھی ساری رپورٹ دیتی ہو......میرے بارے میں''

''سر......وہ تو میری فرینڈ ہے......Facebook پر بات ہو جاتی ہے''

''ٹھیک ہے......ضرور بات کرو......مگر آفس کی نہیں......اور نہ ہی میرے متعلق''

''سر......قسم سے......توشی بڑی چالو ہے...... باتوں باتوں میں پوچھ لیتی ہے''

''فوزیہ جی......! آفس کی بات باہر نہ کرو......اور گھر کی بات آفس میں نہ ہو......آفس کو آفس میں چھوڑ کر جاؤ......اور گھر کو گھر چھوڑ کر آؤ''

فوزیہ نے چترائی سے بات بدلی:

''سر......! آپ کو پتہ ہے......جنوری میں لیاقت علی دو مہینے کی چھٹی پر آ رہا ہے اس کے آنے کے ایک ہفتہ بعد ہماری شادی ہے''فوزیہ نظریں جھکائے شرما رہی تھی۔

''اچھا......اچھا......تم نے کھیر اس لیے بنائی ہے''

''سر......! ایک اور بات...... مجھے دو مہینے کی چھٹی بھی چاہیے''

''کب سے......کب تک؟''بلال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''لیاقت علی کے آنے سے ایک دن پہلے سے اور جانے کے ایک دن بعد تک......''

فوزیہ کے گال شرم کی وجہ سے سرخ ہو گئے تھے اور آنکھوں میں کئی خواب جاگ اٹھے تھے۔

''ہاں سر......ایک اور بات......ایک معذرت ایڈوانس میں قبول کر لیں''

''وہ کیا......؟''بلال کو اندازہ تھا کہ اس نے پھر کوئی بونگی مارنی ہے۔

وہ میں نہیں بتا سکتی ابھی......آج کل میں آپ کو پتہ چل جائے گا...... بلال گردن کو جنبش دیتے ہوئے مسکرایا، وہ سب کچھ سمجھ گیا تھا۔

''ایک شرط پر تمہاری معذرت قبول کروں گا''

''وہ کیا......سر جی......؟''فوزیہ جھپاک سے بول اٹھی۔

''فوزیہ جی......حضرت عمرؓ کے ایک قول کا مفہوم ہے......اگر آقا اپنا راز اپنے غلام کو بتا دے تو سمجھو، غلام آقا بن گیا اور آقا اس غلام کا غلام بن گیا......زندگی میں اپنا راز کسی کو نہ بتاؤ اگر کوئی تمہیں اپنا راز بتا دے تو وہ اس کی امانت ہے......اس میں خیانت نہ کرو

آئندہ راز داری رکھنا یہی شرط ہے''

☆☆☆

''ویسے BG! بلال کے بارے میں کیا جانتی ہو''نوشی نے پوچھا۔

''میں جی......وہ تو کھلی کتاب ہے جی......اس کے بارے میں کیا جاننا......''

''پھر بھی......BG کچھ ایسا جو تمہاری نوشی میڈم کو نہ پتہ ہو......''

''نوشی بیٹی......! میں اپنے بچوں کو اتنا نہیں جانتی جتنا آپ سب لوگوں کو جانتی ہوں۔ کنواری تھی جب میری ماں مجھے لے کر آئی تھی...... بڑے چوہدری صاحب نے دیکھا تو آپ کے ڈیڈی کو بلایا اور کہا......جس طرح جمیلہ میری بیٹی ہے......اسی طرح یہ بھی......بہن کا خیال رکھنا...... بڑے سیانے تھے آپ کے دادا...... چور کو چوکیدار بنا دیتے تھے''

''چور کو چوکیدار......''نوشی نے تجسس سے الفاظ دہرائے۔

''بیٹا ابھی آپ کو سمجھ نہیں آئے گی''BG نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

''تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے تم آج پھر گھر پر ہو......؟''ناہید نے سرزنش کرتے ہوئے کہا جو کہ سیلابی ریلے کی طرح اندر داخل ہوئی تھی۔

''تم جاؤ......اور میرے لیے چائے لاؤ......'' BG کو دیکھ کر حکم صادر کیا۔

''تم دونوں رات کہاں گئی تھیں......؟ جانے سے پہلے کسی سے پوچھ تو لیا کرو''

''میں آپ کے روم میں بتانے گئی تھی......مگر آپ خود کسی پارٹی میں جا چکی تھیں''

''فون نہیں کر سکتی تھیں'' ناہید غصے سے چلّائی۔

''ماما......! کیا ہو گیا ہے آپ کو......میں نے آپ کا ایساری ایکشن پہلے کبھی نہیں دیکھا''

''پہلے تم نے ایسی حرکت بھی تو نہیں کی'' ناہید تڑاخ سے بولی۔

''فار گاڈ سیک......ایسا کیا کر دیا ہے......آپ کیوں اتنی ہائپر ہو رہی ہیں''

''مجھے بتاؤ......میں نے تمہیں کبھی روکا ہے کہیں بھی جانے سے......تمہیں خبر بھی ہے تمہاری اس حرکت سے میں کتنی ہرٹ ہوئی ہوں......؟''

''ویسے ماما......! مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے......توشی بھی ساتھ تھی......دادو سے اجازت لے کر گئے تھے اور بلال بھی ساتھ ہی تھا......'' نوشی اطمینان سے بتا رہی تھی۔

''یہی تو......اصل وجہ یہی ہے......'' ناہید دانت پیستے ہوئے بولی۔

''ماما......! سچ کہوں......وہ ایسا نہیں ہے......جیسا آپ نے مجھے ساری زندگی بتایا'' نوشی نے سادگی سے اپنی ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سب کچھ کہہ دیا۔

''تم بھی توشی کی زبان بول رہی ہو۔ بائی داوے تم پر یہ حقیقت کب کھلی؟'' ناہید غصے سے بولی۔

نوشی مسکراتے ہوئے اپنی ماں کے گلے لگ گئی۔

''آپ غصہ نہ ہوں آئندہ آپ کی پرمیشن لے کر جاؤں گی''

''وہ اچھا لڑکا نہیں ہے'' ناہید نے شوشہ چھوڑا۔

''3 بجے تک اسکول سے فارغ ہو جاتا ہے......گھر مغرب کے بعد آتا ہے......چھٹیاں یہ باہر گزارتا ہے اور ہر اتوار صبح نو بجے چلا جاتا ہے اور رات کو واپس آتا ہے......کسی کو انفارمیشن نہیں کہاں ہوتا ہے سارا دن......پچھلے آٹھ دس سال سے ایسے ہی ہے......ٹپیکل پینڈو ہے......بیک ورڈ سوچ کا مالک......''

دروازے پر دستک ہوئی، دروازہ کھلا تھا، SMS چائے کی ٹرالی کے ساتھ برآمد ہوا۔

''آ جاؤ......SMS......'' نوشی نے کہا۔

''یہ آپ کی چائے'' SMS نے چائے ناہید کو پیش کی۔

''آپی آپ کے لیے کیا بناؤں؟'' SMS نے نوشی کو دیکھ کر پوچھا۔

''ماما جیسی چائے'' نوشی نے ناہید کو مسکا لگایا

''اور SMS کیا خبر ہے تمہارے پاس'' نوشی چائے کا سپ لیتے ہوئے بولی۔ وہ کوئی گوسپ سننے کے موڈ میں تھی۔

''آپی......آپ کو پتہ ہونا چاہیے''SMS نے اپنی بات میں تجسس پیدا کیا۔

''نہیں...... سچی مجھے کچھ نہیں پتہ''نوشی بھولی صورت بنا کر بولی۔

SMS نے ادھر ادھر دیکھا پھر ہولے سے کھسر پھسر کی

''DJ کی پھر سے منگنی ٹوٹ گئی ہے''SMS نے مذاق کے انداز میں بتایا۔

''آپی میرا نام مت بتائیے گا، ویسے یہ تیسری دفعہ ہوا ہے اس کے ساتھ''

''اسی سے پوچھ لو......ریالٹی کیا ہے......اور Fake کیا ہے......بتاؤ SMS سب کچھ بتاؤ جو تمہیں معلوم ہے......''

ناہید کے الفاظ نفرت کا لباس پہنے ہوئے تھے اور SMS کے چہرے پر حیرانی تھی نوشی نے شکوے سے اپنی ماں کو دیکھا۔(ماما جانے بھی دیں) دل میں کہا۔

''SMS......!تمہیں پتہ ہے بلال ہر سنڈے کہاں جاتا ہے؟''ناہید نے ترش لہجے میں پوچھا۔

''نہیں جی...... مجھے تو نہیں پتہ''SMS کھلے منہ کے ساتھ بولا۔

''اور اسکول کے بعد کہاں جاتا ہے؟''ناہید نے دوبارہ سخت لفظوں سے حملہ کیا۔

''نہیں......ہاں......وہ......جی......وہ موچی بابا کے پاس بیٹھا ہوتا ہے''SMS ہکا بکا بول رہا تھا۔

''موچی کے پاس......موچی......''نوشی کے الفاظ حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

''سن لو......بس یہ کسر باقی تھی......ملک کے بڑے ایکسپورٹر جمال رندھاوا کا بھانجا ایک موچی کے پاس بیٹھتا ہے......''ناہید نے چائے کا آدھا کپ میز پر رکھا۔ چائے سے اُٹھنے والی بھاپ کو شک کا دھواں بنانے کی کوشش کی اور کمرے سے نکل گئی۔ نوشی کے چہرے پر پریشانی تھی SMS کچھ الجھا ہوا تھا، میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے۔ ناہید جاتے ہوئے حقیقت کی زمین پر شک کا بیج ڈال گئی تھی......اب حقیقت کی زمین پر عشق کا پانی کھڑا تھا مگر جیسے ہی عشق کا پانی اترے گا اور نفرت کی دھوپ پڑے گی تو شک کا بیج دیکھتے ہی دیکھتے برگد کے درخت کی طرح اپنی جڑیں زمین میں دُور دُور تک پہنچا دے گا۔ شک کا درخت وہ بھی برگد کی طرح ہی مضبوط اور بڑا ہوتا ہے۔

☆☆☆

بلال اور بابا جمعہ بیٹھے ہوئے چائے پی رہی تھے۔ آج بابا جمعہ کے پاس ان کا کوئی گاہک نہیں تھا۔ عادل بابا جمعہ کی طرف ہی آ رہا تھا۔ بلال اس کو دیکھ کر مسکرایا۔

عادل عقیل ہاشمی فربہ جسم کا مالک تھا، رنگ گندمی قد کاٹھ درمیانہ بال چھوٹے چھوٹے سوال زیادہ کرتا اور سوچتا کم تھا ذہین تھا مگر ذہانت سوال ڈھونڈنے میں لگاتا۔ ہاں اپنی غلطی مان لیتا بڑی بات ہنستے ہنستے پوچھ لیتا، بات کرتا تو الفاظ غیر مناسب ہوتے مگر لہجہ شائستہ ہوتا اس لیے برا نہ لگتا تھا۔

آج بھی وہ سوالوں کی پوٹلی سر پر اٹھائے ہوئے آ گیا تھا۔

''السلام علیکم......سب سے پہلے تو میں اس دن کی بات پر معذرت کرتا ہوں''بابا جمعہ عادل کی بات سن کر

مسکرائے پھر فرمایا:

''وعلیکم السلام! بیٹا جی......اور معذرت کس بات پر؟''

''وہ اس دن جب میں آپ کے طریقہ علاج پر تنقید کر رہا تھا''

''دیکھو بیٹا......! اختلاف گفتگو کا حسن ہے......مگر خیال رہے اختلافِ رائے کبھی بھی نفرت کی شکل اختیار نہ کرے۔ پھر خیر ہے ایسا اختلاف رحمت ہے''

''میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں'' عادل نے سیدھا سوال کر دیا۔

''ضرور بیٹا جی......پوچھیے'' بابا جمعہ بولے سادگی سے۔

''مگر شرم آ رہی ہے......میرا سوال تھوڑا بولڈ ہے'' عادل نظریں چرا کر بولا۔

''شرع میں کوئی شرم نہیں ہے'' آپ پوچھو بابا جمعہ نے حوصلہ بڑھایا۔

''آپ نے کبھی کسی عورت سے محبت کی ہے......؟'' عادل نے ایمانداری سے پوچھ لیا۔

''الحمدللہ......بالکل کی ہے......اپنی والدہ محترمہ اور بیوی سے''

''نہیں نہیں......میں وہ......دوسری محبت کی بات کر رہا ہوں......آپ سمجھے نہیں''

''بیٹا جی......! میں بالکل سمجھ گیا ہوں......آپ کس محبت کی بات کر رہے ہیں ہاں وہ بھی کی تھی......''

''پھر......کیا ہوا......کچھ بتائیں......اس کے بارے میں''

بابا جمعہ کا چہرہ کھل اٹھا وہ ہنس رہے تھے، بلال بھی شاید اتنا زیادہ کبھی پہلے نہیں ہنسا ہوگا۔

سوال تو عادل کا سیدھا تھا مگر اس کے پوچھنے کا انداز ایک چھوٹے بچے کی طرح کا تھا جو کہ معصومیت سے کچھ بھی پوچھ لیتا ہے۔

کچھ انداز......سوال سے زیادہ......حسین ہوتے ہیں......ایسا ہی کچھ انداز عادل عقیل ہاشمی کا تھا۔

بعد میں وہ بھی اپنے سوال پر ہنس پڑا۔

''اب تمہارے والی محبت کی بات کرتے ہیں......میں کوئی بیس اکیس سال کا تھا......مجھے ایک لڑکی بہت اچھی لگتی تھی، اس کی آنکھوں میں تو محبت ہی نظر آتی تھی......مگر اس نے مجھے کبھی میرے خط کا جواب نہیں دیا کبھی مجھ سے ملاقات نہیں کی......بس ہلکا سا مسکرا دیتی تھی......ایک سال ایسے ہی گزر گیا۔ ہمارے میواتی لوگ ایک بزرگ کو بہت مانتے تھے......بابا سیلانی ان کا نام تھا......میں ان کے پاس چلا گیا......کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بول پڑے:

''چھوری کا کیا نام ہے......کیسی ہے......؟'' انہوں نے جلالی انداز میں پوچھا۔

''بہت اچھی ہے......مگر مغرور بہت ہے......نخرہ بھی بہت کرتی ہے......اپنے حسن پر ناز بھی بہت ہے......اپنی حیثیت پر اتراتی ہے پھر بھی مجھے محبوب ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں......''

میں نے ساری باتیں بابا سیلانی کو صاف گوئی سے بتا دیں۔

''وہ مسکرائے اور بولے پوری کائنات میں صرف ایک محبوب عیبوں سے پاک ہے اور وہ محبوب خدا حضرت محمدؐ

ہیں، تمام محبوبوں کے بھی سردار اور وہ اللہ کے محبوبؐ ہیں اور ان میں کوئی عیب کوئی کمی نہیں ہے......اور باقی سب کے محبوب عیبوں والے ہیں، نقائص والے ہیں، خامیوں والے ہیں، محبت کی پہلی شرط یہ ہے کہ محبوب کے عیب آپ کو نظر نہ آئیں، اگر عیب نظر آ گئے تو پھر محبت ناقص ہے......عیب ہوتے ہوئے نظر نہ آئیں تو سمجھو محبت کی پہلی سیڑھی پر آپ کا قدم ہے''

میں بابا سیلانی کی بات سن کر پانی پانی ہو گیا اور کافی دیر شرمندگی سے ان کے سامنے بیٹھا رہا۔ نمکین پانی میری آنکھوں سے برسنے کے لیے تیار بیٹھا تھا میرے ضبط کے باوجود ٹپ ٹپ آنسو مٹی پر گر رہے تھے۔

بابا سیلانی جلال سے بولے:

''بس کر چھورے......بس کر......فقیر منگتا ہوں......تجھے کچھ نہیں دے سکتا......خود فقیر ہوں......''

''ہجور بس دُعا کر دو......''میں نے عرضی پیش کی۔

''چل چپ کر جا......تیرے لیے مانگتے ہیں......بادشاہوں کے بادشاہ سے......بتا کیا مانگنا ہے......؟''

بابا سیلانی نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے جلدی سے عرضی پیش کی۔

''ہجور......اپنا محبوب......اور محبت کا طریقہ، سلیقہ آ جائے......بس ہجور......بس''

''چھورے سب کچھ مانگ کے کہتا ہے......بس......بس......''

انہوں نے بند آنکھوں لرزتے ہونٹوں اور کھلے ہاتھوں سے میرے لیے دُعا کی۔ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد عادل دوبارہ بول پڑا:

'' پھر اس لڑکی کا کیا بنا......جس سے آپ محبت کرتے تھے......؟''

''کلثوم کا......؟ میری اس سے شادی ہو گئی'' بابا جمعہ نے بتایا۔

''اگر آپ کو برا نہ لگے تو میں......ان سے بھی ملنا چاہتا ہوں'' عادل نے اگلی فرمائش کر دی۔

''کوچ کا نقارہ بجا، وہ یہاں سے کوچ کر گئی......'' بتاتے ہوئے بابا جمعہ کی آنکھوں میں نمی تھی اور وہ یادوں کے میلے میں کھو کر اُلفت کے منظر دیکھ رہے تھے۔

''عادل صاحب......! آپ نے اپنی بات تو بتائی نہیں......'' بلال نے جانچتی نگاہوں سے پوچھا۔

''میری بات تو کوئی بھی نہیں......آپ کیسے کہہ سکتے ہیں'' عادل گھبرا کر بولا۔

''بلال کا اندازہ تو اکثر ٹھیک ہوتا ہے'' بابا جمعہ نے عادل کو بتایا۔

''وہ میرے ساتھ پڑھتی تھی......ساری باتیں آپ کی کہانی والی ہیں......سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا کروں......؟''

''سب سے پہلے اپنی پڑھائی مکمل کرو'' بابا جمعہ نے جواب دیا۔ بلال نے بابا جمعہ سے جانے کی اجازت لی اور اپنی گاڑی کی طرف چل دیا۔

''بلال بھائی......!'' عادل نے پیچھے سے آواز دی۔

''جی......عادل صاحب!''

''وہ ایک کام تھا......آپ سے'' عادل جھجکتے ہوئے بولا۔

☆☆☆

''جدھر آپ کا گھر ہے اس سے تھوڑا آگے ہمارا کھو ہوتا تھا اور اس کے کنارے بڑا سا پیپل کا درخت تھا اور ساتھ ہی ہمارا ویلنا لگا ہوتا تھا''

BG اپنے بچپن کے قصے سنا رہی تھی، جب بلال کمرے میں داخل ہوا دونوں بہنیں مقابلہ کر رہی تھیں دادی کی ٹانگوں کی مالش میں...... یہ بلال کی صحبت کا اثر تھا، ورنہ آج کل کے بچے تو دادا دادی کو منہ ہی نہیں لگاتے۔

''BG یہ ویلنا کیا ہوتا ہے؟'' نوشی نے پوچھا۔

''ویلنا جی...... کیسے بتاؤں......'' BG سوچ رہی تھی۔

''گنے کا رس نکالنے والی دیسی مشین جو بیلوں کی مدد سے چلتی ہے'' بلال نے تفصیل بتائی۔

''پھر ایک دن میں ویلنے میں گنے لگا رہی تھی تو وہاں روڑ سے دوموئی نکل آئی''

''اب یہ روڑ اور دوموئی کیا ہیں؟'' توشی بیزاری سے بولی۔

''BG آپ سے سٹوری سننی ہو تو پہلے ٹرانس لیشن کے لیے کسی کو ہائیر کرنا پڑتا ہے۔'' توشی نے بلال کی طرف دیکھا ''بتائیے یہ بھی بتائیے......روڑ اور دوموئی''

''روڑ کا مطلب بل اور دوموئی کا مطلب سانپ کی کزن ہے''

''مطلب جیسے ہم دونوں تمہاری کزن ہیں......دوموئی......اور تم سانپ ہو جس نے سو سال بعد روپ بدل لیا ہے......جبھی تو ایسی پرانی باتیں جانتے ہو......ویلنا روڑ، دوموئی وغیرہ'' BG جا چکی تھی اور یہ دونوں بہنیں بھی ہاتھ دھو کر آ چکی تھیں۔

''آپ کہاں اتنی دیر لگا دیتے ہیں......اسکول سے تو آپ ڈھائی تین بجے تک فارغ ہو جاتے ہیں'' نوشی سب کچھ جان کر بھی انجان بن رہی تھی۔

''میں بابا جمعہ کے پاس بیٹھ جاتا ہوں'' بلال نے کچھ چھپائے بغیر جواب دیا۔

''وہ جو موچی ہے...... بڑا عجیب سا نام ہے جمعہ'' نوشی نے دوٹوک تبصرہ کر دیا۔ اب توشی کی باری تھی جہاں آرا بیگم خاموش تماشائی کی طرح سارا تماشا دیکھ رہی تھیں۔

''آج کل بڑے تحفے دیے جا رہے ہیں'' توشی مذاق سے بولی۔

''فراک اچھی ہے ہمیں بھی منگوا دو چاہے لنڈے ہی سے کیوں نہ ہو''

''ٹھیک ہے......اور کچھ حکم......'' بلال دھیرے سے بولا۔

''کتنے کوٹ ہیں تمہارے پاس'' توشی نے مذاق کے انداز میں پوچھا۔

''40 کے آس پاس'' بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اور ان چالیس میں سے لنڈے کے کتنے ہیں'' نوشی نے لب کشائی کی۔

''چار......'' بلال نے صاف گوئی سے سچ بولا۔

دونوں بہنیں کھل کھلا کر ہنس پڑیں جیسے غریب کی غربت کا مذاق اڑا رہی ہوں مگر بلال غریب نہیں تھا اور وہ یہ بھول رہی تھیں۔

''ویسے وہ کوٹ کبھی پہنو تو بتانا ضرور'' نوشی نے بے تکی سی فرمائش کی۔

''اب نہیں پہنتا اس لیے کہ اب وہ چھوٹے ہو چکے ہیں، رکھے اس لیے ہیں کہ مجھے یاد رہے اور میں کسی لنڈے کے کپڑے پہننے والے کا مذاق نہ اڑاؤں''

''ایکسکیوزمی......'' بلال اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

جہاں آرا بیگم نے خاموشی سے سب کچھ دیکھا مگر کہا کچھ نہیں تھوڑی دیر بعد نوشی بھی چلی گئی۔ توشی کو دادی نے روک لیا تھا۔

''یہ بیٹا تم نے اچھا نہیں کیا'' دادی نے خفگی سے کہا۔

''کیا اچھا نہیں کیا......دادو......؟'' توشی بے نیازی سے بولی۔

''میں تو مذاق کر رہی تھی مگر بلال تو برا مان گیا، اکثر اس سے مذاق کرتی ہوں، مگر اس نے کبھی مائنڈ نہیں کیا''

''بیٹا تم نے ہمیشہ اس سے اکیلے میں مذاق کیا ہے......یا پھر میرے سامنے......مگر آج تم نوشی کے سامنے شروع ہوگئی......اور تمہاری ماں نے بھی نوشی کے خوب کان بھرے ہیں......آج سارا دن......بلال کے خلاف'' دادی زخمی آواز کے ساتھ رُوداد سنا رہی تھیں۔

''اتنا روپیہ پیسہ ہونے کے باوجود میرے بچے نے فقیروں جیسی زندگی گزاری ہے......تمہیں نہیں پتہ خود پڑھنے کے لیے لوگوں کے گھروں میں جا جا کر ٹیوشن پڑھاتا تھا مگر اپنے پیسے میں سے کبھی ایک دھیلا نہیں مانگا......مجھ سے بھی کبھی ایک پیسہ نہیں لیا......تیرا باپ میرا بیٹا بڑا تھوڑ دلا مرد ہے اور تیری ماں بڑی کپتی ...... تیرے بھائی کو اگر کچھ نہ ملتا تو سارے گھر میں تھرتھلی مچا دیتا اور تم دونوں ماں باپ کی ہیجلی (پیاری) تھیں......تم سب گھر والے بڑے ڈاہڈے ہو بھئی......بڑے ڈاہڈے ہو......بڑے ڈاہڈے'' دادی کی آنکھوں سے مون سون کی بارش کی طرح آنسو ٹپک رہے تھے۔

''Sorry......Sorry دادو......او مائی گاڈ......یہ میں نے کیا کر دیا......دادو مجھے معاف کر دیں......پلیز......دادو......آئی ایم ویری سوری......''

توشی اپنی دادی سے لپٹ کر معافی مانگ رہی تھی۔ دادی آنسو صاف کرتے ہوئے درد میں ڈوبی ہوئی آواز کے ساتھ بول پڑی۔

''معافی مجھ سے کیوں مانگتی ہو......اس سے جا کر مانگو......جس کی عزت اور خودداری کے سارے بخیے ادھیڑ دیے تم نے اور تمہاری بہن نے......''

توشی کافی دیر تک دادی سے لپٹی رہی اور معافی تلافی کرتی رہی......اس کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔

''میں جاؤں اس کے کمرے میں......؟'' اس نے دادی سے صلاح مانگی۔

''نہیں ابھی نہیں صبح......جب وہ اسکول کے لیے نکلے تو اس کی گاڑی میں بیٹھ جانا......تب بات کرنا اس

سے......'' دادی نے بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ مشورہ دیا۔

☆☆☆

ارم واسطی اپنے ڈبل بیڈ پر کہنی کے بل لیٹی ہوئی ولید سے آنکھیں چار کر رہی تھی یہ دونوں پانچ مرلے کے ایک پورشن میں میاں بیوی کی طرح زندگی گزار رہے تھے مگر نکاح کے بغیر۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کی لت لگ گئی تھی نیچے والے پورشن میں بھی یہی کہانی تھی مگر کردار الگ تھے۔

ولید کا ایک بلڈر دوست اور اس کی ضرورت کوئی ایئر ہوسٹس بھی اسی طرح ٹائم پاس کر رہے تھے۔

''ہم کب تک ایسے زندگی گزاریں گے؟'' ارم شربتی آنکھوں اور حسرت بھری آواز کے ساتھ بولی۔

''یا خود کچھ کرلو یا میری مان لو......فول پروف پلان ہے''

''کرنا کیا ہے...... مائی سویٹ بے بی'' ولید نے ارم کی آوارہ لٹوں کو پکڑتے ہوئے پوچھا جو کہ اس کے پہلو میں تکیے پر سر رکھ کر لیٹا ہوا تھا۔

''جو......جو......میں کہتی ہوں کرتے جاؤ...... پرسوں ان کی ایک کلاس فیلو کی......تیل مہندی ہے......تم وہاں جاؤ اور کہانی شروع کرو......''

''مگر میں وہاں کیسے جا سکتا ہوں......کوئی انویٹیشن بھی تو ہو......''

''تو یہ بلڈر حنیف بسرا کس دن کام آئے گا؟''

''مگر......حنیف بسرا کا کیا تعلق......اس فنکشن سے؟''

''تعلق سالی سے نہیں ہوگا تو کس سے ہوگا......'' ارم اسٹائل سے بولی۔

''میں سمجھا نہیں؟'' ولید نے حیرت سے پوچھا۔

''بھولے بادشاہ ہو......سمجھا کرو......حنیف کی شادی اپنے چچا کی بیٹی ثانیہ سے ہوئی ہے، ثانیہ کی چھوٹی بہن رانیہ کی تیل مہندی ہے......مل گیا کارڈ......یا پھر ثانیہ کو سندیسہ بھجواؤں کہ آ کے اپنی سوتن سے مل لے جس کے نام پر پانچ مرلے کا گھر ہے وہ بھی ڈیفنس میں......''

''ارم تم بڑی کمینی ہو......کیا لومڑی والا دماغ ہے تمہارا......''

''اسی لیے تو کہتی ہوں...... چیتے بنو اور ان دو ہرنیوں میں سے ایک کا شکار کرلو......تمہارے بچے کھچے میں سے میں بھی کھا لوں گی......''

ارم واسطی تیکھے نقوش والی عام سے لڑکی تھی رنگت سانولی، قد درمیانہ، آنکھیں شربتی، جسامت دبلی پتلی بال گھنے کالے سیاہ......پہلی نظر میں لگے یہ کوئی مدراسن ہے جو پاکستان میں آ گئی ہے۔

دماغ لومڑی جیسا......مگر کوئی بڑا شکار اس کے ہاتھ لگا نہیں۔

☆☆☆

بلال فجر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدھا نانو کے کمرے میں تھا، آج جمعے کا دن تھا اور اس نے روزہ رکھا تھا اس

لیے وہ جاگنگ کے لیے نہیں گیا

''رات وہ دیر تک میرے پاس روتی رہی.....تمہارے پاس آئے گی.....بیٹا معاف کر دینا۔'' نانی بلال کے گال پر ہاتھ رکھ کے محبت سے اسے سمجھا رہی تھیں بلال کا چہرہ روشن چمکدار اور نکھرا ہوا تھا، بالکل بارش کے بعد کی دھوپ جیسا، تبسم پھولوں کی کلیوں کی طرح اس کے ہونٹوں پر تھا۔

''وہ تو میں معاف کر دوں گا.....میں ڈھیٹ ہو چکا ہوں، ایسی باتیں سن سن کر اس وقت مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے''

''ہاں بیٹا بولو.....'' نانی کو خدشہ تھا یہ وہی بات کرے گا پھر بھی انہوں نے حوصلے سے کہا۔

''آپ مجھے اس قید سے رہائی دے دیں۔ میں آزاد ہونا چاہتا ہوں.....''

بلال کچھ دیر خاموش رہا.....وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا.....مگر ارادہ بدل دیا۔

''میرے جیتے جی تو یہاں رہو.....میں مر کھپ جاؤں تو چلے جانا.....''

نانی اپنی محبت کا رونا رو رہی تھیں، بلال اپنی عزت اور خودداری کا سوالی بن کر نانی کے قدموں میں سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

''نانو.....! میں نے آپ سے زندگی میں کچھ نہیں مانگا.....آج مانگ رہا ہوں .....ان رشتوں کی قید سے رہائی.....نانو میں تو بے گناہ ہوں.....پھر بھی یہ قید کیوں.....کیوں.....آپ مجھے جانے نہیں دیتیں.....؟'' بلال کرب سے بول رہا تھا۔

''اس لیے کہ صبح و شام تمہیں دیکھ لیتی ہوں.....ایک بار تم چلے گئے تو واپس تھوڑی نہ آؤ گے..... آلنے (گھونسلے) سے گرے ہوئے بوٹ واپس آلنے میں نہیں آتے۔ ہاں میرے مرنے پر ضرور آؤ گے مگر قبرستان، گھر پھر بھی نہیں آؤ گے''

نانی کھوئی کھوئی آنکھوں سے ایسے بول رہی تھی جیسے مستقبل کو آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں اور بلال کی آنکھیں ایسے جیسے پتھر کی ہوں، نمکین پانی سفید نمک کی طرح چمک رہا تھا آنکھوں میں مگر کیا مجال کہ زمین پر گر جائیں یہ نمکین پانی کے قطرے۔

''تو آپ میرے ساتھ چلیں'' بلال نے درخواست کی۔

''بیٹا.....! پیٹ پہلے آتا ہے.....اور گھٹنے بعد میں.....ایک ماں اچھی منصف کبھی نہیں بن سکتی.....تُو میری بیٹی کا بیٹا ہے.....اور وہ میرا بیٹا ہے.....کیسے انصاف ہوسکتا ہے.....ہاں.....اگر تیری جگہ تیری ماں ہوتی.....تو پھر دھڑا..... برابر کا تھا''

☆☆☆

بلال گاڑی لے کر نکلنے ہی والا تھا عین اس وقت توشی آ گئی اچانک جیسے ڈاکو لوٹنے کے لیے پتہ نہیں اچانک کہاں سے نکل آتے ہیں، بالکل اسی طرح اور دروازہ کھول کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''آپ کے سونے کا وقت تھا اور آپ یہاں توشی جی......!'' بلال مسکراتے ہوئے بولا۔

''پاپا بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ تم سے زیادہ Selfless بندہ آج کل ملنا مشکل ہے، رات میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی......الٹی سیدھی بکواس کی......اور تم مسکرا رہے ہو تمہیں تو مجھ پر غصہ کرنا چاہیے تھا مگر تم تو......'' توشی سنجیدگی سے بات کر رہی تھی۔

''پہلی بات تو یہ کہ میں Selfless نہیں Selfish ہوں، اس مسکراہٹ میں بھی کوئی غرض ہے اور جہاں تک غصے کی بات ہے تو میں ڈھیٹ ہو چکا ہوں جیسے واٹر پروف ہوتا ہے ویسے ہی بے عزتی پروف ہوں۔ آپ پلیز اتریں مجھے دیر ہو رہی ہے......''

اسی لمحے بلال کے موبائل پر ایک کال آئی، اُس نے ریسیو کی، اب فکرمندی اس کے چہرے پر واضح تھی۔

''آپ پلیز اترو ایک ایمرجنسی ہے مجھے وہاں جلدی پہنچنا ہے میں نے آپ کو معاف کیا، جاؤ بابا......جاؤ......!''

''کیا ہوا کچھ بتاؤ تو سہی'' توشی نے فکرمندی سے پوچھا۔

''فوزیہ ایمرجنسی میں ہے اس کی خالہ کا فون آیا تھا'' بلال نے جواب دیا۔

''کیا مطلب ایمرجنسی میں ہے'' توشی نے تفصیل مانگی۔

''جناح ہسپتال کی ایمرجنسی میں، اللہ خیر کرے، آپ پلیز نیچے اترو، مجھے ہاسپٹل پہنچنا ہے''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں'' توشی نے جواب دیا۔

بلال اس کی ضد سے واقف تھا اس لیے خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ دونوں جناح ہاسپٹل کی ایمرجنسی میں تھے۔

ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہوتے ہی فوزیہ کی ماں نے بلال کو دیکھ لیا دُور ہی سے اٹھ کر اپنی جگہ سے ہاتھ کا اشارہ کر دیا۔

''فوزیہ تیرا سرآ گیا ہے'' فوزیہ کی ماں نے اسے ہولے سے خبر کر دی۔

فوزیہ جو کہ ہوش میں تھی اس نے آنکھیں بند کر لیں جیسے بے ہوش ہو ڈرپ اسے لگی ہوئی تھی اس کی ماں اور اس کی خالہ یعنی ہونے والی ساس پاس بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں بلال ان کے پاس آ گیا، توشی اس کے ساتھ تھی بلال نے سلام کیا اور فوزیہ کے پاس بیڈ کے بائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا یہ اس ہال کا آخری بیڈ تھا۔

بلال نے فوزیہ کی ماں اور خالہ کے چہروں کو پڑھا تو دونوں کے چہرے مطمئن تھے ''شکر ہے یا اللہ'' بلال نے دل میں کہا، اب اس نے فوزیہ کی طرف نظر کی اس کا چہرہ بغیر میک اپ کے قدرے بجھا ہوا لگ رہا تھا، مرجھائی ہوئی گلاب کی کلی کی طرح، کلی تو وہ تھی۔ بلال نے لب کشائی کی۔

''خالہ جان کیا ہوا ہے......فوزیہ جی کو......؟'' بلال نے اس کی ماں سے پوچھا۔

''بیٹا ہونا کیا ہے......بس مقدر ماڑے......نیند کی گولیاں کھالی تھیں وہ بھی......پورے کا پورا پتا......''

''مگر کیوں......کس لیے......کل تو بہت خوش تھی اور بتا رہی تھی کہ جنوری میں شادی ہے......'' بلال نے حیرت سے پوچھا۔

''وہی تو......خصمانوں خانے......لیاقت علی نے......ادھر شارجہ میں کسی......پھینی سے ویاہ کرلیا ہے......اگر میری بچی کو کچھ ہو جاتا تو میں نے لیاقت علی کو اپنا دودھ نہیں بخشنا تھا'' خالہ نصرت نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

اب فوزیہ کی ماں ثریا نے آنکھوں دیکھا حال بیان کرنا شروع کیا:

''رات کو میں نے اس کے کمرے میں جاتی ماری (دیکھا) یہ بے ہوش تھی اور کمپیوٹر لگا ہوا تھا، اللہ بھلا کرے رفیق رکشے والے کا، ہمارا کرایہ دار ہے، اسے اُٹھایا، وہ دس منٹ ہسپتال لے آیا''

''ڈاکٹر نے کچھ بتایا کب تک ہوش آجائے گا؟'' بلال نے پوچھا۔

''ہوش تو آ گیا ہے خیر سے......آپ کو دیکھ کر ڈرامہ کر رہی ہے'' فوزیہ کی ماں ثریا دوپٹے سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

بلال کو شرارت سوجھی میڈیکل رپورٹ کے پاس ایک پیپر پن پڑی ہوئی تھی اس نے اٹھائی اور ہلکے سے فوزیہ کے بائیں ہاتھ پر چبھو دی۔

فوزیہ یک لخت بول پڑی

''ہائے اللہ جی......'' اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

بلال اس کے سامنے کھڑا تھا اور اسے دیکھ رہا تھا فوزیہ کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا اور اس کا سینہ چھلنی چھلنی ہو چکا تھا اس کے چہرے پر ہارے ہوئے سپاہی کی طرح شکستگی پڑھی جا سکتی تھی اس کے ارمانوں کا خون سفاکی اور بے رحمی سے کر دیا گیا تھا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے مسیحا کو دیکھ رہی تھی۔

فوزیہ اکثر بلال کو کہتی تھی، سر آپ کے پاس ہر مرض کا علاج ہوتا ہے فوزیہ کو کہی ہوئی بات یاد تھی اور بلال کو وہ سنی ہوئی بات یاد تھی۔

''ایسے تھوڑی کرتے ہیں......'' مسیحا نے اپنا ہاتھ مریض کے ماتھے پر رکھا تو آنسو آنکھوں سے جاری ہو گئے جو اب تک قید تھے، جیسے ان کو رہائی مل گئی ہو۔ وہ مسلسل بہہ رہے تھے بغیر کسی آواز اور ہچکی کے۔ تھوڑی دیر میں فوزیہ کا تکیہ دونوں اطراف سے بھیگ چکا تھا، یہ آنسو نہیں تھے اس کا درد اور غم تھا......جو مسیحا کے چھونے سے سارے کا سارا بہہ چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فوزیہ نم آنکھوں اور گھائل آواز کے ساتھ بولی:

''سر......! میں نے مرنے کی کوشش تو بہت کی......لیکن کامیاب نہیں ہو سکی......''

''کوشش ہمیشہ جینے کی کرو......کامیاب ہو یا نہ ہو......'' بلال نے جواب دیا۔

''سر......! کہنا بہت آسان ہے اور سہنا بہت مشکل......''

''فوزیہ جی......! آپ صرف سہنے کی کوشش کرو......ہمت دینا اس کا کام ہے......''

''سر......! آپ کو کیا معلوم محبت کے غم کتنے بڑے ہوتے ہیں......''

''فوزیہ جی......! محبت کے غم کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں......زندگی جیسی نعمت سے چھوٹے ہی رہتے ہیں اور آپ اس زندگی کو ختم کرنے چلی ہو......''

''سر......! اگر آپ کے ساتھ ایسا ہوتا......تو......''

''تو......میں ......فوزیہ جی......خود کشی کبھی نہ کرتا......زندگی اس کی عطا کردہ نعمتوں میں سے سب کی ماں ہے......زندگی ہم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرض ہے......وہ فرض تو معاف کر دیتا ہے......مگر قرض نہیں......نہ اپنا......نہ اپنے بندوں کا۔'' توشی کھڑی ہوئی سب کچھ دیکھ رہی تھی اسے آج بلال کی زندگی کا ایک اور روپ نظر آیا وہ اپنی عمر سے بڑی باتیں کر رہا تھا۔ بلال ایک بار پھر بولا:

''اگر تمہیں کچھ ہو جاتا......تو......ان کا کیا بنتا......تمہاری ماں کا تمہاری خالہ کا......جو تمہیں دیکھ کر جیتی ہیں...... ان دونوں نے تم دونوں کی خاطر اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹ لیا......یہ دونوں شادی کر سکتی تھیں......مگر نہیں کی......تمہاری خاطر اور اس لیاقت کی خاطر......اور تم نے یہ حرکت کی......اور اس کی تو میں خبر لیتا ہوں......ابھی'' بلال نے یہ ساری گفتگو نپے تلے انداز میں موقع کی مناسبت سے کی ثریا اور نصرت بار بار اپنے آنسو دوپٹے سے صاف کر رہی تھیں اور فوزیہ نظریں جھکائے سن رہی تھی۔ بلال نے کچھ پیسے فوزیہ کی ماں کو دیے انہوں نے انکار کیا پیسے لینے سے۔

''خالہ جی......! رکھ لیں......ایسے ہی نہیں دے رہا ہوں......اس کی سیلری سے کاٹ لوں گا......'' بلال نے ماحول بدلنے کی خاطر مذاق سے کہا۔

''میں ڈاکٹر سے مل لوں......کچھ ضرورت ہو تو فون پر بتا دیجیے گا۔'' بلال نے پیچھے مڑتے ہوئے کہا اسی لمحے کسی نے اس کی آنکھیں پیچھے سے اپنی ہتھیلیوں سے بند کر دیں۔

''محسن رضا......'' بلال نے فوراً بول دیا۔

''کمال ہے......'' ''میں تجھے اب بھی یاد ہوں محسن رضا ڈاکٹر کا کوٹ پہنے حیرت اور مسرت سے کہہ رہا تھا۔

دونوں گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے جیسے سالوں کے بچھڑے ملتے ہیں۔

''آج کوئی چھ سات سال بعد ملے ہیں'' محسن نے اندازے سے کہا۔

''سات سال چار مہینے اور بائیس دن بعد'' بلال نے تفصیل بتائی۔

''کمال ہے......پھر سے تو بازی لے گیا'' ڈاکٹر محسن رضا بولا۔

ڈاکٹر محسن ان دونوں کو اپنے کمرے میں لے گیا بلال واش روم میں چلا گیا ڈاکٹر محسن نے کالج کے دنوں کا فولڈر کھول لیا اور توشی کو نوشی سمجھ کر قصے سنانے لگا۔

''بھابھی جی......آپ کو پتہ ہے......اس کے پاس آپ کی ایک تصویر ہوتی تھی اس میں آپ کی چھوٹی بہن بھی تھی......آپ دونوں نے سرخ رنگ کے کپڑے اور اوپر بلیک لیدر کی جیکٹیں پہنی ہوئی تھیں......ایک دن یہ دیکھ رہا تھا...... تو میں نے دیکھ لیا تب مجھے پتہ چلا ورنہ یہ تو اپنی بات کو ہوا ہی نہیں لگنے دیتا تھا''

ڈاکٹر محسن رضا ایسے ہی بات کر رہا تھا جیسے کالج کا سٹوڈنٹ ہو۔

''پھر میں نے اسے بلیک میل کیا مجھے بتاؤ ورنہ میں ساری کلاس کو بتادوں گا تب جا کہ اس نے مجھ کو آپ کے اور آپ کی بہن کے بارے میں بتایا یہ نسیم اور تسلیم ہیں۔ تصویر دیکھ کر تو لگتا تھا جیسے انجو اور منجو ہوں وہ چالباز فلم والی، اس نے مجھے بتایا نسیم میری منگیتر ہے، تو میں نے کہا یار یہ تیری سالی تسلیم اگر مجھے تسلیم کرلے تو مزہ آجائے پورے کالج میں صرف میں اکیلا اس کا دوست تھا...... سب حیران ہوتے کہ سب سے لائق بندے کا دوست سب سے نالائق مگر یہ حقیقت تھی...... پتہ نہیں بلال کو مجھ میں کیا نظر آیا کہ میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا ورنہ ہر کوئی بلال سے دوستی کرنا چاہتا تھا......''

بلال واش روم سے نکل آیا۔

''میں بھابھی کو اپنے کالج کے قصے سنا رہا تھا''محسن مسکراتے ہوئے بولا۔

بلال نے اپنا سر پکڑ لیا توشی کھا جانے والی نظروں سے محسن کو دیکھ رہی تھی بلال نے فوراً بات بدلی:

''محسن......! تم نے مجھے فوزیہ کی کنڈیشن کے متعلق انفارم نہیں کیا''

یادوں کی بارات واپس کالج جا چکی تھی، اور محسن بھی ڈاکٹر محسن رضا بن چکا تھا۔

''Well Actually کچھ پرابلم ہے Stomach میں، Thanks God ٹائم پر آگئے یہ لوگ اور آتے ہی دو تین Vomit کر دیں پیشنٹ نے، اور جو پلس پوائنٹ تھا، وہ یہ کہ نیند کی گولیاں ڈوپلیکیٹ تھیں جس کی وجہ سے بچت ہوگئی۔''ڈاکٹر محسن رضا بول رہا تھا ایک ڈاکٹر کی طرح۔

''یہ لو...... اب آدمی سکون سے مر بھی نہیں سکتا، اس ملک میں جہاں زہر بھی خالص نہ ملتا ہو......''توشی بھولی صورت بنا کر بولی۔

''اس نے نیند کی گولیاں کھائی تھیں زہر نہیں''ڈاکٹر نے وضاحت پیش کی۔

''زہر سمجھ کر ہی کھائی تھیں مگر ہوا کیا...... کچھ نہیں...... وہ تو زندہ بچ گئی ناں......''توشی نے سنجیدگی سے اپنی دلیل پیش کی۔ بلال اور محسن توشی کی دلیل پر ہنس پڑے۔

''ویسے آپ ڈاکٹر ہیں بھی ...... یا ایویں...... سفید کوٹ ہی پہنا ہے...... کہاں سے کیا MBBS آپ نے...... میرا مطلب ہے کون سے کالج سے......؟''

''میں نے میڈیکل کی تعلیم چائنہ سے حاصل کی ہے۔''ڈاکٹر محسن نے بتایا۔

''یہ لو...... اب ڈاکٹر بھی Made in China آگئے ہیں...... جیسی چائنہ کی چیزیں...... ڈاکٹر بھی ویسے ہی ہوں گے''توشی بیزاری سے بولی۔ بلال محسن کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا:

''ڈاکٹروں کا تو مجھے پتہ نہیں ...... ہاں چائنہ کی چیزیں اپنی قیمت کی مناسبت سے بہت اچھی ہیں...... تسلیم جی...... چائنہ کا غریب لوگوں پر بڑا احسان ہے...... وہ اشیا جو غریبوں کی پہنچ سے باہر تھیں...... چائنہ نے ان کے گھروں میں پہنچا دیں خیر چھوڑیں...... ڈاکٹر صاحب ہم چلتے ہیں۔''

''مجھے تو اب یاد آیا...... آپ مجھے بھابھی...... بھابھی کس چکر میں بلا رہے تھے''توشی کو اپنا نام تسلیم سن کر یاد آ ہی گیا۔

''تسلیم......!سوری......'' ڈاکٹر محسن شرمندگی سے بولا۔

''میرا گھر پاس ہی ہے یہیں فیصل ٹاؤن میں...... وہاں چلتے ہیں......آپ کو ناشتہ کرواتا ہوں......اپنی والدہ کے ہاتھ کا بنا ہوا......''

''یہ لو......اپنی ماں سے کام کرواتے ہو...... بیوی کے ہوتے ہوئے......اور گھر میں نوکر بھی نہیں رکھے'' توشی خائف ہو کر بولی ہاتھ لہراتے ہوئے۔

''نوکر تو ہیں مگر......کھانا، ناشتہ ماں کے ہاتھ کا بنا ہی کھاتا ہوں'' ڈاکٹر نے بتایا۔

''کیا بیوی مر گئی ہے؟'' توشی فٹافٹ بول اٹھی۔

''میری ابھی شادی نہیں ہوئی......'' ڈاکٹر محسن نے شرماتے ہوئے بتایا۔

''یہ لو...... لگتے تو آپ چار بچوں کے باپ ہیں'' توشی نے فٹافٹ جواب دیا۔

''کیا شادباغ چھوڑ دیا......؟'' بلال نے بات بدلی۔

''نہیں شادباغ والوں نے مجھے چھوڑ دیا......'' ڈاکٹر محسن نے مصنوعی مسکراہٹ کا سہارا لیا۔

''چل نہ یار نخرے نہ دکھا، اماں تجھے دیکھ کر خوش ہو جائیں گی، ویسے بھی سال بھر سے وہ کھلکھلا کر ہنسی بھی نہیں......'' ڈاکٹر محسن نے محبت سے درخواست کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ فیصل ٹاؤن میں واقع کنال کے گھر میں موجود تھے، محسن کی اماں نے بلال کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بڑی محبت سے ملیں۔ توشی کو بھی انہوں نے بڑے پیار سے گلے لگایا اس طرح کا پیار اور خلوص توشی کے لیے نیا تجربہ تھا۔

محسن کی اماں کا تعلق اندرون لاہور سے تھا اور شادی کے بعد وہ شمالی لاہور میں شادباغ بیاہی گئیں جو کہ اندرون لاہور سے ملتا جلتا علاقہ تھا، اخلاق اور محبت کے لحاظ سے۔

ڈاکٹر محسن رضا کا تعلق کشمیری بٹ فیملی سے تھا اوپر سے پیور لاہوریے۔ کشمیری بٹ دو وجہ سے شہرت رکھتے ہیں، ایک اپنی گوری رنگت کی وجہ سے اور دوسری اپنی خوش خوراکی کی وجہ سے، کاروباری لوگ، اور زندہ دل، محبت کرنے والے، یاروں کے یار، یہ کشمیری بٹوں کی دوسری خوبیاں ہیں۔

محسن کی اماں ناشتہ تیار کرنے کے لیے کچن میں جا چکی تھیں، ان کو دو ملازموں کی خدمات بھی حاصل تھیں اور انہوں نے توشی کو بھی کچن میں گھسیٹ لیا محبت کے زور پر۔

''بڑے بٹ صاحب نظر نہیں آ رہے......'' بلال نے پوچھا۔

''وہی تو میں رونا رو رہا ہوں......سال بھر پہلے ابا چھوڑ گئے۔ وہی جائیداد کے پواڑے بھائیوں کی جھک جھک بس یار خون سفید ہو گیا''

''ہوا کیا تھا......رضا بٹ صاحب کو......؟'' بلال نے پوچھا۔

''وہی ہماری قومی بیماری ہارٹ اٹیک......'' ڈاکٹر محسن بولا۔

''بھائی میرے تو اپنا خیال کر ڈاکٹر ہو کر اتنا وزن گین کر لیا ہے، اس عمر میں چاچا لگتا ہے'' دونوں کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

''ویسے یار......سالی تیری ہے ایٹم''، محسن بٹ نے فل تبصرہ کیا صرف ایٹم کہہ کر۔

''تو نہیں بدلا......ویسے کا ویسا......ڈاکٹری بھی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکی......شرم کرو وہ میرے ماموں کی بیٹی بھی ہے اور میں بڑی عزت کرتا ہوں اسکی......'' بلال کو کی بات پسند نہیں آئی اس کے باوجود اس نے تحمل سے جواب دیا دھیمے لہجے میں۔

''Sorry یار......میرا یہ مطلب نہیں تھا'' ڈاکٹر محسن نے شرمندگی سے کہا۔

''Sorry یار بلال غلط مت سمجھنا مجھے......تمہیں تو میری عادت کا پتہ ہے'' ''معذرت بار بار نہ کرو میں تمہیں جانتا بھی ہوں اور سمجھتا بھی ہوں، اسی لیے تمہارے گھر آ گیا......'' بلال نے سنجیدگی سے کہا۔

اتنے میں ملازم ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا رہا تھا، نہاری، پائے، حلوہ پوری، کلچے، پراٹھے اور لسی، پیور لاہوری ناشتہ یہ سب کچھ دیکھ کر ڈاکٹر کا گھر نہیں لگتا تھا مگر ڈاکٹر محسن ایسا ہی تھا، بول کر سوچتا کیا بول دیا اور سب کچھ کھا کر کہتا تھوڑا زیادہ کھا لیا، ایسے ڈاکٹرز بھی ہوتے ہیں۔ ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہوئے توشی نے دیکھ کر کہا:

''آنٹی یہ ڈاکٹر تو ہیں نا......؟''

''ہاں......ہاں......بیٹی......! ڈاکٹر ہی ہے......بلال بیٹا......! تم بھی آؤ نا......وہاں کیوں بیٹھے ہو......''

بلال نے محسن کو بتا دیا تھا کہ میرا روزہ ہے، محسن اور توشی آمنے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے اور محسن کی والدہ گھر کے سربراہ کی جگہ پر بیٹھی تھیں۔

''اماں آپ شروع کرو......اس کا روزہ ہے......'' ڈاکٹر محسن نے اطلاع دی......

''ہاں تو بیٹی......! بات دراصل یہ تھی کہ یہ بننا چاہتا تھا باڈی بلڈر......اور بٹ صاحب کی خواہش تھی......کہ یہ ڈاکٹر بنے......بٹ صاحب کے خاندان میں کوئی آٹھویں سے آگے نہیں گیا......کسی نے بٹ صاحب کو کہہ دیا کہ تیرے پورے خاندان میں ایک بھی ڈاکٹر نہیں ہے......تو ان کو غصہ آ گیا بڑے دونوں بیٹے تو پڑھائی چھوڑ چھاڑ کر باپ کے ساتھ گودام سنبھالتے تھے، یہ تھا نویں جماعت میں گھر کا سب سے پڑھا لکھا مرد، تو ڈاکٹر کا مشن اس کو سونپ دیا گیا......''

ڈاکٹر محسن کی والدہ بڑی خوش تھیں کیونکہ آج کافی دنوں بعد ان کا دسترخوان کسی مہمان کی میزبانی کر رہا تھا ان کی ساری گفتگو کے دوران بلال نے اپنے اسکول اطلاع کر دی تھی اور گھر پر بھی نانی کو بتا دیا تھا کہ توشی اس کے ساتھ ہے اور لیاقت علی کو بھی شارجہ فون کیا تھا۔

لیاقت علی نے جمعہ کی نماز کے بعد Skype پر بات کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

بلال دیکھ رہا تھا کہ توشی ان میں گھل مل گئی ہے اور کافی خوش بھی ہے، آتے ہوئے ڈاکٹر محسن کی والدہ نے اس کو ایک خوبصورت سوٹ کا تحفہ بھی دیا، ساڑھے 12 بجے وہ اسکول پہنچے۔ بلال نے توشی کو سکیورٹی گارڈ کی بیوی کے پاس چھوڑا۔ اس کے بعد بلال جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے چلا گیا اسکول میں چھٹی ہو چکی تھی۔ اسکول میں سکیورٹی گارڈ اور اس کی بیوی اور دو بچے تھے، بلال جمعہ پڑھ کر آ چکا تو اس نے لیاقت علی سے Skype پر شارجہ بات کی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ ہسپتال گئے، جب وہ وہاں پہنچے تو فوزیہ کافی بہتر تھی اور اس کی والدہ بتا رہی تھیں کہ ڈاکٹر نے کہا ہے کل چھٹی ہو جائے

گی۔

بلال نے انہیں بتایا کہ میری لیاقت علی سے تفصیل سے بات ہوئی ہے اور وہ شرمندہ ہے مگر اس نے شادی وغیرہ نہیں کی کسی سے بھی۔

''بات دراصل یہ ہے کہ جس سُپر مارکیٹ میں وہ کام کرتا ہے وہاں فلپائن کی ایک لڑکی اس کے ساتھ کام کرتی ہے ان دونوں نے مل کر ایک روم کرایہ پر لے لیا کرایہ بچانے کے لیے وہ دونوں ایک ساتھ ایک کمرے میں رہتے ہیں''

''ہائے......در فٹے منہ لیاقت کا......اسے ذرا شرم نہ آئی......یہ بے غیرتی کرتے ہوئے......بھلا کوئی گل ہے'' خالہ نصرت لیاقت کی ماں بولی۔

''اور وہ جو ننگی تصویریں Facebook پر میں نے کل رات کو دیکھی تھیں......وہ......'' فوزیہ نے شکایتی انداز میں کہا۔

''اب کیا کہتا ہے......اسے رکھنا ہے......یا پھر......'' فوزیہ کی ماں نے پوچھا۔

''دیکھیں خالہ جی......وہ اگلے مہینے نوکری چھوڑ کر واپس آ رہا ہے......ہمیشہ کے لیے......اس نے معافی بھی مانگی ہے......اور وہ شرمندہ بھی ہے......اب آپ نے فیصلہ کرنا ہے......اسے معاف کرنا ہے......یا نہیں......فوزیہ وہ تمہیں بھی فون کرے گا......میرا مشورہ ہے معاف کر دینا''

اس کے بعد بلال واپس ڈیفنس کے لیے نکلا، واپسی پر اس نے ایک قصائی کی دکان کے سامنے گاڑی روکی ہارن دیا آدمی جلدی سے باہر آیا اور گوشت کا ایک بڑا شاپر بیگ گاڑی میں رکھ دیا، بلال نے اسے پیسے تھما دیے، بات چیت کوئی نہیں ہوئی سلام دعا کے علاوہ جیسے پہلے سے سب کچھ طے ہو۔

''ویسے تم مرد بھی بڑے کمینے ہوتے ہو......ہمیشہ مرد کی سائیڈ ہی لیتے ہو'' توشی نے خاموشی توڑی اور بلال کی حرکت پر تبصرہ کیا۔

''اگر فوزیہ ایسی حرکت کرتی......تو کیا لیاقت علی اسے معاف کر دیتا......؟''

''لیاقت معاف کرتا یا نہیں......یہ تو میں نہیں بتا سکتا......مگر وہ لڑکا......اچھا ہے......میں نے تو صرف ایک بکھرے ہوئے گھرانے کو جوڑنے کی کوشش کی ہے......میں لیاقت کو دو بار شارجہ میں ملا ہوں......جس طرح کا وہاں ماحول ہے......شراب اور عورت آسانی سے مل جاتی ہے......بڑا مشکل ہے باہر کے ملکوں میں خود پر قابو رکھنا......''

''تم اگر شارجہ میں ہوتے تو......تم بھی بہک جاتے......؟'' توشی نے تیکھا سوال پوچھا۔

''بہکنے کے لیے شارجہ میں ہونا ضروری تو نہیں......آپ کے ڈیفنس میں سب کچھ ملتا ہے......'' بلال نے گاڑی چلاتے ہوئے بتایا۔

''ایک سوال پوچھوں......؟'' توشی نے جھجکتے ہوئے اجازت مانگی۔

بلال کے چہرے پر جان لیوا مسکراہٹ تھی اور وہ مسکراتے ہوئے بولا:

''صبح سے کیا کر رہی ہو......سوال ہی تو پوچھ رہی ہو......''

''نوشی اگر کوئی ایسی حرکت کرے تو......؟'' توشی نے بڑی بات سادگی سے کہہ دی۔

''دیکھو توشی جی کہنا آسان ہے......کرنا مشکل ......غلطی اور گناہ الگ ہیں......جھوٹ اور فریب الگ ہیں......غلطی اور گناہ معاف کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت ہے......اور نبی پاکؐ کی حدیث کا مفہوم ہے میرا امتی ہر گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے......جھوٹا اور فریبی کبھی نہیں ہو سکتا......'' گاڑی گھر کے مین گیٹ کے سامنے پہنچ گئی تھی۔

''تم نے مجھے واقعی معاف کر دیا ہے؟'' توشی نے اترنے سے پہلے پوچھا۔

''ہاں کر دیا ہے......'' بلال سنجیدگی سے بولا۔

''مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی مگر......ٹائم ہی نہیں ملا'' توشی معصومیت سے بولی۔

''یہ لو......'' بلال نے توشی کی نقل اتاری اس کا تکیہ کلام بول کر۔ توشی کھل کھلا کر ہنس دی اور جاتے ہوئے بولی:

''پیاز گوشت اچھی طرح بنانا......آج وہ بھی کھائے گی''

☆☆☆

مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر وہ دونوں کھانا کھانے میں مصروف تھے، روزہ انہوں نے پھل اور کھجوروں سے کھولا تھا اور اب وہ دونوں خمیری افغانی روٹی کے ساتھ پیاز گوشت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

یہ چھوٹی سرخ اینٹوں کا دو منزلہ گھر تھا، پیچھے دو کمرے، برآمدے کے بغل میں رسوئی، اس سے آگے بیٹھک جس کا ایک دروازہ گلی میں کھلتا تھا اور ایک گھر کے آنگن میں، گھر میں داخل ہوں تو بڑا لکڑی کا دروازہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

صحیح کہتے ہیں کہ گھر کا دروازہ ماتھے کا جھومر ہوتا ہے اندر داخل ہوں تو سیڑھیوں کے نیچے طہارت خانہ جس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ سیڑھیوں سے اوپر جائیں تو گھر کا چوبارہ نظر آئے گا، چوبارہ گلی کی طرف بنا ہوا تھا۔ یہ خوبصورت مکان کسی سکھ سردار نے غدر سے پہلے بڑے شوق سے بنوایا تھا اب یہ بابا جمعہ کی ملکیت تھی۔ مکین کون ہوا ہے......اور مکان کس کا تھا......گھر کے آنگن میں بہت سارے پھولوں کے پودے گملوں میں سجے ہوئے تھے گھر میں ہمیشہ بھینی بھینی خوشبو آتی رہتی، کچھ تو پھولوں کی تھی اور کچھ ایمان کی خوشبو۔ بابا جمعہ کہتے سب سے اچھی خوشبو ایمان کی ہوتی ہے۔

''آپ کو لگتا ہے......مزہ نہیں آیا......'' بلال نے مٹی کی پلیٹ میں پیاز گوشت ڈالتے ہوئے بابا جمعہ سے کہا جو کہ اپنی مٹی کی پلیٹ بالکل صاف کر چکے تھے۔

''بلال تم بناؤ پیاز گوشت اور مزہ نہ آئے......یہ کیسے ہو سکتا ہے......'' بابا جمعہ مسکراتے ہوئے بولے ''مگر بات یہ ہے بھوک مرنے نہ دو......''

''میں سمجھا نہیں......'' بلال نے تجسس سے پوچھا۔

''مزہ بھوک کو زندہ رکھنے میں ہے......بھوک کو ختم کرنے میں نہیں، بھوک زندہ رکھو اور لالچ کو ختم کر دو''

بلال اپنا کھانا ختم کر چکا تھا، اس نے برتن اٹھائے دستر خوان سمیٹا اور چٹائی کو لپیٹ کر رکھ دیا اور ہاتھ دھو کر آ گیا، بابا جمعہ اپنے پلنگ پر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اوپر انہوں نے ایک گرم لوئی لی ہوئی تھی۔ بلال ان کے سامنے لکڑی کی

کرسی پر بیٹھ گیا۔

''بلال صاحب کمزور انسان بھوک سے مرجاتا ہے راہب اور جوگی بھوک مار دیتا ہے.....مومن کی بھوک ہمیشہ زندہ رہتی ہے.....بھوک نیکی کرنے کی، اچھائی، صدقہ، خیرات، بھلائی کرنے کی.....اگر پیٹ کی بھوک کی بات ہو تو اسے بھی زندہ رکھو ختم نہ کرو صحت مند رہو گے۔''

☆☆☆

وہ دونوں سرونٹ کواٹر میں ایسے کھانا کھا رہے تھے جیسے باراتی کھاتے ہیں، حق سے رُعب سے منہ کھول کر دھڑلے سے اسی وقت باجی غفوراں اندر داخل ہوئی۔

''وے رج کے کمینیو.....خصمانوں کھانے.....اِدھر غرق ہوئے نے.....میں نے سارا گھر چھان مارا'' باجی غفوراں بول رہی تھی۔

''باجی آجا..... بڑا مزیدار سالن ہے.....'' SMS نے دعوت دی۔

''تم دونوں سے کچھ بچے گا.....تو کھالوں گی'' باجی غفوراں نے جواب دیا۔

''بلال صاحب نے تو.....عیاشی کروادی'' DJ نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

''بلال نے پکایا ہے.....؟'' باجی غفوراں نے محبت سے پوچھا۔''اگر بلال نے پکایا ہے تو آدھی روٹی کا سالن چھوڑ دینا''

مگر ان دونوں نے پلیٹ صاف کر دی، باجی غفوراں نے دیکھ کر کہا۔

''شودے ناہون تے (بھوکے کہیں کے)''

''یار.....DJ.....مزہ آگیا'' SMS نے منہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

''واقعی مزہ آگیا.....'' DJ ڈکار لیتے ہوئے بولا۔''بلال صاحب کے ہاتھ چومنے کو دل کرتا ہے''

''وڈے ہیجلے.....بلال کے.....اک جاسوس.....اور دوسرا چمچہ.....'' باجی غفوراں نظروں سے تیر چلاتے ہوئے بول کر چلی گئی وہاں سے۔

جب باجی غفوراں پورچ کے پاس سے گزر رہی تھی تو بلال گاڑی سے اتر رہا تھا۔

''باجی.....! آپ میرے کمرے میں آئیں.....'' بلال اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ باجی غفوراں بلال کے پیچھے اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔

''باجی.....! فریج میں آپ کے لیے پیاز گوشت رکھا ہے.....وہاں سے لے لیں'' بلال وارڈ روب سے کپڑے نکال کر واش روم جاتے ہوئے بولا۔

باجی غفوراں چند منٹ اس جگہ کو دیکھتی رہی جہاں بلال کھڑا تھا جیسے کچھ سوچ رہی ہوں اتنے میں بلال کپڑے چینج کر کے آچکا تھا۔ باجی غفوراں بلال کی موجودگی سے بے نیاز اسی جگہ کو دیکھ رہی تھیں۔

''باجی.....! کہاں کھو گئیں.....آپ.....خیریت تو ہے.....؟'' بلال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں بیٹا.....سوچ رہی تھی .....آج باجی جمیلہ زندہ ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر بڑا مان کرتیں'' حسرت بھری آواز سے باجی غفوراں نے کہا۔

''باجی اس کی نعمتوں پر شکر کرنا چاہیے.....مان نہیں.....''

''بیٹا.....! تُو بھی بڑا اور تیری باتیں بھی..... ہمارے گاؤں میں بڑے میاں جی ہوتے تھے..... بڑے سیانے بڑے نیک.....جس کو پھونک ماردیتے وہ ٹھیک ہو جاتا..... پر تو.....تو بغیر پھونک کے ہی..... بندے کو ٹھیک کر دیتا ہے''

☆☆☆

''پھر بلال نے کہا فوزیہ کو وہ فرض تو معاف کر دیتا ہے.....مگر قرض نہیں.....'' توشی سارے دن کا احوال دادی کو سنا رہی تھی۔

''نوشی کہاں ہے.....؟'' دادی نے پوچھا۔

''وہ ماما کے ساتھ کسی پارٹی میں گئی ہے.....'' توشی نے بتایا'' کل ہم بھی تیل مہندی پر جوہر ٹاؤن جا رہے ہیں''

''جوہر ٹاؤن کون ہے.....؟ جس کی تیل مہندی پر جا رہے ہو؟'' دادی نے پوچھا۔

''دادو وہ ہماری کلاس فیلو ہے.....اس کی شادی ہو رہی ہے''

''اور کون.....کون جا رہا ہے'' دادی نے فکرمندی سے پوچھا۔

''میں اور نوشی.....DJ بھی ساتھ ہوگا''

''بیٹا کوئی سیانا ساتھ ہونا چاہیے.....''

''DJ ساتھ ہے نا.....دادو.....''

''جھلی نہ ہوئے تے..... بھلا DJ کب سے سیانا ہو گیا.....سیانا بیٹا جیسے گل شیر خان جیسے بلال.....''

''دادو اور پاپا.....'' توشی نے پوچھا۔

''بیٹا تو وہ میرا ہے.....مگر سیانا نہیں.....لائی لگ ہے.....اور لائی لگ اپنی عقل کم اور دوسرے کی بات زیادہ مانتے ہیں.....وہ تو اللہ کا کرم ہو گیا.....گل شیر خان جیسا ایماندار بندہ مل گیا تیرے باپ کو..... ورنہ پتہ نہیں کیا ہوتا...... فون آیا تھا.....دو تین دن میں آ جائے گا.....تیرا باپ.....'' اتنے میں بلال کمرے میں داخل ہوا۔

''دادو میرا موبائل روم میں پڑا ہے..... میں لے کر آتی ہوں.....'' توشی جاتے ہوئے بولی۔

''کس سے ملا کر لائے ہو.....اسے..... جب سے آئی ہے..... آنٹی عذرا ایسی ہیں انہوں نے یہ کہا.....ڈاکٹر محسن ایسا ہے..... بڑے اچھے ہیں وہ لوگ'' نانی نے بلال سے پوچھا۔

''نانو.....وہ میرا کلاس فیلو تھا کالج میں پھر وہ چائنہ پڑھنے کے لیے چلا گیا آج اچانک ملاقات ہوئی''

''حیرت ہے.....تمہارا بھی کوئی دوست ہے''

''نہیں وہ.....دوست تو..... ہاں دوست ہے'' بلال سوچ کر بولا۔

''کیسا ہے.....گھر بار.....دیکھنے میں.....خاندان.....لوگ کیسے ہیں'' نانی نے سارے سوال ایک ساتھ پوچھ

لیے۔

''ڈاکٹر ہے......دیکھنے میں خوبصورت ہے......شریف لوگ ہیں......اور خاندانی بھی'' بلال نے ساری تفصیل بتائی۔

''باپ کیا کرتا ہے......کتنے بہن بھائی ہیں......رہتے کہاں ہیں......'' نانی نے پھر سے تفصیل پوچھی۔

''باپ تو فوت ہو چکا ہے......لوہے کا کاروبار کرتا تھا......دو بڑے بھائی ہیں شادی شدہ......اور شاد باغ کے رہنے والے ہیں''

شاد باغ کا نام سن کر نانی اور بلال نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر فوراً نظریں چرالیں ایک دوسرے سے جیسے دونوں کے زخم ہرے ہو گئے ہوں۔ اتنے میں توشی کمرے میں واپس آگئی۔ خاموشی دیکھ کر بول پڑی:

''یہ لو......خیریت تو ہے......آپ دونوں اتنے خاموش کیوں بیٹھے ہیں......دادو میرا ڈریس......عذرا آنٹی نے دیا ہے''

''سوٹ تو بڑا خوبصورت ہے......اور مہنگا بھی لگتا ہے......'' دادی نے مصنوعی مسکراہٹ کا سہارا لیتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں مجھے یاد آیا......وہ ایک کام تھا......تم سے......'' توشی بولی عجلت میں۔

''جی......حکم......فرمائیے'' بلال دھیمے لہجے میں بولا۔

''میری ایک دوست ہے......اسے نوکری چاہیے......ٹیچر ہے......بی ایڈ کیا ہوا ہے''

''کیا شادی شدہ ہے؟'' بلال نے پوچھا۔

''پتہ نہیں......'' توشی نے گردن ہلا کر جواب دیا۔

''اور وہ تمہاری دوست ہے......تمہیں پتہ ہی نہیں اس کے متعلق'' بلال نے حیرت سے کہا۔

''مسٹر بلال تمہاری سائیکی تم ہی جانو۔ کل میں اسے تمہارے آفس بھیج رہی ہوں میں وعدہ کر چکی ہوں......یاد رکھنا......دادو اسے سمجھا دیں......ورنہ......میں......'' توشی بلال کو انگلی دکھا کر مصنوعی غصے سے چلی گئی۔

''رکھ لینا بیٹا......کیا فرق پڑتا......وعدہ کر بیٹھی ہے'' نانی نے بھی سفارش کر دی۔

''نانو......وہ تو ٹھیک ہے......فرق مجھے تو کوئی نہیں پڑتا......مگر اسکول کا معاملہ ہے......جوان بچیاں پڑھتی ہیں......لوگ اعتماد کرتے ہیں......بھروسہ کرتے ہیں......ایک گندی مچھلی......خیر صبح دیکھتے ہیں'' بلال ایک زیرک انسان کی طرح بول رہا تھا۔

☆☆☆

ہفتے کا دن، نومبر کی تیس تاریخ، آج سورج چھٹی پر تھا۔ آسمان پر بادلوں کا راج تھا، کالے سیاہ بادل سورج کو تیور دکھا رہے تھے اسکول میں چھٹی کر دی گئی تھی مقررہ وقت سے آدھ گھنٹے پہلے ہی بچے جا چکے تھے اور سٹاف کے لوگ کچھ جا چکے تھے اور کچھ بارش سے پہلے پہلے جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

بلال آفس میں موجود تھا اور فوزیہ کا کام بھی وہی دیکھ رہا تھا، فوزیہ ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آ چکی تھی۔

اتنے میں آفس بوائے نے آ کر بتایا:

''سر......! کوئی لڑکی آئی ہے...... کہتی ہے توشی میڈم نے بھیجا ہے''

''اس وقت ...... خیر بھیج دو......'' بلال نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

وہ آفس میں آ چکی تھی، بلال اپنی آفس چیئر پر بیٹھا ہوا تھا، وہ اجازت لے کر بلال کے سامنے آفس ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔

اس لڑکی نے کالی چادر سے نقاب کیا ہوا تھا، صرف اُس کی کالی سیاہ موٹی موٹی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

''سر......! میں...... نوکری کے سلسلے میں حاضر ہوئی تھی...... مجھے توشی میڈم نے...... بھیجا ہے'' اس لڑکی نے رک رُک کر کہا۔

''آپ کے پاس CV ہے......؟'' بلال نے پوچھا۔

''سر...... وہ...... تو میں لے کر نہیں آئی'' اس لڑکی نے پھر سے رک رک کر جواب دیا۔

''اس سے پہلے آپ نے کہاں جاب کی؟'' بلال نے جانچتی نگاہوں سے پوچھا۔

''وہ ماڈل ٹاؤن میں ایک بوتیک تھی...... وہاں پر......'' کچھ بہتر انداز میں بولی۔

''وہاں سے کیوں چھوڑا آپ نے......؟'' بلال نے دوٹوک انداز میں پوچھا۔

''سر...... آپی نے بوتیک بیچ دی...... اور خود باہر چلی گئیں'' لڑکی نے بتایا۔

''آپ کی تعلیم کتنی ہے......؟''

''سر BA کیا ہے'' لڑکی نے سوچ کر جواب دیا۔

''مگر توشی بتا رہی تھی...... کہ آپ نے بی ایڈ کیا ہے'' بلال نے تشویش کے انداز میں پوچھا۔

''سر میں بہت مجبور ہوں، میری ماں بھی بیمار ہے اور والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، دو بڑی بہنیں ہیں وہ گجرات میں رہتی ہیں ان کے حالات بھی اتنے اچھے نہیں ہیں، بھائی میرا کوئی نہیں، آپ خدا کے لیے مجھے نوکری دے دیں'' لڑکی نے اپنی دکھ بھری داستان سنا دی۔

''آپ یہ رکھ لو......'' بلال نے کچھ دیر سوچ کر اچھی خاصی رقم اس کی طرف ٹیبل پر رکھ دی

''سر...... مجھے نوکری چاہیے...... خیرات نہیں'' لڑکی نے تیکھا سا جواب دیا۔

''یہ خیرات نہیں ہے...... قرض ہے...... آپ کے پاس ہو تو لوٹا دیجیے گا...... میں واپسی کا تقاضہ نہیں کروں گا......'' بلال نے شائستگی سے جواب دیا۔

اس لڑکی نے آنکھ بھر کر بلال کو دیکھا اور نظروں کے تیر چلائے بلال نے حیا کی زرّہ سے ان تیروں کا جواب مسکرا کر دیا۔

اس کے بعد اس نے ٹیبل پر پڑے روپے اٹھا لیے اور باہر چلی گئی، تھوڑی دیر بعد بلال آفس سے نکلا تو ہلکی ہلکی

بارش شروع ہو چکی تھی سارا سٹاف جا چکا تھا سوائے آفس بوائے اور سکیورٹی گارڈ کے، بلال کی گاڑی سے تھوڑی دور وہ کھڑی تھی، بارش میں ایک چھوٹے درخت کے نیچے بلال نے اسے دیکھا تو گارڈ سے کہا کہ اسے بھیجو میرے پاس۔ بلال گاڑی میں بیٹھ چکا تھا وہ لڑکی پاس آئی۔

''آپ بارش میں کیوں کھڑی ہیں؟'' بلال نے پوچھا۔

''میرے پاس گاڑی نہیں ہے...... '' اور رکشہ ابھی ملا نہیں......'' اس نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔

''آپ بیٹھو میں چھوڑ دیتا ہوں'' بلال نے سنجیدگی سے کہا۔

''حیرت ہے......نوکری آپ نے دی نہیں اور لفٹ دے رہے ہیں'' وہ گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولی۔

''نوکری میں میرٹ پر دیتا ہوں......اور مدد......'' بلال مدد کے بعد بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر خاموش رہا۔

''میرا نام نوین حیات ہے، میرے ابا فوج میں صوبیدار تھے، ان کے انتقال کے بعد ہماری یہ حالت ہوئی، شکر ہے گھر اپنا ہے اور ان کی پینشن سے گزارہ ہوتا ہے مگر امی کی بیماری کی وجہ سے میں مقروض ہوگئی ہوں، امی مجھے پیار سے نیناں کہتی ہیں''

''آپ کا گھر کہاں ہے؟'' بلال نے نیناں کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

نیناں نے بلال کی طرف غور سے دیکھا اور اپنے گھر کا ایڈریس بتایا۔ تھوڑی دیر بعد ٹاؤن شپ کے ایک خستہ حال سنگل سٹوری گھر کے سامنے گاڑی کھڑی تھی، سارے سفر کے دوران بلال نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور سارا سفر ونڈ اسکرین سے باہر نظریں جمائے گزار دیا اور بلال کو اس کی باتوں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''آپ کا گھر آ گیا......'' بلال نے اسے بغیر دیکھے بے تاثر لہجے میں کہا۔

نیناں نے اسے اپنی موٹی موٹی کالی سیاہ آنکھوں سے دیکھا۔ جیسے بلال کا جائزہ لے رہی ہو ''شکریہ'' کہہ کر گاڑی سے اتر گئی۔ ہلکی ہلکی بارش اب بھی جاری تھی بلال کی گاڑی جا چکی تھی اور وہ بارش میں کھڑی جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''عجیب نمونہ ہے'' اس نے خود سے کہا۔

☆☆☆

''فوزیہ بیٹی......! چلی جاؤ رانیہ کا پھر فون آیا تھا، آخر پرانے ہمسائے ہیں، آج کل تو اپنے رشتے دار امیر ہو جائیں تو وہ لوگ غریب رشتے داروں کو نہیں بلاتے یہ تو صرف ہمسائے تھے۔'' خالہ نصرت فوزیہ کو تیل مہندی پر جانے کے لیے قائل کر رہی تھی۔

''فوزیہ......! پہلے یہ دوائی کھالو'' فوزیہ کی ماں نے کہا۔ اتنے میں دروازے پر بیل ہوئی۔ خالہ نصرت دروازے کی طرف روانہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد بلال دو شاپر بیگ اُٹھائے فوزیہ کے کمرے میں داخل ہوا۔

''السلام علیکم! کیا حال ہے......فوزیہ جی؟'' بلال نے پوچھا۔

فوزیہ بلال کو دیکھ کر بیٹھ گئی جو کہ اپنے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔

''سر......آپ......یہاں......بارش میں......''فوزیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''بیٹھنے کے لیے نہیں کہو گی......''بلال مسکراتے ہوئے بولا۔

''کیوں نہیں بیٹا......تمہارا اپنا گھر ہے......''ثریا نے جلدی سے لکڑی کی کرسی بلال کی طرف کردی ''بیٹھو بیٹا جم جم بیٹھو......میں چائے لے کر آتی ہوں''

''امی......! چائے میں چینی نہیں ڈالنی......اور پتی اچھی طرح کاڑھ لیجیے گا......ہاں وہ......اس سیف میں نیا تولیہ ہے......وہ بھی دے دیں......''فوزیہ نے اپنی ماں کو ساری ہدایات ایک ساتھ صادر کیں۔

''سر......یہ فروٹ کیوں لائے آپ......؟''فوزیہ منہ بنا کر بولی۔

''اس لیے......کہ تم بیمار ہو......''بلال جانچتی نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

''کیا لیاقت کا فون آیا تھا؟''

''سر......قسم سے......بڑے چالو ہیں آپ......دو سال آپ کے ساتھ کام کیا ہے اتنا تو میں بھی سمجھتی ہوں۔ میرا چہرہ دیکھ کر آپ کو معلوم ہو گیا ہے......''

''کیا معلوم ہو گیا ہے مجھے......فوزیہ جی......؟''

''یہی کہ لیاقت نے فون کیا تھا......رو رہا تھا......پہلے تو دو دفعہ میں نے فون کاٹ دیا......پھر میں نے اٹھالیا......معافیاں مانگ رہا تھا......پھر مجھے ترس آ گیا''

''اچھا......اچھا......''بلال نے لمبا سا اچھا کہا تو فوزیہ سمجھ گئی کہ بلال نے اس کا مذاق اڑایا ہے۔

''سر......!قسم سے......آپ مریض کا بھی مذاق اڑاتے ہیں''

''مریض کہاں سے، ایک دم ٹھیک ہو''بلال نے کہا۔

''سر......!قسم سے......وہ آپ کے دوست ڈاکٹر محسن بڑے اچھے انسان ہیں، بالکل منا بھائی ایم بی بی ایس کی طرح، سر......! رات کو تو وہ اپنے گھر سے ہمارے لیے کھانا بھی لائے تھے۔''

''بلال بیٹا چائے......''خالہ نصرت نے ایک چھوٹی میز پر نمکو بسکٹ اور چائے کا کپ رکھتے ہوئے کہا۔''دیکھو بلال بیٹا میں اسے کہہ رہی ہوں کہ آج رات کو تیل مہندی ہے وہاں چلی جائے، میں بھی ساتھ چلوں گی مگر مانتی ہی نہیں''

''سر آپ آئیں گے نا......''فوزیہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میں تو نہیں آؤں گا......مگر تم ضرور جانا......اسکول کے سامنے والا شادی ہال ہے نا......؟''بلال نے تصدیق چاہی۔

''جی سر وہی ہے......تیل مہندی اور بارات اسی ہال میں ہیں''

''قسم سے......سر......پاس ہی تو ہے''بلال نے فوزیہ کی نقل اتاری۔

☆☆☆

''آج بلال بھائی کہاں ہیں؟'' عادل نے بابا جمعہ سے پوچھا۔

''وہ نہیں آئے گا......اس کا فون آیا تھا......کچھ مصروف ہے'' بابا جمعہ جوتا سلائی کرتے ہوئے بولے۔

''آپی وہ سڑک کے پار موچی ہے ناں، یہاں بلال بھائی آتے ہیں'' DJ گاڑی سڑک کنارے روک کر ہاتھ کے اشارے سے نوشی کو بتا رہا تھا۔

''Realy how Disgusting'' نوشی حقارت سے بولی۔

''What Nonsense'' توشی نے نوشی کے رویے پر ری ایکٹ کیا ''ایک بزرگ آدمی ہے اپنی محنت کر رہا ہے اس میں برائی کیا ہے''

''ایک انتہائی پڑھا لکھا آدمی جو کہ اس شہر کے مشہور اسکول کا پرنسپل بھی ہے اور جس کا تعلق Elite کلاس سے ہے، تمہارے بلال صاحب، یہاں آتے ہیں، اس بڈھے موچی کے پاس''

''So What'' توشی نے پھر بلال کی وکالت کی۔ ''اس میں کونسی برائی ہے وہ کونسا گناہ کر رہا ہے، یہاں آ کر''

''Are You Mad'' نوشی نے تلخ لہجے میں کہا۔

''آؤ DJ......! بڈھے کی خبر لیتے ہیں''

''رکو......تم لوگ......!! میں جاتی ہوں'' توشی نے ان دونوں کو روکا اس ڈر سے کہ کوئی بدتمیزی نہ کر دیں

''السلام علیکم......بابا جی......!'' توشی نے یہ سوچ کر عقیدت سے سلام کیا کہ اگر بلال یہاں آتا ہے تو کوئی خاص بات ضرور ہوگی۔

''وعلیکم السلام......جی بیٹا جی......کیا خدمت کروں......؟'' بابا جمعہ نے جواب دیا۔

''آپ بیگ وغیرہ بھی سلائی کر لیتے ہیں'' توشی نے جھوٹ موٹ پوچھا۔

''تم خود آئی ہو کہ گاڑی والی نے بھیجا ہے'' بابا جمعہ حلیمی سے بولے۔

''جی وہ میں......میں بیگ سلائی کروانا چاہتی ہوں''

''عادل بیٹا......ایک تو کیک لے کر آؤ......اور دوسرا اقبال کو چائے کا فون کر دو......نمبر اس میں ہے......'' بابا جمعہ نے کاپی عادل کو تھما دی۔ عادل اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا گیا اور اقبال کا نمبر اس نے دیکھ لیا کاپی سے ''آؤ بیٹا جی......یہاں بیٹھو......'' اپنی چادر اتار کر بچھا دی توشی کے لیے کارپٹ کے ٹکڑے پر ''آپ بڑی ہو......یا وہ گاڑی والی......''

''جی......وہ'' توشی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز کے ساتھ بولی۔

''اچھا تو تم تسلیم ہو......اور وہ ہے......نسیم......''

''یہ بڈھا موچی تو بڑا تیز ہے'' توشی نے اپنے دل ہی دل میں کہا۔

''جی بیٹا......آپ نے کیا کہا مجھے......'' بابا جمعہ نے پوچھا جوہری کی آنکھ سے دیکھتے ہوئے۔

''نہیں......نہیں کچھ بھی نہیں......آپ ہمیں کیسے جانتے ہیں؟''

''جس کی وجہ سے آپ بیٹا جی یہاں آئی ہو......اسی کی وجہ سے جانتا ہوں وہ باپ ہی کیا......جو بیٹے کی آنکھوں کی تحریر نہ پڑھ سکے''

''مطلب......میں سمجھ نہیں پائی......''توشی ہولے سے بولی۔

''اس کا تو پتہ نہیں......میں اسے اپنا بیٹا سمجھتا ہوں''

''اور ہمارے نام......وہ بھی اصل والے''توشی دھیمے لہجے میں بولی۔

''آپ کے نام آپ دونوں کی شخصیت کے مطابق ہیں،تسلیم یعنی مان جانے والی اور نسیم شام کی ہوا اب گرم یا سرد یہ اپنا اپنا نصیب ہے''

عادل کیک اور ہبلو چائے لے کر آ چکا تھا، بابا جمعہ نے بابر یعنی ہبلو کو بتایا یہ دو کپ چائے اور کیک اس سرخ گاڑی میں دے آؤ۔

عادل لکڑی کا اسٹول لے کر بیٹھ گیا اور یہ تینوں چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

''بابا جی......! آپ نے اپنا نام نہیں بتایا''توشی چائے کا سپ لیتے ہوئے بولی جو کہ اب گھل مل گئی تھی بابا جمعہ کیساتھ۔

''میرا نام......جمعہ خاں میواتی ہے''

''یہ بھی کوئی نام ہوا......جمعہ خاں میواتی''توشی نے دوٹوک رائے دے دی

''آپ پٹھان ہیں کیا؟''

''نہیں بیٹا جی......! میں میو یعنی میواتی ہوں اور میں خاں ہو خان نہیں......صرف ایک نقطے کا فرق ہے اکثر نقطے کا فرق سارا معنی بدل دیتا ہے اور سارا مطلب بھی''

''بابا جی......جمعہ کا کیا مطلب ہے''توشی نے جلدی سے پوچھا آج پہلی دفعہ تھا عادل خاموشی سے بات سن رہا تھا۔

''بیٹا جی......! جمعہ کا مطلب جمعہ ہی ہے، ہمارے بزرگ بڑے سادہ لوگ تھے، میرے باپ کا نام سفید خاں میواتی تھا اور میرے دادا کا نام موج خاں میواتی تھا''

''پھر بھی کوئی مطلب تو ہوگا......بابا جی''عادل خاموش نہیں رہ سکا۔

''بچو......! ایک مطلب ہے Friday''بابا جمعہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اکثر دانشوروں سے پوچھا ہے مجھے جواب نہیں ملا......عادل بیٹا......! اگر پتہ چلے تو مجھے بھی بتائیے گا''

''اور بابا جی......بلال کا کیا مطلب ہے''توشی نے سنجیدگی سے پوچھا جو کہ اپنی چائے ختم کر چکی تھی۔

''بلال کا مطلب ہے......عشق......''بابا جمعہ عقیدت سے بولے۔

''اور عشق کا مطلب کیا ہے''توشی نے یکا یک پھر سے کہا۔

''عشق کا مطلب ہے بلال...... بلال کا مطلب ہے عشق''

''میں صرف نام بلال کا مطلب جاننا چاہتی ہوں'' توشی بے قراری سے بولی۔

''بیٹا جی......! کچھ نام خود میں اتنے بڑے ہوتے ہیں...... کہ مطلب ان کے آگے چھوٹا پڑ جاتا ہے اور ایسا ہی ایک نام...... بلال...... بھی ہے''

DJ پاس کھڑا اطلاع دے رہا تھا اور چائے کی ٹرے اس کے ہاتھ میں تھی۔

''بابا جی......! آپی آپ کا شکریہ ادا کر رہی تھی......اور آپ کو بلا رہی ہیں'' DJ نے توشی کی طرف دیکھ کر کہا۔

توشی وہاں سے جا چکی تھی، DJ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے ایک دفعہ پھر غور سے بابا جمعہ کو دیکھا گاڑی میں جاتے ہوئے۔

''تم بھی حد کر دیتی ہو......'' نوشی نے خفگی سے کہا۔

''آپی جی......! یہ تو وہی بات ہوگئی...... جاسوس کو دشمن کے علاقے میں جاسوسی کے لیے بھیجا جائے اور وہ رشتہ داری کر لے دشمنوں کے ساتھ''

''شٹ اپ DJ'' توشی بھڑکی۔ نوشی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

''ویسے آپی...... چائے مزیدار تھی...... دودھ پتی تھی، پانی کا قطرہ بھی نہیں تھا''

''BG...... تم دونوں کے بارے میں صحیح کہتی ہے ایک SMS اور دوسرا DJ کھانے پینے کے یار ہیں'' توشی نے اپنا غصہ DJ پر نکالا۔

''اس پر کیوں بھڑک رہی ہو...... اس نے تو ٹھیک بات کی ...... تم تو بڈھے موچی سے ایسے باتیں کر رہی تھیں...... جیسے اسے سالوں سے جانتی ہو'' نوشی نے DJ کا دفاع کیا۔

''میں تو انہیں نہیں جانتی...... مگر وہ ہم دونوں کو سالوں سے ہی جانتے ہیں'' اس بار توشی نے بابا جمعہ کا ذکر عقیدت سے کیا تھا۔

''کیا مطلب سالوں سے جانتے ہیں؟'' نوشی کو تشویش ہوئی۔

''مطلب پھر بتاؤں گی'' توشی نے بات بدلی DJ کی طرف دیکھ کر ان کی گاڑی گھر میں پہنچ چکی تھی۔

☆☆☆

''میرا جانے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا ہے، ایک یہ موسم اوپر سے تمہارا ساتھ کوئی پاگل ہی ہوگا، اتنی سردی میں باہر جائے اوپر سے یہ بادل کالے سیاہ'' ولید نے ارم کی کالی سیاہ زلفوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے...... رومینٹک انداز میں کہا، جو اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے دائیں بازو کے حصار میں ان دونوں کی ٹانگیں سامنے پڑے سینٹر ٹیبل پر تھیں، ارم کے کھلے کالے سیاہ بال اس کے شانوں سے ہوتے ہوئے اس کی چھاتی پر تھے اور وہ پستہ، بادام اور کاجو سے موسم کی ٹھنڈک کو دور کر رہے تھے، جس کی پلیٹ سائیڈ ٹیبل پر پڑی ہوئی تھی۔

''میں یہ چاہتی ہوں ہمارا یہ ساتھ ہمیشہ کے لیے رہے...... اسی لیے تمہیں بھیج رہی ہوں یہ عمر انگور کی بیل کی طرح

ہوتی ہے، جو چیز قریب مل جائے اسی کیساتھ لپٹ جاتی ہے......اور وہ دونوں بیلیں کسی کے ساتھ لپٹنا چاہتی ہیں......ولید ابھی موقع ہے......اسے کیش کرلو......''

ارم ایک تجربہ کار عورت کی طرح بول رہی تھی عمر 30 کے آس پاس مگر اپنی جسامت کی وجہ سے زیادہ نہیں لگتی تھی وہ سلم اینڈ سمارٹ تھی اور پرکشش بھی۔

''تم بھی کبھی کسی کے ساتھ لپٹی تھی......'' ولید نے مذاق میں پوچھا۔

ہاں......دس سال پہلے جب میں بھی انگور کی بیل کی طرح تھی، میں اسے مضبوط درخت سمجھ کر لپٹ گئی......وہ درخت تو تھا......لیکن اندر سے کھوکھلا سوکھا ہوا......میں اس کے مصنوعی پینٹ کو اس کی ہریالی سمجھ بیٹھی تھی''

''پھر کیا ہوا......؟'' ولید نے تجسس سے پوچھا۔

ارم نے گہری ٹھنڈی سانس بھری اور بھرائی ہوئی آواز سے بولی:

''ہونا کیا تھا......وہی جو ہم جیسیوں کے ساتھ ہوتا ہے......جو ماں باپ کی عزت کا جنازہ نکالتی ہیں......وہ پوری زندگی ذلیل خوار ہوتی ہیں۔ دل نواز چغتائی عرف ڈینگی ہمارے گاؤں کا رہنے والا تھا، ڈیفنس میں کسی ڈیلر کے پاس کمیشن پر کام کرتا تھا۔ ڈینگی گاؤں جاتا تو نئی گاڑی، نئے نئے موبائل، روپیہ پیسہ خوب دکھا کر آتا، اس کے چچا کی بیٹی میری سہیلی تھی اس کے ذریعے مجھے موبائل اور سم دی، رات کو گھنٹوں میں چوری اس سے باتیں کرتی، اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی، اس نے کہا لاہور آجاؤ، رانی بنا کر رکھوں گا پیسے اس نے اپنی چچا کی بیٹی کے ذریعے بھیجے میں ٹھوکر نیاز بیگ آئی وہاں سے وہ مجھے گاڑی میں بٹھا کر لے آیا......ڈیفنس کے ایک گھر میں ہم پورا مہینہ ساتھ رہے، شادی سے پہلے ہم شادی شدہ زندگی گزار رہے تھے، میرے گھر والے اسے بھی فون کرتے بیٹا ارم نہیں مل رہی، لاہور پتہ کرنا یہ سپیکر پر مجھے ان کی باتیں سنواتا، مہینہ بعد ایک دن یہ اچانک غائب ہوگیا۔ دو دن گزر گئے اس کا کوئی پتہ نہیں، موبائل اس کا بند تھا دو دن بعد ایک آدمی آیا اس نے کہا یہ گھر ہمارے انویسٹر کا ہے یہاں سے نکلو، میں نے کہا میں کہاں جاؤں اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کی آفر دی، میں ڈرتی ڈرتی اس کے ساتھ چلی گئی۔ اس نے مجھے ڈینگی کے بارے میں بتایا کہ ہم دونوں ساتھ کام کرتے ہیں، اور وہ گاڑی بھی میری تھی، میں نے اس سے پوچھا اب ڈینگی کہاں ہے......وہ گاؤں چلا گیا ہے اور اپنے چچا کی بیٹی سے اس کی اگلے ہفتے شادی ہے۔ مجھے اس کی بات پر یقین نہیں آیا، تب اس نے اپنے موبائل سے اوپن سپیکر پر ڈینگی سے بات کی، وہ میرے ساتھ گزاری راتوں کا مزہ لے لے کر حال بیان کر رہا تھا......اور میں سن کر شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی......گاؤں میں اس بات کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی، میں کہاں ہوں اور میرے ساتھ ڈینگی نے کیا کیا تھا، میری سہیلی جس سے شادی کرنے سے ڈینگی انکاری تھا اس نے ڈینگی سے کہا اب اگر تم نے مجھ سے شادی نہیں کی تو میں ارم کی کہانی سب کو بتادوں گی ڈینگی نے میری سہیلی سے شادی کرلی سجاد باجوہ نے مجھے ایک سال رکھیل بنا کر رکھا جب اس کا دل بھر گیا تو مجھے چھوڑ دیا اور آج میں تمہارے سامنے بیٹھی ہوں۔''

اشکوں سے اس کے گال بھیگ چکے تھے وہ الٹے ہاتھ سے آنسو صاف کرتے ہوئی بولی:

''ولید......! جو لڑکیاں اپنے گھروں سے بھاگتی ہیں زندگی ختم ہوجاتی ہے مگر ان کا سفر ختم نہیں ہوتا......نہیں ختم

ہوتا سفر.....نہیں کبھی نہیں.....''

''میری انگور کی بیل.....''ولید نے اسے اپنے بازو میں لے کر اس کی پیشانی چوم لی۔اب یہ انگور کی بیل ایک دیسی کیکر کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی۔یہ دوسری بات ہے کہ اب یہ بیل شیشم کی لکڑی سے زیادہ مضبوط تھی۔

☆☆☆☆

ڈھول کی تھاپ پر مہندی کا فنکشن اپنے عروج پر تھا،ایک طرف عورتوں کی محفل اور دوسری طرف منچلے نوجوان ڈانس اور بھنگڑا ڈال کر ہلکان ہو چکے تھے مگر ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

اتنے میں ثانیہ کے باپ کی آواز بلند ہوئی:

''بس بھئی بس.....بہت ہو گیا اب کھانا کھاؤ.....دیر بھی ہو چکی ہے.....اور سردی بھی بہت ہے.....چلو شاباش.....کھانا کھل گیا''

یہ سن کر نوشی ہجوم سے نکل کر واش روم کی طرف بڑھی،مووی میکر کی لائٹ والی کیبل سے اس کا پاؤں پھنسا اور وہ گرتے گرتے بچی۔اگر ولید کے مضبوط بازو اسے سہارا نہ دیتے تو وہ زمین پر تھی۔ولید نے اسے ایسے سنبھالا جیسے وہ پوزیشن لیے کھڑا ہو،نوشی ولید کی بانہوں میں تھی دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔

کیکر کے کانٹوں والے درخت نے انگور کی بیل کو تھام لیا.....لپٹنا ابھی باقی تھا.....نوشی کے لیے یہ نیا تجربہ تھا.....وہ زندگی میں پہلی بار کسی مرد کے بازوؤں میں تھی۔

''وہ.....میں نے دیکھا نہیں.....Thank you''نوشی نے اپنی گولڈن آوارہ لٹیں کان کے پیچھے کیں اور اپنا پیلا جوڑا درست کیا اور شرماتی ہوئی واش روم کی طرف چلی گئی۔تھوڑی دیر میں وہ واپس لوٹی تو ولید وہیں کھڑا تھا،کھانا کھل چکا تھا،اس لیے اس طرف کسی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

''آپ بہت خوبصورت ہیں.....میں اپنی زندگی میں یہ منظر کبھی نہیں بھلا سکوں گا''ولید نے نوشی کو آنکھ بھر کر دیکھا اور یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

عورت کتنی ہی پڑھی لکھی اور تیز کیوں نہ ہو تعریف کی تیز دھاری تلوار اس کے بت کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے اور یہی کچھ نوشی کے ساتھ ہوا تھا۔

وہ تعریف کی تلوار سے ریزہ ریزہ ہو چکی تھی،سارے فنکشن کے دوران ولید کا فوکس اس پر تھا،اب موقع ملا تو وہ اپنا کام کر کے جا چکا تھا،بغیر کھانا کھائے ہوئے۔کھانے سے فارغ ہو کر مہمان جانا شروع ہو چکے تھے۔دلہن کے پاس صرف نوشی اس کے ساتھ کھسر پھسر کر رہی تھی اس واقعے کے بعد نوشی کی نگاہیں مسلسل کسی تلاش میں تھیں مگر ولید جا چکا تھا۔

توشی اور فوزیہ ایک سائیڈ پر صوفے پر بیٹھی تھیں،ان کے سامنے گیس ہیٹر لگا ہوا تھا سارا پروگرام فوزیہ نے اسی جگہ بیٹھ کر دیکھا تھا۔

خالہ نصرت ایک کونے میں اپنی پرانی دوستوں سے گپ شپ میں مصروف تھی۔

''کس کے ساتھ آئی تھیں''توشی نے پوچھا۔

''رانیہ نے گاڑی بھیجی تھی......ہاں یاد آیا ڈاکٹر محسن تمہارا پوچھ رہے تھے''فوزیہ نے بتایا۔

''وہ کیوں میرا پوچھ رہا تھاMade in Chinaڈاکٹر''توشی انداز سے بولی۔

''مجھے لگتا ہے......ڈاکٹر محسن دل دے بیٹھا ہے تمہیں''فوزیہ نے شراتی لہجہ میں کہا۔

''یہ لو......یہ منہ اور مسور کی دال......چار بچوں کا باپ لگتا ہے......میرا اس سے کیا جوڑ......''توشی جھوٹ موٹ انکار کر رہی تھی۔

''قسم سے......تم دونوں کی جوڑی بڑی اچھی لگے گی......نوشی اور سر بلال سے بھی زیادہ''فوزیہ نے نوشی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بس......ڈاکٹر محسن تھوڑے موٹے ہیں......باقی گورے چٹے......اونچے لمبے جوان ہیں۔دل کے بھی بہت اچھے ہیں......''فوزیہ بول رہی تھی اور توشی غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''چلو فوزیہ بیٹی......!بہت دیر ہو گئی ہے......''خالہ نصرت پاس کھڑی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

''ہم چھوڑ دیتے ہیں......آپ کو''توشی نے لفٹ کی آفر کر دی اتنے میں نوشی بھی آ چکی تھی نوشی نے آتے ہی کہا:

''چلو......چلیں......''

''چلو......فوزیہ کو بھی گھر چھوڑنا ہے''توشی بولی۔

''Ok no problem چھوڑ دیتے ہیں،تم لوگ آؤ میں DJ کو کہتی ہو گاڑی سامنے لے آئے''یہ کہہ کر وہ ہال سے باہر چلی گئی اس کا Phone بھی DJ کے پاس تھا،اس لیے گاڑی کو دیکھنے کے لیے ہال کے ساتھ خالی پلاٹ میں گئی،جہاں گاڑیوں کی پارکنگ تھی۔

DJ گاڑی میں بیٹھ کر عطا اللہ خاں نیازی کے گانے سن رہا تھا،بند دروازوں کے ساتھ۔نوشی نے آواز دی۔

''DJ......DJ......''مگر اس نے سنا نہیں شور کی وجہ سے۔

''ہم چھوڑ دیتے ہیں......چھمک چھلو......''ایک لڑکا نوشی کی کلائی پکڑتے ہوئے بولا۔

''How dare you چھوڑو مجھے......حرام زادے......''نوشی کلائی چھڑواتے ہوئے چیخی۔

''ڈانس تو کرینہ سے بھی اچھا کرتی ہو......چھمک چھلو......''دوسرا لڑکا بولا۔

اتنے میں DJ کی نظر پڑ جاتی ہے،وہ آگے بڑھتا ہے دوسرا لڑکا اسے زور سے گھونسا مارتا ہے اس کے پیٹ میں اور دھکا دیتا ہے DJ زمین پر گر جاتا ہے کمر کے بل اسی دوران ہال کے مین دروازے پر خالہ نصرت یہ سب دیکھ لیتی ہے۔

''اوئے......بے غیرتوں......کتے دے پتروں......چڑھ دو نچی نوں''خالہ نصرت ایک بہادر دیہاتی عورت کی طرح ان پر لپکی توشی اور فوزیہ ہال کے مین دروازے پر کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھیں خالہ نصرت نے جاتے ہی جس لڑکے نے کلائی پکڑی تھی اس کے گال پر تھپڑ رسید کر دیا لیاقت کا سارا غصہ اس کے گال پر نکلا وہ دونوں لڑکے آناً فاناً گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے بھاگ گئے۔

ایک شور مچ گیا، چور چور سب لوگ باہر دوڑے ''کیا ہوا......خیریت تو ہے ......چور تھے پولیس کو فون کرو......کوئی نقصان تو نہیں ہوا......سکیورٹی گارڈ کہاں تھا......منیجر کو بلاؤ۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ یہ سکیورٹی گارڈ آ گیا۔ کسی نے بتایا''

''تم کہاں تھے؟'' رانیہ کے والد غصے سے بولے۔

''سروہ میں پیچھے کھانا کھا رہا تھا'' گارڈ ڈرتے ڈرتے بولا۔

''منیجر کہاں ہے؟''

''سروہ ابھی چلے گئے'' آفس کے ایک لڑکے نے بتایا۔

اس دوران نوشی خالہ نصرت کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی اور وہ کانپ رہی تھی ایک سردی اور دوسرا ڈر اس کی عزت پر حملہ ہوا تھا۔ پاس پہنچ کر اعظم بسرا بولے ''میں پولیس کو فون کرتا ہوں''

''نہیں......باجی......بچت ہوگئی......موبائل چھین رہے تھے ......چور تھے یہ DJ نے بڑی بہادری دکھائی ......پولیس کو فون مت کریں بڑے سوال پوچھتے ہیں'' خالہ نصرت نوشی کو اپنی چادر میں لپیٹتے ہوئے بول رہی تھی۔ DJ اپنی تکلیف بھول کر مسکرا رہا تھا۔ سب DJ کی بہادری پر اس کو داد دے رہے تھے DJ صابن کی جھاگ کی طرح کھل اٹھا تھا۔

''یہ بہادری نہیں بے وقوفی ہے موبائل ہی تو تھا اگر بچی کو کچھ ہو جاتا......تو......'' اعظم بسرا غصے سے بولے۔

DJ کی بہادری کی جھاگ اعظم بسرا کے غصے سے فوراً بیٹھ گئی اسے اپنی تکلیف پھر یاد آ گئی۔

''میں تم لوگوں کو چھوڑ کر آتا ہوں'' اعظم بسرا نے کہا۔

''نہیں انکل......Thank you ہم چلے جائیں گے'' توشی پریشان چہرے کے ساتھ بولی۔ وہ سب گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل آئے راستے میں فوزیہ بولی:

''خالہ......! آپ نے یہ کیوں کہا چور تھے......میں ان کمینوں کو اچھی طرح جانتی ہوں''

''تم ابھی بچی ہو......عزت کی سفید چادر پر...... بدنامی کا ایک چھینٹا بھی نظر آ جاتا ہے''

''گھر پہنچ کر فون کر دینا'' گاڑی سے اترتے ہوئے توشی کی طرف دیکھ کر فوزیہ بولی۔ خالہ نصرت نے نوشی کا ماتھا چوما جو اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ بھی گاڑی سے اتر گئی۔

سارے رستے نوشی نے ایک لفظ نہیں بولا جیسے کومے میں ہو، وہ گھر پہنچے تو 12 بج چکے تھے، ان کے آنے سے چند منٹ پہلے ہی ناہید اور شعیب کسی پارٹی سے لوٹے تھے، لاؤنج میں نوشی کی نظر اپنی ماں پر پڑی تو اس نے گلے لگ کر زور زور سے رونا شروع کر دیا، اس کی آواز سن کر شعیب نیچے آ گیا، جو سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اپنے کمرے میں جانے کے لیے۔

''کیا ہوا......بے بی......میری جان......کیا ہوا......کوئی بتائے گا مجھے......'' ناہید نے غصے سے ری ایکٹ کیا۔

''توشی کیا ہوا بتاؤ مجھے......DJ تم بتاؤ مجھے......'' ناہید غصے سے چلائی......DJ نے سارا معاملہ بتا دیا جو کچھ اس نے دیکھا تھا۔

''کون تھے وہ لوگ......؟'' شعیب جذباتی ہو کر بولا۔ ''اُن کی تو میں......ان کی یہ ہمت''

''میں نہیں جانتا ان کے نام...... ہاں ان کو پہچان لوں گا'' DJ نے ہولے سے کہا۔

''میں ابھی پولیس کو فون کرتی ہوں'' ناہید نے اپنے پرس سے فون نکالتے ہوئے اپنے تیور دکھائے۔

''رک جائیں ماما'' نوشی نے آواز لگادی اس کے کانوں میں خالہ نصرت کے الفاظ گونجے ''عزت کی سفید چادر پر بدنامی کا ایک چھینٹا بھی نظر آجاتا ہے''

''کیا بتائیں گی پولیس کو...... جو ہوا ہے اور ہم کن کے خلاف کمپلین فائل کریں گے...... ہم لوگ تو ان کا نام پتہ کچھ بھی نہیں جانتے''

DJ کو کچھ یاد آیا ''شیعی سر...... ان کو میں نے دو تین دفعہ ایک سنوکر کلب ہے، وہاں دیکھا تھا، شاید وہاں مل جائیں......''

''چلو...... چلتے ہیں...... تم پہچان تو لو گے ان کو......؟'' شعیب نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''شعیب رکو...... میری بات سنو...... بس معلومات لینا ان کے بارے میں باقی بعد میں دیکھیں گے'' ناہید نے سمجھایا۔

''ماما دیکھنا کچھ نہیں ہے...... ان کو مجھ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنی ہوگی...... بس'' نوشی جلالی آواز کے ساتھ بولی۔

''تم معافی کی بات کر رہی ہو...... میں تو ان کو برباد کر دوں گی'' ناہید نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

DJ کو اپنی بے وقوفی پر غصہ آ رہا تھا، کیوں اس نے پوائنٹ اسکور کرنے کی کوشش کی تھی سارا سنوکر کلب انہوں نے دیکھ لیا مگر وہ نہیں ملے کلب سے نکل کر جب شعیب اور DJ گاڑی میں بیٹھنے لگے تو شعیب والی سائیڈ پر آ کر ایک گاڑی پارکنگ میں رکی۔

''کیوں شعیب کدھر جا رہے ہو؟'' وکی نے آواز دی جو گاڑی سے اُتر رہا تھا۔

''مال لے کر آیا ہوں...... آجا...... یاد کرے گا'' دوسری آواز گونجی جو کہ سنی کی تھی۔

''چھمک چھلو تو ہاتھ سے نکل گئی...... مگر یہ تو ہے'' وکی نے چرس کا ایک ٹکڑا شعیب کو دکھایا۔

''یہی تھے...... ہاں بالکل...... یہی تھے'' DJ عجلت میں بولا شعیب کے کندھے کو ہلاتے ہوئے جو کہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ ونڈ اسکرین سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

شعیب کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ وہ نیچے اترا اور سنی کو مارنے لگا، وکی نے دیکھا جو کہ سنی سے کچھ آگے چل رہا تھا۔

واپس پلٹا اور شعیب پر چڑھ دوڑا وکی اور سنی جسامت میں DJ اور شعیب سے زیادہ طاقتور تھے۔

ان دونوں نے DJ اور شعیب کی خوب دھلائی کی، شور مچ گیا سنوکر کلب سے لڑکے باہر آگئے۔

''حرام زادو...... وہ میری بہن تھی'' شعیب ماتھے اور ہونٹوں سے بہتے ہوئے خون کے قطروں کے ساتھ بولا۔

''جن کے اوپر تو اپنے گندے ہاتھ صاف کرتا تھا وہ بھی کسی کی بہنیں تھیں'' سنی غصے سے چیخا اسے کچھ لڑکوں نے

پکڑا ہوا تھا۔

''چھوڑو مجھے...... بڑا غیرت مند بنتا ہے...... ہمارے کیے ہوئے شکار پر کتنی دعوتیں اڑائی ہیں......اس حرام زادے نے'' وکی اپنے آپ کو لڑکوں سے چھڑاتے ہوئے بول رہا تھا۔

اتنے میں سنوکر کلب کا مالک آ گیا۔''وکی اور سنی نکلو یہاں سے پولیس آ گئی تو معاملہ بگڑ جائے گا......نکلو...... نکلو''اس نے آنکھ کا اشارہ کیا۔''نکلو بادشاہو'' گوگی بٹ سنوکر کلب کا مالک پھر سے بولا وکی اور سنی جلدی سے وہاں سے کھسک گئے''بادشاہو آپ بھی کمال کرتے ہو......کل تک اکٹھی عیاشی کرتے آئے ہو اور آج جوتیوں جوتی ہو رہے ہو۔ رات گئی بات گئی......ایک صلاح میری لے لو......اگر معاملہ پولیس میں لے کر گئے تو ننگا وہ تمہیں بھی کر دیں گے......آگے آپ کی مرضی'' گوگی بٹ نے DJ کی طرف دیکھا''اس غریب کو بھی لے جاؤ اور خود بھی پٹی شٹی کروا کر جانا چلو میں بھی چلتا ہوں تمہارے ساتھ۔اوئے پپو کلب بند کر دے''

گوگی بٹ نے پاس ہی پرائیویٹ ہسپتال سے دونوں کی مرہم پٹی کروادی اور ان دونوں کو گھر بھیج دیا اور فون ملایا سنی کو......

''بادشاہو......اگر کیس پولیس میں جاتا تو لاکھوں کا خرچہ تھا اور خواری وکھری بچت کروادی ہے......تم دونوں کی......اب چاپانی پہنچادینا ok bye''

''تم گھر کچھ بتانا نہیں'' شعیب نے DJ کو دھیمی آواز میں ہدایت دی۔

''مگر یہ جو ہماری حالت ہوئی ہے''DJ نے اپنے ماتھے پر بندھی پٹی کو چھو کر کہا۔

''گاڑی کے ساتھ ہمارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے......'' شعیب منہ ٹیڑھا کر کے بولا۔

''مگر......''''اگر مگر چھوڑ'' شعیب نے پانچ ہزار کے چند نوٹ DJ کی سامنے والی پاکٹ میں ڈال دیے۔

''یاد رکھو......وہ لڑکے ہم کو ملے ہی نہیں......اور یہ ہمارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے......ورنہ تم مجھے جانتے ہو......اچھی طرح سے'' شعیب نے رعب جمایا۔

''وہ تو میں......آپ کو جان ہی گیا ہوں......اچھی طرح سے''DJ رک رک کر بولا۔ جب وہ لوگ گھر پہنچے تو صبح کے ساڑھے چار بج رہے تھے اس کے باوجود نوشی اور توشی اور ناہید جاگ رہی تھیں۔

''اومائی گاڈ...... یہ کیا ہوگا ہے'' ناہید شعیب کی طرف اسے دیکھ کر لپکی۔

''توشی پانی لاؤ بھائی کے لیے......تم بیٹھو یہاں پر'' ناہید نے شعیب کو صوفے پر بٹھایا۔

''DJ تم بتاؤ کیا ہوا......؟'' توشی بولی۔

''کچھ نہیں جی ...... بڑے غیرت مند ہیں......شعیب سر...... جب سے سنا ہے۔ بس خون اتر آیا ان کی آنکھوں......وہ تو ان کی قسمت اچھی وہ ملے نہیں''

''پھر یہ چوٹیں کیسے لگیں تم دونوں کو......؟'' توشی نے پریشانی سے پوچھا۔

''جب ہم سنوکر کلب سے نکلے تو سڑک پار کرتے ہوئے گاڑی سے ٹکر ہوگئی شعیب سر کی''

''اور تمہیں کیا ہو......؟''توشی تشویش سے بولی۔

''ان کی گاڑی سے ٹکر ہوئی اور میری ان سے ویسے بڑے غیرت مند بھائی ہیں آپ کے......اللہ ویری دشمن کو بچائے ایسے بھائی سے''آہستہ سے منہ میں کہا کراہتے ہوئے۔

جب DJ اپنے کمرے میں جارہا تھا تو بلال کی نظر اس پر پڑ گئی جو کہ تہجد کے لیے اٹھ چکا تھا، وہ اسی لمحے سرونٹ کوارٹر میں گیا اس کے پیچھے۔

DJ ساری کہانی گل شیر خان کو سنا رہا تھا جو کہ لاہور آئے ہوئے تھے اسی دوران بلال وہاں پہنچ گیا اس نے سب کچھ سن لیا۔

واپس اپنے کمرے میں آ گیا دودھ گرم کیا اور DJ کے لیے لے کر گیا۔

''DJ یہ پی لو''بلال ہمدردی سے بولا۔

DJ نے دودھ کا مگ ہاتھ میں پکڑا تو اس کی آنکھوں سے ضبط کے باوجود آنسو جاری ہو گئے اس نے دودھ کا مگ اپنے پلنگ کے ساتھ پڑے ہوئے اسٹول پر رکھ دیا اور خود بلال کے ساتھ لپٹ کر رونے لگا زور زور سے ایک بچے کی طرح بلال نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ بلال سمجھ گیا کہانی کچھ اور ہے۔

فجر کی نماز کے بعد اس نے دعا کی:

''یا اللہ میری مدد کر......!''بس ایک جملہ اس نے کئی بار دہرایا صرف ایک جملہ نماز سے فارغ ہو کر وہ مسلسل بے چین تھا اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا، کبھی وہ چلنا شروع ہو جاتا ادھر سے ادھر کبھی بیٹھ جاتا اس کے ذہن میں DJ کے الفاظ گونج رہے تھے''

''اس چھمک چھلو کو گاڑی میں ڈال''ان الفاظ سے اس کا دماغ پھٹ رہا تھا اس نے دروازہ کھولنے کے لیے ناب پر ہاتھ رکھا پھر اٹھا لیا۔ دستک کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر روک لیا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اندر جائے یا نہیں دستک دے کر پوچھ لے۔

اتنے میں BG توشی کے کمرے سے نکلی۔

''بلال......! تم...... یہاں......؟ ناشتہ دے کر آئی ہوں''BG نے اسے بتایا۔ بلال اندر چلا گیا۔ ناشتے کی ٹرالی ان کے سامنے پڑی ہوئی تھی، مگر ان دونوں نے ناشتے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

''تھوڑا سا کھا لو''توشی اصرار کر رہی تھی''چلو یہ جوس پی لو......بس تھوڑا سا......آؤ بلال بیٹھو......ناشتہ کر لو......''توشی نے بلال کو دیکھ کر کہا۔

وہ دونوں اپنے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ناشتے کی ٹرالی ان کے سامنے بیڈ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ بلال کرسی لے کر ٹرالی کی دوسری طرف نوشی کے بالکل سامنے بیٹھ گیا صبح کے 11 بج رہے تھے بلال اس سے پہلے دو دفعہ DJ کے کمرے میں گیا تھا۔ مگر وہ سویا ہوا تھا۔ اس نے مناسب نہیں سمجھا کہ اسے اٹھائے اسی طرح اس نے نوشی کے کمرے کے کتنے چکر لگائے تھے۔

''تم اب آئے ہو......؟''نوشی شکوے کے انداز میں بولی اس کی آنکھوں میں نمکین پانی جلن کر رہا تھا، آنسو گالوں پر گرنا شروع ہو گئے۔ بلال خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جس پر بہت سارے گلے شکوے تھے۔

''جب خبر ہو گی......تبھی آئے گا''توشی نے بلال کی وکالت کی۔

''تم تو کہتی تھی......کہ محبت کرنے والے محبوب کی سانسوں کا بھی حساب رکھتے ہیں......یہاں تو زخموں کی بھی خبر نہیں''نوشی نے بلال کی لاعلمی کو نقص بتایا، بلال توشی کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم جانتی ہو......کون تھے وہ لوگ......؟''بلال نے توشی سے پوچھا، توشی نے لاعلمی سے گردن ہلا دی، بلال اٹھا اور کمرے سے نکل آیا DJ ابھی تک سویا ہوا تھا۔ SMS گھر کے کام کاج میں مصروف تھا اور خان صاحب بھی موجود نہیں تھے۔

بلال اپنی گاڑی لے کر گھر سے نکل گیا، نوشی ٹیرس پر کھڑی دیکھ رہی تھی، کمرے میں آ کر توشی سے پوچھا:

''آج کون سا دن ہے......؟''

''سنڈے......کیوں پوچھ رہی ہو......؟''توشی بولی۔

''چلے گئے ہیں......''نوشی نے طنز سے کہا۔

''کون......؟''توشی نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

''جن پر آپ کو مان تھا......اب پتہ کرو......بھائی اور ماما بھی کچھ کریں گے یا پھر زبانی جمع خرچ ہی......''نوشی کے الفاظ تو ادب لحاظ والے تھے مگر اس کا انداز انتہائی تیکھا تھا۔

'''توشی اٹھی اور جلدی سے شعیب کے کمرے کی طرف روانہ ہوئی جب دروازے پر دستک دینے لگی تو اندر سے ناہید اور شعیب اونچی آوازوں میں جھگڑ رہے تھے۔

''فار گاڈ سیک آپ سمجھنے کی کوشش کریں وہ لوگ بہت پاورفل ہیں......پولیس کے پاس جانے کا کوئی فائدہ نہیں......پلیز ماما......! آپ میری بات سمجھیں......آپ خوامخواہ ایموشنل ہو رہی ہیں......''

''چلو ٹھیک ہے......ان سے کہو وہ آ کر نوشی سے معافی مانگ لیں''ناہید غصے سے بولی۔

''امپاسبل......ایسا نہیں ہو سکتا''شعیب نے جلدی سے کہا۔

''امپاسبل......تم بھائی ہو......؟ اتنا بڑا الیکٹرک شاک مجھے رات کو نوشی کی بات سن کر نہیں لگا تھا......جتنا تمہاری یہ بات سن کر لگا ہے......''

''چلو سلوشن بتاؤ''ناہید نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

''رات گئی بات گئی''شعیب نے گوگی بٹ کا جملہ دہرایا۔

''Are you mad?''ناہید غصے سے چلائی۔

''بی پریکٹیکل ماما......! مجھے پتا ہے آپ ڈسٹرب ہیں......مگر ریالٹی یہی ہے......''شعیب اطمینان سے اپنی ماں کو سمجھا رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، ناہید ملامتی نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے افسوس سے ٹھنڈی آہ بھری اور

غصے سے کمرے میں سے نکل آئی۔توشی باہر کھڑی تھی، دروازے سے کان لگائے ہوئے۔ناہید نے کھا جانے والی نظروں سے توشی کو دیکھا اور پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''کیا ہوا......کیا کچھ کہا ماما اور شعیب بھائی نے''نوشی فوراً بول اٹھی۔توشی کو دیکھ کر جب وہ اپنے کمرے میں واپس لوٹی۔

''DJ سچ کہتا ہے......بڑا غیرت مند بھائی ہے ہمارا......شعیب بھائی پتہ کر رہے ہیں......انہوں نے کہا معافی تو انہیں ہر حال میں مانگنی پڑے گی''توشی جھوٹی مسکراہٹ سے نوشی کو بتا رہی تھی۔

☆☆☆

بلال نے پہلے سنوکر کلب کا رخ کیا جو کہ بند تھا، چھٹی کی وجہ سے یا پھر گوگی بٹ نے خود بند رکھا ہوا تھا وجہ اسے پتہ نہیں چلی، اس کے بعد اس نے شادی ہال کا رخ کیا، سکیورٹی گارڈ سے ملا پھر آفس میں منیجر سے ملا لیکن کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی، اس کے بعد وہ اپنے اسکول چلا گیا جو کہ شادی ہال کے بالکل سامنے سڑک کے دوسری طرف تھا۔

بلال اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا، تین بج رہے تھے اس نے صبح سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا، موبائل پر بیل ہوئی، بلال نے کال ریسیو کی۔

''خیریت تو ہے......آپ ٹھیک تو ہیں......میں پریشان تھی......آپ آج آئے کیوں نہیں''فون کرنے والی کوئی لڑکی تھی جس نے میٹھی اور نفیس آواز میں بہت سارے سوال ایک ساتھ پوچھ لیے۔

''میں بزی تھا......اس لیے آج نہیں آسکا......Next sunday I will come اللہ حافظ''بلال نے کال ڈس کنیکٹ کر دی اور ایک بار پھر سوچوں کے سفر پر روانہ ہو گیا، وہ ان کمینوں کا پتہ لگانا چاہتا تھا۔جلد سے جلد۔

☆☆☆

''تم دیکھ لینا......کوئی لڑکی کا چکر ہے......بڑی چچی بنی پھرتی ہو اس کی......''ناہید نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے توشی کو دیکھ کر کہا جو کہ اس کے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھی، شعیب اور ناہید کھانا کھانے میں مصروف تھے، نوشی توشی ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔

''دیکھ لیا اس کا بی ہیویئر......مجھ سے نہیں پوچھا......اتنی چوٹیں لگی ہیں مجھے......ماما سے افسوس نہیں کیا میں اور ماما کتنا سٹریس فیل کر رہے ہیں......اس انسی ڈینس کے بعد''شعیب سوپ پیتے ہوئے بولا۔

''وہ تو میں دیکھ رہی ہوں''توشی نے تیور دکھاتے ہوئے کہا۔

''اس کے پیچھے کیوں پڑی ہو......دیکھو کیا حال ہو گیا ہے......میرے بچے کا''ناہید نے توشی کو غصے سے جواب دیا۔''وہ جو صبح سے دفع ہو گیا ہے......اُسے تو کچھ نہیں کہا تم نے......''

''بھائی یہ ہے میرا......وہ نہیں اُسے کیا کہوں؟''توشی غصے سے چلائی۔

''اس کا تو منگیتر ہے......وہ بھی بچپن سے......کیا اس سے بھی کوئی رشتہ نہیں ہے''ناہید آنکھیں نکالتے ہوئے بولی۔

''شکر ہے......آپ اسے منگیتر تو مانتی ہیں......ہاں ایک اور بات وہ بولتا کم ہے اور کرتا زیادہ ہے...... مجھے یقین ہے وہ کچھ کر رہا ہوگا......اس وقت بھی......آپ لوگوں کی طرح......'' کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی توشی وہاں سے جا چکی تھی۔

''کوئی مر جائے......کھانا تو پھر بھی نہیں چھوڑا جاتا......انسان ہیں......'' ناہید نے جواز پیش کیا۔

☆☆☆

بلال نے فوزیہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اسے فون کیا تھا۔

''سر میں تو......خود آپ سے بات کرنا چاہتی تھی......میں عصر کی نماز کا انتظار کر رہی تھی کب آپ کا نمبر کھلے تو آپ کو اطلاع دوں'' فوزیہ نے کال ریسیو کرتے ہی اپنی باتیں کہہ دیں۔

''کیوں خیریت ہے......؟'' بلال نے پوچھا۔

''سر وہ......کل رات کو جو ہوا آپ کو پتہ ہے میں بھی وہاں تھی''

''تم گھر پر ہو'' بلال نے پوچھا۔ ''جی سر'' فوزیہ بولی۔

''میں آتا ہوں'' بلال نے جواب دیا وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا، مجھے فوزیہ کا خیال کیوں نہیں آیا، خیال آتا بھی کیسے DJ اور توشی نے فوزیہ کا ذکر ہی نہیں کیا تھا ساری گفتگو کے دوران، بلال جلدی سے فوزیہ کے گھر پہنچا مغرب کی اذان سے کچھ دیر پہلے۔ فوزیہ نے رات والی بات بتانا شروع کی ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی، کہ مغرب کی اذان شروع ہو چکی تھی۔

''میں نماز پڑھ کر آتا ہوں'' بلال اٹھا اور نواں پنڈ گاؤں کی مسجد کی طرف روانہ ہو گیا، مسجد جاتے ہوئے اس نے DJ کو فون کیا:

''اگر طبیعت ٹھیک ہے تو فوزیہ کے گھر آ جاؤ''

DJ نے بتایا: ''خان صاحب بھی موجود ہیں''

''ان سے میری بات کراؤ......خان صاحب......! آپ DJ کے ساتھ جوہر ٹاؤن آ سکتے ہیں......؟''

''کیوں نہیں......ضرور......ضرور'' خان صاحب بولے۔

بلال واپس آیا تو فوزیہ کی والدہ نے چائے اور بسکٹ وغیرہ کا بندوبست کر رکھا تھا، چند منٹ بعد DJ نے فون پر اطلاع دی ''ہم باہر خان صاحب کی گاڑی میں ہیں'' بلال نے بیٹھک کا دروازہ کھولا اور انہیں بٹھایا جو چائے اس کے لیے فوزیہ کی والدہ نے بنائی تھی، ان کو دی ''آپ چائے پئیں میں پانچ منٹ میں آتا ہوں'' بلال یہ بول کر واپس فوزیہ کے کمرے میں چلا گیا۔

''سر ایک کا نام وقاص ہے، اسے وکی کہتے ہیں اور دوسرا ارسلان ہے اسے سنی کہتے ہیں ان دونوں کی بہنیں ہمارے اسکول میں پڑھتی ہیں......سابقہ MNA چوہدری یعقوب کا ایک بیٹا ہے اور دوسرا بھتیجا ہے'' فوزیہ نے ساری بات تفصیل سے بتا دی۔ آج بلال کو فوزیہ پر پیار آ رہا تھا ہمیشہ اس نے اسے BBC کہہ کر تنگ کیا تھا مگر آج BBC کی

تفصیلی رپورٹ اسے اچھی لگی، اس نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''خوش رہو...... ہمیشہ......'' کسی درویش کی طرح دعا دی اور کمرے سے نکل گیا۔ خالہ ثریا چائے کا مگ ہاتھ میں لیے ہوئے بولیں:

''بیٹا چائے تو پی لو......''

''امی......! وہ نہیں پئیں گے جب تک......''

''کیا جب تک......؟'' ثریا نے پوچھا۔

صحن میں خالہ نصرت سے بلال کی ملاقات ہوگئی وہ رکا اور خالہ کو غور سے دیکھا اور ان کا دائیاں ہاتھ چوم لیا وہ بغیر کچھ کہے سب کچھ کہہ گیا۔ خالہ نصرت اسے مڑ کر دیکھ رہی تھیں جاتے ہوئے وہ گھر سے باہر آ گیا اور گلی والے دروازے سے DJ اور گل شیر خان کو چلنے کے لیے کہا۔

''آپ میرے پیچھے آ جائیں'' تھوڑی دیر بعد وہ محل نما ایک کوٹھی کے باہر تھے DJ گاڑی کی ونڈ اسکرین سے کوٹھی کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ سکیورٹی گارڈ نے انٹر کام پر اطلاع دی۔

''بلال صاحب آئے ہیں، زینت اور مہوش بی بی کے اسکول والے'' بڑی بڑی مونچھوں والے چھ فٹ سے زیادہ لمبے شخص نے اجازت ملنے کے بعد بلال کو سلیوٹ کیا اور گیٹ کھول دیا گیا۔

بلال کی گاڑی کے پیچھے خان صاحب اور DJ کی گاڑی اندر داخل ہوگئی اندر بڑی مونچھوں والے کئی سکیورٹی گارڈ تھے جن کے ہاتھ میں جدید اسلحہ تھا۔

ایک ملازم بلال کے استقبال کے لیے کھڑا تھا، وہ سب کو بڑے سے ڈرائنگ روم میں لے گیا، ڈرائنگ روم کی دیواروں پر تلواریں، شیر کی کھال اور بڑی بڑی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ تصویریں شاید چوہدری یعقوب کے آباؤ اجداد کی ہوں گی۔

''آپ تشریف رکھیں میں چوہدری صاحب کو اطلاع دیتا ہوں'' ملازم ادب سے کہہ کر اندر چلا گیا چند منٹ بعد ایک بڑی سی ٹرالی نمودار ہوئی جس کے اوپر چائے کے ساتھ کیک، فروٹ، بسکٹ، ڈرائی فروٹ اور نہ جانے کیا کیا تھا۔ وہی ملازم پھر بولا:

''آپ چائے پئیں چوہدری صاحب ابھی تشریف لاتے ہیں'' DJ اور خان صاحب چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

'آج تو ہمارے گھر بڑے لوگ تشریف لائے ہیں'' چوہدری یعقوب اندر داخل ہوتے ہوئے بولا اور بلال کو گلے لگا لیا ان کے پیچھے پیچھے زینت اور مہوش بھی آ گئی تھیں۔ ان کی نظروں میں اپنے سر کے لیے بڑی عزت و احترام تھا جیسے ان کے گھر ان کا پیر و مرشد آ گیا ہو۔

''بابا آپ کو پتہ ہے پچھلے مہینے ایک لڑکے نے میری سہیلی کی کلائی زبردستی پکڑی تھی سر نے اس سے کہا چھوڑ دو اور ابھی معافی مانگو مگر وہ نہ مانا تو پھر سر نے اسے بہت مارا اور پولیس کو اطلاع دی'' مہوش اپنے باپ کو بتا رہی تھی۔

''اور وہ تو تم نے تو بتایا نہیں...... جب پولیس والے نے کہا...... بلال صاحب......! آپ نے قانون ہاتھ میں لیا ہے'' زینت اپنے تاؤجی کو بتا رہی تھی۔

''تو سر نے جواب دیا نہیں میں نے قانون ہاتھ میں نہیں لیا ابھی تو صرف مارا ہے اگر قانون ہاتھ میں لیتا تو جان سے مار دیتا''

''بلال صاحب آپ چائے پیو'' چوہدری یعقوب بولا۔

''پہلے آپ سے ایک فیصلہ کروانا ہے'' بلال نے سنجیدگی سے کہا۔

چوہدری یعقوب سیاست دان تھا وہ سمجھ گیا بات کچھ سنجیدہ نوعیت کی ہے

''بیٹا آپ دونوں اندر جاؤ'' چوہدری یعقوب نے زینت اور مہوش کو حکم دیا۔

''چوہدری صاحب میرے اسکول میں 127 بچیاں نویں دسویں کی ہیں جو کہ سب کی سب جوان ہیں اُن میں سے یہ دو بچیاں آپ کی بھی ہیں...... یہ سب بچیاں میری عزت ہیں......اگر کسی ایک بچی کے ساتھ میرے اسکول میں یا اس کے آس پاس کوئی بدتمیزی کرے کسی بچی کی عزت پر ہاتھ ڈالے تو میں اس کا منہ توڑ دوں'' چوہدری یعقوب نے DJ کی طرف دیکھا جس کے چہرے اور ماتھے پر پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔

''بلال صاحب آپ کھل کر بات کرو......میں فیصلہ کروں گا'' چوہدری یعقوب نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

''DJ بتاؤ......! چوہدری صاحب کو ساری بات......'' بلال نے DJ کی طرف دیکھ کر اعتماد سے کہا۔ DJ نے ساری بات بتائی شادی ہال سے لے کر سنوکر کلب تک گل شیر خان غور سے بلال کو دیکھ رہے تھے۔ چوہدری یعقوب نے ساری بات اطمینان سے سنی اور تھوڑی دیر کی اجازت مانگ کر ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ چوہدری یعقوب اچھی طرح جانتا تھا بلال کے تعلقات کو شہر کی ساری ایلیٹ کلاس کے بچے اس کے اسکول میں پڑھتے تھے اور سب سے بڑھ کر اس کی نیک نامی اور سوشل ورک سے بھی سب واقف تھے۔

چوہدری یعقوب نے اپنے قانونی مشیر سے رابطہ کیا، اس نے مشورہ دیا کہ صلح کر لیں ورنہ بات دور تک جائے گی۔ آپ اپوزیشن میں ہیں اور حکومتی حلقوں میں اس لڑکے کی بڑی چلتی ہے معافی تلافی سے معاملہ حل کر لیں۔ سنی اور وکی گھر پر ہی تھے گوگی بٹ کا مشورہ تھا دو چار دن کے لیے گھر سے نہ نکلو۔

تقریباً بیس منٹ بعد چوہدری یعقوب سنی اور وکی کو گندی گالیاں دیتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

''یہ لو جی...... بلال صاحب آپ کے مجرم حاضر ہیں'' چوہدری یعقوب نے جلال سے کہا تھا۔

''کیوں بھئی جوان یہی ہیں'' DJ کو مخاطب کیا چوہدری یعقوب نے ''چلو اوئے معافی مانگو اس شریف آدمی سے'' ان دونوں نے DJ سے معافی مانگی

''دفعہ ہو جاؤ......میری نظروں سے دور......ٹھیک ہے...... بلال صاحب......!''

''نہیں چوہدری صاحب آپ کا فیصلہ ٹھیک نہیں ہے کسی کو مارنا اور کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالنا دو الگ باتیں ہیں۔

جس کی عزت پر ہاتھ ڈالا وہ میری ہونے والی بیوی ہے'' بلال سرخ آنکھوں کے ساتھ بولا جیسے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہو غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ آگ اگل رہا تھا اس نے غصے کے منہ زور گھوڑے کی لگام صبر کے ساتھ پکڑی ہوئی تھی۔

''اب......آپ کیا چاہتے ہیں؟'' چوہدری یعقوب بھی غصے سے بولا۔ بلال اٹھا اپنی جگہ سے اور سنی اور وکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''ان دونوں کو معافی مانگنی پڑے گی...... ہر حال میں اس سے جس کی عزت پر انہوں نے ہاتھ ڈالا تھا''

''اگر نہ مانگیں تو......؟'' وکی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''یہ ہو نہیں سکتا'' بلال کھنکتی آواز سے بولا۔ چوہدری یعقوب نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔

''نا......کا کا......نا...... بیٹا گناہ کیا ہے تو معافی تو مانگنی پڑے گی'' چوہدری یعقوب وکی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا ''چلو ان کے ساتھ جاؤ اور ہماری بیٹی سے معافی مانگ کر آؤ......ابھی اسی وقت...... یہ میرا حکم ہے''

ایک گھنٹہ بعد وہ DJ اور گل شیر خان کے ساتھ نوشی کے حضور معافی مانگ رہے تھے۔ ہاتھ جوڑ کر یہ الگ بات ہے کہ ان کی معافی اپنی سیاسی ساکھ بحال رکھنے کی خاطر تھی نہ کہ توبہ کی وجہ سے مگر جو بھی تھا وہ گھر آ کر معافی مانگ رہے تھے وہ بھی ہاتھ جوڑ کر، شعیب اور ناہید بھی موجود تھے، گھر کے تمام افراد کے ساتھ سوائے بلال کے جو کہ بابا جمعہ کے گھر جا چکا تھا۔

نوشی اور شعیب نے بھی انہیں معاف کر دیا سنی اور وکی جا چکے تھے......

''بلال تو بہت غیرت مند اور دلیر بچہ ہے......پختونوں کی طرح......وہ اگر ہمارے علاقے میں ہوتا تو جرگے کا امیر ہوتا......ماں جی ایسا دلیری سے بات کیا...... چوہدری کا گھر میں جا کر......اونچا آواز میں بات بھی نہیں کیا......اور غصہ بھی دکھایا......میں تو قربان ہو گیا...... بلال صاحب پر......'' گل شیر خان ڈرائنگ روم میں ان کے جانے کے بعد جہاں آرا بیگم سے مخاطب تھا۔

''بیٹی تم بڑا نصیب والا ہے......ایسا ہیرا تم سے منسوب ہے......ہم نے دنیا دیکھا ہے کہاں ملتا ہے......ایسا بچہ...... بہادر، شریف،، خوددار'' گل شیر خان نوشی کے سر پر ہاتھ رکھ کر بول رہا تھا اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ توشی فاتحانہ انداز میں کھڑی ہوئی اپنی ماں اور بھائی کو دیکھ رہی تھی ناہید نے توشی کی فاتحانہ مسکراہٹ دیکھ کر منہ پھیر لیا اور شعیب نے گردن جھکا لی۔

''آنے دو جمال کو میں جلدی سے جلدی تم دونوں کی شادی کرواتی ہوں'' جہاں آرا بیگم بول رہی تھیں۔ نوشی اور توشی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔

''وہ خود کہاں ہے......DJ......'' جہاں آرا نے پوچھا ''پتہ نہیں جی'' DJ بولا۔

بلال بابا جمعہ کے گھر پہنچا اس نے پہلے سے فون کر کے اجازت لے لی تھی۔

''دو دن سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لیے حاضر ہو گیا'' بلال نے آنے کی وجہ بیان کی۔

''اچھا کیا......میرا بھی دل چاہ رہا تھا......تم سے ملنے کو'' بابا جمعہ محبت سے بولے۔

''کل نسیم آئی تھی میرے پاس چھوٹی تسلیم بھی تھی ساتھ میں......''

''آپ سے ملی وہ......؟''بلال نے جلدی سے پوچھا۔

''نہیں وہ گاڑی میں تھی......دُور سے دیکھا تھا......بلال بیٹا شادی کرلو''

''جی......ٹھیک ہے ابھی کچھ کھانے کو ملے گا بہت بھوک لگی ہے۔''

''فریج میں کھچڑا ہے......وہ گرم کرلو......''بابا جمعہ نے بتایا۔

وہ کھاتے ہوئے بولا۔''زبردست بڑا مزیدار ہے آپ اسے ہریسہ کہا کریں کھچڑا بڑا عجیب سا لگتا ہے''بابا جمعہ مسکرائے بابا جمعہ بلال کو کھاتے ہوئے دیکھتے رہے کھانے سے فارغ ہوکر بلال نے اجازت مانگی۔

''چائے نہیں پلاؤ گے......اپنے ہاتھ سے''بابا جمعہ نے فرمائش کر دی۔

''بھینس کا تازہ دودھ پڑا ہے اس کی چائے بناؤ اور یہ گڑ بھی آج ہی آیا ہے......گڑ والی چائے بناؤ''

''جی ضرور......''بلال نے تابعداری سے کہا۔ بابا جمعہ چائے پیتے ہوئے بولے:

''کل اقبال کی دکان پر جا کر اسے بھی چائے بنانا سکھانا اگر ہم دونوں چائے کی دکان کھول لیں تو اقبال کا کاروبار تو ٹھپ ہوگیا نا''

بلال پچھلے چودہ سال سے جب بھی پریشان ہوتا وہ بابا جمعہ کے پاس گھر آ جاتا آج بھی جب بلال نے فون پر اجازت مانگی تو بابا جمعہ سمجھ گئے کوئی بات ہے۔ اسی لیے وہ اس سے ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے 12 بجنے والے تھے بلال نے اجازت لی اور گھر چلا گیا۔

☆☆☆

وہ دسمبر کی سرد ٹھنڈی رات میں جب آسمان پر کالے سیاہ بادل برسنے کے لیے تیار بیٹھے تھے تھوڑی تھوڑی دیر بعد بجلی چمک کر بادلوں کے تیور دکھا دیتی، ہوا کے سرد جھونکوں سے دانت بجنے لگتے مگر اس کو انتظار تھا، کسی کے آنے کا اور وہ آ گیا۔

بلال کی گاڑی پورچ میں آ کر رُکی، وہ گاڑی سے اترا، اسی لمحے بجلی چمکی فلش لائٹس اس کے مکھڑے پر پڑی اور نوشی کی نظروں نے وہ تصویر محفوظ کر لی اپنے دل کے کورے کاغذ پر......

بلال نے اپنے کمرے میں پہنچ کر لائٹس On کیں اور پردے پیچھے ہٹائے۔ نوشی کو اس وقت سردی کا احساس ہوا ہے جب اس نے بلال کو گیس ہیٹر لگاتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنے ٹیرس پر کھڑی تھی نوشی اپنے کمرے میں چلی گئی، بلال نے الیکٹرک کیٹل On کی اور لائٹ میوزک لگا کر واش روم چلا گیا۔

شہنشاہِ غزل جناب مہدی حسن صاحب کی آواز کمرے سے آ رہی تھی۔

عظیم شاعر جناب فیض احمد فیض صاحب کا کلام مہدی حسن ایسے گا رہے تھے کہیں فیض صاحب کے خوبصورت اشعار کو چوٹ نہ لگ جائے۔

؎ گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلو...... چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

اسی لمحے نوشی کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ Pink کلر کا سلکی نائٹ ڈریس پہنے ہوئے تھے اس کے گولڈن بال کھلے تھے، بلال واش روم میں گرم پانی سے نہار ہا تھا۔

وہ آئی اپنی سلطنت کا جائزہ لیا اور دیوان پر ایسے بیٹھ گئی جیسے شہزادی تخت نشین ہو۔

بلال کی کالی گرم چادر Press کی ہوئی اس نے دیوان کے بازو پر رکھ دی اس کی موٹی موٹی براؤن آنکھیں نیند کی وجہ سے سرخ تھیں مگر ان آنکھوں میں نیند سے زیادہ دیدار کی بھوک تھی بلال کے دیدار کی......

بلال واش روم سے نکلا اس کے کالے سیاہ گھنگھریالے بال چمک رہے تھے نوشی اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی بلال نے اسے سرتا پیر غور سے دیکھا، وہ اتنی سخت سردی میں بھی صرف سلکی نائٹ ڈریس پہنے ہوئے تھی بلال نے اپنی وارڈ روب سے دوسری کالی گرم چادر نکال کر اس کے شانوں پر ڈالی انگلیوں کے پوروں کی مدد سے مگر پوروں نے نوشی کے جسم کو چھوا تک نہیں اس ڈر سے کہیں دودھ سے زیادہ سفید بدن میلا نہ ہو جائے بلال نے میوزک بند کر دیا۔ وہ کالی چادر میں ایسے چمک رہی تھی جیسے کالی سیاہ رات میں گہرے کالے بادلوں میں بجلی چمکتی ہے۔

وہ شہزادی کالی چادر اوڑھ کر اب ملنگنی بن چکی تھی، وہ اسی جگہ کھڑی ہوئی بلال کو دیکھ رہی تھی جو کچن میں کافی بنانے میں مصروف تھا۔

بلال نے اسے کافی کا مگ تھمایا اور آنکھوں سے بیٹھنے کا کہا اور خود کرسی لے کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ بلال کافی پی رہا تھا اور نوشی کو دیکھ رہا تھا نوشی نے بھی کافی کے دو چار گھونٹ لگائے اور اپنے نینوں سے بول پڑی:

''کدھر تھے آپ میں کب سے انتظار کر رہی تھی؟''

''میں......کچھ مصروف تھا......'' بلال نے آنکھوں سے جواب دیا۔

''اگر آپ میرا ہاتھ نہ تھامتے تو میری عزت کا جنازہ نکل جاتا'' نوشی نے نینوں سے کہا۔

''میں نے تو کبھی ہاتھ چھوڑا ہی نہیں'' بلال کی آنکھوں نے جواب دیا۔

''مگر مجھے تو کبھی خبر نہیں ہوئی کہ آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے'' نوشی کے معصوم نین بولے۔

''ہاتھ کو دل سے تھامتے ہیں......ہاتھ سے نہیں......''

''اگر میں ہاتھ چھوڑ دوں تو......؟'' نوشی کے نین بے رخی سے بولے۔

''آپ ہاتھ چھوڑ بھی دو......تو اس دل سے نہیں چھوٹے گا...... جب تک اس میں دھڑکن ہے''

''محبت کرتے ہو مجھ سے......؟'' نوشی کے نینوں نے پوچھا۔

''اپنے من سے پوچھ لو......'' بلال کی آنکھوں نے ادب سے جواب دیا۔

''اگر اتنی محبت کرتے ہو مجھ سے......تو مجھ سے محبت کیوں نہیں مانگی......؟''

''محبت نہ کشکول لے کر مانگتے ہیں اور نہ ہی محبت کشکول میں ڈالی جاتی ہے......بس محبت کی جاتی ہے، خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ......''

''آپ اگر دل کی بازی ہار گئے......تو......؟'' نوشی کے نینوں نے خدشہ ظاہر کیا۔

''محبت بازی نہیں ہے......محبت فرض ہے......فرض میں ہار جیت نہیں ہوتی......دُعا ہے......بس......فرض قبول ہو جائے......''

ایک دھماکے کے ساتھ دروازہ کھلا اور توشی کمرے میں داخل ہوئی۔

''یہ لو......قیامت کی نشانیاں......کیا سین چل رہا تھا......وہ بھی رات کے دو بجے......'' توشی نے اپنی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کو منہ میں ڈالتے ہوئے سیٹی ماری اور خوشی سے جھوم اٹھی۔

''پاگل ہو......اس وقت شور مچا رہی ہو'' بلال نے ڈانٹا نوشی گردن جھکائے اپنی آوارہ لٹیں جو چہرے پر تھیں کان کے پیچھے کر رہی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے......جو تم سوچ رہی ہو'' بلال نے صفائی دی۔

''تو کیسا ہے......بتاؤ جلدی سے......ورنہ میں سب کو بتا دوں گی'' توشی نے وارننگ دی ''جلدی جلدی بتاؤ کیا چل رہا تھا......غضب خدا کا رات کے دو بجے دسمبر کی رات، ایک خوبصورت لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ......اور ایسا کچھ نہیں ہے''

''میں ان کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی'' نوشی نے بھی صفائی پیش کی۔

''شکریہ......مہربانی......وہ بھی ان کا......جن کی تم نے ہمیشہ تذلیل کی......ہر جگہ......ہر موقع پر......آج اچانک یہ ہمدردی وہ بھی ان کے لیے......ابھی چند گھنٹے پہلے ہی کیا کچھ نہیں کہا......تم نے اور ماما نے ان کی شان میں'' توشی نے الفاظ چبا چبا کر طنز سے کہا۔

''توشی جی......! جانے دو کیوں تماشہ لگا رہی ہو......چھوڑو پرانی باتیں'' بلال دونوں بہنوں کو چپقلش سے بچانا چاہتا تھا۔

''ان سب نے پوری زندگی تمہارا تماشہ بنایا تمہارا مذاق اڑایا آج میں نے اپنے بھائی اور ماں کو دیکھ لیا ہے......مجھے پتہ ہے......تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا......DJ نے تمہیں فون کیا کہ وہ معافی مانگ کر جا چکے ہیں تب تم نے کھانا کھایا......میری ماں اور بھائی 3 بجے کھانا ٹھوس رہے تھے......اور یہ دوموہی......کس منہ سے تمہارے پاس آئی ہے......اور کیا لینے آئی ہے......'' توشی نے اپنی ماں اور بھائی کا غصہ نوشی پر نکالا۔

''تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی......یہ میرا منگیتر ہے تم کیا لگتی ہو اس کی؟'' نوشی غصے سے چیخی۔

''میں اس کی کزن ہوں، دوست ہوں اور جہاں تک رشتے کا سوال ہے......ہمارا محبت کا رشتہ ہے......غور سے سن لو محبت کا رشتہ'' توشی نے دعوے اور مان سے جواب دیا۔

''اور مجھے عشق ہے......ہاں عشق ہے......بلال سے'' نوشی زور سے چیخی۔

''یہ لو......محبت کی میم سے واقف نہیں اور دعوے عشق کے......وہ کیا کہتے ہو تم......بلال صاحب......کہ ہم چھوٹے لوگ محبت ہی کر لیں تو بڑی بات ہے......عشق بڑے لوگوں کا کام ہے......اور یہ محترمہ عشق کرنے چلی ہیں'' نوشی غصے سے وہاں سے چلی گئی دروازہ زور سے مارتے ہوئے۔

''توشی جی......! کیوں تم نے دل دکھایا اس کا......'' بلال سنجیدگی سے بولا۔

''دل نہیں ہے، اس کے پاس......میری ماں نے ساری زندگی نفرت کا درس دیا ہے جو سینے میں دھڑکتا ہے...... وہ گوشت کا لوتھڑا ہے......میں نے کوشش کی ہے کہ وہ دل بن جائے دوبارہ سے''

''میں نے تمہیں پہلے تو کبھی ایسی بڑی بڑی باتیں کرتے نہیں دیکھا......توشی جی......! بیٹھ جاؤ اور پانی پیو'' بلال دیوان پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''پانی نہیں کافی پلاؤ۔ سالی آدھی گھر والی ہوتی ہے......جیجا جی سمجھے کیا؟'' پانچ منٹ بعد وہ کافی پی رہے تھے۔

''یہ بیس گھنٹے میں نے انتہائی کرب میں گزارے پاپا یہاں نہیں تھے۔ ماما اور بھائی مجھے اپنے لگے ہی نہیں...... دادو کو میں نے خود نہیں بتایا......تم بھی خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے یہ حادثہ نوشی کے ساتھ نہیں میرے ساتھ ہوا ہے، میں ایسے محسوس کر رہی تھی اتنا پیسہ تعلقات ہونے کے باوجود کچھ نہیں......سچ کہوں تو بلال......! میں واقعی بڑی آج ہوئی ہوں میں اکثر تم کو کہتی تھی کہ تم اپنی عمر سے بڑی باتیں کرتے ہو......آج سمجھ آ گئی......میں نے صرف دس گھنٹے ماں باپ کے بغیر گزارے، باپ یہاں تھا نہیں اور ماں ہو کے بھی نہیں تھی......واقعی ماں باپ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔'' توشی کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اس نے بلال کی طرف دیکھا جو خاموشی سے چہرے پر بغیر کسی تاثر کے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ویسے میں نے آج ایک اور حساب لگایا ہے......تمہارے اندر بھی کوئی دل شل نہیں ہے......میں رو رو کر ہلکان ہو رہی ہوں......اور تم بت بنے بیٹھے ہو'' بلال کے چہرے پر توشی کی بات سن کر جان لیوا مسکراہٹ آ گئی تھی۔

''مجھے اس کے نصیب پر رشک ہے......جس کے نصیب میں تم ہو......مجھ سے اگر کوئی پوچھے خوش قسمت لڑکی کون ہے تو میں کہوں گی جو بلال کی دلہن بنے گی......میں نے بھی تم کو ٹوٹ کر چاہا تھا بچپن سے آج تک پھر دادو نے مجھے سمجھایا پر میں نہیں مانی پھر میں نے خود تجربہ کیا تو دادو کی بات سچ نکلی......!''

بلال اپنی ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھ کے دایاں ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھے ہوئے خاموشی سے توشی کی باتیں سن رہا تھا۔

''اس کے بعد میری بڑی خواہش تھی کہ تمہاری شادی نوشی سے ہو جائے مگر آج میں خود کہتی ہوں نوشی سے بالکل شادی مت کرنا''

''تم بہن ہو کہ ڈائن ہو، اپنی بہن کے منگیتر کو غلط پٹیاں پڑھا رہی ہو'' بلال نے شرارت کی۔

''شٹ اَپ......میں واقعی سیریس ہوں وہ تمہارے قابل نہیں ہے......''

''کیا کل تمہارا آخری دن ہے؟'' بلال نے پوچھا۔

''میں سمجھی نہیں'' توشی سوالیہ نظروں سے بولی۔

''مجھے کیوں لگ رہا ہے جیسے کل تم فوت ہو جاؤ گی......اسی لیے سارے نصیحتیں اور وصیتیں آج کر رہی ہو'' بلال نے پھر توشی کو چھیڑا۔

''فوزیہ تمہارے بارے میں بالکل صحیح کہتی ہے، سر بڑے چالو اور کھوچل ہیں ایویں مت سمجھنا'' توشی نے

حساب برابر کرلیا۔ فجر کی اذان شروع ہوگئی تھی۔

''چلواب جاؤ......اور نماز پڑھ کر سونا......'' بلال نے توشی کو کہا۔

☆☆☆

''عظمی بیٹی اٹھو، نہیں تو نماز کا وقت نکل جائے گا'' ڈاکٹر ہاجرہ نیازی نے کمبل کے اندر ہاتھ ڈال کر عظمی افگن نیازی کو اٹھایا، عظمی جلدی سے اٹھی اپنے کھلے ہوئے کالے سیاہ گیسو سمیٹے اور اپنی گرم شال اوڑھ کر واش روم کی طرف چل دی۔

عظمی نے فجر کی نماز ادا کی اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کی اور ٹریک سوٹ پہن کر لاؤنج میں آئی اور پروفیسر زمان افگن نیازی کے روم کی طرف چل دی دروازے پر دستک دی اندر سے ڈاکٹر ہاجرہ نیازی کی آواز آئی۔

''آجاؤ عظمی''

''آنی......! انکل کہاں ہیں......؟'' عظمیٰ نے پوچھا۔

''وہ تو واک پر چلے گئے......تمہارے کمرے میں گئے تھے......انہوں نے ہی مجھے آکر بتایا کہ تم اب تک سوئی ہوئی ہو'' ڈاکٹر ہاجرہ نیازی نے جواب دیا۔

''میں بھی چلتی ہوں''، عظمیٰ جلدی سے بولی۔

''رکو عظمیٰ......! باہر بہت دھند ہے......یہاں بیٹھو میرے پاس'' ہاجرہ نے صوفے پر دائیں ہاتھ سے اپنے پہلو میں عظمی کو بیٹھنے کو کہا اور بائیں طرف شیشے کے سائیڈ ٹیبل پر کتاب رکھ دی جس کو وہ پڑھ رہی تھی۔

''جی آنی......کوئی خاص بات ہے......؟'' عظمی بیٹھتے ہوئے بولی۔

''کل تم کچھ ڈسٹرب تھی......رات کھانا بھی نہیں کھایا......اپنے کمرے میں بھی جلدی چلی گئی'' ہاجرہ اپنی انگلیوں کے پوروں سے عظمی کے بالوں کو سہلاتے ہوئے بولی۔

''نہیں کچھ خاص نہیں......بس ایسے ہی......'' عظمی نے بات گول کرنی چاہی۔

''اماں کہا کرتی تھیں......ماسی یعنی ماں جیسی میں نے تم کو ماں بن کر پالا ہے......مجھے نہیں بتاؤ گی......؟'' ہاجرہ نے صوفے پر اپنی پوزیشن تبدیل کی اور عظمی کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئیں۔

''ہر سنڈے تم بہت خوش ہوتی ہو مگر کل......بلال نے کچھ کہا تھا......؟'' ہاجرہ نے پوچھا۔

''آنی وہ کل نہیں آیا تھا......پچھلے دو سال میں پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ اس سنڈے کو نہیں آیا جب میں نے فون کیا تو اس کا بی ہیویئر عجیب سا تھا......جیسے مجھے جانتا ہی نہ ہو''، عظمی پریشانی سے بتا رہی تھی۔

''وہ ایسا تو نہیں......جب وہ آٹھ سال کا تھا......میں تب سے اسے جانتی ہوں وہ تو بڑے اچھے اخلاق والا بچہ ہے'' ہاجرہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''وہ بچپن سے اپنے ماموں کی بیٹی سے منسوب ہے کیا نام تھا اس کا ہاں نسیم جمال رندھاوا۔ نوشی کہتے ہیں جسے''

''مجھے معلوم ہے......اس کی منگنی ہو چکی ہے......اس نے مجھے خود بتایا تھا'' عظمی سر جھکائے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو

دیکھ رہی تھی ڈاکٹر ہاجرہ کچھ دیر عظمی کو دیکھتی رہی وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے

''پروفیسر صاحب مجھے رات کو کہہ رہے تھے......اگر ہمارے دونوں بیٹے شادی شدہ نہ ہوتے ......تو میں عظمی کو اپنی بہو بنا کر یہاں سے جانے نہ دیتا''عظمی ہاتھ ملتے ہوئے، ہاجرہ کی طرف دیکھ کر مسکرائی ہاجرہ اس کا چہرہ غور سے دیکھ رہی تھی۔

''تم بلال کو پسند کرتی ہو؟''ہاجرہ نے عظمی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں......میں اس سے محبت کرتی ہوں......''عظمی نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

''اور......وہ......؟''ہاجرہ کے وہ میں بہت سارے سوال تھے۔

''آنی......اس نے ان دو سالوں میں کبھی مجھے آنکھ بھر کر نہیں دیکھا......کبھی غلطی سے بھی مجھے چھوا نہیں......کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے مجھے لگے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے......میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا ہے...... جہاں میرے لیے حیا ہے......احترام ہے......ہاں میں اسے اچھا دوست کہہ سکتی ہوں......اور بس''

''تو پھر......بیٹی سائے کے پیچھے نہیں بھاگتے''ہاجرہ نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

''تم شادی کرلو''

''کرلوں گی......اس کی شادی کے چار دن بعد''عظمی نے بھولی صورت بنا کر کہا۔

''چار دن بعد کیوں......؟''ہاجرہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''تین دن سوگ کے اور چوتھے کو شادی......''عظمی نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ہاجرہ ہنستے ہوئے بولی:

''کملی نہ ہو تو، میں اس کے اسکول کا ایڈریس بتاتی ہوں مل آؤ، ویسے بھی آج تمہاری چھٹی ہے اور شام کو جلدی آجانا میں نے اور پروفیسر صاحب نے ایک پروگرام بنایا ہے تمہارے لیے''

☆☆☆

''یار تمہارا اسکول تو بڑا شاندار ہے......الگ مختلف......پاکستانی اسکول تو بالکل نہیں لگتا......کسی بھی اینگل سے......میں نے سارے کلاس روم دیکھے ہیں......انگلش کے پیریڈ میں ٹیچر بچوں سے صرف انگلش بول رہا تھا اور دوسری کلاس میں سارے بچے عربی بول رہے تھے''ڈاکٹر محسن چائے پیتے ہوئے تبصرہ کر رہا تھا۔

''تم نے آج پھیکی چائے کیوں لی؟''بلال نے پوچھا۔

''میں انگلش اور عربی کی بات کر رہا ہوں اور تم چائے کا پوچھ رہے ہو''ڈاکٹر محسن بولا۔

''تمہیں عربی بولنا آتی ہے''بلال نے پوچھا۔ ڈاکٹر محسن نے نہیں میں سر ہلا دیا۔

''اور انگلش بول سکتے ہو''بلال نے پھر پوچھا۔

''وہ میں گزارہ کر لیتا ہوں''ڈاکٹر محسن جلدی سے بولا۔

''میرے اسکول میں کلاس Five کا بچہ ہم دونوں سے اچھی انگلش اور عربی بول سکتا ہے وہ اس لیے کہ یہاں پانچویں کلاس تک بچوں سے زبان بولی جاتی ہے پڑھائی نہیں جاتی''

''تو پھر بچوں کے سبجیکٹ کون سے ہیں؟ انگلش تم نہیں پڑھاتے، عربی اور اردو بھی نہیں پڑھاتے'' ڈاکٹر محسن حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''قرآن مجید......سائنس، کمپیوٹر اور میتھ، دنیا کا سب سے بڑا سبجیکٹ قرآن مجید ہے وہ ہم نے ایصال ثواب کا ذریعہ بنالیا ہے، ہم قرآن کو سمجھ نہیں پاتے اس لیے کہ ہمیں عربی نہیں آتی میں خود ترجمے والا قرآن مجید پڑھتا ہوں......بچوں کو عربی زبان آجائے گی تو وہ قرآن کو سمجھ جائیں گے، ترجمہ مفہوم کے قریب لے جاتا ہے پورا مفہوم ترجمے سے بیان نہیں ہوتا......رہا انگلش کا سوال تو اس وقت سارے علوم انگلش میں ہیں، ہم جیسے تیسے کر کے انگلش میں پاس ہو جاتے ہیں بول پھر بھی نہیں سکتے میں نے وہ پاس فیل کا چکر ہی ختم کر دیا ہے، انگلش زبان ہے سبجیکٹ نہیں''

''ویسے تم عجیب بات کر رہے ہو'' ڈاکٹر محسن نے اختلاف کیا ''انگلش زبان ہے سبجیکٹ نہیں......''

''تم چائنہ میں کتنے سال رہے ہو؟'' بلال نے پوچھا۔

''یہی کوئی پانچ چھ سال''

''چائنیز آتی ہے؟''

''اب تو فر فر بول لیتا ہوں'' ڈاکٹر محسن نے فخریہ انداز میں بتایا۔

''چائنیز زبان تم نے پڑھ کر سیکھی تھی؟'' بلال نے پوچھا۔

''نہیں تو......شروع میں ایک سال تو بڑی مشکل ہوئی......پھر میں غور سے سنتا تھا اور بولنے کی کوشش کرتا تھا......جیسے جیسے میں بولتا گیا مجھے زبان کی سمجھ آ گئی''

''تو بات سیدھی سی ہے زبان بولنا آجائے تو آپ اس میں لکھی ہوئی تحریر آسانی سے سمجھ سکتے ہیں، اسی لیے چھوٹے بچوں کو یہاں بولنے کی تربیت دی جاتی ہے اور چھٹی کلاس سے پھر ان کو پڑھایا جاتا ہے''

''بھائی......! تو ابھی سے دو بچوں کی سیٹ رکھ لے'' ڈاکٹر محسن نے کہا۔

''وہ کس کے بچے ہیں......؟''

''بھائی میرے ہونے والے بچے اور کس کے'' ڈاکٹر محسن مسکراتے ہوئے بولا۔

''اماں کو توشی بہت پسند آئی ہے اور وہ رشتہ مانگنے کے لیے آنا چاہتی ہیں'' بلال تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر بولا:

''دیکھو ڈاکٹر صاحب......! میں تمہارے ساتھ دو سال تک پڑھا ہوں اور تمہاری طبیعت سے اچھی طرح واقف ہوں......وہ تمہارے ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے......دیکھنے میں جتنی شوخ و چنچل ہے اندر سے اتنی ہی معصوم اور بھولی......تم ٹھہرے ایک دل پھینک عاشق......دیکھو مائنڈ مت کرنا......''

''کمال ہے......بلال صاحب......پیار سے بےعزتی کر کے کہتے ہو مائنڈ مت کرنا'' ڈاکٹر محسن ناراضی سے بولا۔

''دیکھو ڈاکٹر صاحب......! صاف گوئی کو بےعزتی کا نام مت دو جو میرے دل میں تھا میں نے کہہ دیا'' بلال

نے اپنی صفائی پیش کی۔

''بلال......! میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں......فلرٹ نہیں کر رہا ہوں......اور دوسری بات ابا جی کی وفات کے بعد میں بدل گیا ہوں......''ڈاکٹر محسن نے اپنا موقف بیان کیا۔

''خیر......ایک دو دن میں ماموں امریکہ سے آنے والے ہیں......اس سے پہلے تم توشی سے بات کرلو اگر اسے کوئی اعتراض نہیں ہے......تو آپ لوگ آ جاؤ......حتمی فیصلہ ماموں اور ممانی نے کرنا ہے''

''بلال میں واقعی سچ کہہ رہا ہوں...... مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے''

''تم توشی سے بات کرلو......''بلال نے جواب دیا۔

''تم بات کرونا اس سے......''ڈاکٹر محسن نے درخواست کی۔

''اگر اس سے محبت ہے......تو پھر میری سفارش کی ضرورت نہیں......ڈاکٹر صاحب......!ایک بات یاد رکھنا کوئی ایسی ویسی حرکت مت کر بیٹھنا کہ میری اور خود کی نظروں میں گر جاؤ''

''بات کیسے کروں یہی تو سمجھ نہیں آ رہا''ڈاکٹر محسن پریشانی سے بولا۔

بلال اسے دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرایا، کیا یہ وہی محسن رضا بٹ ہے جو شرط لگا کر راہ چلتی لڑکیوں سے بات کر لیتا تھا اور ہمیشہ شرط بھی جیت جاتا تھا۔ جس لڑکی پر تعریف کا منتر پڑھ کر پھونک مار دیتا وہ اس کی ہو جاتی اس کی بے چینی ایک سولہ سال کے اناڑی عاشق جیسی تھی جس کی بھوک پیاس ختم ہو جائے۔ (یہ تو واقعی بدل گیا ہے) بلال کے دل نے اسے بتایا ذہن نے دل کی بات پر تصدیق کی مہر لگا دی اور آنکھوں نے دیکھ لیا سامنے بیٹھے ڈاکٹر محسن رضا بٹ کو۔

''تم واقعی سیریس ہو؟''بلال کے جملے سے ڈاکٹر محسن چونک گیا اور سر کو اثبات میں ہلا دیا، بولا کچھ نہیں۔

''اچھا......ایسا کرو اس کا نمبر لے لو......اسے کھانے پر انوائیٹ کرو......اور Propose کر دو اگر اس نے تمہارا پرپوزل ایکسپٹ کر لیا تو میں ماموں سے بات کروں گا''بلال نے مشورہ دیا۔

''اور وہ کیسے ری ایکٹ کرے گی؟''ڈاکٹر محسن نے بلال سے پوچھا۔

''کچھ نہیں کہے گی......تمہاری بات سن کر خاموش ہو جائے گی......اور شرم سے نظریں جھکا دے گی......اور اپنے بال کان کے پیچھے کرتے ہوئے بولے گی میں سوچ کر بتاؤں گی جانے سے پہلے وہ گردن جھکا کر ہلکا سا مسکرائے گی......یاد رکھنا یہ ساری باتیں کھانے کے بعد کرنا''

''اگر اس نے میرا پرپوزل ریجیکٹ کر دیا''ڈاکٹر محسن بھولے پہلوان کی طرح بولا۔

''اگر تمہارے جذبوں میں سچائی ہوئی تو وہ انکار نہیں کرے گی''اتنے میں آفس بوائے آتا ہے:

''سر......!وہ پولیو کے قطرے پلانے والے آئے ہیں اور ایک لڑکی بھی آپ سے ملنا چاہتی ہے''

''پولیو ٹیم کو پہلے چائے پلاؤ اور بسکٹ وغیرہ ضرور رکھنا......اس لڑکی کا نام پوچھا......؟''

''سر......!وہ......عظمی افگن بتایا انہوں نے''

''عظمی یہاں......بھیج دو انہیں''

''السلام علیکم......!''عظمی آفس میں داخل ہوئی بلال صوفے سے اٹھ گیا اور اسے دیکھ کر ڈاکٹر محسن بھی اٹھ گیا بلال نے مسکرا کر استقبال کیا اور جواب دیا:

''یہ میرے دوست ڈاکٹر محسن رضا بٹ ہیں اور آپ ڈاکٹر عظمی افگن نیازی ہیں''بلال نے تعارف کرایا ڈاکٹر محسن نے جانے کی اجازت مانگی:

''بلال صاحب میں چلتا ہوں''

''وہ نمبر تو لے لو''بلال نے ڈاکٹر محسن کو توشی کا موبائل نمبر لکھ کر دیا۔ بلال اپنی آفس ٹیبل پر بیٹھا تھا اس نے آفس بوائے کو بلانے کے لیے بیل دی۔

''آپ......بیٹھیں کھڑی کیوں ہیں......؟''بلال صوفے کی طرف بڑھا، ڈاکٹر محسن جا چکا تھا۔

''جی سر......!''آفس بوائے بولا۔

''پولیو ٹیم کو چائے دے دی؟''بلال نے پوچھا۔

''سر......! چائے بن رہی ہے''

''اچھا ایسا کرو ایک چائے اور فروٹ کیک میڈم کے لیے بھی لاؤ۔''آفس بوائے چلا گیا۔

''ایک چائے کیوں......؟ اور آپ کو کس نے بتایا مجھے فروٹ کیک پسند ہے؟''عظمی نے سوال پوچھا۔

''میرا روزہ ہے''بلال نے بتایا۔

''اور وہ فروٹ کیک والی بات''عظمی نے بات چھوڑی نہیں۔

''آپ کو چائے کے ساتھ فروٹ کیک بہت پسند ہے کچنار اور قیمہ شوق سے کھاتی ہیں احمد فراز کی شاعری، قدرت اللہ شہاب کی تحریریں، جاوید چوہدری کے کالم، حسینہ معین کے ڈرامے، ٹینا ثانی کو سنتی ہیں، Black اور Pink آپ کے پسندیدہ کلر ہیں انگور بڑے شوق سے کھاتی ہیں''بلال نے عظمی کی ساری جنم کنڈلی بیان کر دی اسے احساس تھا کہ کل اس نے عظمی سے اچھی طرح بات نہیں کی تھی شاید اسی لیے اسے مسکا لگا رہا ہو، عظمی منہ کھولے حیرت میں مبتلا تھی آفس بوائے سینٹر ٹیبل پر چائے اور کیک رکھ رہا تھا، تب جا کے وہ حیرت کی دنیا سے واپس لوٹی بلال اس کے سامنے ٹیبل کی دوسری طرف صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔

''روزہ کیوں رکھا آج......؟''چائے کا سپ لیتے ہوئے عظمی نے پوچھا۔

''میں جمعہ اور پیر کا روزہ رکھتا ہوں''بلال نے جواب دیا۔

''اسکول اور آفس تو بڑا شاندار ہے کیا اسکول اپنا ہے؟''عظمی نے کیک کھاتے ہوئے پوچھا۔

''بلڈنگ کرائے پر ہے، سیٹ اَپ اپنا ہے''بلال نے جواب دیا''سامنے سڑک کی دوسری طرف کنال کے پلاٹ کا بیعانہ دیا ہے پندرہ بیس دن بعد ٹرانسفر ہو جائے گا''

''کتنے کا پلاٹ خریدا......؟''عظمی نے پوچھا۔

''تین کروڑ پچیس لاکھ کا''بلال آرام سے بولا۔ عظمی نے بڑی مشکل سے چائے کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا

(باپ نے خوب مال چھوڑا ہوگا)عظمی نے دل میں کہا(یا پھر بڑا ڈاکو ہے تبھی تو اتنا سب کچھ ہے تعلیم کے نام پر ڈاکہ ڈال رہا ہے)

''کیا آپ کے والد صاحب بڑے بزنس مین ہیں......؟''عظمی نے بات آگے بڑھائی۔

''نہیں ان کا انتقال ہو چکا ہے''بلال نے بتایا۔

''لگتا ہے کافی جائیداد چھوڑ کر گئے تھے آپ کے لیے......''عظمی پھر سے بولی۔

''نہیں وہ تو سفید پوش آدمی تھے یہ میری خود کی سیونگ ہے''بلال نے بتایا۔

''میں دو سال سے سیونگ کر رہی ہوں......نو دس لاکھ ہی بچا پائی ہوں سوچ رہی ہوں جاب چھوڑ کر یہ بزنس شروع کرلوں''عظمی نے مسکرا کر کہا۔

''بلال......!آپ ایک بات بتائیں گے سچ سچ؟''بلال نے ہاں میں گردن ہلا دی

''میرے بارے میں اتنا سب کچھ آپ کو کس نے بتایا ہے''

''آپ نے خود''بلال نے جواب دیا۔

''میں نے تو آپ سے کبھی کوئی بات نہیں کی''

''دیکھیں میں اور آپ تقریباً دو سال سے مل رہے ہیں، ہر سنڈے کے سنڈے۔آج ہماری 100ویں ملاقات ہے آپ نے میرے ساتھ جب بھی چائے پی فروٹ کیک ضرور آرڈر کیا ریسٹورنٹ میں ہم چار بار گئے آپ نے کچنار کا ہر بار پوچھا وہ الگ بات ہے ہم کھا ایک دفعہ بھی نہیں سکے، دو دفعہ آپ کی گاڑی میں بیٹھا آپ نے ٹینا ثانی کو ہی سنا، کپڑے آپ ہمیشہ Pink اور Balck پہنتی ہیں ان دو سالوں میں آپ نے چار شعر سنائے چاروں احمد فراز کے تھے آپ نے جتنے ڈراموں کا ذکر کیا، وہ سارے حسینہ معین کے لکھے ہوئے تھے۔میں نے ہمیشہ آپ کو انگور کھاتے دیکھا ویری سمپل''

''کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں......؟''عظمی نے آناً فاناً پوچھا۔

''میں سب سے محبت کرتا ہوں بشمول آپ کے''بلال نے جوں کا توں جواب دے دیا۔انٹر کام پر بیل ہوئی، بلال نے اٹھ کر کال ریسیو کی۔

''ٹھیک ہے آپ اندر آ ؤ''بلال نے انٹر کام پر کہا۔تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا اندر آیا۔

''جی سر''سامنے کھڑے لڑکے نے کہا۔

''رشید ایسا کرو یہ پیسے لو سارے سٹاف کے لیے کھانا لاؤ اور پولیو ٹیم والوں کو کھانا ضرور کھلانا''بلال نے 20ہزار روپے دیے وہ لڑکا چلا گیا۔

''بلال میں آپ کو سمجھ نہیں پائی''عظمی پھر سے بولی''سارے سٹاف کو کھانا اور پولیو ٹیم والوں پر بڑے مہربان ہیں کوئی خاص وجہ''

''پولیو کے قطرے پلانے والے تو غریب لوگ ہوتے ہیں۔میں نے اکثر دیکھا ہے کہ لوگ ٹھیک طرح سے

ان سے بات بھی نہیں کرتے۔ حدتو یہ ہے بے وجہ کتنے لوگوں کو مار دیا گیا ہے......سٹاف کو کھانا اس لیے کہ آج میری امی کی سالگرہ ہے''

''دو دسمبر کو......؟ آج تو میری بھی سالگرہ ہے''عظمی فوراً بول پڑی۔

''مجھے معلوم ہے پچھلے سال آپ شہر سے باہر تھیں تب آپ سے کچھ خاص دوستی بھی نہیں تھی اس لیے آپ کو وِش نہیں کیا۔''

''This Time please accept my congratulations''

''اور یہ آپ کا گفٹ''بلال نے ایک پارسل عظمی کو پیش کیا۔

''جتنی میں کل ہرٹ ہوئی تھی اس سے کہیں زیادہ آج خوش ہوں......شکریہ بلال''عظمی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا''ویسے آپ کی برتھ ڈے کب ہے''

''29 فروری کو''بلال نے بتایا۔

''سال کون سا تھا''عظمی نے پوچھا۔

''29 فروری 1988 کو میں پیدا ہوا تھا''بلال نے تفصیل بتائی۔

''آپ بہت اچھی ہیں میں امید کرتا ہوں آپ مجھے غلط نہیں سمجھیں گی۔ عظمی جی! میں نے ہمیشہ آپ کو ایک دوست کی طرح دیکھا ہے آج کے علاوہ میں نے کبھی آپ سے کوئی بات نہیں کی ہمیشہ آپ کو سنا ہے دو چار دفعہ آپ کے ساتھ کھانا کھالیا آپ کی خواہش پر، میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا میری منگنی ہو چکی ہے وہ بھی بچپن سے، رہا محبت کا سوال، میرے نزدیک محبت فرض ہے آپ نے پوچھا تھا کیا مجھے آپ سے محبت ہے بالکل ہے جیسے ایک دوست کو دوسرے دوست سے ہونی چاہیے''

عظمی غور سے بلال کو دیکھ رہی تھی خلاف توقع اس نے بلال کی کسی بات کو محسوس نہیں کیا اور نہ ہی خائف ہوئی تھی یہ ساری باتیں تو وہ پہلے سے جانتی تھی بلال کے منہ سے سن کر اسے اچھا لگا نہ کہ برا بلکہ وہ اور مرمٹی بلال پر پہلے سے زیادہ کہیں زیادہ۔

☆☆☆

نوشی اور توشی کی ایک دن شدید ناراضی رہی پھر اس کے بعد وہی سب کچھ روٹین میں توشی نے بلال کو بتایا۔

''آپ کے دوست ڈاکٹر محسن نے مجھے ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے جاؤں کہ نہیں؟''

''اگر تم اجازت مانگ رہی ہو تو وہ ممانی سے مانگو اگر مشورہ مانگا ہے تو اپنی مرضی کرو''بلال نے دوٹوک جواب دیا۔

☆☆☆

رات کے وقت وہ دونوں ڈیفنس میں واقع ایک عالی شان ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانا آرڈر توشی کی پسند سے ہوا تھا۔ ڈاکٹر محسن نے بڑی احتیاط سے گفتگو کی اور کھانا بھی قدرے کم کھایا، بلیک ٹو پیس میں ڈاکٹر صاحب بچ

رہے تھے اور توشی بھی سفید لباس میں قیامت ڈھا رہی تھی ان دونوں میں بڑی کم گفتگو ہوئی تھی کھانے کے بعد ویٹر ٹیبل صاف کر چکا تھا اور وہ دونوں گرین ٹی کا انتظار کر رہے تھے تب توشی نے بات شروع کی۔

''آپ نے بتایا نہیں کہ یہ ڈنر کس خوشی میں تھا'' توشی نے ڈاکٹر محسن کے چہرے کو اپنی آنکھوں کے حصار میں لیا جو کہ اپنے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے ہوئے گردن جھکائے بیٹھا تھا آج وہ شاد باغ والا محسن بٹ نہیں تھا بلکہ ایک ڈیسنٹ پڑھا لکھا ڈاکٹر محسن رضا بٹ تھا آج ہر لحاظ سے ایک مکمل شخصیت لگ رہا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب کہاں کھو گئے آپ'' توشی نے دوبارہ لب کشائی کی۔

''توشی......! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں......نام تو میرا محسن ہے مگر میں کسی کا محسن نہیں ہوں۔ بلال جیسی خوبیوں کا مالک بھی نہیں ہوں مگر آج میں سچ کہوں گا صرف سچ۔ میری زندگی میں دو لڑکیاں تھیں ایک ہمارے محلے کی اور دوسری چائینیز تھی دونوں بار میں ان کی ضرورت تھا اور انہوں نے مجھے بالکل ٹشو پیپر کی طرح استعمال کیا اور اگلی ضرورت تک پھر خاموشی'' ڈاکٹر محسن ٹیبل پر پڑے ٹشو کے ڈبے کو دیکھ کر بولا۔

''اس بار میرے دل کے آس پاس کھلبلی مچی ہوئی ہے زندگی میں پہلی بار شاید مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے......''

''دل کے آس پاس ضرورتوں کا گھر ہوتا ہے اور محبت صرف دل میں بسیرا کرتی ہے ایک دفعہ بلال نے بتایا تھا'' توشی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''مجھے لفظوں سے کھیلنا نہیں آتا سیدھی بات کہتا ہوں میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میری اماں کی بھی یہی خواہش ہے اسی لیے وہ آپ کے گھر آنا چاہتی ہیں''

توشی بالکل خاموش ہو گئی اور نظریں جھکا لیں۔ اب ڈاکٹر محسن نے اُس کے چہرے کو اپنی آنکھوں سے جکڑا ہوا تھا۔ توشی گردن جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ تب اُسی سمے اس نے اپنی گستاخ لٹوں کو دائیں ہاتھ سے کان کے پیچھے کیا جو کہ اُس کے رخسار کا بوسہ لے رہی تھیں۔

''تو پھر آؤں اماں کو لے کر آپ کے گھر؟'' ڈاکٹر محسن نے خاموشی توڑی۔

''وہ میں آپ کو سوچ کر بتاؤں گی'' توشی ہلکا سا مسکرا کر بولی ''چلیں''

''گرین ٹی کا کیا؟'' ڈاکٹر محسن نے کہا۔

''اب موڈ نہیں ہے'' توشی کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا۔

ریسٹورنٹ سے باہر آتے ہوئے ڈاکٹر محسن نے دل میں کہا تھا:

''بلال تو واقعی Love گرو ہے''

☆☆☆

ڈاکٹر ہاجرہ نیازی اپنے بیڈروم میں بیٹھی ہوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھی اُسی سمے دروازے پر دستک ہوئی۔

''Yes Come In''

ڈاکٹر ہاجرہ نے اجازت دی عظمی کمرے میں داخل ہوئی اُس کی باڈی لینگویج ایک جیتے ہوئے کھلاڑی جیسی تھی۔

''آنی......! انکل کہاں ہیں......؟''عظمی نے پوچھا۔

''وہ میانوالی گئے ہیں......اُن کا ایک بچپن کا دوست فوت ہوگیا ہے'' ڈاکٹر ہاجرہ نے بائیں ہاتھ سے چشمہ اُتارتے ہوئے بتایا۔

''کب تک آجائیں گے؟''عظمی نے جھومتے ہوئے پوچھا جو کہ کھڑی تھی۔

''وہ تو کل آئیں گے...... بلال سے ملاقات ہوئی......؟''ہاجرہ نے عظمی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بیڈ پر بٹھالیا وہ اُسے خوش دیکھ کر مسکرائی۔

''خدا انسانوں کے ذریعے وسیلے بناتا ہے۔ میں کہتی تھی نا سارے مرد تمہارے باپ جیسے تو نہیں ہیں۔ پروفیسر صاحب کو دیکھ لو آج تک مجھ سے اونچی آواز میں بات نہیں کی مارنا تو بہت دُور کی بات......ایک تمہارا باپ تھا......خیر دفعہ کرو اسے......''

''آنی......! میرا فیورٹ کلر بتائیں؟''عظمی نے جلدی سے کہا۔

''وائٹ اور ریڈ''ہاجرہ نے ششدر ہو کر جواب دیا۔

''اور میرا پسندیدہ شاعر کون ہے''

''آئی تھنک ...... پروین شاکر''ہاجرہ نے اپنی شہادت کی انگلی اپنی کنپٹی پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

''میں کون سا پھل شوق سے کھاتی ہوں''

''میرے خیال سے اسٹرابری''

''آپ نے سارے جواب غلط دیئے ہیں''عظمی اپنی خالہ سے لپٹ گئی آج وہ بہت خوش تھی مگر دو سال پہلے ایسا نہیں تھا۔

عظمی کے والدین کی لو میرج تھی۔ اس کے باوجود اُن دونوں میں بہت جھگڑے ہوتے تھے۔

عظمی کا باپ اُس کی ماں کو بہت مارتا تھا اور اُس کے دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات بھی تھے، عظمی چھ سال کی تھی جب اُس کی ماں نے خودکشی کرلی تھی۔

عظمی کے باپ نے دوسری شادی کرلی، تب سے وہ اپنی خالہ کے پاس رہتی تھی، خالہ بھی ایسی جو ماؤں سے بڑھ کر۔ ہاجرہ کے دو بیٹے ہیں جو کہ عظمی سے دس اور بارہ سال بڑے تھے، ایک دبئی میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اور دوسرا کینیڈا میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ پروفیسر زمان عظمی کے خالو عظمی کو اپنی بیٹی سے بڑھ کر سمجھتے تھے۔

عظمی ساری زندگی اپنی ماں کی موت اور باپ کے ظلم بھلا نہ سکی اپنے اسکول سے لے کر میڈیکل کالج تک اُس کا کوئی دوست نہ تھا۔ اسکول میں ایک لڑکا اُسے چاہتا تھا مگر عظمی نے کبھی اُسے لفٹ نہیں کروائی تھی۔ وہ ہمیشہ گم سم رہتی، کم بولتی، ہنسنا تو جیسے اُسے آتا ہی نہیں تھا۔

پھر دو سال پہلے اُس کی بلال سے ملاقات ہوئی آج کی عظمی اور دو سال پہلے والی عظمی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

(Helen of Troy) عظمی کو دیکھے تو اِس کی خوبصورتی پر رشک کرے، کالے سیاہ لمبے بال، رنگت سفیدی اور لالی کا حسین امتزاج چہرے پر سفیدی زیادہ تھی یا سُرخی اندازہ لگانا مشکل تھا، گردن لمبی، دراز قد، ہاتھ پاؤں اُجلے دانت موتیوں جیسے سفید پتلے ہونٹ تیکھی ناک یہ تمام خوبیاں ایک طرف...... عظمی بڑے اچھے اخلاق کی مالک تھی درد دِل رکھنے والی ڈاکٹر۔

''بیٹی......! میں ڈاکٹر ہوں نجومی تھوڑی نہ ہوں'' ہاجرہ نے عظمی کا ماتھا چومتے ہوئے جواب دیا۔

''جو یہ سب کچھ جانتا ہو کیا اُسے نجومی کہیں گے؟'' عظمی نے زبان کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے بھی سوال کیا۔

''نہیں......نجومی تو نہیں......کوئی محبت کرنے والا ہی اتنی معلومات رکھ سکتا ہے''

''یہی تو......آپ صحیح پہنچی ہیں......میں نے بھی اُسے یہی کہا تھا'' عظمی نے چٹکی بجاتے ہوئے شہادت کی انگلی اپنی آنی کی طرف کی۔

''بلال کو......؟'' ہاجرہ نے نادیدہ خوف سے پوچھا۔

''جی ہاں......بلال کو......اسے میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے مجھ سے بھی زیادہ......شادی تو میں بلال سے کروں گی''

☆☆☆

Honda Civic پورچ میں آ کر رکی۔ DJ نے معمول کے برخلاف گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا، توشی سفید لباس میں ملبوس گاڑی سے ایسے اُتری جیسے رومن ایمپائر کی کوئی پرنسز اپنی سواری سے اُتری ہو......اس نے گردن اُٹھا کر بلال کے روم کی طرف دیکھا، ساری لائٹس آف تھیں۔

ناہید نے اپنے کمرے سے توشی کو آتے ہوئے دیکھ لیا۔ توشی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''پھر اُس نے کہا مجھے لفظوں سے کھیلنا نہیں آتا سیدھی بات کہتا ہوں''

توشی اپنی بہن نوشی کو ساری اسٹوری سنا رہی تھی۔ عین اُسی وقت ناہید توشی اور نوشی کے بیڈروم میں داخل ہوئی۔

''کہاں گئی تھی تم......دو دن پہلے کا واقعہ بھول گئی ہو......جانے سے پہلے پوچھ تو لیا کرو......!!'' ناہید غصے سے گرجی۔

''جو خود اجازت نہ مانگتے ہوں......وہ اجازت دینے کا حق کھو دیتے ہیں......اور جہاں تک اُس دن کی بات ہے......میں تو پوری زندگی نہیں بھول سکوں گی۔''

توشی نے نوشی کی طرف دیکھ کر اپنی ماں کو کرارہ جواب دیا۔

''کتنی بدتمیز ہو......وہ سکھاتا ہے تمہیں یہ سب کچھ......'' ناہید غصے سے چلاّئی۔

''ماما آپ کو بلال کا فوبیا ہو گیا ہے......ہاں سکھاتا ہے......یہ کہ اپنی ماں کی عزت کرو......اُس سے محبت کرو

اُس کا مشورہ تھا کہ میں آپ سے پوچھ کر جاؤں، لیکن میں نے ضروری نہیں سمجھا'' توشی نے اپنی ماں کو پھر سے تیکھا جواب دیا

''ضروری نہیں سمجھا تم نے مجھ سے پوچھنا...... میں تمہاری ماں ہوں'' ناہید نے اپنا رشتہ حق جتاتے ہوئے یاد کرایا۔

''چھوڑیں ماما......! ماں کیا ہوتی ہے......؟ آپ نے تو ہمیں صرف جنم دیا ہے ماں نہیں بنی آپ...... ہاں...... ماما کہنے کی اجازت ضرور مل گئی ہم کو'' توشی نے اپنی ماں پر طنز کیا۔

''یہ اُسی کا کیا کرایا ہے......اُس بڈھے موچی سے تعویذ لاکر پلا دیئے ہیں تمہیں''

''خدا کا خوف کریں...... بابا جی کو تو چھوڑ دیں''

''ہمارا گھر چھوڑ کر بھی نہیں جاتا......کمینہ کہیں کا......'' ناہید مگرمچھ کے آنسو گراتے ہوئے بولی

''اُسی کمینے نے آپ کی عزت کو ڈھانپا ہے دو دن پہلے......ورنہ اس میڈم کا سارا غرور اور مان تو خاک میں مل گیا تھا'' توشی نے نوشی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''جو تم سوچ رہی ہو...... میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی......'' ناہید نے اپنی بیٹی کو چیلنج کیا۔

''چھوڑیں ماما ...... یہ منہ اور مسور کی دال......سچ تو یہ ہے ہم دونوں میں سے کوئی بھی اُس کے لائق نہیں ہے...... ہاں......آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے میں نے اُسے کہہ دیا ہے کہ نوشی سے شادی بالکل نہ کرے......اور آج میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے......اپنی شادی کا''

''تم نے شادی کا فیصلہ کر بھی لیا......اور ہم سے پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا'' ناہید نے اپنا حق جتایا۔

''میں نے صرف یہ فیصلہ کیا ہے کہ مجھے کس سے شادی کرنی ہے......کریں گے پاپا ہی'' توشی نے وضاحت پیش کی۔

''جو دل میں آئے کرو......جہنم میں جاؤ''، ناہید غصے سے بول کر چلی گئی

''تم نے بلال سے یہ کیوں کہا، کہ نوشی سے شادی نہ کرنا'' توشی دانت پیستے ہوئے بولی

''اِس لیے کہ تم...... اِس قابل ہی نہیں ہو......کیا جوڑ ہے تمہارا اُس کے ساتھ......وہ اپنی قابلیت کے بل بوتے پر آج اِس مقام پر ہے۔ خود اپنی محنت سے پڑھا اور ہم باپ کے پیسے کے زور پر فیشن ڈیزائنر بنی ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسری کی قابلیت سے خوب واقف ہیں اچھی طرح سے......'' توشی نے نوشی کو بھی کھری کھری سنا دیں۔

☆☆☆

وہ اپنے بیڈ پر کروٹیں لیتی رہی رات بھر مگر نیند اُس کے نصیب میں نہیں تھی۔ اُس کی بہن کا طنزیہ جملہ اُسے بے چین کیے ہوئے تھا۔

(کیا جوڑ ہے تمہارا اُس کے ساتھ) رات کے پچھلے پہر وہ واش روم میں گئی دیوار پر آویزاں آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا ''کیا کمی ہے مجھ میں'' اُس نے دل ہی دل میں غرور سے کہا ''دلکش ہوں، جوان ہوں، مال دار ہوں، کیا نہیں ہے

میرے پاس جس کو چاہوں اپنا بنالوں'' زور سے قہقہہ گونجا آئینے میں سے اُس کا اپنا عکس کہہ رہا تھا'' مگر وہ پھر بھی تمہارا نہیں ہوسکتا، کہاں وہ اور کہاں تم''

''بلال صرف میرا ہے میں اُسے کسی اور کا ہونے نہیں دوں گی، وہ مجھ سے منسوب ہے بچپن سے''نوشی نے اپنے عکس کو جواب دیا۔

وہ بے چین ہوکر اپنے ٹیرس پر آئی۔ بلال کے روم کی لائٹ جل چکی تھی۔ ''شکر ہے''اُس نے دل میں کہا اور دیوانی ہوکر بلال کے روم کی طرف دوڑی...... بلال تہجد کی نماز ادا کر رہا تھا جب وہ بلال کے روم میں پہنچی۔ وہ بلال کے بائیں طرف کھڑی ہوگئی۔ بلال نے سلام پھیرا تو جائے نماز سمیٹ کر دیوان کے بازو پر رکھ دیا، اُس نے اپنے کندھوں سے گرم چادر اُتار کر نوشی کے شانوں پر بڑی احتیاط کے ساتھ ڈالی۔ وہ اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

نوشی اُسی سمے بلال سے لپٹ گئی نوشی کے دونوں ہاتھ بلال کی کمر پر تھے، اُس کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

''آپ صرف میرے ہو...... مجھے عشق ہے آپ سے......عشق ہے آپ سے......''بلال نے اُسے تحمل سے خود سے الگ کیا۔

''یہ گناہ ہے......کبیرہ گناہ......آپ میرے نکاح میں نہیں ہیں''بلال نے نوشی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔

''کافی بناؤں آپ کے لیے؟''بلال نے پوچھا۔

نوشی کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے ''آپ مجھے معاف کر دیں میری ساری بدتمیزیوں پر ساری بداخلاقیوں پر اور میرے سارے گناہوں پر پلیز بلال خدا کے لیے''......نوشی ہاتھ جوڑ کر بول رہی تھی۔

''نوشی جی......! آپ بیٹھ جائیں...... میں کافی بناتا ہوں''بلال یہ کہہ کر کافی بنانے میں مصروف ہوگیا، نوشی اُس چادر سے بلال کے بدن کی خوشبو سونگھ رہی تھی، اور روم کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ اُسے بلال کے کمرے کی ہر ہر چیز پر پیار آ رہا تھا۔

''نوشی جی......کافی......''بلال نے کافی کا مگ نوشی کو تھماتے ہوئے کہا۔

نوشی دیوان کے اوپر آلتی پالتی مار کر بیٹھی ہوئی تھی اور گرم چادر سے اپنا جسم لپیٹا ہوا تھا۔ کافی کا مگ اُس کے دونوں ہاتھوں میں تھا اور وہ بلال کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہو۔ بلال حیا والی نظریں جھکائے بیٹھا ہوا تھا کافی ختم ہوگئی۔

''نوشی جی......اب آپ جاؤ......''بلال نظریں جھکائے بول پڑا۔

نوشی اُٹھی اپنے سلیپر پہنے اور چل دی۔ دروازے سے پہلے وہ رُکی مڑی اور بلال کو نظر بھر کر دیکھا اور چلی گئی۔

☆☆☆

بلال اسکول جانے کے لیے نکلا، وہ اپنی نانی کے کمرے سے آ رہا تھا۔ لان کے پاس نوشی پہلے ہی سے اُس کے انتظار میں کھڑی تھی۔

نوشی کے چہرے پر شرماہٹ زیادہ تھی یا مسکراہٹ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا۔

''کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا؟'' وہ پھولوں کے پاس کھڑی بولی بلال نے گردن کو اثبات میں ہلا دیا۔

''آج رات کو ڈنر پر چلیں صرف میں اور آپ'' وہ پھول کی پتیاں توڑتے ہوئے بولی جو اُس کے ہاتھ میں تھا۔
بلال نے اُس کے ہاتھوں کو دیکھا۔

''ٹھیک ہے...... کتنے بجے......؟'' بلال نے حامی بھر لی۔

''ٹائم اور ریسٹورینٹ کا نام میں آپ کو ٹیکسٹ کر دوں گی''

نوشی نے پنجوں پر اُچھل کر کہا، بلال وہاں سے اپنی گاڑی کی طرف چل دیا وہ اپنی گاڑی میں گیا تو نوشی پھر سے آٹپکی۔

''ایک کام تھا آپ سے'' نوشی سائیڈ مرر پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ بلال نے آنکھوں سے سوال کیا۔

''ایک لڑکی ہے نوین...... اُسے توشی نے بھی آپ کے پاس بھیجا تھا...... میں اس سے وعدہ کر چکی ہوں...... پلیز اُسے میری خاطر رکھ لیں''

''نوشی جی آپ بھیج دو اُسے میں رکھ لوں گا'' بلال سنجیدگی سے بولا۔ توشی ٹیرس پر کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

اس کے بعد نوشی DJ کے کمرے میں گئی، اُس سے پوچھا توشی اور ڈاکٹر کس ریسٹورینٹ میں گئے تھے، اُس نے ساری معلومات لے کر بلال کو ٹیکسٹ کر دیا تھا۔

جب نوشی دادی کے کمرے میں گئی تو وہاں پہلے ہی سے توشی موجود تھی۔

''تم بہن نہیں ڈائن ہو'' نوشی نے توشی کو دیکھتے ہی کہہ دیا ''دادو آپ کو معلوم ہے یہ بلال کو کہتی ہے مجھ سے شادی نہ کرے۔'' توشی خاموش رہی یہ بات سن کر دادی کو تشویش لاحق ہوئی۔

دادی نے توشی کی طرف دیکھا جو گردن جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔

''کیوں توشی...... یہ کیا کہہ رہی ہے؟'' دادی نے توشی کا مؤقف طلب کیا۔

''یہ کیوں بولے گی...... اِس کی تو خود نظر تھی بلال پر اُس نے انکار کر دیا تو اِس نے میرے خلاف اُس کے کان بھرنے شروع کر دیئے'' نوشی طنزیہ لہجے میں بولی۔

''اپنی بکواس بند کرو...... تمہیں شرم آنی چاہیے ایسی باتیں کرتے ہوئے...... میں بہن ہوں تمہاری......'' توشی نے غصے سے جواب دیا۔

''تم بہن نہیں ہو میری......ڈائن ہو ڈائن'' نوشی چیخ کر بولی۔

''بیٹا ایسا کیا ہو گیا ہے......تم دونوں میں...... جو اتنا غصہ کر رہی ہو......'' دادی پریشانی سے بولی۔

''دادو میں بتاتی ہوں آج سب کچھ بتاؤں گی'' توشی زخمی آواز سے سرخ آنکھوں کے ساتھ بولی۔

''بچپن سے لے کر آج تک ماما، بھائی اور میری اِس بہن نے بلال کے ساتھ زیادتی کی اُسے ہرٹ کیا ہر جگہ ہر موقعے پر تمہیں معلوم ہے نسیم جمال وہ سینڈوچ کیوں کھاتا ہے اور ہمارے گھر کا کھانا کیوں نہیں کھاتا اس لیے کہ ایک دفعہ وہ

فش کھا رہا تھا تو ماما نے اُس کے آگے سے فش اُٹھالی تھی اور ماما کے الفاظ مجھے آج تک یاد ہیں'' توشی نے اپنے آنسو صاف کیے۔

''یہ تمہارے باپ کے پیسوں سے نہیں آئی جو اسے کھا رہے ہو۔غفوراں اِسے سینڈوچ وغیرہ دے دیا کرو یا پھر بچا ہوا کھانا۔ ماما نے یہ BG سے کہا.....تم نے اور بھائی نے کیا کم کیا تھا،خود روپے اُس کے بیگ میں ڈالے اور ماما کو بتا کر اُس پر چوری کا الزام لگا دیا.....دادو اور پاپا نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی...... پاپا نے آج تک اُسے اُس کا حق نہیں دیا، پھوپھو کا دیا ہوا قرض جو واپس نہیں کیا...... ماما اور ہم سب مل کر ظلم کرتے رہے اور وہ سہتا رہا......اور دادو آپ نے ہمیشہ اُسے اپنی محبت کے نام پر بلیک میل کیا۔اُس نے جب بھی اجازت مانگی اِس گھر سے جانے کی دادو نے اپنی محبت کا واسطہ دے کر روک دیا...... یہ جو محبت کی مسیحا بنی بیٹھی ہو نسیم جمال، اصل میں تم نفرت کی دیوی ہو۔'' توشی مسلسل بول رہی تھی۔ دادی اور نوشی چپ چاپ سب سُن رہی تھیں۔

''دادو آپ میں اور ماما میں کوئی خاص فرق نہیں ہے......اگر ماما نے نوشی کو نفرت کے پنجرے میں قید کیا ہوا ہے ......تو آپ نے بھی بلال کو محبت کے پنجرے میں قید کر رکھا ہے اور اُس محبت کے قیدی کی خوراک نفرت، الزام تراشی، طنزیہ جملے اور بہتان ہیں''

کمرے میں بالکل خاموشی تھی توشی پھر گھائل آواز کے ساتھ اپنے آنسو صاف کرتی ہوئے بول پڑی:

''میں نے ایک دفعہ اُس سے کہا اپنی محبت کو مانگ لو اللہ سے، تو اُس نے جواب دیا شرم آتی ہے۔ سچ کہا تھا، بلال نے......ایسی محبت کو مانگتے ہوئے واقعی شرم آنی چاہیے۔'' توشی نے نوشی کی طرف حقارت سے شہادت کی انگلی اٹھائی تھی۔

''رہا میرا سوال میری جگہ کوئی بھی دل رکھنے والی ہوتی تو وہ بلال پر مرمٹتی جان دے دیتی اُس پر۔ بلال کہتا ہے محبت مانگتے نہیں ہیں محبت دیتے ہیں، میں بھی اُسے بے شمار محبت دینا چاہتی تھی، اس لیے کہ وہ سارے غم بھول جائے۔نسیم جمال میری بہن میں نے اپنی دعاؤں میں اُسے مانگا ہے تمہارے لیے......صرف تمہارے لیے......اپنے لیے نہیں......کبھی نہیں......''

توشی اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی کمرے سے چلی گئی، دادی اور نوشی گم سم وہیں بیٹھی رہیں نہ جانے کتنی دیر تک۔

☆☆☆

''یہ سارا کھیل مانگنے اور دینے کا ہے۔ جس سے مانگنا چاہیے اُس سے مانگتے نہیں اور جن کو دینا چاہیے اُن کو دیتے نہیں۔ اگر بندے کو مانگنے کا طریقہ آجائے اور دینے کا سلیقہ آجائے تو بندے کی بہت ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں۔ وہ کہتا ہے مدد مانگنی ہے تو مجھ سے مانگو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مانگنے والے سے خوش ہوتا ہے کیونکہ دینے کے قابل وہی ایک ذات ہے باقی کوئی نہیں ہے''

''بابا جی......! اگر ایک انسان کسی دوسرے انسان کو دیتا ہے۔ روپیہ، کپڑے، کھانا وغیرہ وہ بھی تو مدد ہی ہے''

عادل نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا، بلال خاموشی سے سن رہا تھا۔

''دیکھو ہاشمی صاحب......ایک حق ہے اور دوسرا فرض ہے اگر آپ اپنے بوڑھے ماں باپ کو روپیہ، کپڑے اور کھانا دیتے ہیں تو یہ آپ کا فرض ہے اور اُن کا حق ہے اگر بچے چھوٹے ہیں تو یہی کام والدین کریں تو والدین کا فرض اور بچوں کا حق ہے......اِسی طرح اللہ نے جو مال آپ کو عطا کیا ہے، اُس کے اوپر زکوٰۃ فرض ہے، اگر آپ کسی مستحق کو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو یہ آپ کا فرض ہے جس کو آپ نے ادا کیا اُس کا حق ہے......آپ نے اپنا فرض ادا کیا ہے، اُس کی مدد نہیں کی مدد صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کرتا ہے'' بابا جمعہ نے بات سمجھانے کی کوشش کی۔

''اگر کوئی شخص زکوٰۃ سے زیادہ رقم ادا کر دے تو پھر تو مدد کہلائے گی......نا......'' عادل نے اپنی طرف سے مضبوط دلیل رکھی۔

''عادل صاحب......! پھر وہ ایثار ہوگا، سخاوت ہوگی، وہ بندہ غنی کہلائے گا......دیکھو بیٹا......! ہم فرض اور حق کے درمیان ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اوپر کچھ فرض نہیں اور کسی کا کوئی حق نہیں اُس کی ذات پر کہ وہ اُس سے اپنا حق مانگے......جب وہ اپنے بندے کو عطا کرتا ہے تو وہ مدد ہوتی ہے، اُس پر فرض نہیں ہے

مانگنا ہے تو صرف اپنے رب سے مانگو۔ جھکنا ہے تو اُس کے آگے جھکو......

حضرت اقبالؒ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

؎ وہ اِک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت علامہ اقبالؒ جیسے لوگ بھی صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں'' بابا جمعہ نے اپنی بات ختم کی۔ عادل کی بے قراری اب بھی موجود تھی اِس سے پہلے وہ کوئی اور سوال پوچھتا بلال نے بابا جمعہ سے جانے کی اجازت مانگ لی۔

''بابا جی مجھے اجازت دیں......ایک دوست کی طرف چائے پر جانا ہے......''

''ٹھیک ہے بیٹا......جاؤ......اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے'' بابا جمعہ نے دُعا کے ساتھ رخصت کیا بلال وہاں سے چلا گیا عادل کے سوال ابھی باقی تھے۔

''بابا جی یہ جوتا مرمت کرنا ہے'' ایک عورت نے کہا ''کتنے پیسے لیں گے؟''

''بیٹی جتنے تم آسانی سے دے سکو دے دینا اگر نہیں ہیں تو کوئی بات نہیں''

بابا جمعہ نے جوتا پکڑا اور مرمت شروع کر دی

عادل کسی نئے سوال کی تلاش میں تھا۔

☆☆☆

''تمہارا پسندیدہ شاعر کون سا ہے'' پروفیسر زمان نے چائے پیتے ہوئے پوچھا۔

''علامہ اقبال......'' بلال نے چائے کا سپ لیتے ہوئے جواب دیا۔ عظمیٰ افگن فروٹ کیک کا ٹکڑا ہاتھ میں پکڑے ہوئے تماشائی بنے ذہانت کا میچ دیکھ رہی تھی، اور ڈاکٹر ہاجرہ نیازی ریفری کی ڈیوٹی نبھا رہی تھیں۔

ڈاکٹر ہاجرہ نے فون کر کے بلال کو بلایا تھا۔ پچھلی رات انہوں نے پروفیسر زمان کو عظمی کی کہی ہوئی بات بتائی تھی ''میں شادی تو صرف بلال سے کروں گی''

پروفیسر صاحب تشویش میں مبتلا تھے کہ وہ لڑکا کون ہے، کیسا ہے، کہیں عظمی کی عزت سے نہ کھیلے، اِس لیے بلال کو طلب کیا۔

''میرے نزدیک تو مرزا غالب بڑے شاعر ہیں، علامہ اقبال کے مقابلے میں......'' پروفیسر زمان جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

''میں دو بڑے لوگوں میں مقابلے کا قائل نہیں ہوں۔ میرے نزدیک دونوں عظیم شاعر ہیں۔ میں نے صرف اپنی پسند بتائی تھی اور یہی آپ کا سوال بھی تھا......'' بلال نے پُراعتماد لہجے کے ساتھ جواب دیا، عظمی کی آنکھوں میں تفاخر کی چمک تھی۔

''میاں......بیوی......'' پروفیسر صاحب نے اُدھورا سوال پوچھا۔

''میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس، ایک دوسرے کی ڈھال......'' بلال نے جواب دیا۔

''تمہارے پاس پاکستان کے ایک شعبے کو ٹھیک کرنے کا اختیار ہو تو تم کیا کرو گے؟'' پروفیسر زمان نے وہ سوال کیا جو عجیب تھا۔

''میں ٹریفک کا نظام ٹھیک کر دوں گا'' بلال نے جواب دیا۔

''اُس کا کیا فائدہ'' پروفیسر زمان بولے۔

''اُس کے بہت سے فائدے ہوں گے سر...... پہلا تو یہ وی آئی پی کلچر ختم ہوگا۔ دوسرا یہ لوگوں کے دلوں میں قانون کا احترام اور رُعب پیدا ہو جائے گا، تیسرا ہماری قوم میں نظم و ضبط پیدا ہوگا۔''

''VIP کلچر کیسے ختم ہوگا میں سمجھا نہیں ذرا ایکس پلین کرو'' پروفیسر زمان پھر سے بولے۔

''سر ہمارے ملک میں ایک MNA سو پچاس گاڑیوں پر MNA کی نمبر پلیٹ لگوا دیتا ہے۔ اُوپر سے اُن گاڑیوں کے شیشے کالے، اندر کون ہے، کسی کو معلوم نہیں ہوتا وہ گاڑیاں نہ سگنل پر رُکتی ہیں، نہ ون وے کا خیال کرتی ہیں، ٹریفک وارڈن انہیں روکنے سے ڈرتے ہیں۔ پولیس والوں کی جان جاتی ہے......

سر اس ملک کا ہر شہری روزانہ سڑک پر نکلتا ہے۔ سائیکل والے سے لے کر Range Rover والے تک سب کے لیے ایک قانون ہونا چاہیے۔ غلطی کرنے پر اُن کا چالان ہو۔''

''اچھا یہ بتاؤ تم کس فرقے سے تعلق رکھتے ہو؟'' پروفیسر زمان نے پوچھا۔

''میں سر......اُمتی فرقے سے تعلق رکھتا ہوں۔''

''میرا مطلب ہے بریلوی ہو، دیوبندی، وہابی، یا پھر شیعہ'' پروفیسر زمان نے سوال آسان کیا۔

''سر میں اِن میں سے کچھ بھی نہیں ہوں، میں صرف نبی پاک ﷺ کا امتی ہوں۔ کسی فرقے کی کوئی کتاب نہیں پڑھتا، صرف قرآن مجید پڑھتا ہوں ترجمے کے ساتھ، میرے پاس اردو کے چودہ تراجم ہیں مختلف علماء کرام کے۔ کسی کی

بات سمجھ نہ آئے تو دوسرے کا ترجمہ پڑھ لیتا ہوں۔ سر سچ تو یہ ہے ہمارے ملک کو جتنا نقصان بیرونی طاقتوں نے پہنچایا ہے اُتنا ہی نقصان تفرقے بازی اور فرقہ بندی سے بھی ہوا ہے......''

ڈاکٹر ہاجرہ اور عظمی اُن کی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

''آخری سوال عظمی سے تمہارا کس قسم کا تعلق ہے؟'' پروفیسر زمان دوٹوک انداز سے بولے۔

''ایک اچھے دوست کا۔'' بلال نے دھیمی آواز کے ساتھ جواب دیا۔

''کیا لڑکا اور لڑکی صرف دوست ہو سکتے ہیں؟'' پروفیسر زمان نے مشکل سوال پوچھا۔

''سر......! بہت مشکل ہے...... پھر بھی ہو سکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ...... کپڑے کی چادر کے ساتھ ساتھ حیا کی چادر بھی دونوں کے درمیان ہو......''

چائے کا دور ختم ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر ہاجرہ اور ڈاکٹر عظمی تو بلال کے جوابوں سے خاصی متاثر ہوئیں تھیں۔ پروفیسر صاحب ذرا دیر سے مطمئن ہونے والے انسان تھے۔

بلال نے جانے کی اجازت مانگی۔

''بلال بیٹا مغرب ہونے والی ہے رات کا کھانا کھا کر جانا'' ڈاکٹر ہاجرہ نے پُرخلوص انداز میں دعوت دی۔

''خالہ جی......! آج میری پہلے سے دعوت طے ہے۔ ورنہ میں ضرور کھانا کھاتا آپ کے ہاں۔''

عظمی پنک لباس پہنے ہوئے اپنی کالی سیاہ آنکھوں سے بلال کو دیکھ رہی تھی۔ بلال ڈرائنگ روم سے نکلا تو عظمی اُسے اُس کی گاڑی تک چھوڑنے آئی۔

بلال گاڑی میں بیٹھنے لگا تو عظمی نے زبان کھولی:

''آپ یہ گاڑی کیوں نہیں بدلتے آپ کی ہم عمر ہے؟'' عظمی نے شرارتی انداز میں سوال کیا۔

''اس لیے کہ یہ میری پیدائش پر میرے ابا ملک جلال احمد نے خریدی تھی۔ آٹھ ماہ انہوں نے چلائی...... پھر وہ فوت ہو گئے اُن کی خوشبو آتی ہے اس گاڑی سے'' بلال غم میں ڈوبی ہوئی آواز سے بولا۔

''یہ موبائل کیوں نہیں بدلتے اب تو Iphone 5 آ گیا ہے'' عظمی افگن نے اپنا سیٹ دکھاتے ہوئے کہا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بلال نے اپنا موبائل چوما۔

''اِس پر میری ماں کے ہاتھ لگے ہیں۔'' یہ کہہ کر بلال وہاں سے چلا گیا۔ وہ موبائل اُس کی ماں کا تھا۔

عظمی وہیں کھڑی کھڑی بلال کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ وہ کتنی دیر وہیں کھڑی رہی۔ واپسی پر بلال ماڈل ٹاؤن کے قبرستان کے باہر گاڑی کھڑی کر کے اندر چلا گیا۔

اُس سمے اعجاز جنجوعہ وہاں سے گزرا اُس نے بلال کو اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

عظمی اپنے روم میں آئی اور مووِنگ چیئر پر بیٹھ کر بلال کے بارے میں کافی دیر سوچتی رہی۔ اُس کے کانوں میں بلال کے الفاظ گونج رہے تھے اور وہ خیال کی آنکھوں سے جواب دیتے ہوئے بلال کو دیکھ رہی تھی۔

''میں نے اپنی امی کی کون سی چیز سنبھال کر رکھی ہے؟'' عظمی نے خود سے پوچھا۔

جواب ملا: ''کوئی بھی تو نہیں سوائے اُن کی تصویروں کے'' وہ اُٹھی اور اپنی خالہ ہاجرہ کی طرف گئی، شاید اُن سے امی کی کوئی چیز مل جائے جس سے اُن کی خوشبو آتی ہو۔

☆☆☆

ڈیفنس کا وہی ریسٹورینٹ، وہی ٹیبل مگر چہرے جُدا، نوشی نے DJ کو بھیج کر ٹیبل بُک کروالیا تھا۔ رات آٹھ بجے کا وقت طے ہوا تھا ڈنر کے لیے۔ نوشی ساڑھے سات بجے ہی وہاں پہنچ گئی تھی۔ اُس نے سفید چوڑی دار پائجامہ اور لمبی قمیض۔ کھلے گولڈن بال اُس کا لباس بالکل ویسا تھا جیسا پچھلی رات اُس کی بہن توشی نے پہنا تھا۔ وہ بار بار اپنی گوری کلائی پر بندھی گھڑی کو تیز چلنے کا حکم دیتی گھڑی تو تیز چل سکتی ہے، مگر وقت اپنی مرضی سے سفر کرتا ہے۔

آٹھ بجنے سے دومنٹ قبل بلال نے نوشی کو سلام کیا، جو کہ اُس کے دائیں طرف کھڑا تھا، نوشی اُس کے استقبال کے لیے کھڑی ہو گئی پھر فوراً بولی:

''اتنی دیر لگادی آپ نے......؟''

بلال نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا، آٹھ بجنے والے تھے۔ اُس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی...... کہا کچھ نہیں نوشی کو یاد آیا...... ٹائم تو 8 بجے کا طے ہوا تھا۔

''میں تو یونہی'' اُس نے اپنے دل میں کہا۔

بلال اُس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ بلیک ٹو پیس پہنے ہوئے وائٹ شرٹ کے ساتھ اُس کی لائٹ گرین موٹی موٹی آنکھیں اور پر سے کالے سیاہ گھنگھریالے بال وہ سادگی کے باوجود فیشن کو مات دے رہا تھا۔

تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

نوشی نے بلال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شعر سنایا:

منجمد خون میں ہلچل کر دے
مجھ کو چھو اور مکمل کر دے

نوشی نے دوسرا شعر سناتے ہوئے بلال کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا، بلال نے مسکراتے ہوئے ہاتھ کھسکا لیا نوشی نے محسوس بھی نہیں کیا۔

''Very Nice آپ شاعری کا ذوق بھی رکھتی ہیں کچھ اور ارشاد ہو'' بلال نے فرمائش کر دی۔

''ارشاد کون......؟'' نوشی حیرت سے بولی ''میں تو کسی ارشاد کو نہیں جانتی۔''

''میرا مطلب ہے...... آپ کوئی اور شعر سنائیں'' بلال زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔

''اچھا...... اچھا...... شعر کوئی اور...... وہ...... میں......'' نوشی اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی ''کس سے پنگا لے لیا'' وہ من ہی من میں بولی ''ابھی کوئی ذہن میں نہیں آ رہا'' وہ بتیسی نکالتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ویٹر پاس کھڑا تھا۔ مینیو سامنے رکھتے ہوئے اور ٹیب لیٹ ہاتھ میں لیے ہوئے۔

''شکر ہے'' نوشی نے زیرِلب کہا'' آپ اتنی دیر کیوں لگا دیتے ہیں'' نوشی ویٹر کو گھوری ڈالتے ہوئے بولی۔ کھانے کا آرڈر نوشی دے رہی تھی۔

''اچھا ایسا کرو......ایک پیاز گوشت فش تکہ......باقی صاحب سے پوچھ لو''

''میڈم......! پیاز گوشت تو ہمارے مینیو میں ہے ہی نہیں'' ویٹر نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

''وہ مجھے بہت پسند ہے اِس لیے زبان سے نکل گیا'' نوشی کھسیانی ہو کر بولی۔

بلال نوشی کی کنفیوژن انجوائے کر رہا تھا، پھر اُس نے کھانا خود آرڈر کیا۔ نوشی گردن جھکائے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

''ویسے وہ اشعار تھے کس کے......'' بلال نے نوشی کو تنگ کرنے کے لیے پوچھا۔

''وہ......شعر......کس کے تھے......وہ اِرم واسطی بہت بڑی شاعرہ تھی اُس کے ہیں''

(یہ بھولا نہیں ابھی تک) نوشی نے دل میں کہا۔

''کیا......اِرم واسطی صاحبہ مر گئی ہیں......'' بلال نے پھر شرارت کی۔

''ہاں......ہاں......مر گئی ہیں......پچھلے ہی سال......'' نوشی عُجلت میں بولی۔

نوشی نے وہ شعر اِرم واسطی کی ڈائری سے یاد کیے تھے آج سارا دن رٹا لگا کر اُسے کیا معلوم یہ اشعار کن عظیم شعرا کے تھے۔ وہ تو بس بلال کو امپریس کرنا چاہتی تھی۔ اُسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ شعر سنا کر پھنس جائے گی۔

؎ منجمد خون میں ہلچل کر دے
مجھ کو چھو اور مکمل کر دے

کتنی پیاسی ہیں یہ بنجر آنکھیں
اَبر زادے انہیں جل تھل کر دے

میں نے وہ درد چھپا رکھا ہے
جو ترے حسن کو پاگل کر دے

یہ جناب احمد فراز کے اشعار ہیں''

بلال نے شعر سنانے کے بعد بتایا'' اور جو پہلا شعر آپ نے سنایا تھا وہ فیض احمد فیض صاحب کا تھا۔''

ویٹر ٹیبل پر کھانا لگا رہا تھا۔ دونوں طرف سے خاموشی تھی۔ کھانے کے دوران اُن دونوں میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ سوائے اِس کے نوشی تھوڑی دیر بعد بلال کو چور نگاہوں سے دیکھ لیتی۔

ویٹر نے ٹیبل صاف کر دیا۔

''کچھ میٹھا ہو جائے'' بلال نے سنجیدگی سے نوشی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''رس ملائی'' نوشی ہولے سے بولی'' ok دو رس ملائی'' بلال نے ویٹر کو دیکھ کر جواب دیا نوشی نظریں جھکائے ہوئے تھی۔

''محبت میں ایک دوسرے کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھا جاتا ہے......مگر محبت تبدیلی نہیں مانگتی......محبت تو خود ہی تبدیل کر دیتی ہے......محبت شرطوں کی بنیاد پر نہیں ہوتی......محبت خود شرط ہے......آپ جیسی ہو ویسی ہی رہو......'' بلال کا ایک ایک لفظ نوشی کے دل پر جا کر لگا۔

''مجھے تو آپ سے عشق ہو گیا ہے'' نوشی نے فدا ہو جانے والی آنکھوں کے ساتھ کہا۔

''نوشی ہمیشہ مجھے کہتی ہے......آپ کو مجھ سے محبت ہے مگر آپ نے اپنی زبان سے تو کبھی بھی نہیں کہا۔ کیا یہ سچ ہے......؟''

''سچ کو سچ ثابت نہیں کر سکتا۔ سچ کو ہمیشہ وقت ثابت کرتا ہے......'' بلال کسی دانشور کی طرح بولا، یہ بڑی بات جو کہ نوشی کی ذہنی سطح سے بلند تھی۔ اُس کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آئی......

''Will You Mary Me?'' نوشی نے پیاسی آنکھوں کے ساتھ جیسے بلال سے وصل مانگا ہو۔

''My Pleasure......'' بلال سنجیدگی سے بولا جیسے اُسے ڈر زیادہ اور خوشی کم ہو پھر بھی اُس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ یہ سارا منظر ولید اور ارم اوپر ریسٹورینٹ کی گیلری میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔

''اِس کو چھوڑ کر یہ مجھ سے شادی کیوں کرے گی'' ولید ارم کو دیکھ کر بولا جو کہ اُس کے سامنے بیٹھی تھی۔

''کیا پرسنالٹی ہے بندے کی......''

''کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو واقعی لاجواب پرسنالٹی کا مالک ہے......اور جہاں تک شادی کی بات ہے......جو میں کہتی ہوں بس کرتے جاؤ'' اِرم واسطی اُن دونوں کی طرف دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ اُس کے ذہن میں کوئی خرافاتی پلان تھا۔ اِس دوران بلال نے کال ریسیو کی۔

''ایک ایمر جنسی ہے......Sorry......کسی کی زندگی اور موت کا مسئلہ......مجھے جنرل ہاسپٹل تک جانا ہے''

''میں بھی چلوں......آپ کے ساتھ......'' نوشی مزید وقت بلال کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔

بلال نے لمحہ بھر سوچا، بل وہ ادا کر چکا تھا اگر وہ کال ریسیو نہ کرتا تو نوشی کے ساتھ مزید بیٹھتا۔ وہ دونوں کار پارکنگ کی طرف چل دیے۔ پارکنگ میں آ کر بلال نے DJ کو روپے دیے۔

''یہاں سے کھانا لے لو BG اور SMS کے لیے مجھے کچھ کام ہے نوشی میرے ساتھ ہیں'' بلال نے DJ کو ساری بات سمجھا دی اور وہاں سے چلے گئے تھوڑی دیر بعد وہ دونوں جنرل ہاسپٹل کے بلڈ بینک ڈیپارٹمنٹ میں تھے۔ بلال خون کی بوتل عطیہ کرنے کے بعد اپنی آستین بند کر رہا تھا ایک آدمی عمر 30 کے لگ بھگ شاپر بیگ میں جوس اور دودھ کے ڈبے لیے کھڑا تھا۔

''باجی ...... بڑی مہربانی آپ کی...... یہ خون ملتا ہی نہیں تھا میرے سارے رشتے داروں، یاروں، دوستوں میں سے کسی کا بھی نہیں تھا۔ ایک دو کا نکلا انہیں پہلے سے ہی یرقان تھا کسی کو پیلا یرقان اور کسی کو کالا......''

''کوئی بات نہیں...... باجی......آپ بھی کسی کے کام آ جانا...... ویسے کیا نام ہے آپ کا؟'' بلال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''مستری چمن مسیح راج ہوں'' مشکور نگاہوں سے بولا ''یہ آپ کے لیے......'' شاپر بیگ بلال کو عقیدت سے دیا جیسے مرید پیر صاحب کو نذرانہ پیش کر رہا ہو۔

''کاظمی صاحب نے کہا تھا'' چمن مسیح نے دودھ اور جوس لانے کی وجہ بتائی۔

''شکریہ......چمن صاحب اچھا اللہ حافظ......تم جاؤ مریض کے پاس......ویسے مریض کون ہے؟'' بلال نے پوچھا۔

''بیوی ہے میری...... بڑا آپریشن ہے جی اُس کا...... بچہ ہونے والا ہے......'' چمن آنسو صاف کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

''پہلے چار بیٹیاں ہیں اس دفعہ سکرین کروائی تھی......خیر سے بیٹا ہے ''

''یہ تو خوشی کی بات ہے......تم جاؤ اللہ کرم کرے گا......'' بلال نے چمن مسیح کو تسلی دی اور وہاں سے نکل آیا۔ چمن نے جاتے ہوئے بلال کو دور تک دیکھا۔

نوشی کے لیے یہ سب کچھ عجیب سا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار کسی سرکاری ہاسپٹل میں گئی تھی اور اُس کے سامنے بلال کی شخصیت کا نیا پہلو آیا تھا۔

''آپ نے خون کیوں دیا......؟'' نوشی نے پوچھا، اعتراض تھا، یا سوال بلال سمجھ نہیں پایا۔

''اِس لیے ہمارے ملک میں خون بہانے والے زیادہ ہیں......اور خون دینے والے کم......''

بلال ونڈ اسکرین سے باہر نظریں جمائے گاڑی چلا رہا تھا۔

''آپ کو کس نے فون کیا تھا......اور یہ کاظمی صاحب کون ہیں؟'' نوشی نے تشویش شروع کی۔

''اندرون لاہور میں ......امام حسینؓ بلڈ ڈونر سوسائٹی ہے......اُس کے آفس سے کاظمی صاحب نے فون کیا تھا۔''

''وہ کیا خون......سیل کرتے ہیں؟'' نوشی نے اگلا سوال پوچھا۔ بلال نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''نوشی جی......! آپ بھی......ایک پرائیویٹ فلاحی ادارہ ہے جو فی سبیل اللہ لوگوں کے کام آتا ہے......میں نے چمن کی بیوی کو خون دیا......اب ایک دو دن میں چمن کو فون آجائے گا تو وہ کسی اور مریض کو عطیہ کر دے گا اب چمن بھی ممبر بن گیا ہے''

''اگر اُس نے خون عطیہ نہ کیا تو......؟'' نوشی معصومیت سے بولی۔

''کرے گا......ضرور کرے گا...... کیونکہ اب وہ اس درد سے آشنا ہو چکا ہے......جو اپنوں کو تکلیف میں دیکھ کر ہوتا ہے''

''اُس نے یہ کیوں کہا...... یہ خون ملتا ہی نہیں ہے۔'' نوشی کے سوال ختم نہیں ہوئے۔

''اس لیے......O نیگیٹو نایاب ہے سب سے کم لوگوں کا ہوتا ہے میرا بلڈ گروپ O نیگیٹو ہے''

''آپ ہر سنڈے خون دیتے ہیں'' نوشی نے جانچتی نگاہوں سے پوچھا۔

''مروانے کا ارادہ ہے...... ہر سنڈے......صرف 3 بار ایک سال میں......'' بلال مسکراتے ہوئے بولا۔

''آپ کو مرنے سے ڈر لگتا ہے۔'' نوشی نے بلال کو دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا، گاڑی گھر کے باہر تھی پورچ میں کھڑی کرنے کے بعد بلال نے جواب دیا:

''مرنے سے ڈر نہیں لگتا...... بے وجہ مرنے سے ڈر لگتا ہے......زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اِس کی قدر کرنی چاہیے......موت ایک اٹل حقیقت ہے اُس کی تیاری کرنی چاہیے۔''

نوشی گاڑی میں بیٹھے ہوئے بلال کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اُس پر مرمٹی ہو۔ بلال نے اُس کی یکسوئی کو توڑا۔

''وہ میں نے......نوین کو جاب دے دی ہے......کل سے آجائے گی ڈیوٹی پر''

''کون نوین......؟'' نوشی بولی جیسے کسی نے نیند سے جگایا ہو ابھی ابھی۔

''ہاں وہ نیناں......Thank You یہ ڈنر میں کبھی نہیں بھولوں گی Thank You Again......''

☆☆☆

''کیا ہے تمہارا...... پلان......؟'' ولید ہاشمی بیڈ پر سیدھا لیٹا ہوا پوچھ رہا تھا۔

''وہ وقت آنے پر بتاؤں گی'' اِرم واسطی کہنی کے بل اُس کے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی اور اپنے گلے میں پڑی سونے کی چین کو ہونٹوں میں لیے کسی گہری سوچ میں تھی۔ ولید نے اُسے یہ کرتے ہوئے دیکھا تو بولا۔

''سونا تمہاری بہت بڑی کمزوری ہے......''

''نہیں ہیرا ہے......وہ ہیرا ہے......'' وہ کھوئی ہوئی بہت دور سے بولی۔

''تم کس کی بات کر رہی ہو؟'' ولید خفگی سے بولا۔

''بلال کی......وہ بالکل زیرو میٹر گاڑی کی طرح ہے، صاف ستھرا اندر باہر سے'' اِرم واسطی نے ولید کو دیکھ کر کہا۔

''میرے لیے ڈوب مرنے کی بات ہے......میرے ساتھ......میرے بستر پر تم کسی اور مرد کے بارے میں سوچو......'' ولید نے تیور دکھائے۔

''شٹ اپ......ولید'' اِرم ولید کے ہاتھ کو چومتے ہوئے پیار سے بولی۔

''تعریف بھی کی رقیب کی تو......شوروم کی سیلز گرل کی طرح......'' ولید نے کہا۔

''سچ کہہ رہی ہوں......ایسا مرد لاکھوں میں ایک ہوتا ہے......جو اپنی حیا کی گاڑی ایکسیڈنٹ سے بچا کر رکھتا ہے......شادی والے دن اپنے محبوب کو ساتھ والی سیٹ پر بٹھاتا ہے۔ پھر اُس زیرو میٹر گاڑی کو زندگی کے نئے سفر پر لے جاتا ہے......''

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی ''تم شرط لگا لو میرے ساتھ۔ اِس بندے نے زندگی میں اُس نظر سے کسی لڑکی کو چھوا تک نہیں...... بوتیک میں دو چار بار ملاقات ہوئی ہے میری......مجھ جیسی کو اُس نے عزت کی نگاہ سے دیکھا......ورنہ مرد کی نظر تو آنکھوں ہی سے چھلنی چھلنی کر دیتی ہے'' وہ ایک تجربہ کار عورت کی طرح تجزیہ پیش کر رہی تھی۔

''اِسی لیے تم نے...... یہ ماسٹر پلان بنایا ہے؟'' ولید نے طنز سے کہا۔

''کمہار کے ہاتھ لال لگ جائے تو وہ گدھے کے گلے میں ڈال دیتا ہے......ہیرے کی قدر جوہری کو ہوتی ہے......میری باس اِس کے قابل ہی نہیں ہے......''

''تو پھر تمہارا ہیرا تو بے وقوف ہوانا......'' ولید اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''محبت کرنے والے بے وقوف نہیں ہوتے جو اُس محبت کی قدر نہ کرے وہ بے وقوف ہوتا ہے'' اِرم اپنے ماضی کو یاد کر کے بولی۔

☆☆☆

''لڑکا ذہین بھی ہے......اور شریف بھی...... مجھے پسند آیا'' پروفیسر زمان بولے ناشتہ کرتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل پر اُن کے ساتھ ہاجرہ اور عظمی بھی تھیں۔

ہاجرہ نیازی ہکا بکا رہ گئیں یہ سُن کر ''شکر ہے خدا کا آپ بھی کسی کے معترف ہوئے بشمول میرے آپ کے معیار پر کون پورا اُتر سکا ہے آج تک''

''معترف نہیں ہوا ہوں......بس ٹھیک ہے'' پروفیسر زمان چائے کا سپ لیتے ہوئے بولے۔

''بیگم آپ بات چلاؤ......'' پروفیسر زمان کو نہیں پتہ تھا کہ بلال کی منگنی ہو چکی ہے ہاجرہ اور عظمی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''اچھا بھئی میں چلتا ہوں......اللہ حافظ......'' پروفیسر زمان وہاں سے کالج کے لیے چلے گئے۔

''عظمی غلطی کی تمہارے انکل کو بتا کر اب یہ بات نہیں چھوڑیں گے......'' ہاجرہ کو فکر لاحق ہوگئی۔

''آنی فکر نہ کریں......میں بات گول کر دوں گی'' عظمی نے تسلی دی۔

''پھر اُس کے بعد......'' ہاجرہ کو دوسری پریشانی لاحق ہوئی۔

''اُس کے بعد میری شادی بلال کے ساتھ......'' عظمی نے مسکرا کر کہا۔

''آج تم مجھے ڈاکٹر نہیں لگی......تمہاری منطق میری سمجھ سے باہر ہے......'' ہاجرہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''محبت میں ڈاکٹر بھی مریض بن جاتا ہے......اور مریض کو صرف شفا سے غرض ہوتی ہے دوا یا دُعا سے نہیں...... آپ صرف دُعا کریں دوا دارو میں خود کر لوں گی'' عظمی پراعتماد لہجے کے ساتھ بولی۔

''تم واقعی بدل گئی ہو......دو سال پہلے والی عظمی تو نہیں ہو......بس بیٹی ایک بات کا خیال رکھنا کسی کی محبت چھین کر محبت نہیں ملتی......محبت تو ٹھیک ہے اِسے روگ مت بنا لینا......'' ہاجرہ نے شفقت سے سمجھایا۔ ہاجرہ کو عظمی کی بلال میں دلچسپی بُری نہیں لگی تھی، وہ اس لیے جب سے بلال اُس کی زندگی میں آیا تھا وہ خوش رہتی، باتیں کرتی، زندگی سے اُسے پیار ہو گیا تھا۔

اِس کے ساتھ ساتھ ایک ڈر بھی تھا کہ بلال اگر اُسے نہ ملا تو پھر کیا ہوگا۔

☆☆☆

اعجاز جنجوعہ اپنے مخصوص انداز میں دائیں ہاتھ میں چائے کا کپ اور بائیں ہاتھ سے اپنی مونچھوں کو اوپر سے

نیچے کی طرف پریس کر رہا تھا اور نظریں ٹیبل پر پڑے ہوئے اخبار پر جمی ہوئی تھیں جب طارق رامے اپنے آفس میں داخل ہوا۔

''اوہو......جنجوعہ یار اتنے دن لگا دیئے'' طارق رامے نے اعجاز جنجوعہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''بس وہ...... باجی کی بیٹی کی شادی تھی پھر پنڈی میں اتنی ساری رشتے داری دن تو لگ جاتے ہیں۔''

''یار تُو نہیں تھا......تو بوریت ہوگئی تھی......پچھلے ہفتے تیرے بغیر میں اور بلال بھی کہیں نہیں گئے...... مجھے تو بلال اُس دن سے نظر ہی نہیں آیا...... جب یہ خراب ہوئی تھی'' رامے نے جنجوعہ کی گاڑی کی طرف اشارہ کیا جو دفتر کے سامنے کھڑی تھی ''ویسے تو گاڑی بدلتا کیوں نہیں......؟ بھابھی کے پاس نئی گاڑی اور تیرے پاس یہ فراری'' رامے نے فراری ایسے کہا جیسے گاڑی کو گالی دے رہا ہو۔

''بحریہ ٹاؤن والے مکان کا کوئی گاہک تلاش کر ایک دو دن میں تیار ہو جائے گا۔'' اعجاز جنجوعہ نے طارق رامے کو کہا ''مکان سیل ہوتا ہے تو گاڑی بھی بدلتا ہوں رامے جب میرے پاس کچھ نہیں تھا، تب یہ گاڑی خریدی تھی، بڑی برکت والی ہے یہ فراری'' اعجاز جنجوعہ نے اپنی گاڑی کی طرف دیکھ کر کہا ''بیچنے کو دل نہیں کرتا......''

''ویسے مجھے ایک بات تو بتا...... بلال کے پاس بھی تو پرانے ماڈل کی گاڑی ہے اُس کا تو مذاق نہیں اُڑاتا'' اعجاز جنجوعہ نے طارق رامے سے گلہ کیا۔

''ناں ......وئی ......ناں ......وہ بندہ وکھری ٹائپ کا ہے......اُس سے مذاق کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے......'' طارق رامے نے کہا۔

''تُو نے کبھی اُس کے ساتھ مذاق والی بات کی ہے جو مجھے مشورہ دے رہا ہے'' اعجاز جنجوعہ طارق رامے کی بات سن کر مسکرایا۔

''رامے......! بات تو تیری ٹھیک ہے۔ میرے اندر بھی کبھی ہمت نہیں ہوئی کہ اُس سے مذاق کروں......وہ واقعی مختلف ہے، سفید و خوبصورت، ٹھنڈا بالکل تاج محل کی طرح ایک عجوبہ'' اعجاز جنجوعہ کے اندر سے اعجاز ٹھیکیدار بول رہا تھا۔

''کل میں نے اُسے ماڈل ٹاؤن کے قبرستان کے اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا......''

''ماں باپ کی قبر پر گیا ہوگا'' طارق رامے نے اندازہ لگایا۔

''اس کی ماں کی قبر تو ڈیفنس کے S بلاک والے قبرستان میں ہے...... تجھے یاد ہے...... وہ قبرستان کے سامنے والا مکان'' جنجوعہ نے رامے کو کچھ یاد کرایا۔

''ہاں ......وئی ......جنجوعہ تیرے اُس مکان نے تو ذلیل کروا دیا تھا، کوئی گاہک لینے کو تیار نہیں تھا...... جسے دکھاؤ......قبرستان کے سامنے کہہ کر گیا اور واپس نہیں آیا......جنجوعہ......! مجھے دس سال ہوگئے پراپرٹی کا کام کرتے ہوئے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی۔ مسجد اور قبرستان کے پاس پلاٹ بھی سستا ملتا ہے اور مکان بھی گاہک لینے سے پھر بھی کتراتے ہیں......لوگوں کو قبرستان سے اتنا ڈر کیوں لگتا ہے'' طارق رامے نے پوچھا۔

''بلال تو روز صبح اپنی ماں کی قبر پر جاتا ہے...... جب وہ مکان بن رہا تھا کئی بار تو میں نے خود دیکھا میرے چوکیدار نے بھی بتایا تھا۔''

''سر جی! جب سے ہم نے یہ مکان شروع کیا ہے، میں اس بندے کو روزانہ قبرستان آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔'' اعجاز جنجوعہ طارق رامے کو بتا رہا تھا۔

''تم بھی کبھی دُعا کرنے گئے ہو...... اپنے ماں باپ کی قبروں پر......'' طارق رامے نے پوچھا۔

''ہر سال محرم کے مہینے میں جاتا ہوں...... 22 سال ہوگئے ہیں اُن کی وفات کو......''

''کہاں دفن ہیں...... ڈیفنس میں......؟'' طارق رامے نے سوال کے ساتھ خیال ظاہر کیا

''نہیں ....نہیں...... شاہدرہ میں بوٹا پارک کے قبرستان کے اندر پہلے دس سال تک میں ابا کی قبر پر مٹی ڈالتا رہا ہوں اب ضرورت ہی نہیں پڑتی''

''کیوں...... قبر پکی کروادی ہے......؟'' طارق رامے نے پوچھا۔

''نہیں تو......'' اعجاز جنجوعہ کے پیلے دانت نکلے جن کی رنگت قدرتی طور پر پیلی تھی۔

''دس سال بعد ایک اور آدمی نے مٹی ڈالنا شروع کردی دو سال پہلے ایک تیسرا بندہ بھی شروع ہوگیا ہے''

''کیا مطلب......؟'' طارق رامے کو تجسس ہوا۔

''اِس محرم میں دُعا کے لیے گیا تو ایک آدمی پہلے ہی سے ابا جی کی قبر پر دُعا مانگ رہا تھا۔ قبر پر مٹی بھی اُسی نے ڈالی تھی۔ وہ چلا گیا تو میں نے بند آنکھوں سے دُعا شروع کی جب آنکھیں کھولیں تو میرے پیچھے ایک لڑکا کھڑا تھا...... وہ کہنے لگا ابا جی سچ کہتے تھے تم لوگ میری قبر پر نہ بھی آئے تو میرے شاگرد ضرور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ وہ ہیڈ ماسٹر شریف کا بیٹا تھا۔ جس نے مٹی ڈالی وہ مستری عنایت کا بیٹا تھا۔''

طارق رامے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہورہا تھا وہ ہنستے ہوئے بولا

''ایک قبر اور اَبّے تین...... جنجوعہ صاحب تیرے ابا جی کی مرمت مستری عنایت کردے گا اور سبق ماسٹر شریف پڑھائے گا''

طارق رامے اور اعجاز جنجوعہ کے اندر والے میراثی جاگ چکے تھے۔ وہ دونوں پاگلوں کی طرح ہنس رہے تھے۔ اچانک طارق رامے کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ یکدم خاموش ہوگیا۔ اعجاز جنجوعہ کی نظر پڑی تو وہ بھی خاموش ہوگیا۔

''کیا ہوا رامے...... خیریت تو ہے......؟'' اعجاز جنجوعہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

''کچھ نہیں جنجوعہ...... ابا جی یاد آگئے...... تم تو سال میں ایک مرتبہ اپنے ابا جی کی قبر پر چلے جاتے ہو...... میں تو...... وہ بھی......'' طارق رامے کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ بولا:

''کتنا نالائق بیٹا ہوں میں...... پانچ سال ہوگئے...... ابا جی کی وفات کو...... ماں نے کتنی بار کہا اپنے باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھ آؤ مگر میں ایک بار بھی نہیں گیا''

''اب جب بھی دینہ جاؤ، تو ضرور جانا اُن کی قبر پر'' اعجاز جنجوعہ نے تاکید کی۔ طارق اب بھی خاموش بیٹھا ہوا

تھا۔اعجاز جنجوعہ نے اُسے خوش کرنے کے لیے بات بدلی۔

''ویسے ایک بات ہے...... ڈیفنس کا قبرستان ٹھیک ہے۔سب قبروں پر نمبر لگے ہوئے ہیں۔قبرستان بھی خوبصورت ہے۔غریبوں کے پارک سے بھی زیادہ اور مزے کی بات ایک قبر میں صرف ایک مردہ ہے۔ایک قبر اور اُبے تین والا معاملہ نہیں''

وہ دونوں پھر ہنس پڑے اور دیر تک ہنستے رہے۔

☆☆☆

بلال اپنی چھت پر پرندوں کو دانہ ڈالنے کے لیے گیا،وہاں پہلے سے توشی موجود تھی جو کہ پانی کی کنالیوں میں پانی ڈال رہی تھی۔اُس نے دانہ پہلے ہی ڈال دیا تھا۔اُس کے اِردگرد کافی پرندے دانہ چُن رہے تھے۔بلال کو دیکھ کر توشی کھڑی ہوگئی اور اُس کی طرف آگئی،بلال اپنے گرین ہاؤس کے پاس کھڑا تھا۔بلال اُسے دیکھ کر خاموش رہا،توشی نے بات شروع کی۔

''جو پنچھی نفرت کی قید میں سالوں رہا ہو......محبت کی فضاؤں میں اُڑنا اُس کے لیے مشکل ہوتا ہے''

توشی بلال کو دیکھ کر سنجیدگی سے بولی:

''ویسے ڈنر کی آفر کس نے دی تھی؟''

''آپ کی بہن نے......'' بلال نے ہری مرچ کے پودے سے ہری مرچیں توڑتے ہوئے جواب دیا۔

''آج کل ساری باتیں مان لیتے ہو میری بہن کی ......اور اپنے اصولوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے'' توشی ایسے بولی جیسے ساس اپنی بہو کو طعنہ دے رہی ہو۔

بلال کھڑا ہو چکا تھا۔اُس کے ہاتھ میں پلاسٹک کی باسکٹ تھی،جس میں تازہ دھنیا،پودینہ اور ہری مرچیں تھیں۔وہ سمجھ گیا تھا توشی کا اشارہ کس طرف تھا۔وہ نوین کی نوکری کی بات کر رہی تھی۔اُس کے کہنے پر انکار کر دیا اور نوشی کے کہنے پر رکھ لیا۔

بلال توشی کی بات سُن کر مسکرایا۔

''محبت آپ کے اصولوں کو نہیں جانتی......محبت کے اپنے اصول ہیں'' بلال نے جواب دیا۔

''میں اپنی بہن سے جیلس نہیں ہوں......مگر تم سے گلہ ہے......میرے کہنے پر انکار اور نوشی کا حکم سر آنکھوں پر'' توشی شکایتی نگاہوں سے بولی۔

''ہم دوستوں کو انکار بھی کر سکتے ہیں اور اُن کے ساتھ گلے شکوے بھی کر سکتے ہیں......مگر......محبت انکار نہیں سُنتی......اور گلے شکوے محبت کو کھا جاتے ہیں'' بلال سمجھانے کے انداز میں بولا۔

''ڈاکٹر محسن بالکل ٹھیک کہتے ہیں......لفظوں کی جادوگری کوئی تم سے سیکھے...... مجھے بھی جیت لیا......بغیر اپنی محبت کو ہرائے ہوئے'' توشی نے رشک سے کہا۔

''ویسے ایک بات ہے......تم بڑی ہوگئی ہو'' بلال نے توشی کو دیکھ کر کہا۔

''اچھا ایک بات تو بتاؤ......تم نے نیناں کو پہلے کیوں نہیں رکھا تھا......وجہ کیا تھی؟''

''توشی جی اُس کی آنکھیں بولتی ہیں' بلال نے جواب دیا۔

''اچھا جی......آنکھوں کی زبان پڑھ لیتے ہیں آپ......اُس دن میری آنکھوں میں کیا پڑھ رہے تھے؟''توشی نے شرارتی انداز میں پوچھا۔

''تمہاری آنکھیں تو معصوم ہیں......اُن میں سچائی ہے......مکاری نہیں'

''ڈاکٹر محسن کی آنکھوں میں کیا پڑھا تم نے؟''توشی نے جلدی سے سوال کیا۔

''میں سمجھا نہیں......''بلال نے پوچھا۔

''اُس نے مجھے پروپوز کیا ہے''توشی گردن جھکائے بولی بلال خاموش رہا۔

''میں نے تم سے مشورہ مانگا ہے اور تم بُت بنے کھڑے ہو' توشی نے کہا۔

''ڈاکٹر محسن اپنی والدہ کو رشتے کے لیے بھیجنا چاہتا ہے۔''

''مشورہ اپنے دل سے کرو اور فیصلہ دماغ سے......اُس کے بعد اپنی پسند گھر والوں کو بتا دو اور حتمی فیصلہ ماموں اور ممانی پر چھوڑ دو' بلال نے اپنا نقطہ نظر بتا دیا تھا۔

☆☆☆

بلال کے آفس میں نوین کا آج پہلا دن تھا۔نوین سانولی سلونی رنگت والی لڑکی تھی جو کہ کالی چادر سے حجاب کرتی تھی۔صرف اُس کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔نوین عرف نیناں زبان سے کم اور آنکھوں سے زیادہ بات کرتی۔

بلال کو نہ تو اُس کے پردے پر اعتراض تھا اور نہ ہی اُس کے دیکھنے پر کھا جانے والی نظروں کے ساتھ وہ اس لیے بلال جب بھی عورتوں سے بات کرتا تو وہ اُن کی طرف بہت کم دیکھتا تھا۔آج پہلے دن اُن کے درمیان بہت کم بات چیت ہوئی تھی۔

نیناں کی نسبت فوزیہ باتونی لڑکی تھی۔وہ بلال سے خود باتیں کرتی رہتی اور بلال اُس کی باتوں کا جواب دیتا رہتا یا پھر صرف مسکرانے پر اکتفا کرتا۔

☆☆☆

''بلال بیٹا......!آپ کو اِس لیے تکلیف دی کہ فوزیہ نے لیاقت علی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے''فوزیہ کی ماں خالہ ثریا نے بلال کو دیکھتے ہی کہہ ڈالا جو کہ گھر کے صحن میں ہی تھا اور فوزیہ کے کمرے میں جانے لگا تھا۔خالہ نصرت لیاقت کی ماں نے گھر کا دروازہ کھولا تھا مگر وہ خاموش رہیں۔بلال نے نظریں جھکائے اُن کی ساری بات سُنی اور خاموش رہا۔

''سر......!آپ......یہاں......؟''فوزیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

''واپس چلا جاؤں......اگر فوزیہ جی آپ کو اچھا نہیں لگا تو......''

''نہیں......نہیں سر......میرا وہ مطلب ہرگز نہیں تھا......میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا قسم سے......سر......قسم سے

سچ''، فوزیہ نے اچھی خاصی صفائی پیش کی۔

بلال کرسی لے کر فوزیہ کے بالکل سامنے بیٹھ گیا، فوزیہ اپنے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بلال نے فوزیہ کے چہرے کا جائزہ لیا۔

''فوزیہ جی......کیسی طبیعت ہے......آپ کی......؟'' بلال نے پوچھا فوزیہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''سر......!قسم سے......آپ سب کچھ دیکھ کر......ایویں پوچھ رہے ہیں......میں ٹھیک ہوں''

''تو پھر کل سے آفس آجاؤ......'' بلال نے سیدھا حکم دے دیا۔

''آفس کل سے......مگر وہ......میں نے آپ کو بتایا تو تھا۔'' فوزیہ سوچ سوچ کر بولی۔

''ٹھیک ہے جب لیاقت علی آئے گا......تو مت آنا آفس''

''سر......!میں نے لیاقت کو آنے سے روک دیا ہے......میں نے لیاقت کو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ میں اس سے شادی نہیں کروں گی......کبھی نہیں......'' فوزیہ سنجیدگی سے بولی۔

''ٹھیک ہے......مت کرو شادی......میں تو آفس آنے کی بات کہہ رہا ہوں۔'' بلال نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ فوزیہ کے چہرے پر حیرانی واضح تھی۔

''آپ یہاں اس لیے آئے ہیں......میں تو سمجھی تھی......آپ کو امی نے بلایا ہے......مجھے شادی کے لیے رضا مند کرنے کے لیے......''

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے......تمہیں شادی کے لیے رضا مند کروں......یہ تمہارا پرسنل میٹر ہے'' بلال نے بغیر تاثر کے کہا

''سر......!قسم سے......مجھے نوکری بھی نہیں کرنی ہے'' فوزیہ کھوئی ہوئی بولی جیسے سوچ کچھ اور رہی ہو، کہہ کچھ رہی ہو دور سے امارات کے صحرا سے۔

''میں تو تمہیں اپنا دوست سمجھتا تھا......خیر تم نے مجھے بھی چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو تمہاری مرضی'' بلال یہ سب کچھ بول کر کرسی سے اُٹھا جانے کے لیے۔

''اچھا......فوزیہ جی میں چلتا ہوں۔''

''سر......!رکیں......چائے تو پی کر جائیں......'' فوزیہ عجلت میں بولی۔

خالہ نصرت چائے کی ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ بلال واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔ خالہ نصرت چائے لکڑی کے اسٹول پر رکھ کر کمرے سے واپس چلی گئیں۔

''سر......! آپ نے تو میری جگہ......کسی اور کو رکھ لیا ہے'' فوزیہ خفگی سے بولی۔

''رکھا ہے ایک لڑکی کو......مگر تمہاری جگہ پر نہیں......تمہاری جگہ کوئی دوسری لڑکی کبھی......'' بلال چائے پینے میں مصروف تھا اور بالکل خاموش تھا۔

''سر آپ......چُپ کیوں ہیں......کیا مجھ سے ناراض ہیں......؟'' فوزیہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ناراض تو بالکل نہیں......مگر میں سوچ رہا تھا......ایک دوست کی جگہ اگر کوئی دوسرا نہیں لے سکتا......تو محبوب کی جگہ......کوئی کیسے......خیر تمہارا نجی معاملہ ہے......مجھے کیا کنسرن'' بلال فوزیہ کی طرف بغیر دیکھے بےفکری سے بولا۔

''مجھے لیاقت سے بدلہ لینا ہے......اپنی بےعزتی اور اُس کی بےوفائی کا......''

فوزیہ غصے سے چیخی بلال اپنی جگہ سے اُٹھا اور جاتے ہوئے فوزیہ کی طرف پشت کر کے رُک گیا، چند لمحے بعد بولا:

''من کے میت کو مات نہیں دیتے''

بلال وہاں سے جا چکا تھا۔ گھر کے برآمدے میں فوزیہ کی ماں اور خالہ نصرت کھڑی ہوئیں سب کچھ سُن رہیں تھیں کیونکہ فوزیہ کے کمرے کا دروازہ کُھلا ہوا تھا۔

بلال کو دیکھ کر وہ دونوں اُس کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ بلال نے اپنی شہادت کی اُنگلی اپنے ہونٹوں پر رکھی اور اُنہیں چُپ رہنے کو کہا اور آنکھوں سے تسلی دی اور وہاں سے چلا گیا۔

فوزیہ گُم سم اپنے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اُس کے کانوں میں بلال کے الفاظ گونج رہے تھے۔

''من کے میت کو مات نہیں دیتے......من کے میت کو مات نہیں دیتے......''

☆☆☆

اگلے دن بلال کے آفس میں پہنچنے سے پہلے ہی فوزیہ وہاں پہنچ چکی تھی اور اپنی جگہ پر بیٹھ کر کام میں مصروف تھی اُس دن بلال فوزیہ کے گھر سے نکل کر سیدھا نیناں کے گھر گیا اور اُسے باہر بُلا کر کہا'' آپ کا......نوین جی......الگ آفس تیار کروا دیا ہے......کل سے آپ وہاں بیٹھیں گی......کل صبح آفس بوائے آپ کو بتا دے گا۔''

فوزیہ کی جگہ خالی تھی بلال کے آنے سے پہلے......وہ آئی اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

بلال کے الفاظ نے پھر اُس کے دماغ کے دروازوں پر دستک دی۔

''تمہاری جگہ کوئی دوسری......کبھی نہیں......''

بلال آیا......فوزیہ نے اُسے دیکھ کر سلام کیا، اور ایک فائل ٹیبل پر اُس کے سامنے رکھ دی۔ وہ کافی دنوں بعد آفس آئی تھی، مگر اُس نے سلسلہ وہاں سے جوڑا جہاں سے وقفہ آیا تھا، وہ ایسے بی ہیو کر رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اس دوران میں......بلال نے بھی اُس سے کوئی دوسری بات نہیں کی۔ سوائے آفس سے متعلقہ باتوں کے، بلال ظہر کی نماز پڑھ کر واپس آیا تو اسکول میں چھٹی ہو چکی تھی مگر فوزیہ آفس ہی میں تھی۔

''سر......! آپ کے کہنے پر میں آفس آ گئی ہوں......'' فوزیہ نے وال کلاک کی طرف دیکھا اور ایک نظر بلال کی طرف دیکھا'' سر مجھے یاد ہے......گھر کی باتیں......گھر پر......آفس میں صرف کام، اس لیے صبح سے میں نے کوئی بات بھی نہیں کی......مگر اب تو آفس کا ٹائم ختم ہو چکا ہے''

''بڑی نوازش آپ کی......اِن سب مہربانیوں کے لیے......'' بلال نے فوزیہ کو مسکا لگایا۔

''سر......! میں پھر سے بتا رہی ہوں...... میں لیاقت سے شادی نہیں کروں گی...... وہ بھی ایک نمبر کا ڈھیٹ ہے، اتنی بے عزتی کروانے کے بعد بھی معافیاں مانگ رہا ہے مجھ سے......'' فوزیہ نے غصے سے کہا۔

''فوزیہ جی......! بیٹھ جاؤ......'' بلال نے اُسے اپنے سامنے صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔ فوزیہ اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''پہلی بات تو یہ میں نے آپ کو نہیں کہا کہ لیاقت سے شادی کرلو اگر آپ کا فیصلہ ہے تو ٹھیک ہے......میں آپ کے ساتھ ہوں......دوست اگر غلطی کرے تو اُس کا ساتھ تو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہاں اُسے مشورہ دے سکتے ہیں''

''تو سر......! مشورہ دیں مجھے......میں کیا کروں'' فوزیہ یکا یک بُول اُٹھی۔

''فوزیہ جی......! مشورہ فیصلہ کرنے سے پہلے کرتے ہیں...... فیصلہ کرنے کے بعد نہیں......اور آپ کا فیصلہ تو اٹل ہے ناں'' بلال نے فوزیہ کی طرف دیکھ کر پوچھا مگر فوزیہ خاموش تھی اُس نے کوئی جواب نہیں دیا وہ گردن جھکائے اپنی منگنی کی انگوٹھی کو کُھرچ رہی تھی۔

''اِسے اُتار کر پھینک دو......جب شادی ہی نہیں کرنی......تو انگوٹھی کیوں پہنی ہے۔'' بلال نے فوزیہ کو دیکھ کر کہا یہ سُن کر اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر گرنے لگے ایک آنسو منگنی کی انگوٹھی پر بھی گرا مگر فوزیہ خاموش رہی۔ بلال اپنی جگہ سے اُٹھا اور فوزیہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا:

''انسان غلطی کرتا ہے......اچھا انسان وہ ہے...... جو غلطی مان لے اور اُس پر شرمندہ ہو اُس نے تو صرف غلطی کی تھی......مگر آپ تو زیادتی کر رہی ہو اُس کے ساتھ......''

''سر......اگر یہ غلطی مجھ سے ہو جاتی......تو کیا لیاقت مجھے معاف کر دیتا......'' فوزیہ نے سرخ آنکھوں سے بلال کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''چھوڑیں سر...... میں آپ سے پوچھتی ہوں اگر نوشی کوئی ایسی غلطی کرے تو کیا آپ اُسے معاف کر دیں گے۔''

بلال اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''معاف کرنا اللہ و تبارک تعالیٰ کی سنت ہے...... میں بھی معاف کر دیتا......لیاقت علی کو آنے دو اور اُس کو دل سے معاف کر دو......میں تو یہ مشورہ دوں گا۔ چلو اٹھو میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ روتی تم بالکل مینا کماری کی طرح ہو۔''

بلال کی بات سُن کر فوزیہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔ بالکل اُسی طرح جیسے سخت تیز دھوپ میں اچانک ایک بدلی برسنے لگتی ہے۔

☆☆☆

''یار مزہ آگیا کھانے کا......'' طارق رامے نے کہا۔

''واقعی......بہت اچھا کھانا تھا۔'' اعجاز جنجوعہ نے تائید کی۔

بلال خاموش تھا، یہ ہفتے کی رات تھی۔ شوکت خانم کینسر ہاسپٹل کے قریب جوہر ٹاؤن میں ایک مشہور ریسٹورنٹ

میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''کل سنڈے ہے...... ہیڈ بلو کی چلتے ہیں...... مچھلی کھانے کے لیے'' اعجاز جنجوعہ نے مشورہ دیا۔

''بھابھی سے پوچھ لو پہلے...... بعد میں لائن حاضر کر دے گی'' طارق رامے نے اعجاز جنجوعہ کو بات لگائی ''ویسے میری سمجھ سے باہر ہے تم بھابھی سے اتنا ڈرتے کیوں ہو......؟''

''آپ سے کم بات نہیں کرتی...... میرا خیال رکھتی ہے...... کھانے پینے کا...... کپڑوں کا...... میری عزت کرتی...... بہت محبت کرتی ہے مجھ سے......'' اعجاز جنجوعہ نے فرح کی شان میں تعریفی کلمات کہے۔

''جب میں چھوٹا تھا تو قربانی کے بکرے سے بڑا پیار کرتا تھا۔ اُسے رنگ لگانا...... اُس کے کھانے پینے کا خیال رکھنا...... بکرے سے محبت کرنا...... اِن سب باتوں کے باوجود اُسے عید والے دن مجھ سے جدا کر کے...... قربان کر دیتے...... میرے ابا جی'' طارق رامے نے بھولی صورت بنا کر کہا۔

''جنجوعہ تو بھی...... قربانی کے بکرے کی طرح ہے...... آپ سے کم بات نہیں کرتی......''

تجھ رنڈوے کو کیا معلوم...... شادی کے بعد تو اصل زندگی شروع ہوتی ہے اعجاز جنجوعہ نے جوابی حملہ کیا۔

''رنڈوا نہیں ہوں میں...... میں تو ابھی کنوارہ ہوں'' طارق رامے مسکراتے ہوئے بولا۔

ویٹر نے اُن کے سامنے پشاوری قہوہ رکھا...... بلال نے دونوں کو قہوہ ڈال کر دیا۔

''بلال تم کیوں خاموش ہو......؟'' اعجاز جنجوعہ نے پوچھا۔

''جنجوعہ تمہاری تو مت ماری گئی ہے...... پہلے کون سا بلال بولتا ہے...... وہ تو صرف ہم دونوں کی بکواس سنتا رہتا ہے......'' طارق رامے نے قہوہ کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا

''چند دن پہلے تمہیں ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔'' اعجاز جنجوعہ نے بلال کو دیکھ کر کہا

''ہاں...... وہ...... میں...... بابا اشفاق احمد صاحبؒ کی قبر پر دُعا کے لیے گیا تھا......'' بلال نے جواب دیا۔

''تمہارے رشتے میں سے کوئی لگتے ہیں؟'' طارق رامے نے پوچھا۔

''رشتے دار تو نہیں ہیں...... محبت کا رشتہ ضرور ہے اُن کے ساتھ......''

''ویسے یہ اشفاق احمد ہے کون؟'' اعجاز ٹھیکیدار حیرت سے طارق رامے کی طرف دیکھ کر بولا، طارق رامے کو بھی معلوم نہیں تھا۔

بابا اشفاق احمدؒ صاحب بہت بڑے ادیب اور دانشور تھے'' بلال نے عقیدت سے کہا۔

''آپ کا تعلق دینہ جہلم سے ہے نا رامے صاحب...... گلزار صاحب کا گھر تو دیکھا ہوگا آپ نے......؟''

''ہاں کئی بار...... ہماری گلی سے اگلی گلی میں تو ہے...... میں تو اُس کے ٹاؤن شپ والے گھر بھی آتا جاتا ہوں...... جنجوعہ وہی کالا موٹا گلزار ٹھیکیدار...... ابھی دو مہینے پہلے تو اُس کا واپڈا ٹاؤن والا مکان بیچا ہے...... میں نے'' طارق رامے نے جواب دیا۔

بلال اپنی بے وقوفی پر دل ہی دل میں مسکرایا جو اپنے ملک کے ادیب اور دانشور کو نہیں جانتے انہیں انڈین رائٹر

اور شاعری کی کیا خبر ہو گی۔

''ہیڈ بلو کی کا پروگرام تو بیچ میں ہی رہ گیا......''اعجاز جنجوعہ پھر سے مچھلی کھانے کا پروگرام بنانا چاہتا تھا۔

''وہ تو ٹھیک ہے کل چلیں گے۔سنڈے ہے سب کی چھٹی بھی ہے ...... ہاں یاد آیا بلال تمہارے پلاٹ کی ٹرانسفر ڈیٹ مل گئی ہے پیر والے دن اور پیسوں کا بندوبست تو ہے نا......'' طارق نے کہا۔

''جی رامے صاحب......! پیسوں کا بندوبست ہے۔کل میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکوں گا...... میں مصروف ہوں......''بلال نے جواب دیا۔

''یار تم بھی عجیب آدمی ہو۔ مجھے سنڈے کے دن چھٹی کرنے کا کہتے ہو۔ بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کی تلقین کرتے ہو اور خود ہر سنڈے مصروف ہوتے ہو......''اعجاز جنجوعہ خفگی سے بولا۔

''بلال صاحب......! جنجوعہ بات تو ٹھیک کر رہا ہے۔ میں بھی لالچ کر کے سنڈے کو بھی دفتر کھلواتا تھا۔اب میں بھی سنڈے کو چھٹی کرتا ہوں۔ دینہ بھی مہینے میں دو چکر لگاتا ہوں، ماں سے ملنے کے لیے اور ہر روز صبح ماں کو فون کرتا ہوں......اگر تم مجھے نہ سمجھاتے تو شاید میں ایسا کبھی نہ کرتا اب تمہارے کہنے پر میں نے شادی کی حامی بھی بھر لی ہے'' طارق رامے نے بلال کے ملنے کے بعد اپنے اندر رونما ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر کیا۔

''اور بلال صاحب تم ہمارے لیے اپنی مصروفیت نہیں ختم کر سکتے؟''

''کیا بولا تُو نے رامے شادی کی حامی بھری ہے؟''اعجاز جنجوعہ کے کان طارق رامے کی بات سُن کر کھڑے ہو گئے۔

''یہ تو ویسا ہی ہے جیسے پرانے مکان کو خرید کر اُس کی مرمت کروا کر اُسے نئے سرے سے رنگ روغن کر کے نیا بنا کر بیچا جائے۔اپنی عمر دیکھ اور اپنی حرکتیں دیکھ چالیس سال کا بڈھا کھوسٹ ہے''اعجاز جنجوعہ کے پیلے دانت نکلے۔

''جنجوعہ شرم کر تجھ سے چھوٹا ہوں عمر میں میری عمر تو صرف 35 سال ہے اور تو 40 بتا رہا ہے'' طارق رامے نے اپنی صفائی دی۔

''اپنا پیٹ دیکھا ہے تُو نے 35 سال والے نوجوان......''اعجاز جنجوعہ نے طنز کیا۔

بلال اُن دونوں کی جگتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور خاموش تھا۔

''رامے صاحب بڑی مہربانی آپ نے میری کہی ہوئی باتوں پر عمل کیا۔ایک گزارش اور مان لیں آپ پلیز ایکسرسائز بھی شروع کر دیں۔اپنے آپ سے بھی محبت کریں اور اپنی صحت کا بھی خیال رکھیں'' بلال نے طارق رامے کی طرف دیکھ کر ریکوسٹ کی۔

''کل کے پروگرام کی معذرت میں نہیں جا سکوں گا......''

''ویسے تم ہر سنڈے کرتے کیا ہو......؟''اعجاز جنجوعہ کو تشویش ہوئی۔

''وقت آنے پر بتاؤں گا...... مجھے اجازت دیں میں چلتا ہوں......''بلال یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

''کیا کرتا ہے یہ ہر اتوار کو جو اِس کے پاس وقت نہیں ہوتا''اعجاز جنجوعہ اپنے چشمے کے اوپر سے بلال کو جاتے

ہوئے دیکھ کر بولا۔

''جنجوعہ ایسے مت دیکھ پولیس والوں کی طرح شک کی آنکھ سے...... وہ لڑکا جنتی روح ہے...... کوئی عیب نہیں ہے اُس میں'' طارق رامے بولا جنجوعہ کی طرف دیکھ کر۔

''معلوم ہے...... اسی لیے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میری بڑی سالی کی بیٹی ہے ماہ رخ اُس کے ساتھ بلال کا رشتہ ہو جائے اور تمہاری بھابھی کی بھی بڑی خواہش ہے......''

''مگر اس کی تو منگنی بچپن سے طے ہے'' طارق رامے نے جنجوعہ کو اطلاع دی۔

''مجھے معلوم ہے...... مگر اس کی منگیتر یہ شادی نہیں کرنا چاہتی'' اعجاز جنجوعہ بولا۔

''تمہیں کیسے پتہ ہے اِن سب باتوں کا'' طارق رامے نے پوچھا۔

''تمہاری بھابھی بتا رہی تھی اُسے فوزیہ نے بتایا اور فوزیہ کو اُس لڑکی کی بہن نے کہا تھا'' اعجاز جنجوعہ نے کڑی کے ساتھ کڑی ملا دی۔

''یا تو بلال کی منگیتر اندھی ہے یا پھر پاگل'' طارق رامے نے تبصرہ کیا۔

☆☆☆

''اندھے اور پاگل ہیں وہ لوگ جو اپنے ملک کے بڑے لوگوں کی عزت نہیں کرتے اور اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں'' بابا جمعہ عادل سے مخاطب تھے اتوار کی چھٹی کی وجہ سے عادل صبح ہی بابا جمعہ کے پاس آ گیا مگر بلال نہیں تھا۔

''بڑوں سے کیا مراد آپ کی......؟'' عادل نے اپنا سوالوں والا فولڈر کھول لیا۔

''بیٹا ہر ملک کے کچھ بڑے لوگ ہوتے ہیں، جو اپنے ملک کے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں جیسے علما کرام، دانشور، ادیب، شاعر، لکھاری، صحافی، اُستاد، یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر درس گاہ کا درجہ رکھتے ہیں''

''لیکن چند دن پہلے تو آپ ایک کالم نویس کی کمائی کو حرام قرار دے رہے تھے'' عادل نے بابا جمعہ کو یاد دہانی کرائی۔

''بیٹا جس طرح جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے، اس طرح جھوٹ لکھنا بھی گناہِ کبیرہ ہی ہے اور اُس سے حاصل شدہ کمائی بھی حرام ہی ہوگی''

''سچ جھوٹ کا فیصلہ کون کرے گا؟'' عادل نے پوچھا۔

''حقیقت کرتی ہے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ابھی صبح کے دس بجے ہیں، یہ حقیقت ہے اور تم رات کے 10 بجے لکھ دو یہ جھوٹ ہے''

''بابا جی آپ کے معیار پر تو پھر کوئی بھی پورا نہیں اُتر سکتا سچ اور جھوٹ کے معاملے میں......''

''بیٹا جی......! میں کون ہوتا ہوں معیار بنانے والا...... گناہ گار بندہ ہوں...... معیار تو اللہ کے محبوبؐ نے بتایا زندگی کے ہر معاملے میں...... ہر شعبے میں...... صرف ایک جھوٹ چھوڑنے سے بہت سارے گناہ چھوٹ جاتے ہیں''

''میں نے تو اتنا سچا بندہ کبھی نہیں دیکھا...... بابا جی...... جو اِس معیار پر پورا اُترتا ہو...... وہ بھی اِس دور میں''

عادل نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

''شرط معیار پر پورا اُترتا نہیں ہے، شرط کوشش کی ہے اور نیت کی ہے کہ آپ صاف نیت کے ساتھ کتنی کوشش کرتے ہیں سچ بولنے کی اب بلال ہی کو دیکھ لو ہمیشہ سچ بولتا ہے اگر اُسے کچھ نہیں بتانا ہوتا تو کہہ دیتا ہے، میں بتانا نہیں چاہتا اگر جھوٹ بولے تو اللہ سے بھی معافی مانگتا ہے اور اُس کے بندے سے معذرت کر لیتا ہے...... عادل بیٹا معیار 100 بٹا 100 نہیں بلکہ پاس اور فیل ہے اور پاس وہی ہوتا ہے جو پاس ہونے کی کوشش کرتا ہے''

''اوئے بابا......! بوٹ پالش کردے'' ایک موٹا آدمی اپنے کالے بوٹ آگے رکھتے ہوئے بولا۔ بابا جمعہ نے اُس کے بوٹ پکڑے اور پالش شروع کر دی۔ عادل نے اُسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور اُسے اُس آدمی کے انداز اور گفتگو کے اسٹائل پر غصہ آ رہا تھا مگر وہ خاموش رہا۔ بابا جمعہ نے جوتے پالش کر کے اُس کے سامنے رکھ دیے۔ اُس موٹے آدمی نے چند روپے بابا جمعہ کے سامنے پھینکے اور وہاں سے چلا گیا۔

''بابا جی آپ بھی کمال کرتے ہیں وہ اتنی بدتمیزی سے بولا اور آپ اتنے اخلاق سے بات کر رہے تھے اُس موٹے کالے انجن کے ساتھ'' عادل نے کہا۔

''جو عزت نہ دے اُس کی بھی عزت کرو اور جو توڑے اُس کے ساتھ جوڑو، جو تمہیں سلام نہ کریں اُنہیں لازمی سلام کرو'' بابا جمعہ نے عادل کو سمجھایا۔

''ویسے آپ کو یہ موچی کا کام کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ اکیلے آدمی ہیں آپ کوئی دوسرا کام کیوں نہیں کر لیتے'' عادل نے مشورہ دیا دراصل اُسے اُس موٹے آدمی کے رویے کی وجہ سے یہ خیال آیا کیونکہ اُس آدمی نے بڑی بداخلاقی کے ساتھ بابا جمعہ سے بات کی تھی جو کہ عادل کو بُرا لگا تھا۔

''بیٹا میں بھی اپنی جوانی میں تمہارے جیسا ہی تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصے میں آ جاتا تھا۔ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے اور عقل اپنے علم پر فخر کرتی ہے۔ علم جتنا چاہتا ہے، عمل سے مگر یاد رکھو علم اور عمل ایک مومن کے دو بازو ہیں اور مومن تب کامیاب ہوتا ہے جب اُس کے دونوں بازو سلامت ہوں اور اُن میں مقابلہ نہ ہو۔ غرور صرف میرے اللہ کو جچتا ہے، ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دن کی ضد رات۔ خوشی کی ضد غمی۔ کڑوے کی ضد میٹھا۔ سفید کی ضد کالا اور غرور کی ضد عاجزی اور یہی مومن کی شان ہے کہ وہ عاجز رہے...... علم میں بھی عاجزی ہو اور عمل میں بھی عاجزی ہو...... یہ موچی کا کام عاجزی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے''

''کیا ہم کو عاجزی حاصل کرنے کے لیے موچی کا کام کرنا پڑے گا...... میرا مطلب ہے مجھے اور بلال کو......'' عادل نے نیا سوال پوچھ لیا۔

بابا جمعہ عادل کی بات سُن کر مسکرائے۔

''چائے کا فون کر دو اقبال کو......'' بابا جمعہ نے کہا۔

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا بابا جی............'' عادل نے فون پر اقبال کا نمبر ملاتے ہوئے کہا اور چائے کے لیے اقبال کو کہہ دیا اور خود بابا جمعہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''عاجزی ہونی چاہیے مسلمان میں طریقہ کوئی سا بھی ہوسکتا ہے عاجزی پانے کا.....'' بابا جمعہ عادل کی طرف دیکھ کر بولے۔

''میں کون سا طریقہ اپناؤں عاجزی حاصل کرنے کا.....؟'' عادل نے پوچھا۔

''عادل بیٹا مجھے تو اُس کام پر بابا سیلانی نے لگایا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے تم یہ بات بلال سے پوچھنا میں نے اُسے ہمیشہ غرور اور تکبر سے دُور دیکھا ہے''

''بلال سے.....'' عادل کو بابا جمعہ کی بات نے حیرت میں ڈال دیا۔

''بلال سے.....'' وہ پھر سے بولا بابا جمعہ کی طرف دیکھ کر۔

''میں سمجھا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں'' عادل نے حیرت سے کہا۔

''بلال شاعر مشرق حضرت اقبالؒ کا جوان ہے۔ جو آج کے پیروں سے بہت آگے ہے۔ بلکہ اُستاد ہے پیروں کا اور میں تو فقیر ہوں میرا بھی اُستاد ہے بلال.....میں نے اُس بچے سے بہت کچھ سیکھا ہے''

''میری سمجھ سے باہر ہے آپ کی منطق.....آپ بلال کو ولی پیر یا درویش کا درجہ دینا چاہتے ہیں۔'' عادل کو بابا جمعہ کے نقطہ نظر سے شدید اختلاف تھا۔

''نہیں بیٹا ایسا کچھ نہیں ہے ہم دونوں مسلمان ہیں اور وہ مومن ہے۔ آج کا مومن۔ میں صرف اُسے آج کا مومن سمجھتا ہوں اور بس'' بابا جمعہ مسکرا کر بولے ''اور مسلمان کو جس بات کی سمجھ نہ آئے اُسے مومن سے پوچھ لینی چاہیے۔''

''آپ جسے مومن کہہ رہے ہیں..... مجھے تو وہ بندہ مریضِ محبت لگتا ہے'' عادل نے دوٹوک بات کر دی ''25، 26 سال کی عمر میں 50 سال والی سوچ کا مالک ہے.....اُس کی زندگی بلیک اینڈ وائیٹ ہے۔ رنگوں سے خالی نہ تو وہ پارٹیز میں جاتا ہے اور نہ ہی شادیوں میں، دوست اُس کا کوئی ہے نہیں''

''عادل بیٹا وہ محبت کا مریض نہیں بلکہ مسیحا ہے محبت کا.....وہ دریائے نیل کی طرح ہے۔ دنیا کے تقریباً سارے دریا شمال سے جنوب کی طرف بہتے ہیں۔ دریائے نیل جنوب سے شمال کی طرف بہتا ہے''

''مطلب یہ کہ اُلٹا ہے بلال'' عادل عجلت میں بولا جیسے بابا جمعہ نے اُس کی من پسند بات کی ہو۔ بابا جمعہ اُس کی بات سُن کر مسکرائے۔

''نہ تو دریائے نیل اُلٹا بہتا ہے اور نہ ہی بلال اُلٹا ہے.....وہ الگ ہے.....وہ گہرا ہے، وہ خاموش ہے.....وہ حکم ماننے والا ہے.....اور یہ ساری خوبیاں مومن ہی کی ہیں''

اقبال چائے لے کر آ چکا تھا، اُس نے چائے عادل کے سامنے رکھ دی عادل نے چائے ڈال کر بابا جمعہ کو دی اور کسی نئے سوال کی تلاش میں چائے پیتے ہوئے کھو گیا

عادل نے چائے ختم کی اور اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھا ظہر کی اذان ہونے والی تھی ''اچھا بابا جی مجھے اجازت دیں'' عادل نے اذان کی آواز سُنی اور اجازت مانگ لی۔

''عادل بیٹا رُکو.....'' بابا جمعہ نے کہا اذان ہو رہی تھی اذان ختم ہونے کے بعد بابا جمعہ دُوبارہ سے بولے:

''تمھیں پتہ ہے کہ تم میں اور بلال میں کیا فرق ہے؟'' عادل نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''عادل بیٹا......!تم صرف اللہ کو مانتے ہو اور بلال اللہ اور اُس کے محبوب ﷺ کی مانتا ہے......

تم سوال تلاش کرنے میں دماغ لڑاتے ہو اور وہ جواب تلاش کرتا ہے......

تم صرف بولتے ہو......اور وہ صرف سنتا ہے......

تم بے چین ہو......اور وہ پُرسکون ہے......

تم محبت مانگتے ہو......وہ محبت دیتا ہے......

تم حق مانگتے ہو......اور وہ حق دیتا ہے......

تم اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنا چاہتے ہو......

وہ چھوٹا بن کر بھی عظیم بن جاتا ہے......

تمہارے پاس جو کچھ ہے تمہارے باپ کی کمائی ہوئی دولت سے ہے......

اُس نے سب کچھ خود کمایا ہے عزت......نام......روپیہ......اور عاجزی......اور یہ عاجزی اللہ کے سامنے جھکنے سے نصیب ہوتی ہے، اُس کے بلانے سے بھاگنے پر نہیں......وہ کہتا ہے آؤ کامیابی کی طرف مگر ہم ناکامی کی طرف جاتے ہیں''

عادل منہ کھولے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ دوٹوک بات کرتا مگر آج بابا جمعہ کی حقیقت پر مبنی باتوں نے اُس کے طوطے اُڑا دیے تھے۔

''اگر میری کوئی بات بُری لگی ہو تو میں معذرت چاہتا ہوں' بابا جمعہ نے کہا اِس کے بعد اُس کا ہاتھ پکڑا اور مسجد کی طرف لے گئے۔

''مسلمان سے مومن کی طرف پہلا قدم اُٹھاؤ، وضو کرو اور اللہ کے حضور عاجزی کا پہلا سجدہ ادا کرو، عاجزی والا سجدہ' بابا جمعہ نے عادل کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور اُس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

نماز پڑھ کر عادل مسجد سے نکلا تو وہ خاموش تھا۔ بابا جمعہ آگے تھے اور وہ پیچھے۔ وہ خاموشی سے اُن کے پیچھے چل رہا تھا۔ بابا جمعہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے انہوں نے پیسے دیے۔

''روٹیاں لے آؤ'' بابا جمعہ بولے تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اقبال چائے والا سالن گرم کر کے لے آیا تھا۔

عادل اب بھی خاموش تھا۔ وہ تینوں کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ آلو میتھی اور ساتھ پودینے کی چٹنی ایسا ذائقہ عادل کو کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ عادل جس کا لنچ دس طرح کے کھانوں سے ہوتا تھا آج ایک موچی اور چائے والے کے ساتھ آلو میتھی اور پودینے کی چٹنی کھا رہا تھا وہ بھی نالے کے اوپر بیٹھ کر رستے میں، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے بابا جمعہ سے اجازت مانگی اور اپنی گاڑی کی طرف چل دیا۔ سڑک کے دوسری طرف جہاں بلال کی گاڑی کھڑی ہوتی تھی۔

وہ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا اس دوران میں ایک بچہ اپنا جوتا مرمت کروانے کے لیے بابا جمعہ کے پاس آ گیا بابا جمعہ نے اُس کا جوتا مرمت کرنا شروع کر دیا۔

عادل اپنی گاڑی میں بیٹھ کر بابا جمعہ کو دیکھ رہا تھا اور سنٹر والے مرر میں اپنی پیشانی کا جائزہ لے رہا تھا جہاں بابا جمعہ نے شفقت کا بوسہ دیا تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جو سجدہ کرتے ہوئے زمین پر لگتی ہے۔

اُس کے کانوں میں بابا جمعہ کے میٹھے الفاظ دستک دے رہے تھے اور اُس کے منہ میں آلو میتھی کا ذائقہ تھا۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور جاتے ہوئے بابا جمعہ کو عقیدت سے سلام پیش کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

''میں نے جس کو دیکھا پالیا مگر تم نے میری ایگو کو ہرٹ کیا، میرے غرور کو للکارا خیر اب تم میری ہو صرف میری'' طلحہ نقوی نے ڈاکٹر منال نقوی کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے فخر سے کہا، وہ دونوں جیل روڈ پر ایک مشہور ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''کبھی تمہارے ساتھ بھی زندگی میں ایسا ہوا ہے تمہیں کوئی پسند آیا ہو اور اُس نے تمہیں لفٹ نہ کروائی ہو'' طلحہ نقوی نے منال نقوی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

''زندگی میں صرف ایک بار'' ڈاکٹر منال نے ریسٹورنٹ کے ایک کونے کی طرف دیکھ کر کہا جہاں ایک ٹیبل پر ایک خوبصورت کپل بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر منال کے گال خوشی سے لال تھے۔

''تمہیں کسی نے لفٹ نہ کرائی ہو...... امپاسبل'' طلحہ نقوی حیرت سے بولا۔

''اچھا ایک بات بتاؤ میں نے تمہیں Propose کیا تھا اور تم ایموشنل ہوگئی تھی اور اگلے دن خود ہی ایگری ہوگئی مجھ سے شادی کے لیے'' طلحہ نے پوچھا۔

''میں نے غصہ اِس لیے کیا تھا دو دن پہلے ہی بلال نے مجھے لفٹ نہیں کروائی تھی۔ آپی مجھے ملوانے لے گئیں تھیں اور پھر مان اس لیے گئی کہ تم نے سچ بولا اپنے ماضی کے بارے میں پہلی ہی ملاقات میں اور جب تم نے مجھے Propose کیا تو تمہاری آنکھوں میں سچائی تھی وہ سچائی جو میں نے بلال کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔ بلال نے مجھے حقیقت سے ملوادیا میں یہ سمجھتی تھی کسی بھی مرد کو پیچھے لگایا جا سکتا ہے، مگر میں غلط تھی اگر اُس وقت میرے ساتھ وہ یہ رویہ نہ اختیار کرتا تو شاید مجھے تم نہ ملتے اور میں تمہارے حق میں فیصلہ نہ دیتی میں دماغ سے آئیڈیل تلاش کر رہی تھی مگر پھر میں نے دل کا حکم مانا اور میرے دل نے تمہیں دیکھ کر کہا یہی ہے وہ جس کی تمہیں تلاش تھی''

منال نے محبت بھری نگاہوں سے طلحہ کی طرف دیکھا۔

''طلحہ تم سے کہیں زیادہ مجھے تم سے محبت ہے'' طلحہ نے اِردگرد دیکھا۔

''ریسٹورنٹ ہے'' منال کو ہاتھ سے ہلایا ''میں اُس بندے سے ملنا چاہوں گا۔''

''بلال سے......'' منال نقوی نے جلدی سے کہا۔

''ہاں...... بلال سے......'' طلحہ نقوی نے جواب دیا۔

''چلو پھر اُٹھو...... ابھی ملتے ہیں......'' منال نقوی نے طلحہ کا ہاتھ پکڑا اور کونے میں لگے ٹیبل کی طرف لے گئی جہاں بلال اور عظمی افگن بیٹھے ہوئے تھے۔

''ہیلو بلال.....''منال نے جاتے ہی کہہ دیا''ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں؟''

بلال اُن کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

''میرے ہسبینڈ طلحہ نقوی اور یہ میرا دوست بلال احمد دوست کہہ سکتی ہوں تمہیں'منال نقوی نے ایک نظر عظمی پر ڈالی اوپر سے نیچے تک۔

''اچھا یہ ہیں.....وہ.....''منال نقوی نے عظمی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

''آپ کو کہیں دیکھا ہے.....''منال نقوی سوچ رہی تھی۔

''منال ہم دونوں کالج میں کلاس فیلو تھیں.....''عظمی نے منال کی پریشانی دُور کی۔

''آپ بیٹھیں کھڑے کیوں ہیں.....''عظمی نے بیٹھنے کو کہا وہ چاروں ایک جگہ پر بیٹھ گئے۔

''تم عظمی افگن نیازی ہو.....او مائی گاڈ.....یار تم تو بالکل بدل گئی ہو.....چلو اٹھو گلے لگو.....''

منال نقوی اور عظمی افگن گلے ملیں جیسے برسوں بعد ملی ہوں۔

''طلحہ یہ عظمی ہماری کلاس کی سب سے لائق سٹوڈنٹ تھی۔ ہر لڑکی اس سے دوستی کرنا چاہتی تھی۔ میں بھی اُن میں شامل تھی مگر یہ تو کسی سے بھی بات نہیں کرتی تھی۔''منال نے طلحہ کی طرف دیکھ کر ساری داستان سنائی۔

''اور اکثر لڑکیاں مجھے نفسیاتی مریضہ کہتی تھیں''عظمی نے یاددہانی کرائی۔

''ہاں.....اور میں بھی یہی سمجھتی تھی تمہارے بارے میں.....مگر تم میں یہ تبدیلی کیسے.....؟''

عظمی نے مسکرا کر بلال کی طرف دیکھا:

''یہ کریڈٹ بھی بلال کو ہی جاتا ہے''

طلحہ مسکراتے ہوئے بولا:

''آپ سے مل کر خوشی ہوئی بلال''

منال نے طلحہ کی بات کاٹ دی اور جلدی سے بولی:

''ماشاءاللہ بہت خوبصورت جوڑی ہے تم دونوں کی.....شادی کب ہے.....؟''

''بہت جلد.....''عظمی نے جلدی سے کہہ دیا۔ بلال نے عظمی کی طرف دیکھا مگر وہ منال کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ان سب نے اکٹھے کھانا کھایا اُس ریسٹورنٹ میں مغرب سے کچھ دیر پہلے بلال عظمی کو ڈراپ کرنے کے لیے ماڈل ٹاؤن پہنچا تو سارے رستے اُن دونوں میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ گاڑی عظمی کے گھر کے باہر کھڑی تھی۔ اُترنے سے پہلے عظمی بولی:

''آپ نے میری خواہش پوری کر دی.....شکریہ.....''بلال نے اُس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا جیسے آنکھیں کچھ بول رہی ہوں۔

''شکریہ میرے ساتھ لنچ کرنے کا.....''بلال اُس کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا۔

''Sorry نہیں کہوں گی.....کیونکہ میں سیریس ہوں اور آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں''بلال صرف دیکھ رہا

تھا۔

''مجھے سب پتہ ہے نوشی کے بارے میں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میں آپ کی دوسری بیوی بن کر رہ لوں گی اب بھی تو آپ ہفتے میں ایک بار مجھے ملتے ہو، شادی کے بعد بھی صرف ایک دن ہفتے میں میرے ساتھ باقی پورا ہفتہ آپ نوشی کے ساتھ گزار لو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا...... بلال جتنی محبت آپ نوشی سے کرتے ہو اُس سے کہیں زیادہ میں آپ سے کرتی ہوں''، عظمیٰ افگن جذباتی انداز میں بولی ''میں آپ کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ میں پورا ہفتہ سنڈے کا انتظار کرتی ہوں آپ سے ملنے کے لیے میں نے اپنی ڈیوٹی ٹائمنگ چینج کروالیں ہیں۔تھوڑی دیر گاڑی میں خاموشی رہی جیسے طوفان آنے سے پہلے والی خاموشی۔ بلال گردن جھکائے کچھ سوچ رہا تھا اور عظمیٰ بلال کو دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔''

''آپ خاموش کیوں ہیں...... کچھ تو بولیں......''، عظمیٰ فکرمندی سے بولی۔

''شاید پروفیسر زمان ٹھیک کہتے تھے...... میرا ہی قصور ہوگا...... جو آپ نے میری دوستی کا یہ مطلب لے لیا'' بلال نظریں جھکائے رُک رُک کر بولا ' ورنہ آپ ایسی بات کبھی نہ کرتیں......''

''میں نے کوئی غلط بات نہیں کی...... میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں......اور اپنی پسند سے شادی کرنا میرا حق ہے...... اِس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے مجھے آپ سے محبت ہوئی ہے۔ شادی کے بعد بھی آپ دوست بن کے رہنا میں آپ کی بیوی بن کر رہوں گی''، عظمیٰ اپنے مؤقف پر قائم تھی اُس نے اطمینان سے جواب دیا۔

''میں آپ سے شادی نہیں کر سکتا' بلال نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

''لیکن میں آپ سے ہی شادی کروں گی''، عظمیٰ نے جواب دیا اور غصے سے گاڑی سے اُتر گئی۔ گھر کے گیٹ سے اندر جانے سے پہلے اُس نے واپس مڑ کر دیکھا سرخ آنکھوں کے ساتھ آنکھوں میں غصہ زیادہ تھا یا محبت، یہ اندازہ لگانا مشکل تھا۔

☆☆☆

''کیوں اتنے غصے میں ہو...... آخر بتاؤ تو سہی...... ہوا کیا ہے؟'' توشی صوفے پر بیٹھے ہوئے نوشی کو دیکھ کر بولی جو کہ غصے سے کمرے میں داخل ہوئی تھی اور توشی اپنے Mobile پر مصروف تھی ڈاکٹر محسن کے ساتھ WhatsApp پر گپ شپ لگانے میں۔

''تمھیں اِس سے کیا......؟'' نوشی دُکھی انداز میں بولی '' آخر میرا تمہارا رشتہ کیا ہے؟''

''یہ لو......اب رشتہ بھی ختم ہو گیا'' توشی Mobile پر نظریں جمائے آرام سے بول رہی تھی۔

''تم تو بڑی تعریفیں کرتی پھرتی تھی بلال ایسا ہے بلال ویسا ہے'' نوشی غصے سے بولی۔

''آج دولڑکیوں اور ایک لڑکے کے ساتھ ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھا رہا تھا۔ اُس کے بعد ایک لڑکی کو اُس نے ماڈل ٹاؤن اُس کے گھر چھوڑا، یہاں بات ختم نہیں ہوئی وہ لڑکی دس منٹ تک اُس کی گاڑی میں بیٹھی رہی اپنے گھر کے باہر''

''یہ لو...... نیا شوشہ سنو......'' توشی نے نوشی کا مذاق اُڑایا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں'' نوشی نے توشی کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

''تم...... بلال کا پیچھا کرتی ہو'' توشی کو تشویش ہوئی۔

''نہیں...... وہ...... مجھے کسی نے خبر دی تھی'' نوشی نے عجلت میں جواب دیا۔

''اِس لیے تو میں کہتی ہوں کہ مت کرو، بلال سے شادی تمہارا اور اُس کا کیا جوڑ...... وہ ایک معمولی اسکول ٹیچر اور تم......'' توشی نے طنزیہ انداز میں کہا۔ نوشی نے اپنی بہن کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور غصے سے واش روم میں چلی گئی توشی دل ہی دل میں سوچ رہی تھی:

''بلال کن کے ساتھ تھا اور آج سنڈے بھی ہے کہیں یہ...... نہیں نہیں بلال ایسا بالکل بھی نہیں ہے''

نوشی واش روم سے نکل آئی۔

''پاپا آج رات کو آرہے ہیں...... کل ڈاکٹر محسن اور اُن کی امی رشتے کے لیے آئیں گی، ماما اور شعیب بھائی کو بھی اعتراض نہیں ہے صرف پاپا کی ہاں چاہیے'' توشی مزے سے جان بوجھ کر ساری خبر دے رہی تھی۔

''بہت Selfish ہو اپنے بارے میں سوچتی ہو...... میں کچھ کہہ رہی ہوں اور تم کچھ جواب دے رہی ہو'' نوشی نے توشی سے گلہ کیا۔

''کل پاپا آتے ہیں تو میں بات کرتی ہوں کہ نوشی بلال سے شادی نہیں کرنا چاہتی میں تمہارے ساتھ کھڑی ہوں تم فکر مت کرو'' توشی نے پھر اپنی بہن کو تنگ کیا۔

''شادی تو میں بلال ہی سے کروں گی'' نوشی غصے سے بول کر کمرے سے نکل گئی۔

''یہ لو......'' توشی نے اسٹائل سے کہا۔

توشی صوفے سے اُٹھی اور ٹیرس کی طرف چل دی۔ عشاء کی نماز کے بعد خلاف توقع بلال اپنے کمرے ہی میں تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر یا تو وہ نانی کے کمرے میں ہوتا یا پھر کوئی کتاب لیے بیٹھا ہوتا مگر آج وہ اپنے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ سیدھا چھت کی طرف منہ کر کے کسی گہری سوچ میں تھا، اُس کا میوزک پلیئر بھی بند تھا۔ بلال کے روم والا ریلنگ ڈور کھلا ہوا تھا۔ توشی کھڑی ہوئی بلال کو واضح دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد توشی دو کپ کافی بنا کر اُس کے روم کے باہر تھی۔ ٹرے اُس کے ہاتھ میں تھی جب وہ Yes کی آواز پر کمرے میں داخل ہوئی تو بلال توشی کو دیکھ کر بیٹھ گیا۔

''کیوں جیجا جی......! کس کے خیالوں میں گم ہیں؟'' بلال نے اُس کے ہاتھ میں ٹرے دیکھی تو توشی پھر سے بول پڑی ''سالی آدھی گھر والی ہوتی ہے اِس لیے سوچا ہمیشہ تم سے کافی پی ہے۔ آج میں بھی اپنے ہاتھوں سے بنا کر پلا دوں'' بلال اُٹھا اور واش روم میں منہ دھونے چلا گیا جب وہ واپس آیا تو توشی نے اُس کا چہرہ غور سے دیکھا جس پر تھکاوٹ نمایاں ں نظر آرہی تھی۔ ''تم ٹھیک تو ہو؟'' توشی فکرمندی سے بولی۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں'' بلال نے آہستہ سے کہا توشی نے اُس کے ماتھے کو ہاتھ لگایا تو اُسے پتہ چلا بلال کا جسم تپ رہا تھا بخار کی وجہ سے ''تمہیں تو تیز بخار ہے''

توشی کی ساری شوخی فکرمندی میں تبدیل ہوگئی ''میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں'' اُس نے اپنا موبائل پکڑا فون کرنے کے لیے۔

''لاؤ کافی دو، پتہ نہیں کیا بنا کر لائی ہو'' بلال بے نیازی سے بولا جیسے اُسے بخار ہوا ہی نہ ہو۔ ''دوائی میں نے لے لی ہے فون مت کرو ڈاکٹر کو...... ویسے آج کل تم ڈاکٹروں سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتی ہو......'' بلال نے توشی کی ٹانگ کھینچی۔

''شٹ اَپ بلال'' توشی شرماتے ہوئے بولی اور وارڈروب سے کمبل نکال کر بلال کے اوپر ڈالا۔

''ایک بخار تھا اور اُوپر سے ایسے ہی لیٹے ہوئے تھے'' بلال اپنے بیڈ پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا اور کافی پی رہا تھا۔

''کافی کیسی بنی ہے؟'' توشی نے پوچھا۔

''میٹھی ہے'' بلال نے جواب دیا۔

''تم کیسے پی لیتے ہو ایک کافی اُوپر سے پھیکی''

''بس عادت ہوگئی ہے'' بلال نے جواب دیا۔

''تم نے کچھ کھایا بھی ہے؟'' توشی نے پوچھا۔

''ہاں......آج دوستوں کے ساتھ لنچ کیا تھا......تین ساڑھے تین بجے'' بلال نے بتایا۔

''دوستوں کے ساتھ لنچ......اور تم نے......تمہارے دوست بھی ہیں؟'' توشی حیرت سے بولی۔ ''ویسے کون ہیں دوست جن کو میں نہیں جانتی......؟''

''ڈاکٹر منال نقوی اور اُس کا شوہر طلحہ نقوی اور ڈاکٹر عظمی افگن'' بلال نے تفصیل بتائی۔

''آج کل کبھی ڈنر اور کبھی لنچ چکر کیا ہے'' توشی نے مسکرا کر پوچھا ''ڈاکٹر عظمی افگن کا شوہر نہیں آیا تھا لنچ پر......''

''اُس کی ابھی شادی نہیں ہوئی'' بلال نے جواب دیا۔

''منگنی تو ہوئی ہوگی'' توشی نے اندر کی بات جاننے کے لیے کہا۔

''نہیں وہ منگنی کے حق میں نہیں ہے۔ وہ سیدھا شادی کرنا چاہتی ہے مجھ سے'' بلال نے توشی کی آنکھوں میں دیکھ کر صاف گوئی سے کام لیا۔ توشی بلال کی بات سُن کر ہکا بکا رہ گئی۔ وہ حیران تھی بلال نے اتنی بڑی بات بڑے آرام سے کہہ دی۔ توشی کے لیے یہ بُری خبر تھی حالانکہ اُس نے بلال کو منع کیا تھا کہ وہ اُس کی بہن سے شادی نہ کرے پھر بھی اُس کا دل اِس رشتے کے حق میں تھا توشی گم سم تھی یہ بات سُن کر اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بات کرے۔

''میں یہ سمجھتی تھی کہ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں'' توشی نے خفگی سے کہا۔

''میں نے اپنے بارے میں کبھی کچھ نہیں چھپایا......'' بلال نے جواب دیا۔

''پچھلے دس سال سے تم ہر سنڈے کہاں جاتے ہو کسی کو کچھ خبر نہیں ایک مسٹری ہے اور تم کہتے ہو کہ تم نے کچھ نہیں چھپایا'' توشی دل کی بات زبان پر لے آئی۔

''اِس کے علاوہ کچھ اور......؟'' بلال نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

''میں پچھلے دس سال سے ہر سنڈے مینٹل ہاسپٹل جاتا ہوں وہ اس لیے کہ میری ماں پاگل ہو کر مری تھی اُن سے ملنے کے لیے کوئی بھی پاگل خانے نہیں جاتا تھا......میری ماں کی طرح بہت سارے پاگل ہیں جن سے کوئی بھی مینٹل ہاسپٹل ملنے کے لیے نہیں آتا جب میری ماں مینٹل ہاسپٹل میں تھی تو مجھے وہاں جانے سے ڈر لگتا تھا تب میں آٹھ سال کا تھا'' بلال کی آنکھیں چمک رہیں تھیں، مگر آنسو آنکھوں میں قید تھے ابھی اُن کی رہائی کا وقت نہیں آیا تھا'' مجھے ڈر اس لیے لگتا تھا ایک دن میں ماں سے ملنے کے لیے گیا تو مجھے ایک بوڑھے پاگل نے پکڑ لیا شاید اپنا پوتا سمجھ کر......وہ مجھ سے پیار کر رہا تھا اور میں ڈر رہا تھا......اُس کے بعد میری کبھی ہمت نہیں ہوئی کہ میں ماں سے ملنے کے لیے جاؤں''

توشی کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ رہے تھے اور بلال ایسا جسم تھا جو بغیر روح کے بیٹھا ہو وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ بولا:

''ممانی میری ماں کو گھر لانے کے لیے تیار نہیں تھیں اور میں وہاں جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ پھر ایک دن میری ماں گھر واپس آگئی اپنی روح کے بغیر چند گھنٹوں کے لیے، یہاں سے سفید لباس پہنا اور رخصت ہوگئی ہمیشہ کے لیے اِس گھر سے......

ایک بات بتاؤں توشی جی میری ماں پاگل نہیں تھی ...... ہاں غیرت مند ضرور تھی۔ میں اپنی ماں کے مرنے پر بہت رویا پھر آج تک نہیں رویا'' بلال کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دہک رہیں تھیں۔ آنسو آنکھوں میں پٹرول کا کام کر رہے تھے مگر اُنہیں گرنے کی اجازت نہیں تھی۔ بلال نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے ایک گلاس پانی لیا اور تین سانس میں ختم کیا اور پھر کافی دیر خاموش بیٹھا رہا۔

''ڈاکٹر عظمیٰ افگن مجھے دو سال پہلے مینٹل ہاسپٹل میں ملی تھی ہے تو وہ خود پاگلوں کی ڈاکٹر مگر خود پاگل ہونے کے قریب تھی اُس کی خالہ ڈاکٹر ہاجرہ مجھے ایک مہینے بعد اِسکول ملنے آئیں ڈاکٹر ہاجرہ نے میری ماں کا اُسی مینٹل ہاسپٹل میں بہت خیال رکھا تھا۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی بیٹا میری مری ہوئی بہن کی نشانی ہے عظمیٰ جب سے تم اُسے ملے ہو اُس کے دل میں جینے کی آرزو جاگ اُٹھی ہے پلیز اُسے ہر سنڈے تھوڑا سا ٹائم دے دیا کرو......میں نے بس ایک دوست کی طرح اُس کا خیال رکھا۔ آج ڈاکٹر عظمیٰ کہتی ہے کہ میں شادی صرف تم سے کروں گی......اور جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں وہ مجھ پر شک کرتی ہے۔ میری جاسوسی کرتی ہے کبھی خود اور کبھی کسی اور سے کرواتی ہے۔ تمہیں بھی تو آج اُس نے بھیجا ہے اندر کی بات معلوم کرنے کے لیے......'' بلال نے سرخ آنکھوں کے ساتھ توشی کی طرف دیکھا جو شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔

''تم نوشی سے کیوں شادی کرنا چاہتے ہو؟'' بلال نے توشی کی طرف دیکھا جو گردن جھکائے بول رہی تھی۔

''اس لیے کہ وہ میری ماں کی پسند تھی''

''صرف اس لیے......کوئی اور وجہ......؟'' توشی نے گردن جھکائے ہی پوچھا، بلال خاموش رہا اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''اور تمہاری محبت جس کا تم ہمیشہ ہی سے دم بھرتے آئے ہو......''توشی نے تیکھے انداز میں گردن تن کر کہا۔

''محبت آسمان کی بلندی کو بھی چھو لے،عقیدت کے قدموں سے آگے نہیں بڑھ سکتی...... مجھے میری ماں سے عقیدت ہے اور اُس سے محبت صرف اس لیے ہے کہ وہ میری ماں کی پسند تھی''

''اگر وہ خود تم سے شادی سے انکار کر دے تو......؟''توشی نے پوچھا۔

''عقیدت میں شرعی حدود کو پار نہیں کیا جاتا۔ یہ اُس کا شرعی حق ہے''بلال نے جواب دیا اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔توشی کو پریشانی ہوئی اُس نے اُس کی کلائی چیک کی بخار پہلے سے کم تھا۔وہ بلال کے اوپر کمبل اچھی طرح ڈال کر کمرے سے نکل آئی اور نکلنے سے پہلے کمرے کی لائٹ بند کر دی۔ بلال اب نیند کی آغوش میں تھا۔

توشی اپنے روم میں لوٹی تو نوشی جاگ رہی تھی۔نوشی نے توشی کو دیکھا تو فوراً پوچھا۔

''تم نے پوچھا بلال سے کہ وہ لڑکی کون ہے......؟ بلال کیوں اُس کے ساتھ تھا''نوشی کھڑی تھی۔

''تم بیٹھ جاؤ......میں سب بتاتی ہوں''نوشی اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی اور توشی صوفہ پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''بتاؤ بھی کیا بات ہوئی بلال سے......؟''نوشی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

''Relax میں بتاتی ہوں''توشی نے گلاس میں پانی ڈالا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔

''پانی پیو گی......؟''توشی نے نوشی سے پوچھا۔

''میں کچھ پوچھ رہی ہوں اور تم......''

''ٹھنڈ رکھو نوشی میڈم......!''توشی نے تحمل سے جواب دیا۔

''تم بلال سے کیوں شادی کرنا چاہتی ہو؟''توشی نے دوبارہ سے پوچھا۔

''اگر یہی سوال میں تم سے کروں کہ تم ڈاکٹر محسن سے کیوں شادی کر رہی ہو؟''نوشی نے سوال پر سوال کر دیا۔

''اس لیے کہ شادی تو کرنی ہی ہے اور ڈاکٹر محسن مجھ سے محبت بھی کرتا ہے''توشی نے آرام سے جواب دیا۔

''کیا تم ڈاکٹر محسن سے محبت نہیں کرتی ؟''نوشی نے پوچھا۔

''محبت تو نہیں کہہ سکتی ہاں بٹ صاحب کو پسند ضرور کرتی ہوں۔ بلال کہتا ہے نکاح کی برکت سے محبت جنم لیتی ہے جب ہماری شادی ہو گی تو محبت بھی ہو جائے گی''توشی نے اپنی بہن کو مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اب تم بتاؤ تم کیوں بلال سے شادی کرنا چاہتی ہو؟''

''اس لیے کہ بلال بھی مجھ سے محبت کرتا ہے''نوشی نے فخریہ انداز میں کہا۔

''اور تم بلال سے کیا کرتی ہو......عشق کہا تھا تم نے......کیسا عشق ہے جس میں شک ہی شک اور عشق کی کوئی خبر نہیں...... میں کل بٹ صاحب کو منع کر دیتی ہوں کہ وہ لوگ نہ آئیں......تم اپنے لیے کسی اور کو پسند کر لو پہلے تمہاری بات پکی ہو گی''توشی نے نوشی کی طرف دیکھ کر ساری باتیں کر دیں۔

''کیا مطلب ہے تمہارا کسی اور کو پسند کر لوں شادی تو میں بلال ہی سے کروں گی''نوشی نے دوٹوک انداز میں اپنا ارادہ بتا دیا۔

''یہ تمہاری ضد ہے.....شادی نہیں ہے...... اِس طرح تم خوش نہیں رہ پاؤ گی......اور بلال بھی......پلیز نوشی بات کو سمجھو......میں پاپا سے اور دادو سے بات کرلوں گی...... بلال کو بھی تمہارے انکار پر کوئی اعتراض نہیں ہے...... بلکہ وہ تو کہتا ہے اپنی پسند سے شادی کرنا تمہارا شرعی حق ہے''

نوشی ساری باتیں سُن کر خاموش ہوگئی۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھی اور اپنی گردن جھکائے گم سم تھی اور توشی اُس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ صوفے سے اُٹھی اور نوشی کو گلے لگایا اور گلے ملتے ہوئے گردن سے اپنی بہن کو چوما ''یہی ٹھیک ہے جو میں کہہ رہی ہوں'' نوشی نے توشی کی طرف دیکھا جواب بیڈ پر اُس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

''وہ لڑکی کون تھی......جو آج بلال کے ساتھ تھی......؟''نوشی نے پوچھا۔

''وہ ڈاکٹر عظمی افگن ہے''توشی نے خوشی خوشی بتایا۔

''وہ بلال کے ساتھ کیوں تھی......؟''نوشی نے بے تاثر چہرے اور آواز کے ساتھ پھر سے سوال کیا۔

''اس لیے کہ وہ بلال سے شادی کرنا چاہتی ہے۔''توشی نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

نوشی جو کہ کافی حد تک شانت ہو چکی تھی۔ لاوے کی طرح اُبل پڑی اُس نے قہر آلود نگاہوں سے اپنی بہن کو دیکھا اُس کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی ہو۔

''اچھا تو یہ ہے......اندر کی بات......''نوشی دانت پیستے ہوئے بولی اُس کا ایک ایک لفظ نفرت کے پانی سے گیلا تھا۔

''تم واقعی ڈائن ہو بہن نہیں ہو میری......تم نے سوچا بلال اگر میرا نہیں ہو سکا تو اِس سے بھی چھین لوں'' وہ غصے سے چیخی پاگلوں کی طرح......دونوں بہنیں اب کھڑی ہو چکیں تھیں۔ نوشی پھر اپنے منہ سے آگ اگلنے کے لیے تیار تھی۔

''مجھے تمہیں بہن کہتے ہوئے شرم آرہی ہے تم ایک بدنیت اور بدکردار لڑکی ہو، جس کی اپنے بہنوئی پر نظر ہے''

توشی نے یہ بات سُن کر ایک زوردار تھپڑ اپنی بہن کے بائیں گال پر رسید کیا اور خود روم سے ٹیرس پر چلی گئی۔ نوشی وہیں کھڑی تھی اُس کے گال پر انگلیوں کے نشان باقی تھے۔

''شادی تو میں بلال ہی سے کروں گی''نوشی غصے سے چیخی ٹیرس کی طرف منہ کر کے توشی کے کانوں میں یہ الفاظ پڑے جو کہ بلال کے روم کی طرف منہ کر کے کھڑی تھی۔

اُس نے دل میں دُعا کی (یا اللہ اِس دو موہی کے زہر سے بلال کو محفوظ رکھنا)

توشی نہ جانے کتنی دیر وہیں ٹیرس پر کھڑی رہی اُس کی آنکھیں نمناک تھیں۔ تھوڑی دیر بعد آنسو آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنا شروع ہو گئے۔ آنسو گرنے کی صحیح وجہ کا اُسے خود اندازہ نہیں تھا کہ یہ آنسو کیوں ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔

بلال کی وجہ سے یا نوشی کے گندے الفاظ جو تھوڑی دیر پہلے اُس کے متعلق اُس کی اپنی ہی بہن نے کہے تھے۔ وہ بہن جو دو جسم اور اِک جان والا معاملہ تھا۔ بیمار ایک ہوتی تکلیف دوسری محسوس کرتی۔ وہ اپنی بہن کی ہر خوشی کا خیال رکھتی مگر آج اُسے تھپڑ مار دیا۔

''میں نے بالکل صحیح کیا''توشی نے خود سے کہا اُس کے نزدیک یہی اُس کے لیے بہتر ہے کہ وہ بلال سے شادی

نہ کرے" "مجھے یہ شادی ہر صورت میں روکنی ہے" توشی نے دل میں ارادہ کیا اُس کے دل میں دادی کا خیال آیا۔

وہ ٹیرس سے اپنے روم میں واپس آئی نوشی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، اُس نے آہٹ سُنی تو آنکھیں موندلیں۔ توشی نے نوشی کی طرف دیکھا جو کہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور جاگتے ہوئے سونے کا ناٹک کر رہی تھی۔ توشی کے چہرے پر زخمی مسکراہٹ اُبھری۔ یہ ایک ٹھٹھرتی رات تھی۔ اُس نے گیس ہیٹر جلایا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ ممکنات پر غور کر رہی تھی۔ وال کلاک کی ایک سوئی کلاک کے سینے پر مسلسل ڈانس کر رہی تھی، جب کہ دوسری ایسے چل رہی تھی کہ کہیں پاؤں میں موچ نہ آجائے۔ دھیرے دھیرے ہولے ہولے توشی کی نظریں وال کلاک پر تھیں اور وہ ذہنی خلفشار میں مبتلا تھی۔ توشی اپنی بہن سے خائف ضرور تھی، مگر اُس کا دل اب بھی اُس کی محبت میں دھڑک رہا تھا۔

دوسری طرف نوشی بیڈ پر لیٹی ہوئی اپنے ارادوں میں کامیابی کے منصوبے بنا رہی تھی۔ عظمیٰ اُسے اپنی رقیب محسوس ہو رہی تھی۔ اب اُس کی آنکھیں کھلی تھیں وہ اس لیے کہ توشی اُس کی پشت کی طرف صوفے پر بیٹھی تھی۔ نوشی جو کہ سیدھی لیٹی ہوئی تھی، اب اپنے دائیں طرف کروٹ لے چکی تھی۔

روم میں باہر گیٹ سے ہارن کی آواز آئی۔ توشی نے دیکھا ٹیرس سے کمرے میں کھلنے والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اُسے دروازہ بند کرنے کا ہوش ہی نہیں تھا۔ اُس نے ٹیرس سے دیکھا اُس کا باپ امریکہ سے واپس آ چکا تھا۔ جمال رندھاوا گاڑی سے اُتر کر گھر کے اندر داخل ہو رہا تھا اور گل شیر اُن کے پیچھے تھا۔ ہاتھ میں بریف کیس پکڑے ہوئے اور ڈرائیور بلیک مرسڈیز سے سامان نکال رہا تھا۔ وہ اپنے روم میں واپس آ گئی۔ اُس نے کلاک پر نظر ڈالی 2 بج رہے تھے اُس کو معلوم تھا اُس کا باپ فریش ہو کر سو جائے گا اور اٹھنے پر سب سے پہلے اپنی ماں کے حضور حاضر ہو گا۔

توشی اپنے باپ سے پہلے اپنی دادی سے ملنا چاہتی تھی جس کے لیے اُسے ڈھائی گھنٹے مزید انتظار کرنا تھا۔ ساڑھے 4 کے آس پاس اُس کی دادی تہجد کے لیے اُٹھتی تھی۔

گل شیر خان ائیرپورٹ سے واپسی پر 10 منٹ کی ڈرائیو کے دوران ہی جمال کو چند دن پہلے رونما ہونے والے واقعہ کا آنکھوں دیکھا حال سُنا چکا تھا۔

اب جمال نے فیصلہ کرنا تھا، حتمی فیصلہ اپنی بیٹیوں کی شادی کا اور توشی یہ فیصلہ مؤخر کروانا چاہتی تھی، کسی بھی طرح وہ خود تو ڈاکٹر محسن سے شادی کے لیے تیار تھی مگر نوشی کی بلال کے ساتھ شادی کے حق میں نہیں تھی۔

چند گھنٹے پہلے ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ نوشی کے کمرے میں داخل ہونے پر وہ بلال کا نام لے کر اپنی بہن کو چھیڑ رہی تھی اور اُس کی دلی خواہش تھی کہ اُس کی بہن ہی بلال کی دلہن بنے مگر اب وہ اِس حق میں نہیں تھی۔

اِن چند گھنٹوں میں وہ بہت کچھ جان چکی تھی۔ اُسے اپنی بہن کی نیت پر شک تھا۔

"اِس سازش میں نوشی اکیلی ہے یا اور بھی کوئی اِس کے ساتھ ہے۔ میری بہن اکیلے ایسا کچھ نہیں کر سکتی ضرور کوئی اِس کے پیچھے ہے کون ہے اور کیوں ہے؟"

توشی نے نوشی کی طرف دیکھ کر سوچا جو کہ اُسی پوزیشن میں لیٹی ہوئی تھی۔

وہ صوفہ پر بیٹھے ہوئے کڑی سے کڑی ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔ بلال نے یہ کیوں کہا میری جاسوسی ہو رہی

ہے اورنوشی کوکس نے بتایا بلال کے سارے دن کا حال احوال اور جب وہ واپس آئی تو نوشی کس سے بات کر رہی تھی۔ میرے پوچھنے پرنوشی گھبرا کیوں گئی اور اُس نے بات کیوں گول کردی۔کل تک تو سب ٹھیک ٹھاک تھاایک دن میں...... یہ سب......وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔

نوشی کوئی 12 فٹ کے فاصلے پراپنی بہن سے دور بیٹھی ہوئی تھی صوفہ پر۔مگر یہ 12 فٹ 12 کوس سے زیادہ تھے۔فوجی پریڈ کی طرح قدم سے قدم ملا کرایک سمت میں چلنے والی بہنیں اب ایک دوسرے کی مخالف سمت پر رواں دواں تھیں۔ایک کی منزل مشرق اور دوسری کی منزل مغرب۔

وال کلاک نے بڑی دیر سے ساڑھے چار بجائے توشی جلدی سے اُٹھی اور دبے پاؤں دھیرے دھیرے اپنی دادی کے کمرے کی طرف چل دی۔

نوشی نے بھی اپنی موندیں ہوئی پلکوں کے کواڑ کھولے اُسے اندازہ تھا، کہ توشی دادی کے کمرے ہی میں گئی ہوگی۔وہ بھی ہولے ہولے دادی کے کمرے کے باہر پہنچ گئی اُس کا اندازہ ٹھیک نکلا توشی اندر تھی وہ وہاں نہیں رُکی تھوڑی دیر سوچ بچار کے بعد اُس نے بلال کے دروازے پر دستک دے دی۔

''خان صاحب......! آجائیں دروازہ کُھلا ہے'' بلال نے واش روم سے صدا لگائی جو وضو کر کے ٹاول سے اپنے بازو صاف کر رہا تھا۔''ماموں جان آتے ہیں تو آپ کا دیدار ہوجاتا ہے......ورنہ آپ تو عید کے چاند'' نوشی کمرے میں آچکی تھی اور واش روم کے دروازے پرنظریں جمائے کھڑی تھی بلال باہر آیا تو اُس کی نظر سامنے کھڑی نوشی پر پڑی۔ دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔اس بار نوشی کی آنکھوں کی تحریر الگ تھی۔

''میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں'' نوشی نے لب کشائی کی۔

''دادو میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں بہت ضروری بات ہے'' توشی نے عجلت میں کہا۔

''بیٹا میرا وضو ٹوٹ جائے گا پہلے مجھے نفل ادا کرنے دو بار بار وضو نہیں ہوتا اتنی سردی میں'' جہاں آرا بیگم نے جواب دیا شگفتگی سے۔

''میں آٹھ رکعت ادا کرلوں تہجد کا وقت نکل جائے گا آپ بیٹھو...... بعد میں آرام سے بات کرتے ہیں'' بلال نے اپنی نفیس آواز میں بڑی نفاست سے کہا۔

دونوں بہنوں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی نماز سے فارغ ہوکر بلال نے جائے نماز اپنی جگہ یعنی دیوان کے بازو پر رکھا اور خود کچن کی طرف چل دیا۔نوشی رائٹنگ ٹیبل والی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بلال کو کچن میں مصروف دیکھ کر بولی۔

''مجھے کافی نہیں پینی ہے'' ''ok'' بلال نے جواب دیا جو کہ کچھ گرم کر رہا تھا۔

دادی نے انٹرکام پر دو کپ دودھ زینب کو کہا جو کہ نفل ادا کر چکی تھیں۔اُس کے بعد توشی کی طرف متوجہ ہوئیں اور اپنی مووِنگ چیئر پر بیٹھی ہوئی بولیں:

''مجھے پتہ ہے تم نے کیا ضروری بات کرنی ہے''

''کیا تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟'' نوشی نے بلال کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر کہا جس کے ہاتھ میں

ٹرے تھی جس میں دوخوبصورت مگ رکھے ہوئے تھے پنک اور گرین کلر کے، پنک مگ اُس نے نوشی کی طرف بڑھادیا۔ نوشی نے مگ پکڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے بلال کو دیکھا۔

''دودھ ہے وہ بھی خالص شہد ڈال کر کافی نہیں ہے'' بلال سنجیدگی سے بولا اور بیڈ پر بیٹھنے سے پہلے اُس نے وارڈ روب سے اپنی گرم چادر نکال کر نوشی کے شانوں پر ڈال دی ہمیشہ کی طرح احتیاط سے اور خود اپنے بستر کے اندر کمبل میں بیٹھ گیا۔ اُسے سردی لگ رہی تھی اُسے اب بھی ہلکا بخار تھا اِسی وجہ سے اُس نے گرم دودھ شہد ڈال کر لیا تھا۔ بلال دودھ پینے میں مگن تھا جیسے اُس نے نوشی کی بات سُنی ہی نہ ہو۔

''میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا'' نوشی دودھ کا مگ ہاتھ میں پکڑے ہوئے بولی۔

''بیٹا دودھ پیا کرو اچھا ہوتا ہے'' دادی توشی کو سمجھا رہیں تھیں جو کہ دودھ پینے سے انکاری تھی زینب دودھ دے کر جا چکی تھی۔

''بلال کیا کہتا ہے'' دادی نے توشی سے دودھ پیتے ہوئے پوچھا۔

''اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں کرنا چاہتا ہوں'' بلال نے نوشی کو بتایا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں اِس شادی پر مگر میری ایک شرط ہے آپ اپنی کمائی سے شادی سے پہلے ایک گھر خریدو کب تک یہاں......!!''

''کب تک تمہارا باپ جان بچائے گا اُس قرضے سے جو بلال کی ماں سے لیا تھا۔ اب وقت آ گیا ہے واپسی کا یہ گھر بھی بلال کا ہے۔ کب تک تم لوگ یہاں پڑے رہو گے۔''

توشی دادی کی بات سُن کر ششدر رہ گئی وہ مجسمہ بنی بیٹھی تھی دادی کے سامنے جو پتھر کا ہو بے جان بغیر کسی حرکت کے۔

''دادی میں آپ کی بات سمجھ نہیں پائی'' توشی نے دادی سے تفصیل پوچھی۔

''آئی ہوپ تم میری فیلنگز کو سمجھ گئے ہو۔ شادی کے بعد تمہارے گھر جانا چاہتی ہوں اپنے باپ کے گھر نہیں اگر پیسے نہیں ہیں تو بینک سے لون لے لو......''

''تمہارے باپ نے اِس گھر پر بینک سے لون لیا تھا۔ بینک والے نیلامی کرنے آ گئے تھے۔ تب تمہاری پھوپھو نے اپنا سارا زیور اور روپے دے کر بینک کا قرض ادا کیا تھا۔''

''اور کوئی ڈھنگ کا بزنس شروع کرو جیسے کوئی فیکٹری لگاؤ یہ اسکول وغیرہ بھی کوئی بزنس ہے'' نوشی نے اگلی شرط بھی رکھ دی بلال کے سامنے۔

''شرط رکھ دی تھی تمہاری ماں نے کہ گاؤں کی زمین بیچ کر فیکٹری لگاؤ نہیں تو مجھے طلاق دے دو اور تیرا باپ رَن مرید فوراً مان گیا تب اگر تیرا بہشتی دادا زندہ ہوتا تو کبھی نہ مانتا اور تیرے باپ کو گھر سے نکال دیتا۔ چار مربعے پیلی (زمین) تھی تیرے باپ کے حصے کی۔ ساری بیچ دی دو مربعے بلال کی ماں کے نام تھی اور ایک مربع میرے نام میرے نام والی بھی نہیں چھوڑی میں کیا کرتی ایک ہی پُتر تھا میری جان ہی نہیں چھوڑی پیلی بیچ ہی دی۔ مگر تیری پھوپھو سیانی تھی اُس نے کہا

لالہ میں نہیں بیچوں گی...... بیٹا یہ پینڈو لوگ پیلی بنے سے بڑی محبت کرتے ہیں اپنی جان سے بھی زیادہ...... تیری پھوپھو 16 جماعت پڑھ کے بھی اندر سے پینڈو ہی تھی۔ بڑی دلیر تھی تیری پھوپھی'' جہاں آرا کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اُس کے گالوں کو نہلا رہے تھے وہ بوڑھی ملکہ اپنی ریاست کے اُجڑنے کی رُوداد اپنی پوتی کو سُنا رہی تھی۔

''میری جمیلہ بڑی دلیر تھی...... تیرے باپ نے اُسے بھی پاگل کر دیا۔ ایک تیرا ماما تھا سُور کا پتر سب کچھ لے کر باہر چلا گیا۔ تیرے باپ کے ساتھ بھائی والی تھی اُس کی۔ روپیہ سارا لے گیا اور قرضہ سارا چھوڑ گیا، قرض داروں نے تیرے باپ کو اندر کروا دیا تھا پھر تیری ماں روتی جمیلہ کے پاس گئی تھی۔ ملک جلال احمد جمیلہ کا گھر والا ہیرا تھا ہیرا اُس نے کہا جمیلہ زمین بیچ کر بھائی کو چھڑوا لو ایک ہی بھائی ہے تمہارا اس دنیا میں تب جمیلہ اور جلال مجھ کو لے کر جیل گئے تیری ماں بھی ساتھ تھی۔ جمیلہ نے تب کہا لالہ میں اپنے بزرگوں کی نشانی بیچ نہیں سکتی پہلے ہی لوگوں نے بڑی تھو تھو کی تھی تمہارے زمین بیچنے پر میرے پچاس ایکڑ پر 20 غریب خاندان کھیتی کر کے پل رہے ہیں۔ تم دیکھ لو کیا کرنا ہے...... تیرا باپ چُپ چاپ بیٹھا رہا ایک لفظ نہیں بولا تب تیری ماں نے کہا جمیلہ مان جاؤ ہمیں زمین بیچ کر پیسے دے دو میرا وعدہ یہ 50 ایکڑ تمہیں واپس خرید کر دیں گے......مگر تیری پھوپھی نے لچک نہیں دکھائی اُسے اس گھر کو بچانے کے وقت بھی یہی کہا گیا تھا کہ تم اپنا زیور اور بینک میں پڑے روپے دے دو تمہارا قرض ہے تمہیں تمہارا زیور اور روپے واپس کر دیں گے مگر آج تک ایسا نہیں ہوا۔''

جہاں آرا نے اپنی گیلی آنکھیں صاف کیں اور کافی دیر تک خاموش رہیں، تو شی بول پڑی:

''پھر کیا ہوا دادو......؟''

بلال خاموش بیٹھا نوشی کی باتیں سُن رہا تھا اُس کے رُخسار پر ہلکی سی مسکراہٹ اُبھری۔

''پھر کیا سوچا تم نے؟'' نوشی نے پھر سے بلال کو اپنی شرطیں یاد کروائیں۔

''ملک جلال احمد تمہاری پھوپھو کو سمجھانے کے لیے باہر لے گیا میں بھی پیچھے پیچھے چلی گئی ملک جلال احمد بھی جنتی روح تھا کہنے لگا جمیلہ زمین تمہاری ہے اور بھائی بھی تمہارا ہی ہے اور فیصلہ بھی تمہیں ہی کرنا ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تم جو بھی فیصلہ کرو۔ میں یہ سُن کر واپس آ گئی، واپس آئی تو تیرے ماں باپ دونوں نے قرآن کی قسم کھائی اور مجھ سے کہا جمیلہ کو سمجھائیں کہ وہ مان جائے تمہاری ماں نے کہا کہ خالہ ایک دفعہ یہ باہر نکل آئے تو سارے معاملے ٹھیک ہو جائیں گے۔ تیرا باپ بولا:

''ماں جی......! میرے پاس امریکہ سے لیدر کی جیکٹوں کا بہت بڑا آرڈر آیا ہے، اسی آرڈر سے سارا نقصان پورا ہو جائے گا''

جمیلہ اور جلال واپس آ گئے تھے۔ جمیلہ نے کہا ''لالہ ٹھیک ہے، میں زمین بیچ دیتی ہوں مگر مجھے میری زمین واپس چاہیے ہر قیمت پر یہ قرض ہے لالہ یاد رکھنا یہ قرض ہے تم پر......'' تیرا باپ باہر آ گیا سارا قرض اُتار دیا تب ملک جلال احمد نے کہا جمال تمہارے پاس وفادار لوگوں کی کمی ہے۔ ایک دن اپنا گل شیر خان ہے نا اس کو لے کر آیا تیرا پھوپھا۔ تب سے یہ گل شیر خان تمہارے باپ کے ساتھ ہے۔

تیری پھوپھو شاد باغ میں رہتی تھی اور اپنے گھر میں بہت خوش تھی۔ بلال تب آٹھ ماہ کا تھا۔ جلال احمد حیثیت میں ہم لوگوں سے غریب تھا۔ پر تھا بڑا خوددار اُس نے جمیلہ سے کہا میں اپنے آبائی گھر میں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ وہ گھر میں بڑا تھا دو چھوٹے بھائیوں کو پڑھایا اُن کی شادیاں کیں، بہن بیاہی ماں باپ کے مرنے کے بعد ایک باپ کی طرح اُس نے اپنے بہن بھائیوں کو پالا اُن کا خیال رکھا۔

پھر ایک دن منحوس خبر آئی کہ تیرا پھوپھا مر گیا ہے۔ دل کا دورہ پڑا تھا۔ میری بیٹی کا گھر اُجڑ گیا تھا۔ جلال کے بھائیوں نے تیری پھوپھو کو چند دن اپنے پاس رکھا پھر گھر سے نکال دیا۔ وہ بے چاری یہاں آ گئی اس گھر میں اپنے بھائی کے پاس۔

تیرے باپ کے حالات اُس ایک آرڈر کی وجہ سے بدل گئے تھے اور وہ کام میں بہت مصروف رہتا اکثر ملک سے باہر ہوتا، اُس کی غیر موجودگی میں گل شیر خان سارا کام دیکھتا اور یہاں گھر پر تیری ماں کی حکمرانی تھی۔ تیری پھوپھو کے ساتھ تیری ماں نے بڑی زیادتیاں کی تھیں اکثر وہ بغیر وجہ کے تیری پھوپھو سے جھگڑا کرتی رہتی۔

تیری پھوپھو سب کچھ برداشت کرتی رہتی ایک دن تنگ آ کر تیری پھوپھو نے تیرے باپ سے کہا ''لالہ مجھے میرا قرض واپس کر دو میں اپنے بیٹے کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی''

بلال تب آٹھ سال کا تھا اور شعیب دس کا ہوگا اور تم دونوں بہنیں کوئی چھ سال کی تھیں۔ تیرے باپ کو اندازہ تھا کہ تیری ماں کا رویہ ٹھیک نہیں ہے، پر اُس نے تیری ماں کو کچھ نہیں کہا وہ اُس زمین کا پتہ کرنے لگا خریدنے کے لیے۔

تیری پھوپھو تم دونوں بہنوں سے بہت پیار کرتی تھی، اُس کے اِس گھر میں آنے کے بعد ہی تم دونوں پیدا ہوئیں تھیں سچ پوچھو اُس نے ہی تم دونوں کو چھ سال تک پالا، تیری ماں تو ہر روز کسی شادی کسی پارٹی میں دفعہ ہو جاتی یا پھر اپنے میکے تم دونوں کو نوکروں کے سہارے چھوڑ جاتی غفوراں بے چاری کتنا خیال رکھتی تم دونوں کا ایک دن تیری پھوپھو نے دیکھا تو کہا غفوراں بھابھی کے جانے کے بعد اِن کو میرے پاس چھوڑ جایا کرو تیری پھوپھو بلال والے کمرے میں رہتی تھی۔ جو اُس نے خود بنوایا تھا شادی سے پہلے اپنی مرضی سے یہ کنال کا پلاٹ تیرے دادا نے خرید کر دیا تھا جمیلہ کو اور دوسرا کنال کا پلاٹ تیرے باپ کا تھا جہاں یہ گھر بنا ہے یہ گھر بھی تیرے دادا ہی نے بنوایا تھا۔''

جہاں آرا بیگم ساری کہانی سُنا رہی تھی جیسے آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہی ہو۔ اب اُن کے آنسو رُک گئے تھے مگر آواز میں درد تھا اور توشی دُکھی تھی یہ ساری باتیں سُن کر اُسے اپنی ماں کے رویے پر غصہ آ رہا تھا اور باپ کی لاپرواہی پر بھی۔

''تیری ماں نے دیکھا کہ تیرا باپ زمین خریدنے کا سوچ رہا ہے اور اپنے لیے دوسرا گھر دیکھ رہا ہے، تیرا باپ اکثر کہتا تھا یہ سارا گھر جمیلہ اور اُس کے بیٹے کا ہے ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں گے، اگر وہ زمین خریدتا اور نئے گھر میں جاتا تو دو میں سے ایک فیکٹری بیچنی پڑتی یہ دوسری فیکٹری کوٹ لکھپت والی تمہاری ماں کے نام پر تھی اِسے بیچنے کا ارادہ کر لیا تھا تیرے باپ نے......

ایک دن ہم سب باہر باغیچے میں بیٹھے ہوئے تھے عصر کے بعد چائے پینے کے لیے تم سب کھیل رہے تھے ماں سے زیادہ تم دونوں اپنی پھوپھو سے پیار کرتیں تھیں۔ تم اپنی پھوپھو کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی اور تیری بہن نسیم نے ضد شروع

کر دی اِسے اُتار دو اور مجھے بٹھاؤ تیری پھوپھو نے نسیم کو بھی بٹھا لیا اپنی گود میں مگر اُس کی ضد تھی تمہیں اُتار دو وہ مسلسل رو رہی تھی پھر تیری پھوپھو نے تمہیں کان میں کہا تسلیم بیٹا تم اپنی ماما کی گود میں بیٹھ جاؤ اور تم اُتر کر اپنی ماں کی گود میں بیٹھ گئی......

اُسی وقت تیری ماں نے کہا ''جمیلہ نسیم کو اپنی بیٹی بنا لو'' جمیلہ بولی ''یہ دونوں میری بیٹیاں تو ہیں'' تیری ماں نے کہا ''نہیں تم سمجھی نہیں اِس کو اپنی بہو بنانا'' جمیلہ بولی ''آپ بھی کمال کرتی ہیں، بھابی بچے چھوٹے ہیں اِن کے سامنے ایسی باتیں نہ کریں۔ کچا ذہن کچی مٹی کی طرح ہوتا ہے۔ کچے ذہن میں بیٹھی ہوئی بات اور کچی مٹی سے بنی ہوئی چیزیں سوکھنے کے بعد ٹوٹ سکتیں ہیں۔ اُن کی ساخت میں فرق نہیں پڑتا، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اِس رشتے پر مگر وقت آنے پر فیصلہ کروں گی ابھی نہیں''

تیرا باپ ہنستے ہوئے بولا: ''کیا ہماری نسیم اتنی بُری ہے جمیلہ جو تم جان چھڑا رہی ہو''

جمیلہ نے جواب دیا: ''نہیں لالہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں میں تو بس......''

''بس کیا جمیلہ ہاں کر بھائی کے ساتھ رشتہ جوڑ لے تم دو بہن بھائی تو ہو ہاں کر دے بیٹی'' میں نے زور دے کر کہا۔ جمیلہ نے نسیم کو چُوما اور اپنے سینے سے لگا کر بولی: ''تو پھر نسیم آج سے میرے بلال کی ہوئی میرے بلال کی، بلال اپنی ماں کے ساتھ کھڑا ہوا سن رہا تھا اور نسیم کو دیکھ رہا تھا۔ جمیلہ نے بلال کو بازو سے پکڑا اور کہا'' ''اگر میں مر بھی جاؤں تو یاد رکھنا یہ تمہاری منگیتر ہے اور تمہیں اِس سے شادی کرنی ہے ہاں ایک اور بات یاد رکھنا اِس کی مرضی کے خلاف نہیں اگر یہ ہاں کرے تو''

''لالہ اور بھابھی تو آج سے نسیم میری بہو'' اِس طرح یہ رشتہ ہوا تھا۔

''اگر میں مر بھی جاؤں تو یاد رکھنا یہ تمہاری منگیتر ہے اور تمہیں اِسی سے شادی کرنی ہے۔ اِس کی مرضی کے خلاف نہیں اگر یہ ہاں کرے تو......'' بلال ٹیک لگائے سترہ سال پیچھے دیکھ رہا تھا اپنی ماں کو کہتے ہوئے۔

''یاد رکھنا میری شرطیں'' نوشی کی آواز بلال کے کانوں میں پڑی بلال سترہ سال کا سفر ایک لمحے میں مکمل کر کے واپس آ گیا۔

''یاد ہے'' بلال نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا نوشی اُٹھ کر جانے لگی۔

''ٹھہرو......کیا یہ شادی آپ اپنی مرضی سے کر رہی ہو......بغیر کسی دباؤ کے......؟'' بلال نے نوشی سے پوچھا۔

''ہاں اگر تم میری شرطیں مان لو تو'' نوشی نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

''نوشی جی......! شرطوں پر شادی تو ہو سکتی ہے......شادی شرطوں پر چلتی نہیں ہے......الگ گھر کی شرط آپ کا حق ہے وہ میں ضرور لوں گا۔ جہاں تک اسکول کی بات ہے میں اُسے بزنس سے زیادہ فرض سمجھتا ہوں۔ میں آپ کا حق دوں گا بغیر مانگے مگر شرطیں کبھی نہیں مانوں گا نہ اب اور نہ آئندہ زندگی میں اور جہاں تک بینک سے لون کی بات ہے وہ بھی میں نہیں لوں گا وہ سُود ہے......نوشی جی......! محبت آپ کو پابند بناتی ہے......باغی نہیں......'' بلال نے نوشی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تحمل اور سنجیدگی سے جواب دیا نوشی کے لیے بلال کا یہ نیا روپ تھا، اُس کی وجہ یہ تھی اُس نے اُس کے ماں باپ کو کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیا تھا۔ اُس کی اور اُس کے بھائی شعیب کی زیادتیوں پر وہ ہمیشہ خاموش رہا کبھی لڑائی جھگڑا

نہیں کیا وہ شریف تھا، بزدل یا کمزور نہیں اس کا کچھ اندازہ تو اُسے سنی اور وکی کے واقعے کے بعد ہو گیا تھا۔

''یہ میری شرطیں نہیں ہیں اصول ہیں اور جہاں میں غلط ہوتا ہوں میں اپنے بنائے اصول توڑ دیتا ہوں بات صرف غلط اور صحیح کی ہے میری یا آپ کی نہیں ہے''

نوشی کی سوچ کے تسلسل کو بلال کے الفاظ نے توڑ دیا تھا۔

''دادو......!اِس میں غلط کون تھا......؟''توشی نے پوچھا اپنی دادی سے جو خاموش بیٹھیں تھیں۔

''میری چُپ...... میں ساری زندگی بیٹے کی محبت میں چُپ رہی اور ساری زندگی یہ سمجھتی رہی ......دوت پرایا گوت (نواسے پرائے ہوتے ہیں) مگر اب میں بات کروں گی صحیح کو صحیح کہوں گی اور غلط کو غلط، غلط صرف میں تھی جب تک تیرا دادا زندہ تھا سارے فیصلے تیرا دادا کرتا تھا، سوائے ایک کے تیرے باپ سے تیری ماں کی شادی یہ میری ضد تھی۔ بہشتی بڑا سیانا تھا میرے جیسی کوڑ دماغ کو سارے شریکے برادری میں دانی پردانی بنا کر رکھا تھا۔

میری ماں اکثر کہتی تھی جہاں آرا یہ تیرا کمال نہیں ہے تجھے اللہ نے ور اچھا دے دیا ہے۔''

فجر کی اذان شروع ہو چکی تھی جہاں آرا نے کہا ''بیٹا نماز کا وقت ہو گیا''

''میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں مسجد میں آپ بھی نماز ادا کر لیں'' بلال یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔نوشی وہیں کھڑی تھی بلال کے کمرے میں اور اُس کے ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے۔

''نماز......اور......میں''

''توشی اپنی دادی کے رُوم سے مطمئن ہو کر جا چکی تھی، اُس کا پلان کچھ اور تھا اور بات کو ٹالنے کے لیے دادی کی باتیں سُن کر اُس نے اپنی بات نہیں کی اُسے یقین آ گیا تھا کہ دادی اب لازمی پھوپھو کے قرضے والی بات کریں گی پاپا سے جب ماما کو پتہ چلے گا تو وہ قیامت کھڑی کر دیں گی اور کبھی نہیں مانیں گی اِس بات پر تو بات خود بخود کھٹائی میں پڑ جائے گی۔

اور دوسری طرف نوشی کچھ اور سوچ رہی تھی۔ وہ بلال کے روم سے نکل کر سیدھا اپنی دادی کے کمرے میں آئی تب تک توشی مطمئن ہو کر جا چکی تھی۔ اُس نے اپنی دادی سے کہا:

''دادو مجھے صرف بلال سے شادی کرنی ہے اور ڈاکٹر محسن اور توشی کے رشتے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے'' اُس نے صرف اتنا کہا اور چلی گئی وہاں سے جہاں آرا بیگم کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا اُن کی برسوں پرانی دُعا پوری ہو گئی۔

توشی اپنے بیڈ پر لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی ''اب یہ شادی نہیں ہوگی'' اُس نے آنکھیں بند کر لیں مطمئن ہو کر اُس کے پہلو میں نوشی دوسری طرف منہ کر کے لیٹی ہوئی تھی اُس نے اپنے دل میں کہا ''اب اِس شادی کو کوئی نہیں روک سکتا'' وہ بھی اطمینان سے سو گئی۔

☆☆☆

جمال رندھاوا دوپہر تک سویا رہا وہ ظہر کے بعد اُٹھا، شاور لیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر اپنی ماں جہاں آرا کے کمرے میں پہنچا، کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور جہاں آرا نماز سے فارغ ہو کر دُعا مانگ رہی تھیں۔ جمال ادب سے دیوان پر بیٹھ گیا جہاں آرا نے دُعا سے فارغ ہو کر بغیر کچھ بولے جمال کے سر پر پیار دیا اور اُسے منہ میں کچھ پڑھ کر پھونک

ماری جمال کی آنکھوں میں اپنی ماں کے لیے عقیدت تھی۔

''ماں جی......! طبیعت کیسی ہے آپ کی......؟'' جمال نے اپنی ماں کی طرف دیکھ کر پوچھا جو کہ اب کھڑا تھا جہاں آرا کے چہرے پر عجیب طرح کی خوشی تھی۔

''بیٹا جمال......! جو تمہاری سب سے اچھی بات ہے تمہاری سب سے بُری بات بھی اُس کے ساتھ ہی جُڑی ہوئی ہے''

جمال حیرت سے مسکرایا ''وہ کیا ماں جی؟''

''اچھی بات یہ ہے کہ تم نے مجھے کبھی منہ بھر کر انکار نہیں کیا بُری بات یہ ہے مجھے انکار نہیں کیا اور مانی ہمیشہ اپنی بیوی کی ہے اب ایسا نہ کرنا میری بھی سُنو اور اپنی بیوی کی بھی سُنو اور فیصلہ خود کرو جو تمہیں صحیح لگتا ہے اور ثابت کرو تم چوہدری ارشاد کے بیٹے ہو، تمہارا باپ پنچ تھا اُس کے فیصلوں کو دُنیا مانتی تھی۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں تیرے باپ کے فیصلوں پر کبھی ناانصافی کا الزام لگتے نہیں دیکھا......تمہاری رگوں میں بھی چوہدری ارشاد رندھاوا کا خون ہے۔''

''ماں جی......! میں سمجھا نہیں آپ کی بات کو......''

''بیٹا مجھے بھی چند دن پہلے ہی سمجھ آئی ہے بلال کی ایک کہی ہوئی بات میرے کانوں میں پڑی کہ اللہ اپنا فرض معاف کر دیتا ہے کسی کا قرض نہیں اور تو مقروض ہے اپنی بہن کا اُس کے بیٹے کا، تو صرف اُن کا قرض ادا کر سکتا ہے ماں اور بیٹے کے احسان نہیں اُتار سکتا اُس وقت جمیلہ نے تیری عزت بچائی تھی اور اب اُس کے بیٹے نے چند دن پہلے''

''ہاں مجھے گل شیر خان نے سب کچھ بتا دیا ہے قرض تو میں تھوڑے دنوں میں اُتار دوں گا'' جمال نے فیصلہ کر لیا تھا اپنی بہن کے قرض کا، پھر بھی وہ پریشان تھا۔

''جمال پریشان کیوں ہو؟'' جہاں آرا نے پوچھا۔

''بچیوں کے رشتے کی پریشانی ہے......کہاں کرو؟ نوشی کا مزاج......وہ بلال کو......''

''بس یہ پریشانی ہے......تم بسم اللہ کرو اللہ نے سب ٹھیک کر دیا ہے۔ نوشی بلال سے شادی کرنا چاہتی ہے اور توشی کے لیے بہت اچھا رشتہ آیا ہے۔ بس تمہارا ہی انتظار تھا کوئی ڈاکٹر ہے بلال کا دوست بلال کے ساتھ پڑھتا تھا اور توشی کو بھی یہ رشتہ پسند ہے''

جمال کی پریشانی دور ہوگئی اُس نے بلال کو فون ملایا جو کہ اُس وقت LDA آفس سے نکل رہا تھا اپنے پلاٹ کی ٹرانسفر کے بعد ایک کنال کا پلاٹ جہاں وہ اسکول کے لیے بلڈنگ بنانا چاہتا تھا، جمال نے بلال کو کہا لڑکے اور اُس کے گھر والوں کو رات کے کھانے پر بلا لو۔ بلال نے ڈاکٹر محسن کو فون کر کے اطلاع دے دی۔

جب یہ خبر ناہید اور شعیب کو پتہ چلی تو دونوں نے طوفان کھڑا کر دیا۔

''نہ میں یہ رشتہ ہونے دوں گی اور نہ ہی آپ زمین واپس خریدیں گے'' ناہید دانت پیستے ہوئے جمال کی طرف دیکھ کر بولی۔ شعیب بھی وہیں موجود تھا۔

''غصب خدا کا آپ نے یہ سوچا بھی کیسے میری اجازت کے بغیر میں فیصلہ کر چکی ہوں یہ شادی نہیں ہو سکتی'' وہ

نہایت بدتمیزی سے بولی جمال کے ساتھ شعیب کی موجودگی میں اُس نے جمال کوایسے ڈانٹ دیا جیسے آفیسر چپڑاسی کوڈانٹ دیتا ہے۔ جمال نے غصے سے شعیب کی طرف دیکھا جو زیرلب مسکرایا تھا اپنے باپ کو دیکھ کر اُس کی تذلیل پر۔ وہ اپنی ماں کی دلیری کوستائش پیش کرر ہا تھا۔

جمال نے ایک زوردار طمانچہ شعیب کے منہ پر رکھ دیا'' آپ نے میرے بیٹے کو مار......'' وہ بھی اُس جگہ کی طرف بڑھ آئی جہاں پرشعیب اور جمال کھڑے تھے۔ ناہید ایک دفعہ پھر بدتمیزی سے بولی جمال نے اُس سے بھی زیادہ زور سے دوسرا تھپڑ مارا ناہید کے گال پر ناہید کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

یہ 30 سالہ ازواجی زندگی میں پہلی بار ہوا تھا کہ جمال نے ناہید پر ہاتھ اُٹھایا تھا ورنہ وہ ہمیشہ ناہید کی ہر بات ہر بدتمیزی برداشت کرلیتا بڑا دل کر کے ناہید اُسی جگہ زمین پر بیٹھ گئی اُس کے منہ سے رالیں گر رہیں تھی آف وائٹ ٹائلوں کے اوپر۔ اُسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اُس کے ساتھ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

''اب اس گھر میں ہر فیصلہ میں کروں گا'' جمال نے اُنگلی دکھاتے ہوئے ناہید اور شعیب سے کہا اور لاؤنج سے نکل کر چلا گیا، جمال بھی بہت غصے میں تھا یہ عصر کے بعد کا واقعہ تھا جب ناہید اور شعیب اپنی فیکٹری سے لوٹے تھے اور لاؤنج میں اُن کی ملاقات ہوگئی تھی، نوشی اور توشی گھوڑے بیچ کر اب بھی سوئی ہوئی تھیں جب BG نے اُن کو جگایا۔

''اُٹھو نوشی بی بی......! آپ بھی اٹھ جاؤ توشی بی بی شام کی اذان ہونے والی ہے'' BG نے ہاتھ سے ہلا کر دونوں کو کہا۔

''سونے دو BG'' توشی نے کمبل کے اندر سے بیزاری سے کہا۔

''سونے کیسے دوں آپ کو......ابھی تھوڑی دیر بعد آپ کے رشتے کے لیے مہمان آنے والے ہیں'' BG نے بڑی مسرت سے جواب دیا

''اُٹھ جاؤ میری بیٹی اور تیار ہو جاؤ جلدی سے......''

''رشتہ میرا......'' توشی نے فکرمندی سے کہا۔

''ماما ایک بات کہوں؟'' شعیب ناہید کو دیکھ کر بولا جو کہ واش روم سے فریش ہو کر نکل رہی تھی اُس تھپڑ کے بعد شعیب نے اپنی ماں کو اُٹھایا اور اُس کے بیڈ روم میں چھوڑا اور کہا میں فریش ہو کر آتا ہوں۔ ناہید کتنی دیر گم سم بیٹھی رہی پھر اُٹھ کر واش روم میں چلی گئی ناہید نے اپنے ابروں سے بولنے کا سگنل دیا شعیب کو۔

''آپ اِس رشتے کے لیے مان جائیں، اِس کے دو فائدے ہیں۔ پہلا نوشی کا رُعب رہے گا بلال پر اور دوسرا نوشی خود بات کرے گی بلال سے کہ ہمیں زمین نہیں چاہیے اِس طرح کروڑوں روپے کی بچت ہو جائے گی۔ نہ زمین خریدنی پڑے گی اور نہ روپیہ جائے گا بلال جیسا سمپل کہاں ملے گا اسے کچھ بھی کہہ لو اُس نے کبھی جواب نہیں دیا''

ناہید کچھ دیر سوچتی رہی ''بات تو تمہاری کافی حد تک سمجھ میں آتی ہے......مگر مجھے اِس لڑکے سے نفرت ہے...... میرا اِس کی شکل دیکھنے کو دل نہیں چاہتا......داماد کیسے بنالوں؟''

''ماما وہ کون سا آپ کے سامنے آتا ہے ویسے بھی آپ سے ڈرتا ہے'' شعیب نے ناہید کو بتایا۔

''رشتہ میرا مگر کیسے......؟''توشی نے بیڈ سے اُترتے ہوئے خود کلامی کی۔ دوسری طرف نوشی بیڈ سے اپنی ٹانگیں نیچے کر کے بیٹھی ہوئی تھی اُس نے دل میں کہا:''تم جو بھی کر لو یہ شادی ہو کے رہے گی''

گاڑی کے ہارن کی آواز توشی کے کان میں پڑی۔

''بلال کی گاڑی''توشی ٹیرس کی طرف بھاگی بلال مغرب سے کچھ دیر پہلے گاڑی سے اُترا تھا''یہ اس وقت'' توشی نے بلال کو دیکھ کر منہ میں کہا بلال ہمیشہ مغرب کی نماز پڑھ کر گھر آتا تھا۔ توشی کو کچھ تشویش ہوئی پیر کا دن تھا اور بلال کا روزہ بھی تھا ہمیشہ وہ بابا جمعہ کے ساتھ روزہ افطار کرتا لیکن جب بابا جمعہ کو پتہ چلا کہ بلال کو بہت تیز بخار ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ تم گھر چلے جاؤ اور روزہ وہیں افطار کرنا۔

جب توشی بلال کے کمرے میں پہنچی تو وہ فروٹ، کھجوریں اور دودھ دسترخوان پر رکھ چکا تھا اور وہ کچن میں دودھ میں جو کا دلیہ پکا رہا تھا۔

''کیا کر رہے ہو اور تم اس وقت کیسے؟''توشی نے جاتے ہی ایک ساتھ جلدی سے پوچھ لیا۔

''دلیہ پکا رہا ہوں......دودھ والا......''بلال چمچ ہلاتے ہوئے بولا تھا۔

''تمہارے کھانے بھی مریضوں والے''جب توشی نے مریضوں کہا تو اُس کے دماغ میں گھنٹی بجی:

''اِسے تو کل رات کو تیز بخار تھا''وہ جلدی سے بلال کے پاس آئی اُس کی پیشانی پر اپنا سیدھا ہاتھ رکھا:

''تمہیں تو اب بھی تیز بخار ہے''وہ پریشانی سے بولی:

''ہٹو میں بنا دیتی ہوں''

''بس ہو گیا ہے''بلال چولہا بند کرتے ہوئے بولا مؤذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی عظیم صدا لگائی مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔

بلال اپنے بیڈ کی طرف ہو لیا جہاں اُس نے افطاری کے لیے دسترخوان سجایا تھا توشی اُس کے پیچھے ہو لی''تمہارا آج بھی روزہ تھا......اتنے تیز بخار میں............''توشی حیرت سے بولی''سحری بھی کی تھی یا ایسے ہی......''

''دودھ پیا تھا شہد ڈال کر''بلال منہ میں کھجور ڈالتے ہوئے بولا''آ جاؤ تم بھی کھا لو......ناشتہ سمجھ کر ہی''بلال اطمینان سے توشی کو دیکھ کر مخاطب تھا۔

''افطاری اور ناشتہ ساتھ ساتھ یہ بھی خوب کہی''توشی نے گلاس میں دودھ ڈالا اور پینے لگی۔

''بلال تمہارے پاس دودھ بڑا مزیدار ہوتا ہے مزہ آ جاتا ہے''گلاس رکھتے ہوئے بولی۔

''اقبال بھائی نے خود چار بھینسیں رکھی ہوئی ہیں''

''یہ لو......آئی تھی غصے میں، تمہیں دیکھ کر غصہ ختم ہو گیا ہے BG بتا رہی تھی......''

''ہاں ڈاکٹر محسن رضا اور اُس کی امی آ رہی ہیں رات کے کھانے پر''بلال نے فوراً توشی کی طرف دیکھ کر جواب دے دیا۔

''بلال مجھے ڈر ہے......کہیں تم میری بہن سے شادی کر کے غلطی تو نہیں کر رہے ہو''توشی نے فکرمندی سے کہا۔

''شادی کا فیصلہ تو ٹھیک ہے لیکن کچھ گڑ بڑ ضرور ہے نوشی کے پیچھے کوئی ہے اور اُسے خبر بھی نہیں ہے۔ اچھا وہ لڑکی اُس کی جاب کے لیے کس نے کہا تھا تم سے؟'' توشی نے چند لمحے سوچا۔

''کون لڑکی...... ہاں! وہ نیناں...... میں تو اُسے اچھی طرح سے جانتی بھی نہیں ہوں وہ تو مجھے اِرم نے ریکوسٹ کی تھی کہ آپی میری دوست ہے''

''اِرم...... مگر میرا پیچھا تو دو ماہ سے ایک لڑکا کر رہا ہے...... خیر چھوڑو دلیہ کھاؤ گی؟'' بلال نے بات بدلی توشی کی پریشانی کو دیکھ کر۔

''میں نہیں یہ دلیہ ولیہ کھاتی۔ یہ مریضوں کے ساتھ ساتھ غریبوں کے بھی کھانے ہیں...... دلیہ، کھچڑی، چائے رَس وغیرہ وغیرہ'' توشی نے بلال کا مذاق اُڑایا۔

''تم تو اب بٹوں کے کھانے کھاؤ گی جیسے بونگ پائے، نہاری، پراٹھے، کلچے وغیرہ وغیرہ'' بلال نے حساب برابر کر دیا۔

''شٹ اپ بلال'' توشی ادا سے بولی۔

''جاؤ اور تیار ہو جاؤ وہ لوگ آنے والے ہیں'' بلال نے توشی کو بھیج دیا۔

☆☆☆

''اُس کی بڑی عادتیں میرے دادا جی سے ملتی ہیں، وہ بھی ہفتے میں دو روزے رکھتے تھے۔ میرے دادا جی نے سارے علاقے کے بچوں کو قرآن شریف پڑھایا۔ سال میں تین چار بار ایسے ہی ہاسپٹل میں خون دے آتے نماز کی پابندی کرتے ہر سال زکوٰۃ دیتے۔ میرے دادا جی کے پاس کوئی ضرورت مند آ گیا وہ اُسے خالی ہاتھ نہ جانے دیتے ہمارے ڈیرے پر مہمانوں کی رونق لگی رہتی تھی، جس کو پھونک مار دیتے وہ ٹھیک ہو جاتا دادا جی نے کبھی ایک روپیہ ہدیہ، نذرانہ، یا تحفہ نہیں لیا تھا بلکہ اُلٹا اپنی جیب سے دیتے تھے۔ میں دو ماہ سے بلال کا پیچھا کر رہا ہوں مجھے کوئی عیب یا بُرائی نظر نہیں آتی اُس میں'' ولید ہاشمی اِرم واسطی کو بتا رہا تھا۔

''ساری محنت ضائع گئی، DJ بتا رہا تھا آج دونوں بہنوں کی بات پکی ہو جائے گی'' اِرم نے افسردگی سے کہا ''کچھ ہاتھ بھی نہیں آیا''

''ہاتھ تو بہت کچھ آئے گا تم تیل دیکھو اور اُس کی دھار دیکھو...... تم نے نام سُنا ہے انڈسٹریلسٹ عقیل ہاشمی کا وہ میرے سگے چچا ہیں''

''وہ جو فیز 5 میں رہتے ہیں اور اُن کی سرامکس کی فیکٹری ہے؟'' اِرم واسطی نے حیرت سے ولید کو دیکھا ''وہ تمہارے سگے چچا ہیں'' ولید نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی ''اُن کی کسی بیٹی پر نظر ہے'' اِرم نے جانچتی نگاہوں سے سوال کیا۔

''نہیں نہیں اُن کا صرف ایک بیٹا ہی ہے عادل عقیل ہاشمی'' ولید نے بتایا۔

''تو............ پھر............ کیسے'' اِرم ولید کا پلان جاننا چاہتی تھی۔ کسی پارٹی میں ناہید کی ولید سے ملاقات ہوئی

تھی اور کسی نے اُن سے ولید کا تعارف اِس طرح سے کروایا تھا کہ یہ مشہور انڈسٹریلسٹ عقیل ہاشمی کا بھتیجا ہے۔ تب سے ولید اُس کی آنکھوں میں آ گیا تھا ناہید عقیل ہاشمی کی نیک نامی کو اچھی طرح جانتی تھی۔ تب سے وہ ولید میں انٹرسٹیڈ تھی نوشی کے لیے۔

''یہ شرافت بھی بڑے کام کی چیز ہوتی ہے۔ میرے دادا کی نیک نامی اور شرافت کو میرے باپ نے کیش کیا بلکہ کر رہے ہیں۔ پیر صاحب بن کر، بڑے میاں جی جلیل احمد ہاشمی کا بیٹا پیر داؤد ہاشمی میرے ابا ڈبہ پیر۔ چچا عقیل نے بہت سمجھایا کہ اباجی نیک بندے تھے وہ اللہ کے فقیر تھے فقیری کی جگہ پیری کو نہ لاؤ مگر اباجی کو نذرانوں کا چسکا لگ چکا تھا اور وہ جھوٹے پیر بن گئے چچا چھوٹی عمر میں گھر چھوڑ کر لاہور آ گئے دادی کو بھی ساتھ لے آئے پھر مڑ کر حجرہ شاہ مقیم کی طرف نہیں دیکھا، دادا کی نیک نامی اُن کے ساتھ آئی اب اُن کی نیک نامی کو کیش کرنے کا وقت آ گیا ہے'' ولید دور دیکھ رہا تھا اپنے تصور سے مستقبل میں جہاں وہ شارٹ کٹ سے پہنچنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

''اب ہر بندہ شارٹ کٹ سے امیر بننا چاہتا ہے محنت کرنے سے سارے گھبراتے ہیں بہن جی'' جمال ڈاکٹر محسن کی والدہ سے مخاطب تھا، جو کہ ڈنر سے فارغ ہو چکے تھے اور گپ شپ لگا رہے تھے ڈاکٹر محسن رضا بٹ کی والدہ اپنے خاوند رضا بٹ کی محنت کی داستان سُنا رہی تھیں انہوں نے ساری بات ایمانداری سے بتا دی اپنے فیملی بیک گراؤنڈ کے بارے اپنے کاروبار کے بارے میں اور اپنے بیٹوں کے بارے میں اور اُن کی محسن کے ساتھ زیادتی کے بارے میں ''بلال نے ہمارا شادباغ گول چکر کے پاس والا مکان دیکھا ہوا ہے اکثر یہ محسن کے ساتھ آتا تھا۔ سامنے ملک جلال کے چھوٹے بھائیوں سے بھی اِس کی سلام دُعا تھی'' ڈاکٹر محسن کی والدہ نے بلال سے اپنے دیرینہ تعلقات کے بارے میں بتایا۔

جمال ناہید اور جہاں آرا نے بلال کی طرف دیکھا تو شی اور محسن آنکھوں سے چیٹنگ کر رہے تھے۔ شعیب اپنے Mobile پر بزی تھا اور نوشی بلال کو دیکھ رہی تھی جو خاموش گردن جھکائے بیٹھا ہوا تھا، دراصل بلال کی چوری پکڑی گئی تھی۔

کالج کے دنوں میں بلال محسن کے ساتھ شادباغ اپنے دونوں چچاؤں سے ملنے کے لیے جاتا رہتا تھا بغیر اپنا تعارف کروائے ہوئے اُس نے اپنے چچاؤں کو کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ اُن کا بھتیجا ہے ملک جلال احمد کا بیٹا ملک بلال احمد وہ صرف بلال بن کر ملتا رہا تھا۔ وہ اس لیے اُن سے ملتا تھا وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ اپنے کیے پر نادم ہیں کہ نہیں اُس کی ماں کو گھر سے کیوں نکالا تھا اور اُن کا ایک بھتیجا بھی تھا۔ اُن کا اپنا خون اُن کے بھائی جلال کی نشانی بلال نے اس دن سے اُدھر جانا چھوڑ دیا جب اُسے پتہ چلا کہ اُس کے چچاؤں کو اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ اب وہ مہینے میں ایک بار ضرور شادباغ جاتا تھا اپنے باپ کی قبر پر دعا کے لیے۔

''آپ جانتی ہیں ملک جلال احمد کو......؟'' جمال نے عذرا محسن کی ماں سے پوچھا۔

''جانتی......وہ میرا چھوٹا بھائی بنا ہوا تھا۔ بھابھی نہیں کہتا تھا۔ باجی عذرا کہا کرتا تھا۔ دوست تو وہ بٹ صاحب کا تھا حالانکہ بٹ صاحب سے کوئی آٹھ دس سال چھوٹا ہوگا پھر بھی دونوں میں بہت دوستی تھی۔ ایک دن اچانک کہنے لگا باجی

پرسوں میرا نکاح ہے اُسی دن یہ ڈاکٹر محسن پیدا ہوا تھا۔ میں لیڈی ایچی سن ہسپتال سے واپس گھر پہنچی تھی۔ میرے جسم میں اب بھی اُس کا خون ہے۔ میری ڈلیوری کے وقت ایک بوتل خون بھی دیا تھا۔ اُس کی بیوی بھی لاکھوں میں ایک تھی۔ پھر کس کی نظر لگ گئی......

رات کو جلال کو درد ہوا سینے میں بٹ صاحب لے کر گئے ہسپتال پر رستے میں ہی دم دے دیے اُس کی بیوی بھری جوانی میں اُجڑ گئی۔ جلال کے بھائیوں نے گھر سے نکال دیا بے چاری کو۔ بٹ صاحب نے کہا تم میری بہن ہو میرے گھر پر رہو کہنے لگی میرا لالہ زندہ ہے آپ بھی میرے بھائی ہو میں اپنے لالہ کے گھر پر رہوں گی۔ میرا لالہ جلال کے بھائیوں جیسا نہیں ہے بہت اچھا ہے میرا لالہ''

جمال کی آنکھیں آنسوؤں سے چمک اُٹھی تھیں۔ عذرا نے اُن کی طرف دیکھا تو جمال نے نظریں جھکا لیں وہ جمال کے چمکتے آنسو نہیں دیکھ سکی۔

''اپنے جس لالہ پر اُسے مان تھا۔ وہ بھی نکھٹو نکلا۔ اُس کی بھرجائی ظلم کرتی رہی جمیلہ پر اور وہ تماشہ دیکھتا رہا۔ پھر ایک دن خبر آئی کہ جمیلہ پاگل ہوگئی ہے۔ چند دن بعد اُس کے مرنے کی خبر ملی لعنت ہے ایسے بھائی پر لکھ لعنت فٹے منہ، میں بھی پاگل ہوں کون سی باتیں اِس خوشی کے موقعے پر لے کر بیٹھ گئی بس آپ نے جلال کا نام لیا تو میرا دل بھر آیا......مگر آپ کیسے جانتے ہیں ملک جلال کو'' عذرا نے پوچھا جمال سے جو گردن جھکائے بیٹھا تھا اور خاموش تھا ''بس جاننے والا تھا ملک جلال'' جمال نے جواب دیا جُھکی ہوئی گردن کے ساتھ۔

''میں تو جب بھی اُن کے بیٹے کا سوچتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے بلال نام تھا اُس کا......'' بلال نام نے عذرا کے دماغ کا فلیش بیک کا بٹن ON کر دیا اُن کے ذہن میں پروجیکٹر ON ہو گیا تھا جس پر یادوں کا نیگٹو چل رہا تھا وہ کھلی ہوئی آنکھوں سے ماضی دیکھ رہیں تھیں۔

اُس نے بلال کی طرف دیکھا جو وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا تھا۔ جہاں آرا اپنے پلو سے آنسو صاف کر رہیں تھیں۔ نوشی اور توشی بھی آبدیدہ تھیں۔ جمال کے اشک اُس کے اپنے گھٹنوں پر گر رہے تھے۔ ناہید اور شعیب پھٹی پھٹی نگاہوں سے ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ عذرا سب کچھ جان چکی تھی۔ اِس خاندان کے بارے میں اُس نے ڈاکٹر محسن سے کہا جو حیرت کی تصویر بنا ہوا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

''اٹھو بیٹا یہ بڑے لوگ ہیں...... ہمارا اِن کے ساتھ نبھا نہیں ہوسکتا ہے'' ڈاکٹر محسن نے اپنی ماں کے حکم کی تعمیل کی اور اُٹھ گیا بغیر کچھ بولے ہوئے توشی جاتے ہوئے اُن کو دیکھ رہی تھی ڈاکٹر محسن نے لاؤنج سے نکلنے سے پہلے مڑ کر دیکھا اُس کی ماں آگے تھی اور وہ پیچھے تھا توشی نم آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر محسن نے توشی کو آنکھوں سے تسلی دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا فکر نہ کرنا۔

بلال اپنے کمرے میں اپنے ماں باپ کی تصویر ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑا تھا جو کہ ایک خوبصورت فریم میں سجی ہوئی تھی۔ یہ تصویر ہمیشہ وہ اپنے تکیے کے نیچے رکھتا تھا کبھی کسی کو پتہ نہیں چلا اُس کے روم کے دروازے پر دستک ہوئی اُس نے وہ تصویر تکیے کے نیچے رکھی اور آواز لگائی زخمی آواز کے ساتھ ''آ جائیں دروازہ کُھلا ہے''

جمال کمرے میں داخل ہوا، بلال کا چہرہ ٹیرس کی طرف تھا، جمال چلتا ہوا اُس کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور اپنے دونوں ہاتھ بلال کے کندھوں پر رکھتے ہوئے لرزتی آواز میں بولا ''اپنی ماں کے نالائق لالہ کو معاف کردو...... بلال صاحب ......معاف کردو اپنی ماں کے نالائق لالہ کو......''

جمال ایک شیرخوار بچے کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ بلال کی آنکھوں میں آنسو جم چکے تھے گلیشئر کی برف کی طرح وہ خاموش تھا۔ دروازہ کُھلا ہوا تھا جہاں آرا بھی کمرے میں داخل ہوئیں اور اُس کے پیچھے نوشی اور توشی بھی تھیں۔

''بلال بیٹا معاف کردو اپنے ماموں کو'' جہاں آرا نے بلال سے کہا۔

''نانو میں ناراض ہی کب تھا ماموں سے؟'' بلال نے جمال کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو چوما اور اپنے ہاتھوں سے اُن کے آنسو صاف کیے اور اُن کو بڑے ادب سے دیوان پر بٹھایا اور دو زانو اُن کے سامنے بیٹھ کر بولا ''میں آپ کی بہن کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں آپ سے ناراض نہیں ہوں'' جمال نے بلال کو اُٹھایا اور اپنے گلے لگا لیا ''مجھے فخر ہے کہ تم میری بہن کے بیٹے ہو'' جمال تفاخر سے بولا ''مجھے فخر ہے تم پر......''

سب خوشی خوشی جا چکے تھے اپنے اپنے کمروں میں بلال اپنے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا کمبل کے اندر اپنے ماں باپ کی تصویر ہاتھوں میں لیے دروازے پر پھر سے عاجزانہ دستک ہوئی۔

''YES'' بلال نے اجازت دی توشی ہارے ہوئے جواری کی طرح کمرے میں داخل ہوئی جو اپنی پہلی ہی بازی میں سب کچھ ہار چُکا ہو۔ وہ بلال کے سامنے روہانسی کھڑی تھی حواس باختہ خالی ہاتھ کنگال کھوئی کھوئی سی۔ بلال نے اُسے دیکھا تو فوراً اُٹھا اور اُسے کرسی پر بٹھایا اور خود اُس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

''کیا ہوا......سب ٹھیک تو ہے'' بلال نے فکرمندی سے پوچھا۔

''عذرا آنٹی نے رشتے سے انکار کر دیا ہے ابھی محسن کا میسج آیا'' توشی کی آواز پاتال سے آئی ''تم جا کر سو جاؤ...... میں خالہ عذرا سے خود بات کروں گا'' بلال نے تسلی دی مگر توشی کو تسلی نہیں ہوئی بلال نے اپنا ہاتھ توشی کے سر پر رکھا اُس نے بلال کی آنکھوں میں دیکھا وہاں اُسے پاک محبت نظر آئی اپنے لیے۔ اُس سے بڑھ کر وہ محبت جو حیا کا لباس پہنے ہوئے تھی وہ محبت جو روح کو روح سے ہوتی ہے جسموں کی قید سے آزاد وہ محبت جو سورج کی کرنوں کو انسانی جسم سے ہے وہ صرف جسم کو حرارت پہنچاتی ہیں جلاتی کبھی نہیں ہیں۔

توشی اُٹھی اور اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی اپنے بیڈ پر نوشی کے پہلو میں منہ دوسری طرف کر کے اُس کے لیٹتے ہی نوشی نے اُسے پکڑا اور اُس سے چمٹ گئی۔

''پلیز مجھے معاف کر دو'' نوشی روتے ہوئے بول رہی تھی ''مجھے تمہارے جیجا جی کی طرح باتیں نہیں آتیں آفٹر آل میں تم سے 5 منٹ بڑی ہوں'' یہ سُن کر توشی مسکرا اُٹھی اُس کا چہرہ کلی کی طرح کھل گیا اب دونوں بہنیں بیڈ پر بیٹھ چکی تھیں اور ایک دوسری سے لپٹی ہوئی تھیں ''5 منٹ کی بچی'' توشی نے الفاظ دہرائے اُسی انداز میں۔

''تمہیں سمجھ آ ہی گئی'' توشی نے نوشی کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا ہوا تھا۔

''تم دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہو جو بلال کی دلہن بنو گی۔ وہ واقعی لاکھوں میں ایک ہے میں آج بہت خوش

ہوں''

''مگر وہ لوگ تو...... مجھے نہیں لگتا کہ آنٹی ہمارے ماں باپ کی اصلیت جان کر بھی اِس رشتے پر رضامند ہوں گی''نوشی نے سنجیدگی سے کہا آج پہلی بار وہ اتنی سنجیدہ تھی۔

''مگر تم پھر بھی خوش ہو''نوشی نے توشی کی مسکراہٹ دیکھ کر کہا۔

''میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں ڈفر تمہارے لیے اور جہاں تک میری بات ہے بلال سب ٹھیک کردے گا۔ بلال کہتا ہے کسی کے غم میں شریک ہونا اتنی بڑی بات نہیں جتنی بڑی بات کسی کی خوشی میں شریک ہونا ہے''

نوشی کی آنکھوں میں فتح کی خوشی تھی''واقعی بلال لاکھوں میں ایک ہے''اُس نے شرماتے ہوئے کہا اور توشی کے گلے لگ گئی۔

☆☆☆

اگلے دن بلال کے ساتھ جہاں آرا اور جمال ڈاکٹر محسن کے گھر پہنچے بلال نے محسن کو اپنے آنے کی اطلاع کردی تھی۔ اُس کو کہا تھا اپنی والدہ کو مت بتانا ہمارے بارے میں محسن نے اپنی ماں سے کہا کچھ مہمان آرہے ہیں۔ کھانے کا بندوبست کروادیں۔ عذرا رات کا کھانا تیار کروانے کے لیے خانساماں کے ساتھ کچن میں تھی۔ جب وہ لوگ اُن کے گھر پہنچے محسن نے اُن کا استقبال کیا باہر مین گیٹ پر اور انہیں بڑے ادب سے لاؤنج میں بٹھایا جہاں آرا سارے گھر کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''فیصل ٹاؤن میں ایک کنال کا گھر کیوں؟ جمال گھر بار تو ٹھیک ہے؟''جہاں آرا نے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا تھا۔

''جی ماں جی......لوگ بھی اچھے ہیں''جمال نے تائید کی اپنی ماں کی محسن اور بلال وہاں نہیں تھے۔ بلال کچن میں چلا گیا تھا۔ جہاں عذرا کھانے تیار کروانے میں مصروف تھی۔ اُن کا منہ دوسری طرف تھا۔ بلال نے اُن کے پیچھے کھڑے ہوکر کہا۔''السلام علیکم پھوپھوجان''عذرا اچانک چونک کر پلٹی بلال کو دیکھ کر عذرا کی آنکھوں میں چمک تھی''پھوپھو صدقے پھوپھو واری میرا بچہ''عذرا نے بڑھ کر بلال کو گلے لگا لیا تھا۔

''تم تو ہمیشہ سے مجھے خالہ جی کہتے آئے ہو۔ آج یہ پھوپھو کیسے بن گئی تمہاری میں......''عذرا نے خوشی خوشی پوچھا۔

''آپ میرے ابا کی بہن جو ہیں، اصل اور خالص رشتہ تو یہی ہوانا''بلال دھیمی آواز میں بولا۔

''بلال بیٹا......! ہم تین بہنیں ہیں ہمارا بھائی کوئی نہیں تھا۔ اِس لیے تیرے باپ کو بھائی بنالیا تھا مجھے خالہ کہنے والے تو بہت سارے ہیں۔ پھوپھو کبھی کسی نے نہیں کہا اب تم مجھے ہمیشہ پھوپھو ہی کہوگے''

''پھوپھو جان آپ کے بھائی کی قسم میں نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا آج مانگتا ہوں اس رشتے پر مان جائیں'' بلال نے بغیر توقف کے اپنے آنے کا مقصد بیان کردیا۔

''بیٹا......! آج تو میری جان بھی مانگتا تو دے دیتی...... یہ آج کل کے بچے بزرگوں کو شدائی سمجھتے ہیں میں تو

دوپہر کو ہی سمجھ گئی تھی جب محسن نے کہا مہمان آرہے ہیں......ایک بات یاد رکھنا ہاں میں نے تمہاری وجہ سے کی ہے۔ ماں کو اپنے بچے سب سے پیارے ہوتے ہیں مجھے اپنے تینوں بیٹے پیارے ہیں مگر میرے بیٹوں میں سے ایک بھی تیرے جیسا نہیں ہے سب نالائق ہیں ''

''یہ لو......'' ڈاکٹر محسن نے توشی کی نقل اُتاری خوشی میں جُھوم کر۔

''پھوپھو دیکھ لیں ابھی سے اُس کی بولی بول رہا ہے'' بلال نے عذرا سے کہا سب کھل کر ہنس دیئے۔

''بلال بیٹا مجھے رات بہت غصہ تھا تیرے ماموں پر اس لیے میں وہاں سے آگئی تھی میں نے رشتہ کے لیے رضامندی ظاہر کردی ہے انہیں ابھی مت بتانا میں اپنے حساب سے بات کروں گی''

عذرا بڑے اخلاق سے ملی۔ جمال اور اُس کی ماں سے رات کا کھانا عذرا نے اپنی خاندانی روایت کے مطابق کیلوریز سے بھرپور تیار کروایا تھا پورا لاہوری کھانا۔

''بہن جی......! آپ کل ناراض ہو کر چلی آئیں۔ اچھا کیا آپ نے مجھے جھنجھوڑا میری اوقات یاد کرائی۔ آپ کے جانے کے بعد میں نے بلال سے معافی مانگی۔ آج صبح سترہ سال بعد اپنی بہن کی قبر پر گیا اُس سے معافی مانگنے کے لیے میرے گناہوں کی سزا میری بیٹی کو نہ دیں اُس نے رات سے کچھ نہیں کھایا'' جمال رندھاوا نے عذرا سے سنجیدگی سے کہا۔

توشی اپنے بیڈروم میں پہلے ہی سے پیزا منگوا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ جیسے ہی عذرا نے کچن میں حامی بھری اُسی لمحے ڈاکٹر محسن نے توشی کو میسج کر دیا تھا۔ امی نے بلال کی وجہ سے ہاں کردی ہے۔ میسج پڑھتے ہی ''ہپ ہپ ہورے نوشی مجھے مبارک دو آنٹی مان گئیں'' اور پیزے پر ٹوٹ پڑی کھانے کے لیے SMS اور DJ بھی وہیں کھڑے ہوئے تھے۔

''آپی تھوڑی عنایت اِدھر بھی ہو جائے۔ دعائیں کر کر کے میرا تو گلہ خشک ہو گیا ہے'' SMS نے پیزا سے اپنا حصہ مانگا اور DJ نے اُس کی تائید کی۔

توشی کے بیڈروم میں اِس دوران پیزا پارٹی جاری تھی۔

''بھائی صاحب بلال نے مجھ سے ہاں کروالی ہے لیکن میری کچھ شرطیں ہیں'' عذرا نے کہا۔ جمال نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا ''کہیں کہیں آپ کی ساری شرطیں مجھے قبول ہیں'' جہاں آرا کی آنکھیں چمک اُٹھی تھیں۔ بلال محسن کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر مسرت تھی جسے وہ بلال سے چھپانا چاہ رہا تھا۔

''آج سے لے کر ہماری زندگیوں تک ہمارے سارے معاملات آپ خود دیکھیں گے توشی کی ماں کا عمل دخل اُن میں نہیں ہوگا۔ بڑی کپتی ہے آپ کی بیوی اور دوسری بات کل ہم لوگ منگنی کی رسم ادا کرنے آرہے ہیں اور کل ہی ہم دن بھی رکھ لیں گے اور آخری بات بارات ہماری بہت زیادہ ہوگی اور بارات کا کھانا بہت اچھا ہونا چاہیئے'' عذرا نے اپنی ساری شرطیں بتادیں ''مجھے آپ کی ساری شرطیں منظور ہیں۔ کل سال کا پہلا دن ہے آپ کل آجائیں ایک گزارش میری بھی سُن لیں جنوری میں میری بہن کی برسی ہے اور فروری میں اباجی کی۔ شادی ہم مارچ تک کر سکتے ہیں'' جمال نے جواب دیا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ویسے بھی دو مہینے تو تیاری میں لگ جائیں گے'' عذرا نے کہا۔

جمال اور اُس کی ماں وہاں سے آ گئے...... بلال کو عذرا نے روک لیا اور جمال سے کہا:

''محسن چھوڑ آئے گا بلال کو......آپ بے فکر ہو جائیں''

''کل منگنی پر تم ہمارے ساتھ چلو گے ہماری طرف سے'' عذرا نے بلال کو حکم دیا۔

''پھوپھو اور کون کون ہوگا؟'' بلال نے پوچھا۔

''کوئی نہیں ہم تینوں ہی بس'' عذرا نے خفگی سے کہا۔

''معاف کر دیں اُن کو آخر وہ محسن کے بھائی ہیں'' بلال نے درخواست کی۔

''اس کے بھائی ہوتے تو اِسے برابر حصہ دیتے باپ کی جائیداد سے دونوں سائڈ وسائڈ و بن گئے بھائی نہ بنے اِس کے اور میری بہن اُس نے ایک دفعہ بھی اپنی بیٹیوں کو نہیں سمجھایا۔ جن کی پڑھائی ہوئی پٹی تھی سلمان اور عثمان کو رہنے دو'' عذرا اپنے فیصلے پر ڈٹ گئی تھی۔

''پھوپھو اگر سلمان اور عثمان بھائی کو آپ معاف نہیں کر سکتیں تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ نہیں جا سکوں گا'' بلال نے نفرت کی جمی ہوئی برف کو محبت کی حرارت سے پگھلانے کی کوشش کی اور آخر میں وہ کامیاب ہو ہی گیا عذرا نے بلال کی یہ بات بھی مان لی۔

اگلے دن یکم جنوری 2014ء کو عذرا اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ ڈیفنس پہنچی منگنی کی رسم ادا کرنے کے لیے کہاں 3 لوگ اور کہاں 30 افراد جمال کو اُن کی خوش خوراکی دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا، کہ شادی پر کیا ہونے والا ہے۔ ناہید رندھاوا بظاہر خوش نظر آ رہی تھی اندر سے وہ اِن دونوں رشتوں سے خوش نہیں تھی۔ توشی کا تو اُسے شروع سے پتہ تھا کہ یہ اپنے باپ کی مرضی ہی سے شادی کرے گی مگر نوشی کا بلال کے حق میں فیصلہ دے دینا اُسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ اُس نے صرف شعیب کی اُس بات کی وجہ سے ہتھیار ڈالے تھے کہ اِس طرح جائیداد سے حصہ نہیں دینا پڑے گا۔ اگر جمال رندھاوا بلال کی ماں کا قرض اُتارتا تو جائیداد کا تقریباً تیسرا حصہ چلا جاتا کیونکہ وہ زرعی زمین اب کمرشل ہو چکی تھی۔ جمیلہ کی زرعی زمین کے پاس ایک گرڈ اسٹیشن بن گیا تھا جس کی وجہ سے اُس پسماندہ علاقے کی سُنی گئی تھی اور زمین کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی تھیں۔

شادی کی تاریخ رکھنے پر کچھ اختلاف تھا، پھر معاملات طے پا گئے۔ ڈاکٹر محسن کی بارات ہفتہ 15 مارچ کو طے پائی اور ولیمہ کی دعوت 16 مارچ کو رکھی گئی تھی۔

بلال نے نوشی سے مشورے کے بعد جو کہ اُس نے دوپہر ہی میں کر لیا تھا۔ اپنی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ بلال چاہتا تھا کہ اُس کا نکاح 14 مارچ بروز جمعہ ہو جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں اور نکاح بابا جمعہ پڑھائیں جس میں وہ اپنے چند قریبی دوستوں کو مدعو کرنا چاہتا تھا، اعجاز جنجوعہ اور اُس کے گھر والے، فوزیہ کی فیملی، ڈاکٹر عظمی کی فیملی، طارق رامے، عادل اور اقبال چائے والا اور یہی مہمان اُس کے ولیمے کی دعوت میں تھے۔ اور ولیمہ وہ 17 مارچ بروز پیر کرنا چاہتا تھا جس میں وہ کھجوریں اور دودھ سے مہمانوں کی تواضع کرنا چاہتا تھا۔ جس پر شدید اعتراض ہوا کیونکہ نوشی بلال کے ساتھ تھی اور بعد میں جہاں آرا بیگم بھی جلدی سے مان گئیں اس لیے فیصلہ بلال کی منشا کے عین مطابق ہوا تھا۔

''یہ شادی ہو رہی ہے یا قلوں کا ختم'' ناہید نے طعنہ دیا تیکھے انداز سے جمال نے قہر آلود نگاہوں سے ناہید کی

طرف دیکھا جس نے غصے سے نظریں چُرا لیں تھیں۔

☆☆☆

شادی کی تاریخ طے ہونے کے دو ہفتے بعد ایک دن دونوں بہنیں گفتگو کر رہی تھیں۔

''ماما نے ٹھیک کہا تھا۔شادی ایک بار ہوتی ہے۔تمہاری شادی تقریباً ختم نیاز جیسی لگ رہی ہے شکر ہے بلال نے مینیو میں بُھنے چنے اور کیا کہتے ہیں۔وہ سفید سفید گول گول جو میٹھے ہوتے ہیں'' توشی بول رہی تھی نوشی کو تنگ کرنے کے لیے۔

''مخانے جی مخانے'' SMS نے لقمہ دیا جو دونوں بہنوں کو اورنج جوس دینے آیا تھا'' دفعہ ہو جاؤ SMS۔تم سے کسی نے پوچھا ہے'' نوشی غصے سے بھڑکی'' ٹھیک ہے نوشی آپی میں نے تو صرف مخانے کہا ہے اور بس......'' SMS وہاں سے چلا گیا۔

''میں سوچ رہی ہوں تمہیں کسی سائیکاٹرسٹ کو چیک کرواؤں بائی داوئے بلال نے تمہیں کنوینس کیسے کرلیا'' توشی حیران ہو کر بولی۔

''اُس دن دوپہر کو بلال نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔میں بہت کنفیوز تھی۔وہ میرے سامنے جسٹ دو فٹ کی دوری پر بیٹھا تھا۔اُس نے پہلی بار مجھے آنکھ اُٹھا کر دیکھا پہلی بار مجھے ایسا لگا جیسے میری سانس رُک گئی ہو میرا گلا خشک ہو گیا مجھے ایسے لگا جیسے اُس نے مجھے قید کر لیا ہو، اپنی آنکھوں کی جیل کے اندر اور میں اُس کی محبت کی قید میں ہوں'' نوشی یہ بتاتے ہوئے رُکی اُس نے ٹھنڈی آہ لی۔

''واللہ اُس کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔میرا ڈوب جانے کو دل چاہا تم صحیح کہتی تھی۔پھر بلال بولا:

''نوشی جی میری ایک خواہش ہے اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو پھر اُس نے نکاح والی بات کی میں صرف OK بول سکی بڑی مشکل سے''

''پھر کیا ہوا آگے بتاؤ...... ہائے اللہ......سورومینٹک'' توشی بے قراری سے بولی'' پھر اُس نے مجھے سینڈوچ کھلائے ہائے توشی مزا آگیا۔ایسے TASTY کیا بتاؤں''

''یہ لو......بیڑا غرق......میں تو سوچ رہی تھی کہ اُس نے تمہیں گلے لگایا ہو گا یا پھر جس طرح پرانی فلموں میں سفید اور گلابی پھول ملتے ہیں۔ایسا کچھ ہوا ہو گا'' توشی کا سارا تجسس ختم ہو گیا'' سینڈوچ بڑے مزیدار تھے۔یہ بھی کوئی بات ہوئی اُس نے تمہیں چھوا تک نہیں'' نوشی نے بھولی صورت بنا کر نفی میں گردن ہلا دی۔

''تم چُھو لیتی اُسکو آخر تمہارا فیانسی تھا کوئی غیر تھوڑی نہ تھا'' توشی نے اپنا مفید مشورہ دیا'' جہاں تک اُس کے چھونے کی بات ہے جب وہ مجھ پر اپنی کالی چادر ڈالتا تھا۔تو اپنی انگلیوں کے پوروں تک کو بچاتا میرے جسم کو لگنے سے'' نوشی کھوئی ہوئی بولی خیالوں میں جیسے اُن راتوں کو یاد کر رہی ہو۔

''یہ لو...... یہ کالی چادر والی کہانی کیا ہے'' توشی نے اپنے مخصوص انداز سے کہا۔

نوشی نے اُسے اپنی ساری ملاقاتوں کا احوال سنایا۔جب وہ تہجد کے وقت بلال کے روم میں جاتی تھی پھر اُن

دونوں کی آنکھوں ہی آنکھوں میں بات چیت ہوتی تھی۔ بلال اُسے کافی اور بسکٹ پیش کرتا اور اُسے سردی سے بچانے کے لیے اپنی گرم چادر اُس کے شانوں پر ڈال دیتا۔''ایک دن مجھے اُس پر بڑا پیار آیا اور میں اُس کے گلے لگ گئی اُس نے مجھے پیار سے سمجھایا۔ یہ گناہ ہے کبیرہ گناہ نوشی جی آپ میرے نکاح میں نہیں ہو''نوشی یہ بتاتے ہوئے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں سے چبا رہی تھی اور توشی اپنی چھوٹی انگلی اپنے دانتوں میں جکڑی ہوئی تھی۔''یہ لو............''توشی سلوموشن میں بولی رک رک کر ''نوشی تم کتنی گھُنی ہو اور بلال کتنا میسنا ہے ایک دفعہ تو میں نے تم دونوں کو پکڑا تھا۔ جب میری تمہاری لڑائی ہوگئی تھی'' دونوں بہنیں اب اپنے بستر پر لیٹ چکی تھیں اور کمبل اُن کے اوپر تھا اور وہ کہنیوں کے بل ایک دوسرے کی طرف منہ کیے ہوئے تھیں تب نوشی بولی:

''توشی ویسے یہ غلط بات ہے مجھ سے سب کچھ پوچھ لیا اور اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا''''بتاؤں خاک کوئی بات ہی نہیں۔ ایک دفعہ ڈنر کے بعد میں نے محسن کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا بڑی ہمت کر کے تو اُس نے ہاتھ ہٹا لیا۔ جب میں نے پوچھا کیا ہوا۔ پتہ ہے اُس نے کیا جواب دیا۔

کہنے لگا نا بابا نا تم بلال کی عزت ہو۔ بلال نے مجھ سے کہا ہے میری عزت کو شادی سے پہلے چھونا مت میلی ہو جائے گی......کرلو بات''

دونوں بہنیں بہت خوش تھیں وہ دونوں رات گئے تک باتیں کرتی رہیں۔

☆☆☆

''دو کوڑی کی عزت نہیں ہے میری اِس گھر میں......تم نے دیکھا اپنے باپ کا رویہ میرے ساتھ خود سارے فیصلے کر رہا ہے۔ مجھ سے پوچھنا تک گوارہ نہیں کیا۔ خود ہی بٹوں کے گھر جا کر بیٹی دے آیا ایسے کیے جاتے ہیں رشتے۔ شادی کے دن رکھ لیے میری مرضی کے بغیر اور تم ہو مجھے صرف مشورے دے رہے ہو کرتے کچھ بھی نہیں'' ناہید غصے سے بھڑک رہی تھی اپنے بیٹے شعیب پر دونوں ماں بیٹا اپنے دفتر میں تھے۔

''شعیب میری بات یاد رکھو اِس میں سب سے زیادہ نقصان تمہارا ہی ہے 50 ایکڑ زمین خریدنے میں 45 سے 50 کروڑ جائیں گے باپ تمہارا نوشی اور توشی کے حصے میں سے تو زمین نہیں خریدے گا''

''میرے حصے میں سے بھی نہیں خریدیں گے'' شعیب بولا بے فکری سے۔

''تم بھی پاگل ہو جو تمہارے باپ کا ہے اُس کے بعد سب کچھ تمہارا ہو گا تمہاری بہنیں لکھ کر دے چکی ہیں کہ وہ جائیداد سے اپنا اپنا حصہ لے چکی ہیں۔ مگر تم سے تمہارے باپ نے ایسا کچھ نہیں لکھوایا مطلب اب سب کچھ تمہارا ہے''

''تو پھر کیا کیا جائے'' شعیب نے پوچھا اپنی ماں سے سوچتے ہوئے۔

''پھر یہ کسی طرح بلال کا پتا صاف کرو میں چاہتی ہوں نہ تو اُسے زمین ملے اور نہ ہی نوشی کے ساتھ اُس کی شادی ہو'' ناہید کی منافقت اُس کی زبان سے نکل آئی اُس کے ذہن میں ایک گندی سکیم تھی۔

''مگر ماما یہ ہو گا کیسے؟'' شعیب نے پوچھا ناہید سے۔

''ولید ہاشمی کو جانتے ہو''

''ہاں وہ ماڈلنگ کرتا ہے مگر وہ تو بہت بگڑا ہوا ہے'' شعیب کو تشویش ہوئی ولید کا نام سُن کر۔

''ولید ہاشمی مشہور بزنس مین عقیل ہاشمی کا بھتیجا ہے اور اُس کا باپ بہت بڑا پیر ہے اِس خاندان کی بڑی عزت ہے حجرہ شاہ مقیم میں لوگ بڑی عقیدت رکھتے ہیں اِن کے ساتھ ہاتھ پیر چومتے ہیں''

''ماما آپ کو پتہ بھی ہے وہ صرف عیاشی کے لیے ماڈلنگ کرتا ہے چرس، شراب، لڑکیاں سارے شوق ہیں اُس کے اور ہاں بہت بڑا جواری بھی ہے اکثر میچوں پر پیسے لگاتا ہے''

''وہ سارے شوق تو تمہارے بھی ہیں شعیب میں سب کچھ جانتی ہوں'' ناہید نے شعیب کو اُس کی اصلیت بتائی۔

''جب وہ اپنے باپ کی جگہ گدی نشین ہوگا یہ سارے گناہ پیر کی گدی کے نیچے دب جائیں گے پھر لوگ اُس کے بھی ہاتھ چومیں گے مجھے نوشی کے لیے وہ لڑکا پسند ہے۔ میری بیٹی راج کرے گی اور ہمارا خاندانی سٹیٹس بھی بڑھ جائے گا۔ ولید نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ یہ شادی رکوا دے گا اور تمہارا باپ خود اِس رشتے سے انکار کرے گا''

''اور نوشی کے رشتے پر آپ رضا مند ہیں؟'' شعیب نے پوچھا۔

''نوشی کا تو مجھے بچپن سے معلوم تھا کہ یہ میری مرضی سے تو شادی نہیں کرے گی۔ اُس کی پسند پھر بھی ٹھیک ہے۔ بڑے خاندانی لوگ ہیں کھاتے پیتے اور مزے کی بات حکومت کسی کی بھی ہو ان کی چلتی ہے حکومتی حلقوں میں اور سارا شاد باغ اِن کو جانتا ہے۔

اور بلال کا خاندان سارے فقرے تین بھائی رہتے تھے، پانچ مرلے کے مکان میں اور آج بھی وہی مکان ہے اِس کے چچاؤں کے پاس اور محسن کے باپ نے اِردگرد کے سارے مکان خرید کر ایک بڑی سی حویلی بنالی ہے، بٹ حویلی کے نام سے مشہور ہے اِن کی حویلی سارے علاقے میں''

ناہید نے ڈاکٹر محسن کے متعلق ساری انکوائری کروالی تھی بہت دن پہلے ہی جب نوشی پہلی دفعہ اُس کے ساتھ ڈنر کرنے گئی تھی۔ ناہید شروع ہی سے حاکمانہ ذہن رکھنے والی لالچی خاتون تھی، اِسی وجہ سے اُس نے جمال کے گھر میں کسی کی نہیں چلنے دی۔ پوری زندگی اُس نے حکم چلایا اور اُس حکم پر عمل درآمد بھی کروایا اب جمال نے اُس کا یہ اختیار چھین لیا تھا، جو وہ برداشت نہیں کر پارہی تھی اُسے اپنی حکمرانی واپس چاہیے تھی کسی بھی شرط پر۔

☆☆☆

''کھویا ہوا مقام کیسے حاصل کر سکتے ہیں'' عادل نے پوچھا بابا جمعہ سے آج وہ مطمئن تھا اور اُس کی شخصیت میں ٹھہراؤ بھی تھا۔ عادل نے ہمیشہ اپنے دادا جلیل ہاشمی کی کرامات سُنی تھیں، لوگوں سے اور اپنی دادی سے، اُس نے اپنے دادا کی جن خوبیوں کا ذکر سُنا تھا وہ ساری خوبیاں بلال میں تھیں۔ اِس لیے وہ بلال سے حسد کرتا تھا۔ مگر آج وہ بدلا ہوا عادل تھا جس کی نظروں میں بلال کی عزت تھی احترام تھا۔ ''مقام ملتا ہے فقیری سے اور فقیری نصیب ہوتی ہے عاجزی سے اور بیٹا عاجزی کا سفر تم شروع کر چکے ہو جس کو فقیری عطا کر دیتا ہے میرا اللہ وقت کے بادشاہ اُس کے منگتے ہوتے ہیں'' بابا جمعہ کھانستے ہوئے آہستہ آہستہ بول رہے تھے آج اُن کے چہرے پر تھکاوٹ تھی مگر وہ مطمئن تھے عادل نے ایک اور سوال

پوچھا عادل کے سوال آج سیکھنے اور سمجھنے کے لیے تھے آج وہ سوال سے سوال نہیں نکال رہا تھا۔

''فقیری اور پیری میں کیا فرق ہے؟''

''بیٹا فقیری اور پیری ایک ہی تصویر کے دو رُخ تھے مگر آج کل ایسا نہیں ہے۔ اب فقیری بھی کاروبار بن گئی ہے اور پیری بھی دھندا ہے پہلے پیر بھی دیتا تھا مخلوق کو اور فقیر بھی خدمت کرتا تھا اللہ کے بندوں کی''

''تو کیا پہلے سارے فقیر اور پیر ٹھیک تھے آج کے مقابلے میں؟'' عادل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں بیٹا ایسا نہیں ہے۔ اچھے اور بُرے لوگ ہر عہد اور ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔ تناسب کا فرق آ گیا ہے۔ پہلے اچھے لوگ زیادہ تھے اور بُرے کم تھے۔ اب اچھے فقیر اور پیر نہ ہونے کے برابر ہیں۔ سارے ہی دین کو بیچ رہے ہیں کوئی تعویذ گنڈے کے نام پر کوئی کوئی جہاد کے نام پر کوئی عشق کی دکان سجائے بیٹھا ہے اور میرے نبی ﷺ کی محبت بیچ رہا ہے نعتیں پڑھ کر اُن کی قیمت لی جاتی ہے دُعا کر کے اُجرت لی جاتی ہے لوگوں سے ہی جہاد کا چندہ اکٹھا کرتے ہیں پھر انہیں کو کافر کہہ کے مار دیتے ہیں۔ یہ ہے آج کا جہاد اور عشق رسولؐ سب دکھاوا اور جھوٹ......'' بابا جمعہ کھانستے ہوئے خاموش ہو گئے اور کافی دیر خاموش رہے عادل آج بلال کی طرح سُن زیادہ رہا تھا اور بول کم بابا جمعہ نے پھر سے لب کشائی کی۔

''تمہارے پاس کاغذ قلم ہے'' بابا جمعہ نے عادل کو دیکھ کر پوچھا عادل نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے شولڈر بیگ سے ایک نوٹ بُک اور پین نکالا بابا جمعہ نے دیکھا تو بولے ''بیٹا لکھو جو فقیر اور پیر لینے والا ہے وہ جھوٹا اور فریبی ہے اور جو اللہ کے بندوں کو تقسیم کرتا ہے اُس کی عزت اور احترام کرو مگر ادب اور عقیدت اپنی حدود میں رہیں شرک سے دور۔

اپنے اوپر محبت فرض کر لو اللہ سے اُس کے حبیب ﷺ سے اور اللہ کی ساری مخلوق سے یاد رکھنا عادل بیٹا عبادت وہی قبول ہوتی ہے جس میں محبت شامل ہو اور اپنے ملک سے بھی محبت کرو یہ بھی ایمان کا حصہ ہے جو چیز اللہ کے نام پر قربان ہو جائے وہ ختم نہیں ہوتی بلکہ امر ہو جاتی ہے اور جو چیز اللہ کے نام پر بنائی جائے وہ مٹ نہیں سکتی بلکہ قائم رہتی ہے اور یہ ملک اللہ کے نام پر بنایا گیا ہے۔ یہ انشاء اللہ قائم رہے گا......'' بابا جمعہ یہ سب بول کر پھر سے خاموش ہو گئے وہ کچھ سوچ رہے تھے۔

''تم آج یونیورسٹی نہیں گئے؟'' بابا جمعہ کو اچانک خیال آیا ''چلو بھئی چائے تو پلوا دو''

عادل نے اقبال کو فون کر دیا اِس کے بعد بابا جمعہ نے عادل کو ساتھ لیا اور K بلاک میں واقع ایک بینک میں اپنا اکاؤنٹ اوپن کروایا اور اپنے بعد بلال کو نومینیٹ کیا۔ اُس اکاؤنٹ میں ایک اچھی خاصی بڑی رقم جمع کروا دی۔ یہ رقم بابا جمعہ کے مکان کی تھی انہوں نے اپنا مکان اقبال چائے والے کو بیچ دیا تھا۔ اِس شرط پر جب تک میں زندہ ہوں میں ہی اِس مکان میں رہوں گا میرے مرنے کے بعد یہ تمہارا ہے۔ بینک سے فارغ ہونے کے بعد جب عادل اور بابا جمعہ واپس آئے تو محمد طفیل اُن کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا اور چائے پڑی پڑی ٹھنڈی ہو چکی تھی بابا جمعہ نے کہا ''عادل بیٹا نیچے بلی کا پیالہ پڑا ہوا ہے یہ چائے اُس میں ڈال دو اور اقبال سے کہو خود چار کپ چائے لے کر آ جائے اور بسکٹ بھی بول دو اُسے''

تھوڑی دیر بعد اقبال چار کپ چائے لے کر آ گیا سب نے چائے پی اِس کے بعد بابا جمعہ نے ایک اشٹام پیپر اپنی بوری کے نیچے سے نکالا جس کے اوپر وہ خود بیٹھے تھے اور اُس کے ایک کونے کے نیچے اشٹام پیپر رکھا تھا۔

’’محمد طفیل اور عادل بیٹا میں نے اپنا مکان محمد اقبال کو بیچ دیا ہے تم دونوں گواہ ہو اِس اشٹام پیپر پر میں نے دستخط اور انگوٹھا لگا دیا ہے تم دونوں بھی گواہوں کی جگہ دستخط کر دو اور یہ کاغذ اقبال کو دے دو‘‘

انہوں نے ایسا ہی کیا خاموشی سے بغیر کچھ پوچھے ہوئے اور کاغذ اقبال کو دے دیا اقبال چائے والا مکان خرید کر بھی اُداس تھا ’’اقبال بیٹا مبارک ہو تمہیں‘‘ بابا جمعہ نے اقبال کو واپس اپنی دکان کی طرف جانے سے پہلے کہا اقبال جا چکا تھا۔

’’آج بلال صاحب نظر نہیں آ رہے ہیں‘‘ محمد طفیل نے بابا جمعہ سے پوچھا۔

’’محمد طفیل وہ عصر کے بعد آتا ہے ابھی تو ظہر بھی نہیں ہوئی‘‘

’’بابا جی......! یہ پانچ لاکھ ہے میری کمیٹی نکلی تھی۔ دوسری کمیٹی ہی نکل آئی تھی، آج میں لے کر حاضر ہو گیا ہوں‘‘ محمد طفیل نے ایک کالے کپڑے میں لپٹے ہوئے چھوٹے بڑے نوٹ بابا جمعہ کو احترام سے دیئے ’’عادل بیٹا یہ پیسے پکڑ لو اور گھر جا کر گنتی کرنا یہاں نہیں یہ میرے بلال کی امانت ہے تمہارے پاس‘‘ عادل نے جلدی سے وہ رقم پکڑ لی اور اپنے بیگ میں ڈال لی۔ ’’بابا جی میں آپ کا اور اُس بچے کا دین نہیں دے سکتا۔ آپ نے مجھے تباہی سے بچا لیا میں نے بینک کا قرض بھی بلال کے دیئے ہوئے پیسوں سے اُتار دیا ہے اور میرا کاروبار بھی بہت اچھا چل پڑا ہے اور اپنی بہنوں کا حصہ بھی میں نے دینے کا اُن کے ساتھ وعدہ کر لیا ہے‘‘

’’محمد طفیل......! ایک صحابی تھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ انہوں نے اپنے انتقال کے وقت 3 ارب 10 کروڑ 20 لاکھ دینار چھوڑے اور ایک دینار تقریباً $4\frac{1}{4}$ ماشے وزن کا سونے کا سکہ تھا۔ عادل بیٹا باقی حساب کتاب تم کر لینا اُن کی دولت کا......

اُن کی تجارت کے 4 اصول تھے...... یاد رکھو بلکہ عادل بیٹا لکھ لو......

1- انہوں نے کبھی اُدھار مال نہیں خریدا تھا۔

2- کبھی اُدھار نہیں بیچا تھا۔

3- زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے ذخیرہ کبھی نہیں کیا گاہک لگ گیا تو سودا دے دیا۔

4- اور کبھی اپنے سودے کا عیب نہیں چھپایا تھا۔

محمد طفیل اِن باتوں پر عمل کرنا پھر دیکھنا اللہ کی رحمت کیسے برستی ہے تم پر اور آخری بات جلدی سے جلدی بلال کا قرض اُتار دینا۔‘‘

نورانی مسجد میں ظہر کی اذان شروع ہو چکی تھی ’’چلو بھئی مالک نے بلایا ہے‘‘ وہ تینوں مسجد کی طرف چل دیئے عادل نے وہ بیگ اپنی گاڑی میں رکھ دیا جس میں پانچ لاکھ روپے تھے بلال کی امانت۔ نماز سے فارغ ہو کر اُس نے وہ روپے بھی بابا جمعہ کے اکاؤنٹ میں جمع کروا دیئے۔ عادل کا اکاؤنٹ بھی اُس بینک میں تھا اور اُس کے ریفرنس کی وجہ سے بابا جمعہ کا اکاؤنٹ اوپن ہوا تھا۔

☆☆☆

''تمہارا اسکول تو بڑا شاندار ہے'' جمال سارا اسکول دیکھنے کے بعد بلال کے آفس میں چائے پیتے ہوئے بولا۔ گل شیر خان اُس کے ساتھ تھا بلال نے انہیں اپنا پلاٹ بھی دکھایا جو اُس نے اسکول کی بلڈنگ بنانے کے لیے خریدا تھا۔ جمال بلال کی ترقی سے بہت خوش تھا۔ اُس سے زیادہ گل شیر خان کے چہرے پر خوشی تھی۔ بلال جب جمال کو باہر گاڑی تک چھوڑنے گیا تو جمال نے ایک چیک بلال کو دیا۔ بلال نے خاموشی سے وہ چیک پکڑ لیا۔ گل شیر نے دیکھا تو اُس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ ابھری۔ اُن کے جانے کے بعد بلال اپنے آفس لوٹا تو فوزیہ ہنس پڑی۔

''تمہارے بڑے دانت نکل رہے ہیں'' بلال نے فوزیہ سے کہا جو ہنسنے کے بہانے ڈھونڈ رہی تھی فوزیہ آج بہت خوش تھی۔

''سر آپ کی شادی طے ہوگئی ہے اس لیے'' فوزیہ نے اپنی ہنسی کی وجہ بتائی تھی۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ خوشیاں کچھ اور ظاہر کر رہی ہیں۔ سچ سچ بتاؤ اندر کی بات''

''سر آج رات کو لیاقت علی آ رہا ہے اور اُس کے دس دن بعد ہماری شادی ہے...... قسم سے...... سر آپ بڑے تیز ہیں کچھ بھی کرلو آپ کو چہرہ دیکھ کر خبر ہو جاتی ہے آپ دل کی بات جان لیتے ہیں۔''

دروازے پر دستک کے بعد نیناں ایک فائل پکڑے ہوئے آفس میں داخل ہوئی، اُس نے وہ فائل بلال کے سامنے رکھی ''سر آپ چیک کرلیں'' نوین عرف نیناں بولی ''ٹھیک ہے آپ جاؤ میں چیک کر کے بھجواتا ہوں'' بلال نے فائل پر نظریں جمائے ہوئے جواب دیا نوین کی طرف دیکھا بھی نہیں نوین بلال کے چہرے کو دیکھ رہی تھی اور فوزیہ اُن دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ نوین کے جانے کے بعد فوزیہ اُس کا حجاب دیکھ کر بولی۔

''سر جس چہرے پر نقاب ہو اُسے کیسے پڑھتے ہیں آپ؟''

''فوزیہ جی...... یہ جو آنکھیں ہیں ناں...... بڑی سچی ہوتی ہیں...... ہمیشہ سچ ہی دکھاتی ہیں اور آپ کے اندر کا سچ چھپاتی بھی نہیں ہیں...... بس آنکھ سچ دیکھنے والی اور سچ پڑھنے والی ہونی چاہیے'' فوزیہ کا دماغ کالے جامنوں کی طرح بلال نے ہلا دیا جیسے کالے جامن برسات کے دنوں میں ڈبے میں ڈال کر اوپر سے کالا نمک ڈال کر جامن بیچنے والا ہلاتا ہے اِس طرح بہت ساری آنکھوں کی باتوں نے فوزیہ کا دماغ ہلا کر رکھ دیا تھا۔

''سر آپ کی باتیں، آنکھیں، سچ، میری سمجھ سے باہر ہیں'' فوزیہ سر کھجاتے ہوئے بولی۔

''سر میں ہی پاگل ہوں جو اُلٹے سیدھے سوال پوچھتی ہوں بعد میں مشکل جواب سننے پڑتے ہیں۔ سیدھی بات یہ ہے نیناں اچھی لڑکی ہے کسی سے فضول بات نہیں کرتی بس دیکھتی رہتی ہے قسم سے...... سر میں بھی اس کا چہرہ دیکھ نہیں سکی ابھی تک ہمیشہ نقاب کر کے رکھتی ہے''

'کسی کا چہرہ دیکھ کر بھی آپ اُس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ پاتے...... کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، بن دیکھے ہی آپ دیکھ لیتے ہیں...... اُس کے باطن کو اندر تک'' بلال نے سنجیدگی سے کہا۔

''سر......! آج آپ کچھ زیادہ ہی مشکل باتیں کر رہے ہیں''

''اچھا ایسا کرو ایک گرین ٹی کا بول دو میرے لیے اور اپنے لیے بھی کچھ منگوالو''

اِس کے بعد بلال فائل چیک کرنے میں مصروف ہو گیا تھا اور فوزیہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آفس بوائے گرین ٹی اور چائے رکھ گیا تھا بلال نے فوزیہ کی طرف دیکھا جس نے چائے میں چینی نہیں ڈالی تھی۔ وہ ساری بات سمجھ گیا ''کیوں آج پھیکی چائے؟'' بلال نے گرین ٹی کا سپ لیتے ہوئے پوچھا۔

''سر ویسے ہی آپ ہمیشہ کہتے ہیں چینی کم ڈالا کرو چائے میں'' فوزیہ کھسیانی ہو کر بولی۔

بلال کے چہرے پر ملین ڈالر مسکراہٹ اُبھر آئی۔

''سر آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟'' فوزیہ کو اندازہ تھا بلال کس بات پر مسکرایا پھر بھی اُس نے پوچھ لیا۔

''بس یونہی'' بلال نے فوزیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''قسم سے......سر آپ کی نظریں......کوئی بات نہیں چھپ سکتی اِن سے'' فوزیہ نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

''فوزیہ جی......! تم لڑکیاں شادی سے پہلے جتنا ویٹ لوز کرتی ہو شادی کے بعد اُس سے ڈبل گین کر لیتی ہو، ایک مہینہ کے اندر اندر شادی کے بعد دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ میری بات یاد رکھو اگر خود کو بدلنا چاہتی ہو تو اپنا لائف اسٹائل بدلو ایسا نہیں ایک مہینہ ڈائٹنگ اور دو مہینے عیاشی کرو۔

سب کچھ کھاؤ بھوک رکھ کے......اور ہلکی پھلکی ورزش کم از کم ہفتہ میں پانچ دن اور ٹھنڈا پانی بند کر دو تازہ پانی پیو اگر ہو سکے تو نیم گرم پانی صحت مند رہو گی ہمیشہ ''

''سر آپ میٹھا کیوں نہیں کھاتے ؟'' فوزیہ نے بلال کی عادت پر اعتراض کیا۔

''تمہیں کس نے کہا میں میٹھا نہیں کھاتا بس میں چینی کا استعمال نہیں کرتا۔ میں شہد استعمال کرتا ہوں اور گڑ بھی کھاتا ہوں'' بلال اپنی پھیکی گرین ٹی ختم کر چکا تھا۔

''سر آپ گڑ کھاتے ہیں؟'' فوزیہ حیرت سے بولی جیسے گڑ نہ ہو زہر ہو۔

☆☆☆

''گڑ مہنگا ہو گیا اور چینی سستی......سیب سستے ملتے ہیں اور امرود مہنگے......مرغی سستی ہو گئی اور دالیں مہنگی...... چائے سب پیتے ہیں پھر بھی سستی اور لسی کوئی کوئی پیتا ہے پھر بھی مہنگی'' BG تبصرہ کر رہی تھی اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں پر اپنے بچپن کو یاد کرتے ہوئے ''میرے بچپن میں نوشی بی بی......! میرا دادا کتنا کتنا گڑ مفت دے دیتا ویلنے پر آئے لوگوں کو سب روپی کر بھی جاتے اور گڑ کھا کر بھی اور گنے بھی ساتھ لے جاتے''

''ویلنے پر آئے لوگ روپی کر جاتے بس پینے کی سمجھ آئی ہے باقی کچھ نہیں'' توشی نے BG کو دیکھ کر کہا۔

''ڈفر تم ہو اور کہتی مجھے رہتی ہو۔ بلال نے بتایا تو تھا ویلنا گنے کا رس نکالنے والی مشین جو بیلوں کی مدد سے چلتی ہے اور رو گنے کے رس کو کہتے ہیں'' نوشی نے اپنی ذہانت کا ثبوت پیش کیا۔

''یہ لو......اب حافظہ بھی ٹھیک ہو گیا ہے بلال کی محبت میں نوشی میڈم تم رات کو ڈنر تک بھول جاتی ہو، بریک فاسٹ میں کیا کھایا تھا'' توشی ابرو چڑھاتے ہوئے بولی۔

توشی نے BG کو بلایا تھا اپنے کمرے میں وہ BG سے شوہر کو قابو میں رکھنے کا راز جاننا چاہتی تھی مگر اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ BG سے کیا پوچھے اور کیسے بات شروع کرے۔

''BG آپ کو پتہ تو ہے نا...... ہماری شادیاں طے ہوگئی ہیں'' توشی نے رُک رُک کر پوچھا شرماتے ہوئے۔

''میرے سامنے تو دن رکھے تھے'' BG نے کچھ سوچ کر جواب دیا BG نے نوشی اور توشی کی طرف دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کر رہیں تھیں۔

''بیٹا سب کچھ بتاؤں گی ابھی تو دو مہینے پڑے ہیں'' BG سمجھ گئی وہ دونوں کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔

''آپ آج ہی بتا دیں ہمیں'' اِس بار نوشی نے بے قراری سے پوچھا۔ BG نے ہنستے ہوئے جواب دیا:

''نوشی بیٹی آپ تو نصیبوں والی ہو۔ بلال بیٹا تو بڑا سیانا ہے۔ بالکل ہمارے گاؤں کے بڑے میاں جی جیسا...... آپ اُس پر شک کبھی نہ کرنا اور لڑنا مت اُس کے ساتھ ایک بات اور اُس کے مرے ہوئے ماں باپ کی عزت کرنا ہمیشہ پھر دیکھنا وہ تمہیں رانی بنا کر رکھے گا کبھی تتی (گرم) ہوا بھی نہیں لگنے دے گا''

''یہ لو...... میں نے بلایا تھا آپ کو BG اور سارے مشورے اسے ہی دے رہی ہیں'' توشی مصنوعی ناراضی سے منہ بنا کر بولی۔

''توشی بیٹی تمہاری بات الگ ہے یہ جو خاندانی لوگ ہوتے ہیں شریکا برادری والے یہ مختلف ہوتے ہیں۔ خواہ ڈاکٹر ہی کیوں نہ بن جائیں...... آپ بٹ صاحب کو ایک بھوک لگنے نہ دینا اور دوسری بھوک ختم نہ کرنا'' BG نے مختصراً جواب دیا توشی کو جو کچھ زیادہ سننا چاہتی تھی نوشی کے مقابلے میں۔

''BG آپ بھی...... بلال کی طرح مشکل مشکل باتیں بتا رہی ہیں'' توشی نے بیزاری سے کہا۔

''توشی بیٹی یہ تو سیدھی سی بات ہے۔ میری ماں نے مجھے بتائی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے کھانے پینے کا خیال رکھنا مطلب بھوک لگنے نہ دینا۔

''اور وہ جو بھوک ختم نہ کرنا اُس کا کیا مطلب ہے'' توشی منہ بنا کر بولی۔ نوشی خاموشی سے BG اور توشی کو دیکھ رہی تھی۔''

''مطلب یہ کہ ہر وقت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ چمٹی مت رہنا تھوڑی دوری بنا کر رکھنا اس طرح مرد بھوکا رہتا ہے اور اُسے ہر وقت اپنی بیوی کا خیال رہتا ہے اور وہ اُس کی قدر بھی کرتا ہے اور عزت بھی'' BG نے ساری تشریح کر دی دونوں باتوں کی۔ توشی کو BG کی بات سمجھ آ گئی نوشی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی توشی یکا یک پھر سے فرمائشی انداز سے بول پڑی:

''BG کچھ اور بتاؤ نا''

''اور بتاؤں'' BG کے چہرے پر مسکراہٹ تھی ''تو سنو...... ڈاکٹر صاحب کو ہمیشہ بٹ صاحب کہنا اُن کا نام مت لینا اور اُن کی ماں کو آنٹی مت کہنا بلکہ جس طرح ڈاکٹر صاحب بلائیں اُس طرح بلانا اور ڈاکٹر صاحب کو اُن کے رشتے داروں کی موجودگی میں پلٹ کر جواب کبھی نہ دینا گھر آ کر بھلے دس سُنا لینا وہ تمہاری سُنے گا۔ محفل میں اُس کی ایک مانو گی تو

تنہائی میں وہ تمہاری دس مانے گا، توشی بیٹی یاد رکھنا میری باتوں کو پوری زندگی راج کروگی ڈاکٹر صاحب کے دل پر''

''BG مجھے بھی راج کرنا ہے بلال کے دل پر میں بھی اِن باتوں پرعمل کروں کیا'' نوشی بھولی صورت بنا کر بولی۔

''نہ نہ نوشی بیٹی آپ تو پہلے ہی سے رانی ہو۔ یہ تو توشی کو اُس خاندان میں اپنی جگہ بنانی ہے اِس لیے اُسے یہ باتیں بتارہی ہوں۔ بلال کا خاندان تو تمہارے ساتھ سے شروع ہوگا اور یہ ساری باتیں تو اکھڑ مردوں کو قابو کرنے والی ہیں۔ بلال تو درویش ہے۔ بالکل سیدھا سادھا شریف آدمی ...... اچھا میں چلتی ہوں کچن میں بہت کام باقی ہے۔ SMS کا م چور موبائل پر گانے سُن رہا ہوگا'' BG یہ کہہ کر کمرے سے چلی گئی۔

''میں تو BG کو اینویں ہی سمجھتی تھی یہ تو بڑے کام کی باتیں جانتی ہیں'' توشی BG کے جانے کے بعد بولی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو'' نوشی نے تائید کی۔

☆☆☆

''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ خان صاحب'' جمال رندھاوا نے گل شیر خان کی کسی بات کی تصدیق کی جو کہ سیالکوٹ کی طرف جاتے ہوئے گوجرانوالہ شہر سے گزر رہے تھے بلیک مرسڈیز میں پچھلی سیٹ پر جمال بیٹھا ہوا تھا اور آگے ڈرائیور کے ساتھ گل شیر بیٹھا تھا۔

''شکر ہے خدا کا بچیوں کے رشتے طے ہوگئے اب میں شادی تک یہی رہوں گا آپ اپنا اور حسیب خان کا پاسپورٹ بنوالیں اب اگر جانا پڑا امریکہ یا یورپ تو آپ باپ بیٹا جائیں گے'' جمال نے گل شیر سے کہا، گاڑی اب چھچھر والی نہر کے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھی۔ کافی دیر گاڑی میں خاموشی رہی۔ اب وہ ڈسکہ کی طرف جارہے تھے۔

''ویسے آپ نے اچھا کیا میرے آنے سے پہلے ہی ڈاکٹر محسن کا پتہ کروالیا تھا'' جمال رندھاوا نے گل شیر کی تعریف کی گل شیر نے جس دن توشی کو پہلی دفعہ دیکھا تھا محسن کے ساتھ اُس نے اُسی دن سے چھان بین شروع کردی تھی جب اُسے پتہ چلا کہ محسن دوست ہے بلال کا تو وہ مطمئن ہوگیا تھا۔

''رندھاوا صاحب نام تو میرا گل شیر ہے مگر یہ خوبیاں بلال بیٹا میں ہیں۔ وہ گل یعنی پھول کی طرح نرم ہے بات کرتا ہے تو اُس کی باتوں سے خوشبو آتا ہے۔ گل کی طرح حسین ہے۔ اندر باہر سے اور شیر کی طرح بہادر بھی ہے۔ ہم تو اُس کا دلیری دیکھ کر بہت متاثر ہوا اُس دن وہ MNA کے گھر میں جا کر ایسے دلیری سے بات کیا ہم خوش ہوگیا تھا''

گل شیر خان اُردو بول رہا تھا آہستہ آہستہ پشتو کے انداز میں بالکل پختونوں کی طرح جمال نے گل شیر کی بات سُن کر اپنے گلے کی ٹائی سیدھی کی بلال کی تعریف سُن کر اُن کی آنکھوں میں چمک آگئی تھی۔

''رندھاوا صاحب ایک بات اور ہے میرا فرض ہے آپ کو بتانا اس لیے بتا رہا ہوں وہ اپنا شعیب بیٹا کا اُٹھنا بیٹھنا غلط لوگوں کے ساتھ ہے'' گل شیر احتیاط سے بات کررہا تھا۔

''خان صاحب آپ کھل کر بات کرو میں سنوں گا۔ مجھے آپ پر اعتماد ہے آپ کوئی غلط بات نہیں کرتے جب تک اُس کی مکمل چھان بین نہ کرلیں'' جمال رندھاوا نے گل شیر کو اعتماد دیا۔

''رندھاوا صاحب شعیب بیٹا شراب اور چرس پیتا ہے۔ کرکٹ کے میچوں پر جواء بھی لگاتا ہے اور بہت ساری لڑکیوں سے دوستی بھی ہے'' گل شیر نے ساری رپورٹ دی۔

''آپ نے ناہید کو بتایا؟'' جمال رندھاوا نے پوچھا فکر مندی سے۔

''جی وہ......بیگم صاحبہ کو خبر ہے'' گل شیر خان نے دُکھی انداز سے جواب دیا۔

جمال رندھاوا سن کر دُکھی ہو گیا اور اپنی نظریں گاڑی سے باہر جما دیں جہاں سڑک کے دونوں اطراف گندم کی فصل کے چھوٹے چھوٹے پودے زمین کے وشال سینے پر سجے ہوئے تھے۔ وہ گندم جس کو کھانے کے بعد ہی سے دنیا سجی اور جسے کھائے بغیر گزارا بھی نہیں۔

☆☆☆

''بھوک زندہ رہتی ہے تو خواہش خود بخود مر جائے گی۔ خواہش کو مارنا ہی فقیری کا نام ہے ادھر آپ کی خواہش فوت ہوئی اُدھر فقیری زندہ ہو جاتی ہے''

''بابا جی......! میں سمجھا نہیں پلیز سمجھائیں'' عادل بے چینی سے بولا۔

''عادل بیٹا......! بات تو آسان سی ہے۔ کھاؤ صرف زندگی کو بچانے کے لیے انسان کی خواہش ہوتی ہے یہ بھی کھالوں وہ بھی کھالوں بھوک نہیں ہوتی، زیادہ کھانا بھوک کو مارتا ہے اور خواہش کو زندہ رکھتا ہے اور کم کھانا بھوک کو زندہ رکھنا اور خواہش کو مارنے کا نام ہے۔

یاد رکھو بھوک ہی طاقت ہے جسمانی بھی اور روحانی بھی......ایک مسلمان میں نیکی کرنے کی بھوک ہونی چاہیے''

''بابا جی......! میں بلال بھائی جیسا بننا چاہتا ہوں'' عادل نے سنجیدگی سے بابا جمعہ کو کہا، کل تک عادل عقیل تنقید کرتا تھا بلال احمد پر آج اُس جیسا بننا چاہتا تھا۔

''سنجیدہ بھی اور خوش اخلاق بھی باہر سے دیکھو تو جنٹلمین اور اندر جھانکو تو مومن، مسکراتا چہرہ اور نرم زبان، رحم کرنے والا دل اور عطا کرنے والا ہاتھ یہ ساری خوبیاں ہیں بلال بھائی میں'' عادل بلال کی تعریف کر رہا تھا۔ بابا جمعہ تکلیف کے باوجود پورے چہرے سے مسکرائے۔ بابا جمعہ بہت خوش ہوئے عادل کی بات سُن کر۔

''عادل بیٹا......! تم نے لاعلمی میں آگے پیچھے نبی پاک ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم بیان کر دیا الفاظ آگے پیچھے تھے تمہارا مفہوم ٹھیک تھا۔

آقا کریم ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے اہل جنت کی چار نشانیاں ہیں......

مسکراتا ہوا چہرہ......نرم زبان......رحم کرنے والا دل......اور عطا کرنے والا ہاتھ......

ایک دوسری حدیث کا مفہوم ہے دین کا خلاصہ ہے:

''اپنی زبان کو قابو میں رکھو''

بابا جمعہ نے کھانستے ہوئے جواب دیا اِس دوران بلال وہاں آ گیا اُس نے بابا جمعہ کا چہرہ دیکھا تو پریشان ہو گیا جس پر تکلیف واضح نظر آ رہی تھی اُس نے آ کر بابا جمعہ کی پیشانی کو ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا بابا جی کو تیز بخار تھا۔

''آپ بھی بابا جی کمال کرتے ہیں، بخار میں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں'' بلال فکر مندی سے بولا

اُس نے بابا جمعہ کو سہارے سے اُٹھایا اور اپنی گاڑی میں بٹھا دیا۔ اُس نے اقبال کو کہا بابا جی کا سارا سامان سنبھال لے اقبال کو فون کرنے کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھا۔ عادل اُس کی ٹینشن دیکھ رہا تھا لیکن بلال کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ عادل کے لیے جو پچھلے تین گھنٹے سے بابا جی کے ساتھ تھا وہ بابا جی کی تکلیف کو دیکھ ہی نہ سکا اور بلال ایک نظر میں جان گیا عادل احساس شرمندگی میں مبتلا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ڈیفنس میں واقع ایک پرائیویٹ ہاسپٹل میں تھے۔ عادل بھی اپنی گاڑی پر بلال کے پیچھے ہاسپٹل پہنچا تھا۔

ڈاکٹر نے بلال کو بتایا: ''ابھی تو بخار کی سمجھ آ رہی ہے باقی کل شام تک اِن کی رپورٹس آنے کے بعد پتہ چلے گا۔ ساری رپورٹس آ جائیں پھر دیکھتے ہیں...... بٹ یو ڈونٹ وری'' ڈاکٹر نے بلال کو تسلی دی۔ ''آپ گھر جا سکتے ہیں۔ رپورٹس دیکھ کر اگر ضرورت پڑی تو انہیں ایڈمٹ کر لیں گے''

بلال بابا جمعہ کو اُن کے گھر لے آیا۔ عادل بھی ساتھ تھا۔ بابا جمعہ کو پلنگ پر لٹانے کے بعد بلال نے پوچھا:

''بابا جی کیا کھائیں گے آپ؟'' تھوڑی دیر بعد اقبال بھی وہاں پہنچ گیا۔ وہ عادل سے مسلسل رابطے میں تھا۔

''اقبال بیٹا کیا پکایا ہے گھر پر'' بابا جمعہ نے رُک رُک کر اقبال سے پوچھا۔

''میں سیدھا یہاں آیا ہوں گھر نہیں گیا'' اقبال نے جواب دیا۔

''بیٹا مہمان آئے ہیں گھر سے کھانا لے آؤ، بلال بیٹا مجھے وضو کرواؤ مغرب بھی قضا ہوگئی ہے۔ عشاء تو ادا پڑھ لوں'' بلال نے چولہے پر پانی گرم کیا اور بابا جمعہ کو وضو کروایا اب اُن کا بخار کافی ہلکا ہوگیا تھا اور وہ خود اُٹھ کر بغیر سہارے کے غسل خانہ تک گئے تھے۔

بابا جمعہ نے گھر پر ہی نماز ادا کی بلال اور عادل گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھ کر آ چکے تھے۔ کچھ دیر بعد اقبال اور ایک چھوٹا لڑکا عمر 11 یا 12 سال کھانا لے کر آ گئے تھے وہ بچہ اقبال کا بڑا پوتا تھا۔ دیسی گھی میں دیسی مرغا جس میں سرخ مرچ کی رنگت واضح نظر آ رہی تھی سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے تھے۔ ساتھ میں پودینہ، ہری مرچ اور دھنیے کی چٹنی گرم گرم چپاتیوں کے ساتھ عادل کو کھانا کھاتے ہوئے جنوری کی سردی میں بھی پسینہ آ گیا تھا۔ وجہ یہ تھی سالن میں مرچ بہت زیادہ تھی۔ اِس کے باوجود سب سے زیادہ عادل ہی نے کھایا بابا جمعہ نے آدھی چپاتی کھائی۔

''اقبال بھائی......! میں نے اتنا TASTY چکن اپنی پوری زندگی میں نہیں کھایا مگر'' عادل نے کہا۔

''مرچ بہت زیادہ تھی'' اقبال نے بات کاٹتے ہوئے بات مکمل کی۔

''اِس کی ریسپی بتائیں گے؟'' عادل نے پوچھا

''کیا بتائیں گے......؟'' اقبال نے سوال دہرایا اُسے عادل کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

''اقبال بھائی پکانے کا طریقہ پوچھ رہا ہے عادل'' بلال نے Translator کا رول ادا کیا۔

''پکانے کا طریقہ گھر کے دیسی گھی میں گھر کا دیسی مرغا، نمک ڈالا، سلونٹا اور لوڑھی پر پسی ہوئی بھگار والی لال

مرچ ڈالی اور چڑھا دی چولہے پر سیدھا سا طریقہ ہے پکانے کا'' اقبال نے سینہ تن کر جواب دیا اتنے بڑے اور مشہور آدمی کا بیٹا اُس کے کھانے کی تعریف کے ساتھ ساتھ طریقہ بھی پوچھ رہا تھا۔ اِس بار عادل اقبال کی بات سمجھ نہیں پایا۔ بابا جمعہ جو کہ اپنے پلنگ پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے عادل اور اقبال کی باتوں سے محظوظ ہو رہے تھے۔

بلال کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔ ایک انتہائی پڑھا لکھا آدمی ایک انگوٹھا چھاپ سے کیسے بات کرتا ہے۔ بلال یہ دیکھ رہا تھا۔ عادل کی کوشش تھی کہ وہ اقبال سے عام فہم اور سادہ الفاظ میں بات کرے اور اقبال نے سارے مشکل الفاظ اکٹھے کر لیے اپنے دماغ میں عادل سے بات کرنے کے لیے پھر بھی SPOKE PERSON کی ضرورت پیش آ رہی تھی جو ڈیوٹی بلال ادا کر رہا تھا۔

''سلونٹا، لوڑھی، بھگار والی مرچ'' عادل نے اقبال کے الفاظ منہ میں دھرائے۔

''RED CHILLI GRILLED IN STONE'' بلال نے پھر سے عادل کی مشکل آسان کی

''عادل صاحب سلونٹا اُس پتھر کو کہتے ہیں جس پر ثابت سرخ مرچ پیسی جاتی ہے اور لوڑھی اُس گول پتھر کو کہتے ہیں جس سے پیستے ہیں یا رگڑتے ہیں اور بھگار تو عام بولا جانے والا لفظ ہے جو پرانے میواتی تھے وہ ہاتھ سے ثابت سرخ مرچ سلونٹا اور لوڑھی پر پانی ڈال کر رگڑتے تھے پھر اُس کو کھانے میں ڈالتے تھے۔ اب یہ رواج کم ہو گیا ہے نئی نسل اتنی مشقت میں نہیں پڑتی'' بلال نے ساری تفصیل پھر سے بتائی۔

''بلال بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میری بہو بھی نہیں کرتی ہاں میری گھر والی جب بھی ہانڈی پکاتی ہے تو وہ اپنے ہاتھ ہی سے مرچ رگڑ کر ڈالتی ہے ہانڈی میں'' اقبال نے جلدی سے کہا جیسے بلال نے اُس کے دل کی بات بولی ہو۔

بلال نے بابا جمعہ کو دوائی کھلائی اور اُس کے بعد بابا جی کی فرمائش پر اپنے ہاتھ کی گڑ والی چائے خالص دودھ ڈال کر بنائی۔

''اقبال بیٹا چائے بنانا سیکھو بلال سے'' بابا جمعہ نے اقبال سے مذاق کیا اب بابا جمعہ کی طبیعت کافی بہتر تھی، جو کہ اُن کے چہرے سے نظر آ رہا تھا۔ عادل کو بھی بلال کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے بہت پسند آئی۔

''عادل بیٹا کسی دن بلال کے اسکول ضرور جانا میں نے ہی افتتاح کیا تھا۔ کیوں اقبال یاد ہے؟''

''جی بابا جی'' اقبال نے عقیدت سے جواب دیا۔

''عادل بیٹا تمہیں پتہ ہے ہمارے تعلیمی نظام میں خرابی کیا ہے؟'' عادل نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''خرابی یہ ہے کہ ہم نے سائنس اور قرآن کو الگ الگ کر دیا ہے ...... دینی مدرسوں میں صرف شرعی علوم پڑھائے جاتے ہیں اور ہمارے اسکولوں میں صرف دنیاوی علوم پڑھائے جاتے ہیں......

مدرسے کے عالم فاضل کو سائنس کی خبر نہیں اور آج کے پڑھے لکھے کو دین کی خبر نہیں...... حد تو یہ ہے کہ ایک عالم فاضل کو یہ پتہ نہیں ہوتا $H2^{O}$ کا کیا مطلب ہے...... اور آج کے پڑھے لکھوں کو وضو اور غسل کے فرائض کا علم نہیں ہوتا، غسل اور وضو کرنا نہیں آتا اللہ میرے بیٹے کی مدد کرے جس کے اسکول میں قرآن بھی پڑھایا جاتا ہے اور سائنس بھی یہاں کے پڑھے بچے عالم فاضل بھی ہوں گے اور وہی بچے سائنس دان بھی ہوں گے۔

بیٹا شرعی علوم کو اور سائنسی علوم کو اکٹھا کر کے ہی ہم ترقی کر سکتے ہیں بس ایک ایسی نسل تیار ہو جائے تو پھر منزل قریب ہے۔ ہم نے محبت کے رستے پر چل کر علم تلاش کرنا ہے اور ہماری منزل اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا ہونی چاہیے پھر سب کو انصاف بھی ملے گا ترقی اور خوشحالی بھی ہو گی''

بابا جمعہ اب ٹھیک تھے۔ بلال نے اُن کو غور سے دیکھا دس بج گئے تھے۔ باتوں باتوں میں ''آپ لوگ اب جاؤ'' بابا جمعہ نے حکم دیا سب جانے کے لیے تیار ہو گئے ''اقبال بیٹا جاؤ صبح فجر کے وقت مسجد میں ملاقات ہو گی اقبال بیٹا کھانے کا شکریہ'' سب سے پہلے اقبال نے بابا جمعہ سے اجازت لی اور چلا گیا۔ اُس کے بعد عادل اور بلال جانے کے لیے نکلے۔ ابھی وہ کمرے کے دروازے پر ہی تھے کہ بابا جمعہ نے آواز دے دی:

''عادل بیٹا رکو'' عادل واپس آ گیا بلال گھر کے بیرونی دروازے سے پھر واپس پلٹ آیا جب وہ واپس کمرے میں آیا تو عادل بابا جمعہ کے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بابا جمعہ پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ بلال آگے بڑھا اور بابا جمعہ کے گلے لگ گیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ بلال صاحب! اللہ کا شکر ہے تم بے فکر ہو کر جاؤ'' بابا جمعہ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں بلال کا چہرہ لیتے ہوئے اُس کی پیشانی چوم لی عادل کو یاد آیا مسجد میں اُس دن اِسی طرح بابا جمعہ نے عادل کی پیشانی بھی چومی تھی۔

بلال نے کمرے سے واپس جاتے ہوئے داخلی دروازے سے مڑ کر ایک بار پھر بابا جمعہ کو عقیدت سے دیکھا اور وہاں سے چلا گیا۔

عادل مزید آدھ گھنٹہ بابا جمعہ کے پاس بیٹھا پھر اُسے بھی جانے کا حکم مل گیا۔

''عادل بیٹا باہر کا دروازہ بند کر دینا میں بعد میں کنڈی لگا لوں گا'' بابا جمعہ نے عادل کو کہا۔

''ٹھیک ہے بابا جی کل جمعہ ہے میں افطاری کا سامان گھر سے تیار کروا کر لاؤں گا ہم روزہ اکٹھے کھولیں گے اچھا اللہ حافظ!'' عادل نے جاتے ہوئے عقیدت سے کہا۔

☆☆☆

''ڈاکٹر ہاجرہ نے کمرے کی لائٹ ON کی تو اُن کی نظر عظمی پر پڑی جو ایزی چیئر پر لیٹی ہوئی تھی۔

''یہ کیا حال بنا رکھا ہے، مجھے MAID نے بتایا تم نے دو دن سے کھانا بھی صحیح طرح سے نہیں کھایا، کیا بات ہے جانی؟'' ہاجرہ نے عظمی کو اُٹھا کر گلے لگایا اُس کے گالوں پر پیار کیا اور عظمی کے بکھرے ہوئے کالے سیاہ گیسو گالوں سے اُٹھا کر پیچھے کی طرف کر دیئے۔

''ایسے ہی لیٹی ہوئی تھی اتنی سردی ہے۔ دو دن شادی کے دوران بھی مجھے تمہارا ہی خیال رہ رہ کر آ رہا تھا۔ بخار تو نہیں ہے BP چیک کرتی ہوں''

''آنی میں ٹھیک ہوں آپ کیوں فکر کرتی ہیں'' عظمی نے بازو پکڑ کر ہاجرہ کو بٹھا لیا تھا اپنے سامنے صوفہ پر۔

''پروفیسر صاحب کا فیملی فنکشن نہ ہوتا تو میں میانوالی دو دن کے لیے کبھی نہ جاتی تمہیں چھوڑ کر............'' ڈاکٹر

ہاجرہ نے جانے کی وضاحت پیش کی۔

''اِٹس او کے آنی آپ کیوں ٹینشن لے رہی ہیں۔ابھی ڈنر کرتی ہوں تو پھر دیکھیے گا''

ہاجرہ نیازی نے زیرک خاتون کی طرح عظمی کو دیکھا جانچی نگاہوں کے ساتھ۔

''کیا دیکھ رہیں ہیں آنی؟''عظمی نے پوچھا۔

''دیکھ رہی ہوں کہ اب تم ڈپریشن میں بھی RELAX نظر آتی ہو۔ یہ سب بلال کی وجہ سے ہوا ہے۔کیا بلال سے جھگڑا ہوا ہے؟''

''جھگڑا......جھگڑا ہی تو وہ نہیں کرتا، بس دیکھتا رہتا ہے آپ کے اندر بالکل ایکسرے مشین کی طرح سب کچھ وہ دیکھ لیتا ہے، سوائے میرے دل کے آنی اُسے دل کی دھڑکن سنائی نہیں دیتی''

''حیرت ہے تم ایک ڈاکٹر ہوکر یہ دقیانوسی باتیں کررہی ہو''

''آنی آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی اپنے دل سے کہا تھا ویری فنی''عظمی کی آواز نے بلال کی محبت کا چولا پہنا ہوا تھا اور اُس کا اَنگ اَنگ بلال کے رنگ میں رنگا جاچکا تھا۔

''آنی میں نے اُسے پرپوز کردیا تھا اُس دن اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا، حیا کی نظروں سے میرے اندر تک میرے جسم سے آگے میری روح کو آنی آپ کو پتہ ہے اِن سالوں میں اتنی ملاقاتوں کے دوران اُس نے مجھے غلطی سے بھی نہیں چُھوا پھر بھی اُس کے ہاتھوں کا لمس میں اپنے پورے جسم پر محسوس کرتی ہوں اور اُس کی سانسوں کی مہک اپنے ہونٹوں پر محسوس کرتی ہوں......اور اُس کے جسم کی خوشبو سے میرا روم روم معطر ہوگیا ہے''

''کم آن عظمی یہ ابنارمل باتیں مت کرو جانی آئی ایم شاکڈ......تم بلال کے مشاہدے کو درست اور میرے تجربے کو غلط ثابت کررہی ہو چلو اٹھو اور فریش ہوکر آؤ میں ڈنر کا کہتی ہوں''عظمی اُٹھی اور واش روم میں چلی گئی ہاجرہ بھی وہاں سے چلی گئی تھوڑی دیر بعد ہاجرہ کمرے میں داخل ہوئی تو اُس کے پیچھے کھانے کی ٹرالی بھی تھی جو ملازم لے کر آیا تھا۔

''آپ جاؤ ضرورت ہوئی تو آپ کو بلالوں گی''اُس نے ملازم سے کہا تھا۔عظمی نے کھانا ایسے کھایا جیسے پچھلے دو دن سے کچھ نہ کھایا ہو۔کھانے سے فارغ ہوکر وہ ہاتھ دھوکر آچکی تھی۔اب وہ پہلے والی عظمی لگ رہی تھی جو تخیل کی دنیا سے باہر آچکی تھی۔

''کس کا مشاہدہ اور کس کا تجربہ؟''عظمی نے مسکرا کر پوچھا تھا۔وہ ہاجرہ کی آخری کہی ہوئی بات بھولی نہیں تھی۔

''یااللہ تیرا شکر ہے میں تو ڈر گئی تھی کہیں تم نروس بریک ڈاؤن نہ کرجاؤ''ہاجرہ مسکرا کے بولی۔

''وہ مشاہدہ اور تجربہ''عظمی نے پھر سے اپنا سوال یاد کرایا ہاجرہ کو۔

''تقریباً دو ڈھائی سال پہلے جب بلال سے تمہاری پہلی ملاقات ہوئی اُس دن جب تم گھر لوٹی تو خوش تھی پھر تم نے سنڈے کو بھی ہاسپٹل جانا شروع کردیا۔دوسری ملاقات کے بعد تم میں کچھ اور تبدیلی آئی تیسرے سنڈے تم نے مجھے رات ڈنر کرتے ہوئے پوچھا آنی سنڈے پرسوں آئے گا۔اُس دن بھی سنڈے ہی تھا اور تم بلال سے مل کر ہی آئی تھی تب مجھے تجسس ہوا تمہاری طرح مجھے بھی سنڈے کا انتظار تھا۔چوتھے سنڈے میں نے تمہارا پیچھا کیا۔

یہ تو بلال ہے جب میں نے تمہیں بلال کے ساتھ دیکھا تو خوشی سے دل میں کہا۔ میں بلال کو اُس کے بچپن سے جانتی ہوں۔ میں مطمئن ہوگئی اگلے دن یعنی پیر کو میں اُس کے اسکول چلی گئی اُس نے مجھے دو پہر کا کھانا کھلایا اور خود نہیں کھایا میرے پوچھنے پر مجھے خبر ہوئی بلال کا روزہ ہے۔ تب میں نے اُس سے ریکوسٹ کی تھی۔ بلال بیٹا عظمی کو تھوڑا وقت دیا کرو اُسے تمہاری توجہ کی ضرورت ہے تمہاری تھوڑی سی توجہ سے میری بچی بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔

بلال بولا: ''خالہ جی میری توجہ سے وہ ٹھیک تو ہو جائے گی مگر توجہ کا پانی اُس کے محبت کے ننھے پودے کو زیادہ سیراب کرے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک مضبوط درخت کی شکل اختیار کر لے گا''

''ایسا نہیں ہوگا جب تم اُسے یہ بتاؤ گے کہ تم بچپن سے منسوب ہو نسیم سے'' میں نے کہا تھا۔

''میں نے اُس کی نظر میں پہلی ہی ملاقات میں وہ محبت دیکھی تھی جو ایک لڑکی کو ہوتی ہے مخالف جنس سے خالہ جی یہ میرا مشاہدہ ہے'' بلال نے جواب دیا۔

''بلال بیٹا تمہارا مشاہدہ غلط ہے۔ عورت اپنی محبت میں شراکت نہیں برداشت کر سکتی یہ میرا تجربہ ہے'' میں نے بلال کو سمجھایا تھا۔

''خالہ جی......! آپ بڑی ہو۔ میں آپ کے تجربے کو چیلنج نہیں کر رہا ہوں مگر مجھے خدشہ ہے کل کو وہ اُسی ڈپریشن میں واپس نہ چلی جائے جس سے آج ہم اُسے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں''

''ایسا کبھی نہیں ہوگا ان شاء اللہ'' میں نے بلال کو جواب دیا تھا۔

ہاجرہ ماضی کے کواڑ بند کر کے حال میں بیٹھی ہوئی تھی اور کُھلی آنکھوں سے مستقبل کے دریچوں سے آگے دیکھنا چاہتی تھیں اور عظمی اپنی آنی کو دیکھ رہی تھی۔ عظمی کے کلی جیسے ہونٹوں پر ننھی سی مسکراہٹ اُبھری وہ اپنی خالہ کے گلے لگی پیار سے۔

''ان شا اللہ ایسا کبھی نہیں ہوگا آنی میں آپ کے تجربے کو سچ ثابت کروں گی'' عظمی کا سر اپنی خالہ کے کندھے پر تھا اور اُس کا دل بلال کی یاد میں۔

(مسٹر بلال تمہاری انہیں باتوں پر تو میں مرمٹی ہوں) اُس نے دل میں کہا۔

☆☆☆

''تم اُس پر مرمٹی ہو اور تم نے جیتے جی مجھے مار دیا ہے آخر میں تمہاری ماں ہوں، کیا میرا اتنا بھی حق نہیں تھا کہ تم ایک بار مجھ سے پوچھ لیتی......تم نے اتنا بڑا فیصلہ اکیلے ہی کر لیا۔ مجھے تو تم پر مان تھا میری جان مگر تم......تمہیں شادی کرنی تھی تو مجھے بتاتی اِس شہر کے اچھے سے اچھے خاندانوں کے رشتے تمہاری ایک ہاں کے منتظر تھے۔ میں تمہاری شادی ایسی دھوم دھام سے کرتی کہ دنیا دیکھتی۔

ہمارے ٹکڑوں پر پلنے والا فقرا...اُس سے نکاح کر رہی ہو...وہ بھی مسجد میں...واہ تمھارا انتخاب۔ ولیمہ کی دعوت میں کھجوریں اور دودھ دے گا...ہے نا جہالت کی انتہا''

ناہید نے اپنے بیڈ روم میں رو رو کر ایک طوفان برپا کیا ہوا تھا، نوشی اور شعیب خاموش بیٹھے ہوئے تھے اُس کے

سامنے شعیب اُٹھا اور اپنی ماں کو سنبھالا۔

''چھوڑیں ماما......! آپ کی باتوں کا اِس پر کوئی اثر نہیں ہوگا اِسے بلال نے تعویذ پلا دیے ہیں اُس بڑھے موچی سے لاکر''

''ٹھیک کہتے ہو تم بُت بنی بیٹھی ہے ماں کے آنسو بھی نظر نہیں آتے اِس کو......''

ناہید نے مگر مچھ کے آنسو بہاتے ہوئے ایک بار پھر کہا نوشی کی طرف دیکھ کر نوشی اُٹھی اور اپنی ماں کے گلے لگ گئی۔

''سوری ماما......! آپ ٹھیک کہتی ہو۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی پلیز آپ مجھے معاف کر دو SORRY آئندہ ہر کام آپ سے پوچھ کر کروں گی پلیز ماما معاف کر دیں''

''چلو ٹھیک ہے مجھے چھوڑ و تو سہی'' ناہید نے اپنے ساتھ چمٹی نوشی کو پیچھے ہٹایا ''بیٹھ جاؤ میرے پاس'' فوراً ہی ناہید کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔

''ماما آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہے بلال کے متعلق وہ تو بہت اچھا ہے اور مجھ سے محبت بھی بہت کرتا ہے'' نوشی ناہید کی طرف دیکھ کر بولی۔

''محبت......اور تم سے...... یہ تمہاری بُھول ہے......محبت تو اُسے ہے مگر تم سے نہیں وہ تمہاری دولت سے محبت کرتا ہے......اور اُس کو تم سے محبت ہوتی تو......وہ تمہاری مرضی سے شادی کرتا......ساری شرطیں تو اُس نے اپنی رکھی ہیں نکاح مسجد میں ولیمہ وہ کر نہیں رہا بھلا یہ بھی کوئی ولیمہ ہوا کھجوریں اور دودھ حق مہر وہ شرعی رکھے گا......ان سب باتوں میں تو تمہاری محبت کہیں نظر نہیں آتی'' ناہید نے اپنے دل کی ساری باتیں نوشی سے کہہ دیں۔

''میں تو تب مانوں گی کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے جب وہ تمہاری شرطوں پر شادی کے لیے تیار ہوگا'' ناہید نے نئی چال چل دی۔

''کیسی شرطیں ماما؟'' نوشی نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی کہ نکاح مسجد میں نہیں ہوگا اور وہ ولیمہ کرے گا، کسی بڑے ہوٹل میں ہمارے سٹیٹس کے عین مطابق اور حق مہر میں وہ پلاٹ لکھے گا جو اُس نے ابھی ابھی خریدا ہے''

''مگر ماما اُس نے مجھ سے پوچھ کر فیصلہ کیا تھا۔'' نوشی نے پریشانی سے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے...... مجھے بھی تو پتہ چلے کہ وہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے شعیب تم دیکھ لینا اُس نے صرف محبت کے دعوے ہی کیے ہیں، نوشی کے ساتھ بس خالی اظہار محبت ثبوت کوئی نہیں دیا محبت کا'' ناہید شعیب کی طرف دیکھ کر بولی ایک آنکھ کا ابرو اوپر کو چڑھاتے ہوئے۔

''ماما نہ تو اس نے کبھی اپنی محبت کا اظہار کیا ہے، میرے ساتھ اور نہ ہی کبھی کوئی دعوے کیے ہیں'' نوشی سادگی سے بولی۔

''سن لو شعیب اور یہ مری جا رہی ہے اُس کی محبت میں۔ نوشی......! میری ایک بات یاد رکھنا اُس کی زندگی میں

کوئی اور لڑکی ہے۔ یہ میں بہت جلد ثابت کر دوں گی اور وہ ایک بد کردار لڑکا ہے میری بات یاد رکھنا'' ناہید نے شک کا بیج پھر مکاری سے بو دیا۔

رات کے 12 بج رہے تھے جب وہ اپنے کمرے میں واپس لوٹی اور اُس کے کانوں میں اپنی ماں کے الفاظ گونج رہے تھے کہ وہ بد کردار ہے اور اُس کی زندگی میں کوئی اور لڑکی بھی ہے توشی مزے سے سو رہی تھی، وہ ٹیرس پر گئی بلال کے روم کی لائٹیں آف تھیں۔

وہ آ کے توشی کے پہلو میں لیٹ گئی۔

وہ بد کردار ہے اور اُس کی زندگی میں کوئی اور لڑکی ہے اب بھی اُس کے کانوں میں آواز آ رہی تھی۔

''عظمی کے علاوہ بھی کوئی اور ہے'' اُس نے خود کلامی کی ...... نوشی اپنے بیڈ پر سیدھی لیٹی ہوئی تھی یقین اور بے یقینی کے درمیان بحث جاری تھی۔

☆☆☆

بلال فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے لوٹا تو اُس کا موبائل مسلسل صدا لگا رہا تھا، کہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے تم سے۔

''جی اقبال بھائی ......؟'' بلال کال رسیو کرنے کے بعد بولا تھا۔ دوسری طرف سے اقبال کے رونے کی آواز بلال کے کانوں میں پڑی رونے کے ساتھ ساتھ اقبال کے منہ سے صرف ایک جملہ نکلا اور کال کٹ گئی اقبال کا ایک جملہ سننے کے بعد وہ کچھ اور سُننے کا متحمل نہیں تھا۔ اس لیے اُس نے اقبال کو دوبارہ کال نہیں کی۔ بلال نے ایک اٹل حقیقت سُنی تھی جس سے اس کا سینہ چھلنی چھلنی ہو گیا تھا۔ بلال ذہنی خلفشار میں مبتلا تھا جس کی وجہ سے آنسو اُبل اُبل کر باہر آتے مگر پلکوں پر آ کر جم جاتے بلال جمے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنے کمرے سے نکلا اُسی لباس میں جو اُس نے پہنا ہوا تھا سفید شلوار قمیض اوپر کالی گرم چادر پاؤں میں بابا جمعہ کے ہاتھ کی بنی ہوئی کالی چمڑے کی پشاوری چپل وہ گاڑی میں بیٹھا اور گھر سے نکل گیا۔

بابا جمعہ کے گھر کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔ تنگ گلی اوپر سے ہجوم دھند نے اپنی چادر سے لاہور شہر کو ڈھانپا ہوا تھا اور کماہاں گاؤں کا یہ محلّہ غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے بلال گھر کے اندر داخل ہو پایا، صحن میں چلتے ہوئے بلال کے قدم ایسے لڑکھڑا رہے تھے جیسے کٹی ہوئی پتنگ ہو، جس پتنگ کا اُڑانے والا زندگی کی ڈور توڑ دے اور وہ پتنگ بے یار و مددگار ہوا کے رحم و کرم پر ہو یہاں گری کہ وہاں گری کہیں بجلی کی تاریں اور کہیں کانٹوں والے درخت یا پھر کسی کی چھت کہیں گندہ نالہ کہیں ڈنڈے پر خار دار تار لپیٹے ہوئے خانہ بدوش جو کٹی ہوئی پتنگ پر ایسے ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے جنگلی بھیڑیا اپنے شکار پر اِس سے پہلے یہ پتنگ کہیں اور گرتی اقبال نے بڑھ کر اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں تھام لیا۔

''بلال بھائی ......! بابا جی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے'' اقبال نے زور سے آواز لگائی بلال کے ساتھ لپٹتے ہوئے یہ ایسے ہی تھا کہ دو گرتی ہوئی دیواریں ایک دوسرے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو جائیں تھوڑی دیر کے لیے اتنے میں عادل عقیل آ کر اُن دونوں کے ساتھ لپٹ گیا۔

عادل سب سے آخر میں گیا تھا اور سب کے بعد آیا تھا۔ وہ بلک بلک کر رو رہا تھا نوزائیدہ بچے کی طرح اور اقبال

دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ بلال کی آنکھیں پتھرائی ہوئیں تھیں۔ بلال نے اُن دونوں کو سنبھالا اُنہیں دلاسہ دیا۔

محمد طفیل اور بریگیڈئر امان اللہ بھی موجود تھے، جو کہ بابا جمعہ کے پرانے عقیدت مند تھے۔ گھر اور گھر کے باہر جتنے لوگ تھے سب کی آنکھیں نم تھیں۔

''آپ سب رونا بند کریں اور میری بات سُنیں میں نے باباجی کی بہنوں کو خبر دے دی ہے اور اُن کی ٹکٹوں کا بندوبست بھی کر دیا ہے۔ باباجی کی بہنیں اور اِن کے بہنوئی ایک بجے تک پہنچ جائیں گے۔'' بریگیڈئر امان اللہ مخاطب تھے، بابا جمعہ کے چاہنے والوں سے بریگیڈئر امان اللہ نے بابا جمعہ کا کمرہ خالی کروالیا تھا، جس میں اُن کا جسد خاکی پڑا ہوا تھا۔ اب اُس کمرے میں بلال اقبال اور عادل تھا۔

''ایک بات اور... رونا اور آنسو نکل آنا فطری عمل ہے مگر خدا کے لیے یہ بین مت ڈالیں یہ واویلا نہ کریں یہ گناہ کبیرہ ہے بڑا سخت گناہ ہے بین ڈالنا اور آخری بات جنازے کا وقت تین بجے رکھا ہے نماز جمعہ کے بعد کماہاں گاؤں کے قبرستان میں باباجی کو دفن کیا جائے گا۔ آپ سب لوگوں سے میری پھر درخواست ہے۔ آپ یہ بین ڈالنا اور رونا دھونا بند کریں عورتیں اور بچے اپنے گھروں کو چلیں جائیں اور مرد حضرات گلی میں کھڑے نہ ہوں اندر بیٹھنے کی جگہ ہے وہاں بیٹھ جائیں'' امان اللہ کا تعلق بھی اِس گاؤں سے تھا اور وہ باباجی کے بچپن کے دوست تھے اور عقیدت مند بھی اب بریگیڈئر امان اللہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی میں رہتے تھے۔ بریگیڈئر صاحب نے کراچی میں اپنے ایک دوست کی ڈیوٹی لگائی تھی۔

''میرے عزیز ہیں، کراچی سے لاہور آنے والی پہلی فلائٹ میں اِن کو جتنی ٹکٹیں چاہئیں آپ لے کر دیں۔

دس افراد کراچی سے بائی ائیر لاہور آرہے تھے جن کی ٹکٹوں کی ادائیگی امان اللہ نے کی تھی۔ اِس کے علاوہ کفن دفن کا سارا خرچہ بھی بریگیڈئر امان اللہ نے اُٹھایا تھا۔

بابا جمعہ کو غسل دینے سے پہلے جب امان اللہ کمرے میں آئے تو صرف پانچ افراد تھے کمرے میں بریگیڈیئر امان اللہ، محمد طفیل، محمد اقبال، عادل عقیل اور بلال احمد، عادل نے ایک خط امان اللہ کو تھمایا جو خاکی لفافے میں بند تھا۔''

''یہ باباجی نے آپ کے لیے دیا تھا کل رات کو'' عادل عقیل نے لفافہ تھماتے ہوئے کہا۔

امان اللہ نے خط پڑھنا شروع کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز دوست امان اللہ......!!

امان اللہ تمہارے جیسے دوست ہوں زندگی میں تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ تم میرے ساتھ زندگی بھر ہمیشہ کھڑے رہے ہر موسم میں چاہے وہ خزاں ہو یا سخت گرمی......اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں اُن نیکیوں کا اجر عطا کرے۔ (آمین)

مجھے پتہ ہے میرے مرنے کے بعد تم کسی کو بھی ایک روپیہ خرچ نہیں کرنے دوگے اس لیے میں دو لاکھ روپیہ چھوڑ کر جا رہا ہوں یہ میری حق حلال کی کمائی ہے۔ اِسے رکھ لینا میری آخری خواہش سمجھ کر اگر زندگی میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو تو وہ بھی معاف کر دینا۔

تمہارا دوست جمعہ خاں میواتی

عادل نے ایک پیکٹ بریگیڈئر امان اللہ کو تھما دیا جس کے اندر لاکھ لاکھ کی دو کاپیاں تھیں ہزار ہزار کے نوٹوں کی
بریگیڈئر امان اللہ نے اپنے گرتے آنسوؤں کو رومال سے صاف کیا اور بولے ’’غسل دے دیں‘‘
’’بریگیڈئر صاحب ایک خط اور ہے بلال کے نام‘‘ عادل عقیل نے دوسرا لفافہ بلال کو دے دیا جس کے اوپر لکھا ہوا تھا بلال صاحب کے نام۔
’’بلال نے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ وہ خاکی لفافہ پکڑا جسے کھولنے کی ہمت اُس نے پیدا کی اور خط نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیٹا بلال احمد......!!
بلال بیٹا دنیا یہ سمجھتی تھی کہ تم مجھ سے سیکھنے آتے ہو۔ دراصل تم مجھے سکھا کر جاتے تھے۔ ہر دن کچھ نہ کچھ میری 66 سالہ زندگی میں آخری 16 سال تمہارے ساتھ گزرے اب میں سوچتا ہوں پہلے 50 سال تو میں نے ضائع کیے تھے۔
میں اپنے مرشد بابا سیلانی جتنی ہی تمہاری بھی عزت کرتا ہوں وجہ تم ضرور جاننا چاہو گے میرے مرشد نے دنیا چھوڑ کر مقام بنایا تھا اور تم نے دنیا میں رہ کر مقام بنایا ہے۔ میں دانشور تو نہیں ہوں مگر میں یہ سمجھتا ہوں اس ملک کو تمہارے جیسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔
میری ایک آخری خواہش ہے، مجھے غسل تم اپنے ہاتھوں سے دینا اور جنازہ بھی تم ہی پڑھانا اور مجھے قبر میں بھی تم ہی اُتارنا اپنے ہاتھوں سے اور ہاں آخری بات جس طرح اپنے ماں باپ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہو مجھے بھی یاد رکھنا اپنی دعاؤں میں کیونکہ میں نے 16 سال سے تمہیں ہی اپنا بیٹا سمجھا ہے۔
اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔

فقط تمہارا بابا جمعہ

بلال نے اختصار سے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ وہ خط بریگیڈئر امان اللہ کی طرف بڑھا دیا۔ امان اللہ نے وہ خط پڑھا ایک دفعہ پھر اُن کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنا شروع ہو گئے تھے۔ ’’تم ہو بلال احمد‘‘ خط پڑھنے کے بعد امان اللہ نے بلال کو گلے لگا لیا۔
’’اقبال......! باباجی کو غسل بلال صاحب دیں گے اور جنازہ بھی یہی پڑھائیں گے‘‘ امان اللہ نے ایک کمانڈر کی طرح آرڈر جاری کر دیئے تھے۔
بلال نے باباجی کو غسل دیا اور اُن کو کفن بھی خود پہنایا غسل دینے کے بعد ایک الگ طرح کی بحث چھڑ گئی:
’’کل کا چھورا وہ بھی داڑھی مُنا‘‘ ایک طرف کُھسر پھسر ہو رہی تھی۔ دوسری طرف سے آواز آئی:
’’کیا اسے نماز جنازہ بھی آتی ہے پتہ کرلو......‘‘
’’اب اتنے بڑے بڑے بزرگ اس لونڈے کے پیچھے نماز پڑھیں گے‘‘
’’ہی چھورا...... پر ہے کون؟‘‘ چند بوڑھے میواتی بول رہے تھے۔

''ہم ایسا کفر کبھی نہ ہونے دیں گے'' تیسری طرف سے چند میواتی نوجوان بول پڑے۔ اتنے میں کراچی سے لوگ آ گئے تھے ایک دفعہ پھر آہوں سسکیوں کی آوازیں بلند ہوئیں کچھ محلے کی عورتیں جیسے بین ڈالنے کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بابا جمعہ کی بہنیں آئیں تو اُن عورتوں نے بین ڈالنا شروع کر دیئے آدھ گھنٹہ یہ سلسلہ جاری رہا وجہ یہ تھی سارے مرد جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے گئے ہوئے تھے بجلی بھی نہیں تھی بابا جمعہ کی بہنوں نے اور اُن عورتوں نے رو رو کر اپنا بُرا حال کر لیا تھا۔ بین ڈال ڈال کر اُن کے گلے بھی بیٹھ گئے تھے۔

''دیکھو بھائیو......! جنازے کا وقت ہو گیا ہے۔ میں کافی دیر سے سُن رہا ہوں بلال کے بارے میں باتیں یہ بابا جمعہ کا خط ہے میرے ہاتھ میں اُن کی خواہش تھی کہ میرا جنازہ یہ بچہ پڑھائے یہ بابا جمعہ کا منہ بولا بیٹا ہے۔ بلال احمد اِسے نماز جنازہ آتی ہے اِس کی میں گواہی دیتا ہوں۔ میں آپ سے کسی مذہبی بحث میں نہیں اُلجھنا چاہتا مجھے نہیں پتہ ایک داڑھی منا نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں مگر آپ یہ سوچیں اس گاؤں کا سب سے نیک اور پارسا آدمی جس کے جنازے کے لیے ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں۔ یہ اُس کی آخری خواہش تھی...... بھائیو......! بابا جمعہ نے کچھ تو دیکھا ہو گا بلال احمد میں''

عوام کو امان اللہ کی بات سمجھ آ گئی اور بابا جمعہ کی تدفین ہو گئی بغیر کسی بدمزگی کے اُن کی خواہش کے عین مطابق بابا جمعہ نے جب اپنا مکان بیچا تھا تو اپنی بہنوں کو فون پر اطلاع کر دی تھی۔

انہوں نے بابا جمعہ کے فیصلہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ اِس مکان سے حاصل شدہ رقم کے بارے میں صرف عادل عقیل جانتا تھا۔ اُس نے بلال کو بھی ابھی اِس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ کل رات کو بلال اور اقبال کے جانے کے بعد جب عادل بابا جمعہ کے پاس اکیلا تھا۔ بابا جمعہ نے ایک بہت بڑی لکڑی کی بنی ہوئی الماری کھولی جو سکھ سردار جی غدر کے وقت چھوڑ کر گئے تھے وہ الماری بہت مضبوط تھی جس کے اوپر ایک بہت بڑا مضبوط تالا لگا ہوا تھا۔ اُس کے اندر سے دو خط اور ایک پیکٹ کالے شاپر بیگ والا انہوں نے عادل کے حوالے کیا۔

''عادل بیٹا......! یہ رکھو ایک خط امان اللہ کو دے دینا اور دوسرا بلال کو اور اس میں دو لاکھ روپیہ ہے یہ بریگیڈئر امان اللہ کو دے دینا بلال بہت اکیلا ہے اس کا ہمیشہ ساتھ دینا......اور یہ جوتا میں نے تمہارے لیے بنایا تھا اپنے ہاتھ سے'' ایک پشاوری چپل بالکل ویسی جیسی بلال کے پاس تھی۔ عادل خاموش تھا مگر اُس کی آنکھوں سے اشک گر رہے تھے۔

''عادل بیٹا موت ایک اٹل حقیقت ہے، تم رو مت مجھے آج ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرا بلاوا کسی وقت بھی آ سکتا ہے اس لیے تمہیں یہ ذمہ داری سونپی ہے اور وہ مکان کے پیسے بلال کو بتا دینا کہ وہ اپنے اسکول میں لگا دے مگر کسی دوسرے کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو۔ یہ راز ہے اور راز ہی رہنا چاہیے۔ تم نے یہ رونے والی شکل کیوں بنا رکھی ہے چلو شاباش یہ آنسو صاف کرو ساڑھے 10 بج رہے ہیں، اب تم گھر جاؤ ماں باپ پریشان ہو رہے ہوں گے''

عادل نے اپنے آنسو صاف کیے اب عادل بالکل نارمل تھا اُسے لگا میں تو خوش نصیب ہوں جو بابا جی نے مجھے اِس قابل سمجھا اُس نے بلال کی طرح بابا جمعہ کا چہرہ غور سے دیکھا جیسے کچھ پڑھنا چاہ رہا ہو اُسے بابا جی کا چہرہ مطمئن لگا جس پر کوئی تکلیف یا پریشانی نہیں تھی۔ عادل بالکل مطمئن ہو گیا تھا ''تکلیف میں انسان ایسا ہی سوچتا ہے'' عادل کے دل میں خیال آیا وہ جانے کے لیے کرسی سے اُٹھا۔

''کل کون سا دن ہے؟ عادل بیٹا باہر کا دروازہ بند کر دینا میں بعد میں کنڈی لگا لوں گا''

بابا جمعہ نے ایک ساتھ پوچھا اور حکم دیا یہ بابا جمعہ کے آخری الفاظ تھے۔

''ٹھیک ہے باباجی......کل جمعہ ہے۔ میں افطاری کا سامان گھر سے تیار کروا کر لاؤں گا۔ روزہ اکٹھے کھولیں گے'' عادل نے جاتے ہوئے عقیدت سے کہا۔

عادل کے جانے کے بعد بابا جمعہ نے اپنی گرم لوئی اُوڑھی اور گیس ہیٹر لگایا اور جائے نماز پر آکر بیٹھ گئے وضو انہوں نے پہلے سے کیا ہوا تھا بس انہوں نے ہاتھ دھوئے اور کلی کی وہ فجر کی اذان تک جائے نماز پر بیٹھے رہے تکلیف کی وجہ سے وہ اُٹھ نہیں سکے انہیں پھر سے شدید بخار ہو چکا تھا۔ فجر کی اذان کے فوراً بعد بابا جمعہ نے بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے لمبی دُعا مانگی اِس کے بعد وہ پھر سے سجدے میں گر گئے سجدے ہی میں وہ اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گئے تھے اُن کی روح اُن کے جسم کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔ بابا جمعہ 17 اکتوبر 1947ء کو بروز جمعہ پیدا ہوئے اور 17 جنوری 2014ء بروز جمعہ اِس دنیا سے کوچ کیا بابا جمعہ کی پیدائش بھی جمعہ کو ہی ہوئی تھی اور انتقال بھی۔

بابا جمعہ کے محلے کی مسجد میں پچھلے پچاس سال میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ بابا جمعہ گاؤں میں بھی تھے اور وہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے نہیں آئے تھے نمازیوں نے ایک دوسرے سے بابا جمعہ کے متعلق پوچھا سب کو تشویش ہوئی اقبال نے بتایا رات اُن کو بخار تھا۔

سب نمازی بابا جمعہ کے گھر کی طرف چل دیئے دروازہ بند تو تھا مگر اندر سے کُھلا ہوا تھا۔ جب وہ سب نمازی کمرے میں داخل ہوئے تو بابا جمعہ کا جسد خاکی سجدے میں تھا مگر روح کے بغیر محمد اقبال نے سب سے پہلے بریگیڈئر امان اللہ کو فون کیا اُس کے بعد سب کو فون کر کے اطلاع دی تھی۔

☆☆☆

بلال مغرب سے کچھ دیر پہلے رندھاوا ہاؤس واپس پہنچا بلال کے آنے سے پہلے ہی بابا جمعہ کی خبر آ چکی تھی۔ بلال نے روزہ افطار کیا نماز ادا کی اور اپنا فون بند کر دیا اور خود سو گیا، مغرب کے بعد ہی گھر میں کسی نے بھی اُسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ وہ رات 2 بجے کے آس پاس اُٹھا غسل کیا اور عشاء کی نماز ادا کی اِس کے بعد تہجد کے لیے کھڑا ہو گیا۔

تہجد سے فارغ ہو کر جب اُس نے ہاتھ بلند کیے تو سب سے پہلے بابا جمعہ کے لیے دُعا مانگی اِس کے بعد اپنے والدین کے لیے۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد بلال پھر سے دروازہ بند کر کے لیٹ گیا اپنے بستر پر وہ کھلی ہوئی آنکھوں سے پچھلے 16 سال کو دیکھ رہا تھا۔

جب وہ تقریباً دس سال کا تھا تو اُس کی ملاقات پہلی بار بابا جمعہ سے ہوئی تھی۔ وہ یتیم بچہ جس کے سر پر بابا جمعہ نے شفقت کا ہاتھ پھیرا۔

بلال نے لیٹے ہوئے ہی اپنے ہاتھوں کو دیکھا جن ہاتھوں سے اُس نے بابا جمعہ کو قبر میں اُتارا تھا۔

☆☆☆

18 جنوری بروز ہفتہ بلال نے آفس سے چھوٹی کی وہ سارا دن اپنے کمرے ہی میں رہا اگلے دن اُس کی ماں کی

برسی تھی۔ وہ ہر روز کی طرح اپنی ماں کی قبر پر حاضر ہوا اور اُن کی مغفرت کی دعا مانگی۔

دو دن بلال کا فون off رہا اس دوران عظمی نے بار ہا اُس کا فون ٹرائی کیا جو نہیں مل سکا اتوار کو اپنی ماں کی برسی کی وجہ سے وہ مینٹل ہاسپٹل بھی نہیں جا سکا تھا۔

عظمی ہر حال میں بلال سے ملنا چاہتی تھی۔ مگر اُسے بلال کے گھر کا اڈریس معلوم نہیں تھا۔ اپنی خالہ سے وہ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔

عظمی اگلے دن بلال کے آفس پہنچی فوزیہ چھٹیوں پر تھی۔ اس لیے کہ ہفتے والے دن اُس کی لیاقت علی سے شادی تھی فوزیہ کی سیٹ پر نوین ڈیوٹی کر رہی تھی۔ آفس بوائے عظمی کو جانتا تھا۔ اس لیے اُس نے بڑے احترام کے ساتھ عظمی کو بلال کے آفس بٹھایا۔

عظمی اور نوین بلال کے آنے سے پہلے کافی دیر گپ شپ لگا چکی تھیں۔ عظمی بلال کو دیکھ کر صوفہ سے کھڑی ہوگئی تھی جب وہ آفس میں داخل ہوا تھا۔ بلال بابا جمعہ کے انتقال کی وجہ سے کافی اُداس تھا۔

''السلام علیکم'' بلال نے آفس میں داخل ہوتے ہوئے سلام کیا تھا۔ ایک نظر عظمی کو دیکھا اور اُس کے بعد اُس کی نظر نوین پر بھی پڑی جو کہ فوزیہ کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

''سنا ہے آپ کی شادی ہو رہی ہے......مبارک ہو'' عظمی بول پڑی تھی۔ بلال کے کرسی پر بیٹھنے سے پہلے بلال نے اُس کی بات سنی اَن سنی کر دی۔ ''آپ یہاں کیوں بیٹھی ہوئی ہیں'' بلال نے نوین سے سنجیدگی سے پوچھا۔

''سر......! وہ فوزیہ میڈیم چھٹی پر ہیں اس لیے'' نوین نے وضاحت پیش کی تھی۔

''آپ اپنے آفس میں جائیں ضرورت ہوگی تو آپ کو بلوا لیا جائے گا'' بلال نے شائستگی سے کہا تھا۔

''ok سر'' بلال عظمی کی طرف متوجہ ہوا جو اب تک کھڑی تھی۔ نوین نے موقع دیکھا اور اپنے موبائل کا Sound recorder on کیا موبائل کو تھوڑا سا دراز کھول کر اُس کے اندر رکھ دیا اور خود بجلی کی رفتار سے اپنے آفس چلی گئی تا کہ بعد میں وہ بلال اور عظمی کے بیچ ہونے والی گفتگو سن سکے۔ ''عظمی جی آپ کھڑی کیوں ہیں پلیز تشریف رکھیں''۔

بلال عظمی کی طرف آیا اور اُس کے سامنے صوفہ پر بیٹھ گیا۔ نوین کی اسکیم کام کر گئی تھی۔

''چائے کے ساتھ فرورٹ کیک'' بلال نے عظمی سے پوچھا عظمی نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا تھا آج عظمی بلال کو اندر تک دیکھنا چاہتی تھی خاموشی سے۔

''پچھلے دو دن آپ کا موبائل off تھا'' عظمی نے کہا۔

''ہاں وہ میری طبیعت......'' بلال بات اُدھوری چھوڑ کر خاموش ہو گیا تھا۔

''آپ کی PA بتا رہی تھی کہ آپ کے کوئی قریبی بزرگ فوت ہو گئے ہیں'' عظمی نے ہمدردی بھرے لہجے کے ساتھ پوچھا۔

''جی ہاں......'' بلال نے مختصر جواب دیا اور خاموش ہو گیا کافی دیر آفس میں خاموشی رہی آفس بوائے چائے

دے کر جا چکا تھا۔ ایک کپ چائے اور کیک عظمیٰ کو ایک کپ چائے کی وجہ معلوم تھی کیونکہ اُس دن پیر تھا۔

''آپ اب تک ناراض ہیں مجھ سے۔ اُس بات کو تین ہفتوں سے زیادہ کا وقت گزر چکا ہے اور ان تین ہفتوں میں مَیں نے کتنی کالز کیں آپ کو مگر آپ نے ایک دفعہ بھی مجھ سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا...... بلال ناراض تو مجھے ہونا چاہیے تھا آپ سے......آپ نے مجھے ٹھکرایا ہے......مگر میں پھر بھی یہاں پر بیٹھی ہوئی ہوں، آپ کے سامنے''عظمیٰ بول رہی تھی اور بلال سن رہا تھا۔

''من کے میت کو اکیلے منجھدار میں نہیں چھوڑتے ایک دفعہ آپ نے ہی کہا تھا۔ من کی میت نہ سہی آپ کی دوست تو ہوں۔ اتنا تو ڈیزرو کرتی ہوں۔ بلال بچپن سے لے کر آج تک میرا تو کوئی دوست بھی نہیں ہے آپ کے علاوہ اور آپ..........''

''ٹھیک ہے......آپ زیادہ ایموشنل مت ہوں۔'' بلال نے عظمیٰ کی سنجیدگی ختم کرنے کی غرض سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اُسے ڈر تھا کہ عظمیٰ جذباتی نہ ہو جائے ماضی میں وہ سائیکو پیشنٹ رہ چکی تھی۔ بلال نے بڑی مشکل سے اُسے دو سال پہلے ڈپریشن سے نکالا تھا۔

بلال کے ایک دوٹوک جملے سے عظمیٰ کی ساری ناراضی ختم ہو گئی تھی۔ جملے میں کوئی خاص بات نہیں تھی مگر اُس میں اپنائیت بہت زیادہ تھی جیسے کوئی اپنا سمجھ کر ڈانٹ رہا ہو۔

''اچھا وہ بزرگ کون تھے......آپ کے کیا لگتے تھے......؟''عظمیٰ نے دو سوال اکٹھے پوچھے سنجیدگی سے۔

''بابا جمعہ اُن کا نام تھا اور وہ موچی کا کام کرتے تھے میرا اُن کے ساتھ اُستاد شاگرد کا رشتہ تھا۔ حالانکہ وہ مجھے اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔'' بلال نظریں جھکائے بولا تھا۔

''موچی اور آپ کے استاد......''عظمیٰ نے حیرت سے کہا۔

''عظمیٰ جی......! کچھ زندگی کے سبق کتابوں سے نہیں ملتے......ایسے گمنام دانشوروں اور اللہ کے نیک بندوں سے حاصل ہوتے ہیں، اُن کی صحبت میں بیٹھ کر......''

آفس بوائے دستک دے کر اندر داخل ہوا تھا''سر کوئی عادل عقیل ہاشمی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں''

''آپ انہیں بھیج دو'' بلال نے کہا۔

''عادل عقیل ہاشمی''عظمیٰ نے زیرِ لب نام دہرایا تھا۔

''السلام علیکم...... بلال بھائی......!'' عادل نے اندر آتے ہوئے سلام کیا تھا۔ بلال نے اُٹھ کر اُسے گلے لگایا اور اپنے پہلو میں صوفے پر جگہ دی۔ عادل کے ہاتھ میں ایک فائل تھی جو اُس نے سینٹر ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

''چائے یا ٹھنڈا......کیا لو گے؟'' بلال نے خلوص سے پوچھا۔

''نہیں بلال بھائی کچھ نہیں شکریہ بس آپ یہ فائل دیکھ لیں'' عادل نے نظریں جھکائے ہی کہا تھا۔ اُس نے کمرے میں داخل ہوتے وقت یا بلال کے ساتھ بیٹھنے کے بعد ایک بار بھی عظمیٰ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ جب کہ عظمیٰ اُسے مسلسل ٹکٹکی باندھے حیرت میں مبتلا کھلے منہ کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے تم میرے آفس میں پہلی بار آئے ہو میں چائے کا کہتا ہوں۔''

''نہیں بلال بھائی میرا روزہ ہے۔'' عادل نے عجلت میں بتایا۔

''روزہ......'' عظمی نے ایک بار پھر منہ میں کہا ''اس کا'' عظمی حیرت میں مبتلا تھی۔

''ارے میں تعارف کروانا تو بھول ہی گیا یہ ہیں عادل صاحب میرے دوست......''

بلال نے عادل کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تعارف کروایا تھا ''اور آپ ہیں ڈاکٹر عظمی جی''

''ہیلو عادل کیسے ہو میں ہوں عظمی افگن'' عظمی بے تکلفی سے بولی جیسے یاد کرا رہی ہو۔

''السلام علیکم...... عظمی جی......!'' عادل نے ایک نظر عظمی پر ڈالی ''بلال بھائی آپ یہ دیکھ لیں۔''

بلال نے وہ فائل دیکھی جس میں بینک سے متعلقہ کاغذات تھے اور اُس میں دو Deposit slips لگی ہوئیں تھیں۔ ایک 20 لاکھ کی اور ایک 5 لاکھ کی 20 لاکھ روپے بابا جمعہ کے مکان کی قیمت تھی۔ اور 5 لاکھ محمد طفیل والے عادل نے ساری تفصیل بلال کو بتا دی تھی۔

عادل نے بتایا: ''دو چار دن میں چیک بک اور ATM کارڈ بھی آجائے گا'' عادل نے یہ بھی بتایا تھا کہ بابا جی نے اسے راز رکھنے کا حکم دیا تھا۔

''اچھا بلال بھائی مجھے اجازت دیں مجھے تھوڑی جلدی ہے۔'' عادل نے جاتے ہوئے بلال سے کہا تھا۔

بلال نے اُسے باہر تک چھوڑا بلال بابا جمعہ کے متعلق سوچ رہا تھا اور عظمی عادل کے متعلق سوچ رہی تھی۔ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔ کافی دیر بعد عظمی کے موبائل پر Ring ہوئی تو دونوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔

''عظمی جی آپ عادل عقیل کو جانتی ہیں؟'' بلال نے عظمی کو حیرت میں مبتلا دیکھ کر پوچھا۔

''جانتی میرا کلاس فیلو تھا بچپن میں ہم ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ اس کے ابو انکل ہاشمی میرے انکل زمان کے سب سے قریبی دوست ہیں۔ پہلے یہ لوگ ماڈل ٹاؤن میں ہی تو رہتے تھے انکل زمان کے گھر کے ساتھ ہی تو ان کا گھر تھا۔ پھر یہ لوگ ڈیفنس شفٹ ہوگئے۔''

''آپ عادل کو دیکھ کر اتنی حیران کیوں تھی...... عظمی جی۔'' بلال نے پھر سے پوچھا۔

''یہ ایک نمبر کا ایڈیٹ تھا۔ آج تو بڑا سوبر اور ڈیسینٹ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب ہم لوگ اسکول میں تھے تو یہ سب سے زیادہ بولتا اور سب سے زیادہ سوال پوچھتا تھا اور کھاتا بھی بہت تھا۔ سال پہلے تک تو بہت موٹا تھا۔ اب تو ایک دم سلم اینڈ سمارٹ ہے۔'' عظمی مزے لے لے کر اپنے بچپن کو یاد کر رہی تھی اور عادل کے قصے سنا رہی تھی۔ وہ عظمی جو گھنٹہ پہلے بہت دکھی تھی۔ اب ایک اسکول کی بچی کی طرح باتیں کر رہی تھی اور بلال اپنے ہونٹوں کے نیچے اپنا دایاں ہاتھ رکھے ہوئے عظمی کو خاموشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

''ہاں ایک بات تھی...... عادل بہت لائق تھا۔ ہمیشہ کلاس میں سب سے اچھے گریڈز لیتا تھا۔ میٹرک میں تو اس نے بورڈ میں ٹاپ کیا تھا۔ اور FSC میں آئی تھینک سیکنڈ پوزیشن تھی پھر یہ آرمی میں چلا گیا وہاں سے یہ چند روز میں واپس آگیا، پھر کہنے لگا MBA کروں گا، وہ بھی بیچ میں ہی چھوڑ دیا۔ آج کل شاید انگلش لٹریچر پڑھ رہا ہے...... کبھی اسے صحافی

بننے کا بخار بھی چڑھا تھا۔ بیچ میں کسی مشہور اخبار میں چھوٹے موٹے کالم بھی لکھتا رہا ہے۔

میری اور اس کی ہمیشہ لڑائی رہی ہے۔ ایک سال سے یہ مجھ سے سخت ناراض ہے دیکھا نہیں آپ نے مجھے آنکھ اُٹھا کر دیکھا بھی نہیں ہمیشہ مجھے اُلٹے نام سے بلاتا تھا اور آج دیکھو آپ کی نقل کر رہا تھا۔ عظمی جی......! عظمی جی......! یہ بھی اس نے جھوٹ بولا تھا، میرا روزہ ہے۔ جھوٹا کہیں کا اس نے اپنی پوری زندگی میں کبھی رمضان کے روزے نہیں رکھے‘‘ عظمی نے ساری طوطا کہانی سنا کر ہی دَم لیا شاید اُس کا گلہ خشک ہو گیا تھا۔

’’عادل جھوٹا نہیں ہے اور اُس نے روزہ بھی رکھا ہوا تھا......اور جہاں تک میری نقل کی بات ہے......ہم دونوں ہی بابا جمعہ کی نقل کرتے ہیں۔ بابا جی جب بھی کسی چھوٹی بڑی عورت کو مخاطب کرتے تھے، تو ساتھ جی ضرور لگاتے تھے اور جب کسی بچے بوڑھے یا جوان کو بلاتے تو اُس کے نام کے ساتھ صاحب ضرور لگاتے تھے‘‘۔ بلال نے سنجیدگی سے عظمی کو بتایا۔

’’انکل ہاشمی تو اسے لندن لے کر گئے تھے کسی مشہور سائیکاٹرسٹ کو چیک کروانے کے لیے اور پاکستان میں بھی شاید ہی کوئی سائیکاٹرسٹ ہو جس سے عادل عقیل کی میٹنگ نہ ہوئی ہو۔ اس کا زندگی میں کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی کوئی منزل تھی یہ ایک اُلجھا ہوا ذہنی مریض تھا یہ کیسے ٹھیک ہو گیا‘‘، عظمی عادل کی شخصیت پر تبصرہ کر رہی تھی۔

’’عظمی جی......! یہ آپ کا خیال ہو سکتا ہے ویسے بھی جس کلاس سے آپ کا اور عادل کا تعلق ہے وہاں سائیکاٹرسٹ کے پاس جانا ایک فیشن ہے۔ بابا جی کے بقول عادل کے ساتھ ایک مسئلہ تھا کہ وہ سوال تلاش کرنے میں دماغ استعمال کرتا تھا۔ اب وہ غور و فکر کرتا ہے اور خود جواب تلاش کرتا ہے۔ قرآن ترجمے کے ساتھ پڑھتا ہے اور نماز کی بھی پابندی کرتا ہے۔

بابا جی جاتے ہوئے اُسے آخری سبق یاد کرا گئے ہیں جسے وہ زندگی بھر نہیں بھولے گا۔

ہم نے محبت کے رستے پر چل کر علم تلاش کرنا ہے اور ہماری منزل اللہ اور اُس کے حبیب ﷺ کی رضا ہونی چاہیے۔‘‘

عظمی کے جانے کے بعد نیناں بلال کے آفس میں آئی۔

’’سر میرا موبائل ٹیبل کے دراز کے اندر ہے وہ لے لوں؟‘‘ بلال نے موبائل لینے کا اشارہ کر دیا تھا۔

☆☆☆

5 دن بعد فوزیہ کی شادی لیاقت علی کے ساتھ ہو گئی۔ بلال نے تینوں دن شادی میں توشی اور نوشی کے ساتھ شرکت کی۔ بلال نے فوزیہ اور لیاقت کو شادی پر الگ الگ تحائف دیئے شادی کے ایک ہفتہ بعد اُس نے لیاقت، فوزیہ، خالہ ثریا اور خالہ نصرت کی ایک شاندار دعوت کی جوہر ٹاؤن کے مشہور ریسٹورنٹ میں اس دوران بلال عظمی اور عادل کے اختلافات ختم کروانے کی بھی کوشش کرتا رہا۔ جمال اپنے بزنس کے سلسلے میں سیالکوٹ ہی میں تھا۔ نوشی اور توشی کے پاس باپ کی دی ہوئی اچھی خاصی رقم تھی جسے وہ شاپنگ کر کر کے اُڑا رہی تھیں۔ ناہید اپنے سازشی ذہن کے ساتھ بلال کے خلاف کوئی منصوبہ بنا رہی تھی جس میں شعیب اور ولید کی مدد اُسے حاصل تھی۔ جہاں آرا اپنی زندگی کے آخری دنوں میں توبہ

استغفار میں مصروف رہتی تھیں۔

عادل اب بھی بابا جمعہ کے موچی خانے پر جاتا تھا۔ جہاں پر اُسے بابا جمعہ نظر نہیں آتے تھے وہاں شہتوت کا درخت بھی اُداس تھا اور نیم کا درخت بھی پریشان تھا۔ فائبر کی گرین شیٹ سائباں کیے ہوئے تھی۔ مگر اب اُس کے نیچے کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔

بابا جمعہ کا سارا سامان اقبال نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ سوائے لکڑی کے بڑے بینچ کے جسے وہیں، لوہے کی زنجیر سے بجلی کے کھمبے کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ بجلی ہی کے کھمبے کے پاس بابا جمعہ کا گھڑا بھی پڑا ہوا تھا۔ جس میں پانی تو تھا مگر وہ پھر بھی خشک ہی لگ رہا تھا۔ بابا جمعہ کو دنیا سے کوچ کیے ہوئے 23 دن گزر چکے تھے۔ عادل کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ جنہیں وہ بار بار اپنے ہاتھ کی پشت کے ساتھ ایک چھوٹے بچے کی طرح صاف کر رہا تھا۔ اب عادل چلتے چلتے بابا جمعہ کے اڈے کے پاس کھڑا تھا۔ جب اچانک اُس کی نظر لکڑی کے بینچ کے نیچے پڑی جہاں اُسے وہ کالی بلی نظر آئی جو عادل ہی کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے اُس سے سوال پوچھ رہی ہو۔ بابا جی کب آئیں گے۔ وہ کالی بلی بالکل صحت مند تھی ویسے ہی جیسے 23 دن پہلے ہوا کرتی تھی۔ ''مگر اس کو دودھ، چائے، کھانا کون دیتا ہے'' اُس نے سوچا، اُسی لمحے اسے احساس ہوا کوئی اُس کے پیچھے کھڑا تھا۔ عادل فوراً واپس مڑا بلال ہاتھ میں ایک شاپر بیگ اُٹھائے ہوئے تھا۔ بلال کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح میٹھی سی مسکراہٹ تھی۔ بلال نے وہ شاپر بیگ لکڑی کے بینچ پر رکھا اور اُس میں سے دودھ کا ڈبہ نکال کر کالی بلی کے پیالے میں دودھ ڈال دیا۔ ''مجھے اس بلی کا خیال کیوں نہیں تھا'' عادل نے خود کو دل ہی دل میں ملامت کی۔ ''میں بابا جمعہ سے جتنی بھی محبت کر لوں بلال کا مقابلہ نہیں کر سکتا'' اُس نے پھر سوچا۔ بلال نے بلی کو دودھ ڈالنے کے بعد سڑک کے دوسری طرف بس اسٹاپ سے پہلے ایک کھجور کے درخت کے نیچے ایک مٹی کی بڑی سی کنالی میں پانی ڈالا اور بہت سارا دانہ پانی کے گرد بکھیر دیا دانہ بکھیرنے کی دیر تھی بہت سارے جنگلی کبوتر پتہ نہیں کہاں سے آ گئے فوراً جیسے وہ انتظار میں بیٹھے ہوں۔ بلال واپس عادل کی طرف فون کرتے ہوئے آ گیا۔ اب وہ دونوں لکڑی کے بینچ پر ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے۔

''عادل صاحب......! ایک بات یاد رکھو، موت سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جسم پر تو مٹی ہی کا حق ہوتا ہے۔ دو مقصد ہونے چاہئیں ایک آخرت کے لیے کہ کسی طرح اللہ اور اُس کا محبوب راضی ہو جائے......اور دوسرا کچھ ایسا کر جائیں جس سے بعد میں اللہ کی مخلوق کا فائدہ ہوتا رہے۔ انسان تب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے۔ جب تک اُس کی سوچ زندہ رہتی ہے اور اُس کے شروع کیے ہوئے اچھے کام چلتے رہتے ہیں۔

تم بابا جی کو زندہ رکھ سکتے ہو اگر اُن کی سوچ کو نہ مرنے دو اُن کے شروع کیے ہوئے کام جاری رکھو۔''

''بلال بھائی چائے'' ببلو نے بڑی محبت سے کہا جو چائے کی ٹرے لیے کھڑا تھا۔

''بابر اس وقت یہاں'' بلال حیرت سے بولا۔

''بلال بھائی آپ کو بتایا تو تھا میں سنڈے کو اوور ٹائم کرتا ہوں''

''سٹڈی کیسی چل رہی ہے؟'' بلال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہاری کلاس انچارج بتا رہی تھی۔ اس بار کمپیٹیشن بہت سخت ہے''

''بلال بھائی......! آپ خود ہی تو کہتے ہو بابر محنت کر اللہ کسی کی محنت رائیگاں نہیں کرتا۔'' بابر نے اعتماد سے بلال کو جواب دیا۔

''بلال بھائی......! میں چلتا ہوں دکان پر بہت کام ہے۔'' بابر جاتے ہوئے بولا عادل حیرت سے دیکھ رہا تھا بابر کو جاتے ہوئے۔

''اسے آپ کیسے جانتے ہیں'' عادل نے پوچھا۔

''یہ میرے اسکول میں پڑھتا ہے۔'' بلال بھی بابر کو دیکھ رہا تھا جاتے ہوئے اُس نے عادل کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا۔(عادل بیٹا کسی دن بلال کے اسکول ضرور جانا) عادل کے ذہن میں بابا جمعہ کے الفاظ گونجے۔

''بلال بھائی......! بابا جی کی سوچ کیا تھی اور اُن کے کون سے کام تھے جن کو جاری رکھا جائے؟'' عادل چائے پیتے ہوئے حیرت میں مبتلا پوچھ رہا تھا۔ بلال کے چہرے پر ملین ڈالر مسکراہٹ اُبھر آئی۔

''ویری سمپل ......اُن کی سوچ یہ تھی کہ محبت عام ہو جائے ......اور کام یہ تھا، محبت کو عام کرنے کے لیے محبت کرتے تھے۔ اللہ کی مخلوق سے اللہ ہی کے لیے......

محبت پانی کے قطرے کی طرح ہوتی ہے پانی کے قطرے مسلسل گر گر کر پتھر میں بھی اپنے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

یہ بینچ کے نیچے محبت کا ثبوت ہے، یہ بلی جانور ہے، مگر اسے محبت کی ڈوری نے باندھا ہوا ہے مجھے یاد ہے سخت سردی میں ایک بلی کا بچہ بابا جی سڑک سے اُٹھا کر لائے تھے جو سردی اور بھوک کی وجہ سے مرنے کے قریب تھا۔ بابا جی نے اپنا گرم سویٹر اُتارا اور اُس میں بلی کے بچے کو لپیٹا اُس کے بعد سے یہ بلی یہاں سے نہیں گئی۔

اگلے دن میں ایک فوم کی گدی لے کر آیا تھا، اس بلی کے لیے آج پانچ چھ سال ہو گئے اس بات کو اور وہ سامنے کبوتر بابا جی 31 سال سے اُن کو دانہ ڈال رہے تھے بابا جی جب صبح صبح ان کو دانہ ڈالتے تو یہ اُن کے کندھوں پر بیٹھ جاتے یہ بھی محبت ہی تو ہے......''

بلال نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا صبح کے نو بج رہے تھے۔ بڑی چمکیلی دھوپ نکلی ہوئی تھی فروری کی دھوپ چودھویں رات کی چاند کی طرح ہی حسین اور خوبصورت ہوتی ہے۔

''عادل مجھے جانا ہے مینٹل ہاسپٹل میں چلتا ہوں'' بلال یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ عادل نے پنجوں کے بل بیٹھ کر بینچ کے نیچے دیکھا وہ بلی ایک چیتھڑے چیتھڑے ہوئے سویٹر پر بیٹھی ہوئی تھی بلال کی گدی کے اوپر اُس نے چائے کے برتن اُٹھائے اور اقبال کی دکان کی طرف چل دیا برتن واپس کرنے کے بعد عادل واپس آیا اور سڑک کے دوسری طرف کھڑی ہوئی اپنی گاڑی کی طرف چل دیا، گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے وہ کبوتروں کے بیچ میں بیٹھا مگر اُسے دیکھ کر سارے کبوتر اُڑ گئے کوئی بھی اس کے کندھے پر نہیں بیٹھا تھا۔

عادل وہاں سے جانے کے لیے اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ تب اُس نے اپنی پیشانی کو دیکھا سنٹر والے مرر میں تب اُسے بابا جمعہ کی کہی ہوئی ایک اور بات یاد آئی۔

محبت فرض ہے......اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے......اور اللہ کی ساری مخلوق سے......محبت فرض ہے......

☆☆☆

’’محبت فرض ہے اپنی اولاد سے بھی آپ کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا اور عادل کے ساتھ بھی۔ آپ کو اپنی ماں کی محبت نہیں ملی اُلٹا باپ کی نفرت کا سامنا کرنا پڑا......

عظمی جی......! میرا خیال ہے۔ آپ کبھی بھی نفسیاتی مریضہ نہیں تھیں۔ بس آپ کے حصے کی محبت آپ کو نہیں ملی اور کم و بیش یہی معاملہ عادل عقیل کے بھی ساتھ تھا۔

ہاشمی صاحب دولت کمانے میں مصروف ہو گئے اور عادل کی والدہ اپنی این جی او میں، ہم پیسہ تو بہت کماتے ہیں مگر محبت تھوڑی سی بھی نہیں کرتے یہی حال عادل کے والد صاحب کا بھی تھا اور کچھ ملتی جلتی کہانی عادل کی والدہ کی تھی۔ انہوں نے سوشل ورک تو بہت کیا ہوگا مگر محبت پر اپنا تھوڑا سا بھی وقت صرف نہیں کیا، جو عادل کا حق تھا عادل کو سائیکاٹرسٹ کی ضرورت نہیں تھی، اُسے محبت کی تلاش تھی، وہ محبت اسے بابا جمعہ سے ملی صرف چند ماہ میں بابا جمعہ نے وہ کر دکھایا جو کئی سال میں کوئی نہیں کر سکا تھا‘‘

لنچ کا آرڈر کرنے کے بعد بلال عظمی افگن کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ وہ گلبرگ میں واقع ایک مشہور ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔

’’مگر اُس دن تو آپ نے کہا تھا جس کلاس سے میرا اور عادل کا تعلق ہے وہاں سائیکاٹرسٹ کے پاس جانا فیشن ہے‘‘ عظمی نے اس دوران پہلی بات کی۔

’’عظمی جی......! کلاس کا تعلق آپ کے سٹیٹس سے نہیں ہوتا نہ ہی روپیہ پیسہ سے ہوتا ہے۔ آپ یہ سمجھی ہو جیسے ایلیٹ کلاس، اپر کلاس، مڈل کلاس، یا لوئر مڈل کلاس۔ میں ان کی بات نہیں کر رہا تھا......

میں مینٹلی اپروچ کی بات کر رہا تھا۔ آپ کی ذہنی سطح۔ میں نے بہت زیادہ پڑھے لکھے آدمی کو جاہل دیکھا ہے۔ بعض اوقات ایک انگوٹھا چھاپ دانشور ہوتا ہے۔ یہ بھی میرے دیکھنے میں آیا ہے۔ ایک ارب پتی شخص بہت بڑا انجیل واقع ہوتا ہے۔ ایسا بھی میں نے دیکھا ہے ایک انتہائی غریب آدمی بہت بڑا سخی ثابت ہوتا ہے۔‘‘

ویٹر ٹیبل پر کھانا لگا رہا تھا۔ کھانے کے دوران خاموشی رہی دونوں طرف سے کھانے کے بعد بلال نے گرین ٹی کا بول دیا تھا۔

’’اکثر غریب گھرانوں میں ماں باپ اپنے بچوں کو وہ محبت نہیں دے پاتے جس کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔ درمیانے طبقے میں بھی ایسا ہوتا ہے اور اُونچے گھرانوں اور کھاتے پیتے گھروں میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ ہے۔

غریب کا بچہ جب اس صورتحال میں مبتلا ہوتا ہے، تو وہ لوگ اُسے سایہ سمجھتے ہیں اور کسی سادھو اور جوگی سے اُس کا علاج کرواتے ہیں۔

درمیانے طبقے میں ایسا ہو تو وہ لوگ اُس بچے کو پیر صاحب یا پھر ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی نے اُن کے بچے کو تعویذ ڈال دیے ہوتے ہیں اور اگر یہی کچھ امیر گھرانے کے بچے کے ساتھ ہو تو

وہ اُسے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جاتے ہیں اور اُسے سائیکو پیشنٹ سمجھتے ہیں۔

یہ سب امیر، غریب اور درمیانے گھرانے ایک ہی کلاس کے لوگ ہیں۔ سب کے سب محبت سے محروم لوگ انہیں بھی محبت کی ضرورت ہے اور ان کے بچوں کو بھی''

''مجھے بھی آپ کی محبت کی ضرورت ہے۔'' عظمی محبت بھرے لہجے میں بولی اس کی آنکھوں میں بلال کا عکس تھا اور اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلال کے ہاتھوں پر رکھ دیا جو پہلے ہی سے ٹیبل پر تھے۔

بلال نے اپنے ہاتھ ہٹائے نہیں تھے۔ دو ڈھائی سال میں ایسا پہلی بار تھا جب اُن دونوں نے ایک دوسرے کو چھوا تھا۔ بلال کے چہرے پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔

''عظمی جی......! مجھے بھی آپ سے محبت ہے۔'' عظمی کی آنکھوں میں چمک تھی۔ جیت کی اپنے محبوب کو پانے کی اسے ایسا لگا اسے سب کچھ حاصل ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے بلال کچھ اور کہتا ویٹر گرین ٹی ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد بلال نے Bill دیا ٹپ کے ساتھ اس دوران بلال نے کوئی بات نہیں کی اور عظمی کچھ سننا نہیں چاہتی تھی اس کے بعد......اب وہ پارکنگ میں بلال کی گاڑی کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ تب بلال سنجیدگی سے بولا:

''عظمی جی......! مجھے بھی آپ سے محبت ہے۔ مگر عادل عقیل سے زیادہ نہیں میں نے ہمیشہ ایک دوست کی طرح آپ سے محبت کی ہے اور عادل نے آپ کو ایک محبوب کی طرح چاہا ہے۔ اشفاق احمد صاحب فرماتے تھے:

''محبوب کی ذات ہر دوستی کو نگل جاتی ہے''

اللہ شاہد ہے میں نے کبھی آپ کو اس نظر سے نہیں دیکھا......''

عظمی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پر وہ خاموش تھی۔ بلال نے اس کے آنسو دیکھے تو بات تبدیل کی وہ چاہتا تھا کہ عظمی سمجھ جائے اور سنبھل بھی جائے اس لیے اُس نے کہا:

''عظمی جی......! عادل عقیل کو آپ کی محبت بابا جمعہ کے پاس لے کر آتی تھی۔ وہ آپ کی محبت کی تلاش میں اُلجھا تھا۔ ماں باپ کی لاپرواہی اپنی جگہ وہ پھر بھی اس کے ساتھ مہینہ میں ایک دو بار وقت گزار لیتے تھے۔ مگر اُسے ہمیشہ ہی آپ کی بے رخی کا سامنا کرنا پڑا وہ آپ سے جتنی محبت کرتا تھا آپ اسے اتنا ہی نظر انداز کرتی تھیں......

ایک دفعہ بچپن میں کھیلتے ہوئے آپ کے سر پر چوٹ لگ گئی تو آپ کو ہاسپٹل میں ایڈمیٹ کرنا پڑا تو وہ بھی دو دن ہاسپٹل میں ہی رہا تھا۔ جب آپ نے کچھ کھایا تو اُس کے بعد وہ پیٹوں کچھ کھا سکا اُس نے مجھے آپ کے بارے میں سب کچھ آج سے چند ماہ پہلے بتا دیا تھا وہ اکثر مجھ سے آپ کی باتیں کرتا رہتا ہے۔

چند ماہ پہلے عادل میں بہت سی خامیاں تھیں......اب نہیں ہیں۔ پہلے وہ اعتراض کرتا تھا......اب وہ اعتراف کر لیتا ہے۔

پہلے وہ دماغ سے محبت کرتا تھا......اب دل سے کرتا ہے۔

پہلے وہ خامیاں تلاش کرتا تھا......اب وہ خوبیاں تلاش کرتا ہے۔

محبت تو وہ عظمی جی آپ سے پہلے بھی بہت کرتا تھا، پر محبت کے آداب سے ناواقف تھا۔ محبت کسی کو ماننے یا کسی

کی ماننے کا نام ہے......''

عظمی کو وہ ساری باتیں یاد آ رہی تھیں۔ جب وہ اور عادل اکٹھے پڑھتے تھے۔ وہ کھڑی تو بلال کے سامنے تھی۔مگر وہ اپنے ماضی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ہاسپٹل میں گزارے دو دن جب عادل ایک سیکنڈ کے لیے بھی وہاں سے نہیں گیا تھا۔

ایک دفعہ کلاس میں کسی بچے نے اُسے دھکا دیا تھا تو عادل اُس بچے سے لڑ پڑا تھا۔عظمی کو یاد آیا اس نے ہمیشہ عادل کے گندمی رنگ کو ناپسند کیا تھا اور اس کے موٹے جسم کو حقارت کی نظر سے دیکھا تھا۔

بلال نے عظمی کے شانے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھا اور بولا:

''چند ماہ پہلے مجھے کہنے لگا بلال بھائی......! مجھے بابا جی سے کوئی تعویذ لے دیں تا کہ عظمی کا دل پگھل جائے اور اس کے دل پر پڑے نفرت کے تالے کھل جائیں۔''

عظمی کے کلیوں جیسے ہونٹ کھل گئے اس کے چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ تھی۔ پتہ نہیں اُس کے دل میں کیا بات آئی وہ بلال کے گلے لگ گئی ایک دوست کی طرح عظمی کے دونوں ہاتھ بلال کی کمر پر تھے اور عظمی کا سر بلال کے سینے پر تھا۔ بلال بالکل ساکت کھڑا ہوا تھا۔

''Thank you بلال Thank you very much''

بلال نے اِردگرد دیکھا لوگ رُک رُک کر دیکھ رہے تھے۔ بلال نے عظمی کو آرام سے خود سے جدا کیا۔

''آپ واقعی میرے سب سے اچھے دوست ہو''عظمی نے بلال کے دائیں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے عقیدت سے چوما۔عظمی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

''یہ رونا دھونا تو بند کرو!''بلال نے اپنے بائیں ہاتھ سے اُس کے آنسو صاف کیے۔

''چلو گاڑی میں بیٹھو تمہیں ڈراپ کر دوں''بلال نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور عظمی بیٹھ گئی۔

سارے رستے گلبرگ سے ماڈل ٹاؤن تک عظمی عادل کے متعلق بلال سے پوچھتی رہی تھی۔

''عظمی جی......! آپ کا گھر آ گیا''پروفیسر زمان کے گھر کے باہر بلال نے گاڑی روکتے ہوئے کہا تھا۔

''بلال......! آپ ایک بات تو بتاؤ بابا جی تعویذ بھی کر کے دیتے تھے؟''

بلال نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''تو پھر عادل نے یہ کیوں کہا تھا آپ سے کہ مجھے بابا جی سے تعویذ لے دیں۔''

اُس بات سے تین چار دن پہلے ایک بچے کو سانپ نے کاٹ لیا تھا۔تب بابا جی اور میں نے اُس بچے کو دم کیا تو وہ اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو گیا۔ پہلے تو عادل نے بہت اعتراض کیا پھر وہ چلا گیا تین چار دن بعد دوبارہ واپس آ کر بابا جی سے معذرت کی اپنی اُس دن والی حرکت پر ایک دو دن بعد مجھے الگ کر کے کہنے لگا بلال بھائی مجھے بھی ایک تعویذ لے دیں بابا جی سے......''

''بلال آپ بھی سانپ کے کاٹنے کا دم جانتے ہیں؟''

عظمی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

بلال نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

''اگر کبھی عادل مجھے کاٹ لے تو آپ ہی سے دم کرواؤں گی''، عظمی کھل کھلا کر ہنستے ہوئے بولی اور گاڑی سے خوشی خوشی اُتر گئی۔

بلال نے گاڑی ماڈل ٹاؤن سے ڈیفنس کی طرف موڑ لی تھوڑی دیر بعد وہ گھر پر تھا گاڑی سے اُترنے سے پہلے اُسے عظمی کا مسیج ملا جس میں لکھا ہوا تھا۔

Bilal thank you again I should Adil new mobile number.

بلال نے عظمی کو عادل کا نیا نمبر مسیج کر دیا تھا۔

بلال جب اپنے کمرے میں پہنچا تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اُس نے گرم پانی سے غسل کیا اور نماز ادا کی اس کے بعد ایک کپ گرین ٹی بنائی اور مگ لے کر چھت پر چلا گیا چھت پر ایک پرانی ایزی چیئر پڑی ہوئی تھی۔ جس کے اوپر بیٹھ کر وہ ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھ رہا تھا۔ فروری کی 9 تاریخ اتوار کا دن اور سال 2014ء کا غروب ہوتا سورج اور بلال گرین ٹی سے لطف اندوز ہوتا ہوا سوچوں میں گم تھا۔

سورج کی شعاعیں اُس کے حسین چہرے کو مزید روشن بنا رہیں تھیں اور وہ سورج ہی کے متعلق غور و فکر کر رہا تھا۔ دن 21 دسمبر کا ہو یا 21 جون سورج کو غروب ہونا ہی پڑتا ہے۔ اسی طرح انسان 10 سال کی عمر میں مر جائے یا 100 سال بعد اُسے مرنا ہی پڑتا ہے۔

پرندے اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے تھے۔ انسان کو بھی واپس اللہ کے حضور لوٹنا ہی پڑتا ہے۔ سب کو واپس لوٹ کر جانا ہی پڑے گا کسی کو پہلے اور کسی کو بعد میں جانا سب کو ہے......اور باقی ...... پیچھے کون......رہنا کس نے ہے...... بلال دل میں سوچ رہا تھا......مغرب کی اذان شروع ہو چکی تھی......

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ......اَللّٰہُ اَکْبَرُ...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ ...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ

بلال کو اُسی لمحے جواب مل گیا وہ مسکرایا اور مسجد کی طرف رُخ کیا جب وہ نماز پڑھ کر واپس لوٹا تو نوشی اس کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''میں کافی دن سے آپ سے ایک بات کرنا چاہ رہی تھی۔''نوشی جھجکتے ہوئے بولی۔

بلال نے نوشی کی طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا جیسے کہہ رہا ہو'جی بتائیں'

''میری خواہش ہے اگر آپ مان لیں تو ...... دراصل میں یہ چاہتی تھی ......جس طرح آپ نے شادی کے بارے میں سوچا تھا......میرے بھی کچھ ارمان تھے اپنی شادی کو لے کر......''

''نوشی جی......! آپ کھل کر بات کر سکتی ہیں میں بالکل بھی بُرا نہیں مانوں گا'' بلال نے نوشی کا حوصلہ بڑھایا، وہ اُس کی پریشانی دیکھ رہا تھا۔ وہ بلال سے بات نہیں کر پا رہی تھی۔

''دراصل میں یہ چاہتی ہوں نکاح آپ کی مرضی سے ہو اور ولیمہ میری مرضی سے کسی بڑے ہوٹل میں ہمارے سٹیٹس کے عین مطابق''نوشی نے ہمت کر کے دل کی آدھی بات کہہ دی۔

''ٹھیک ہے......اور کچھ...... مجھے جگہ بتادیں......اور مینیو بھی ڈیسائیڈ کر لیجیے گا۔''

بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''ارے میں تو ایسے ہی کنفیوز تھی۔ یہ تو بڑی جلدی مان گیا نکاح کا بھی بول دیتی ہوں۔''

نوشی اپنے دل کے اندر خود ہی سے مخاطب تھی۔

''مسجد میں نکاح پر بھی آپ کو اعتراض ہوگا۔''اس دفعہ بلال نے پوچھا تھا۔

''ہاں......نہیں وہ......نکاح تو ٹھیک ہے''نوشی نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

''نوشی جی بیٹھ جائیں''بلال نے نوشی کو بیٹھنے کو کہا جو کہ بلال کے سامنے کھڑی تھی۔ نوشی دیوان پر بیٹھ گئی بلال کرسی لے کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

''میاں بیوی کا رشتہ اُس وقت ٹوٹ جاتا ہے جب وہ دوسروں کی سنتیں ہیں اور دوسروں سے کہتے ہیں۔ آپس میں بات کرنے سے اُن کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔''

''جی میں سمجھ گئی، اب میں چلتی ہوں۔''نوشی نے بلال سے جان چھڑائی اور وہاں سے نکل آئی۔

تھوڑی دیر بعد نوشی توشی کو ساتھ لے کر دوبارہ بلال کے روم میں آ گئی۔ توشی تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی پھر وہ اصل بات کی طرف آئی تھی۔

''بلال دراصل نوشی تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہے۔''توشی ترجمان بنی ہوئی تھی نوشی کی۔

''جی پوچھیں سب کچھ جو آپ جاننا چاہتی ہیں میرے بارے میں''بلال نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہے؟''نوشی دیوان کے بازو پر ناخن رگڑتے ہوئے بولی۔

''میٹرک میں تھا تب بولا تھا۔ میں خود میٹرک کی تیاری کر رہا تھا۔ مجھے پیسوں کی ضرورت تھی۔ دو لڑکیاں وہ بھی میٹرک میں پڑھتی تھیں۔ اُن کے پیرنٹس سے کہا، میں FSc کر چکا ہوں، اس طرح مجھے جھوٹ بول کر اُن کی ٹیوشن مل گئی تھی۔''

''کبھی کسی کے ساتھ دھوکہ کیا یا بے ایمانی کی؟''

''کبھی نہیں''

''سگریٹ، شراب، یا کوئی دوسرا نشہ زندگی میں کیا ہو؟''

''کبھی نہیں آج تک ہاتھ نہیں لگایا ان میں سے کسی بھی چیز کو۔''

''کوئی اسکینڈل کوئی فلرٹ کوئی لڑکی جو آپ کی زندگی میں ہو۔''

''کوئی اسکینڈل نہیں کبھی کسی کے ساتھ فلرٹ نہیں کیا ہاں میری زندگی میں ایک لڑکی ہے۔''بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا نوشی اور توشی کا چہرہ زرد پڑ گیا پریشانی اُن کے چہرے پر واضح تھی۔

''وہ کون ہے؟''نوشی نے پریشانی سے پوچھا۔

''اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے اور اگلے مہینے میری اُس سے شادی ہونے والی ہے۔'' بلال نے نوشی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنجیدگی سے کہا نوشی نے شرما کر نظریں جھکا لیں اور اُٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

''بلال پتہ نہیں کون اس کے ذہن میں اُلٹی سیدھی باتیں ڈال دیتا ہے۔ پھر یہ مجھ سے پوچھتی ہے بھلا میں کیا جواب دوں اس کے سوالوں کا کبھی کہتی ہے بلال کی زندگی میں بہت ساری لڑکیاں ہیں۔ کل کہنے لگی اُس نے مجھ سے کبھی محبت کا اظہار نہیں کیا......

پھر نکاح اور ولیمے کی بات لے کر بیٹھ گئی جیسے جیسے شادی کے دن قریب آ رہے ہیں مجھے تو فکر ہو رہی ہے'' توشی نے اپنی پریشانی بیان کی۔

بلال نے ایک لمبی ٹھنڈی سانس لی اور بولا:

''توشی جی میری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں ہے۔ اللہ کے فضل سے میں ہر قسم کے نشے سے محفوظ رہا ہوں۔ ولیمہ کی بات میں مان چکا ہوں۔ رہی بات محبت کے اظہار کی۔ تو ہر بات وقت پر اچھی لگتی ہے اور جب وقت آئے گا تو میں اظہار بھی کروں گا......اگر ایمانداری سے دیکھا جائے تو محبت خود ہی اظہار ہوتی ہے اور آخری بات آپ بھی یاد رکھنا اور اپنی بہن کو بھی بتا دیجیے گا۔ بغیر تصدیق کے کبھی سنی سنائی بات پر یقین نہ کریں۔''

بلال کو اس طرح سے نوشی اور توشی کا سوال کرنا پسند نہیں آیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کون ہے اور کیوں نوشی کو یہ سب کچھ بتا رہا ہے۔ اُس کے ذہن میں اپنی ممانی اور شعیب کا نام آیا اُس نے توشی کو آواز دی اور کہا نوشی کو بلا کر لائے چند منٹ بعد وہ دونوں بہنیں وہاں موجود تھیں۔ بلال نے دروازہ بند کیا پردے آگے کیے اور اُن دونوں کے سامنے بیٹھ گیا وہ دونوں بہنیں دیوان پر بیٹھی ہوئیں تھیں۔ بلال اُن کے سامنے کرسی لے کر بیٹھ گیا تھا۔

''میں نے آٹھ سال سے 26 سال تک ان 18 سالوں میں صرف ایک لڑکی کو چاہا جس کا نام نسیم جمال رندھاوا ہے......جس دن میری ماں نے کہا تھا۔ بلال بیٹا نسیم سے شادی کرنا میں نے اُس دن سے نسیم کا ہاتھ تھام لیا تھا دل سے...... یہ میرے کچے ذہن کی پکی محبت ہے۔ میرا ماننا ہے نہ محبت چھینی جاتی ہے اور نہ ہی مانگی جاتی ہے...... بلکہ محبت کی جاتی ہے...... یا پھر محبت دی جاتی ہے......اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔''

نوشی اور توشی ایک دوسری کو دیکھ رہیں تھیں۔ انہیں بالکل اندازہ نہیں تھا۔ بلال اس طرح دوٹوک بات کر سکتا ہے۔ نوشی کا تو دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی وقت بلال کے گلے لگ کر اُس کی ہو جائے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُسے توشی کا بھی کوئی خیال نہ ہوتا، اگر وہ بلال سے نہ ڈرتی ایک دفعہ پہلے بھی اُس نے ایسی حرکت کی تھی۔ تب تو بلال نے اُسے پیار سے سمجھایا تھا لیکن اس دفعہ شاید ایسا نہ ہوتا اس لیے نوشی نے اپنے جذبات کو شٹ اَپ کہا۔

''میں آپ سے ہی شادی کرنا چاہتی ہوں...... یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔'' نوشی گردن جھکائے بولی۔

''تو پھر ممانی اور شعیب کو اعتراض ہوگا اس رشتہ پر'' بلال نے خدشہ ظاہر کیا۔

''اگر ممانی اور شعیب کو اعتراض ہے تو میں یہ شادی نہیں کروں گا اور اُن کا نام بھی نہیں آئے گا سارا اعتراض میں

اپنے سر پر لے لوں گا۔''

''ماما اور شعیب بھائی خوش نہیں ہیں اس رشتے پر'' توشی نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''آپ اُن سے پوچھ کر مجھے بتادو میں خود انکار کر دوں گا'' بلال نے کہا۔

''میں اُن دونوں کو یہاں بھیجتی ہوں تمہارے پاس'' توشی نے کہا۔

''نہیں ممانی بڑی ہیں میں خود اُن کے پاس چلا جاتا ہوں۔'' بلال نے جواب دیا۔

''ماما اس وقت شعیب بھائی کے روم میں ہوں گی۔'' توشی نے بلال کو جاتے ہوئے دیکھ کر آواز لگائی۔

بلال نے شعیب کے روم کے دروازے پر دستک دی اندر سے آواز آئی:

''Yes come in'' بلال روم میں داخل ہو گیا۔

''السلام علیکم'' بلال نے اندر داخل ہوتے ہی سلام کیا کمرے میں LCD ON تھی اور وہ ماں بیٹا ڈرائی فروٹ کھانے میں مصروف تھے۔ ناہید اور شعیب کے چہروں پر عجیب طرح کی پریشانی اور حیرانی نظر آ رہی تھی مگر وہ دونوں اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے بلال آج کوئی 15 یا 16 سال بعد شعیب کے روم میں گیا تھا۔

''آؤ مسٹر بلال......! کیسے آئے ہو؟'' شعیب طنزیہ انداز سے بولا حقارت سے دیکھ کر ناہید نے کچھ بھانپ لیا اُس نے فوراً رنگ بدلا گرگٹ کی طرح۔

''آؤ بلال اِدھر بیٹھو میرے پاس...... کیسے آنا ہوا......؟'' ناہید مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجائے ہوئے بولی تھی۔

''ممانی جان آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے'' بلال نے ناہید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بولو......ضروری بات'' ناہید نے روکھے لہجے سے جواب دیا۔

''مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ میری اور نوشی کی شادی پر خوش نہیں ہیں اور یہ شادی آپ کی مرضی کے خلاف ہو رہی ہے۔ اگر ایسی کوئی بھی بات ہے تو میں یہ شادی نہیں کروں گا اور آپ پر بات بھی نہیں آئے گی۔ میں خود انکار کر دوں گا۔''

شعیب اور ناہید نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا انہیں بھی امید نہیں تھی۔ بلال اس طرح کی بات کر سکتا ہے وہ دونوں ہکا بکا تھے۔ ناہید نے اپنا ترپ کا پتہ سنبھال لیا تھا کسی اور وقت کے لیے۔ شعیب آنکھیں جھپکا جھپکا کر بلال کو دیکھ رہا تھا۔ ناہید کشمکش میں تھی بلال کو کیا جواب دے۔

''نہیں نہیں......ایسی تو کوئی بات نہیں......شاید تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے...... کیوں شعیب؟'' مگر شعیب خاموش رہا اُسے آناً فاناً بدلتی ہوئی صورتِ حال سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''میں اس رشتے پر بہت خوش ہوں...... بلال بیٹا۔'' ناہید نے چالاکی سے بات بدلی تھی اُس کی زبان سے کوئی 18 سال بعد بلال کے ساتھ بیٹا نکلا تھا۔

''تم بے فکر ہو کر جاؤ۔''

بلال وہاں سے چلا گیا تھا۔

''آئی ایم شاکڈ۔''شعیب منہ کھولے بولا۔

''شعیب تم ابھی بچے ہو۔اسی لیے تو کہتی ہوں بلال بہت چالاک ہے۔اگر میں اُسے یہ کہہ بھی دیتی کہ مجھے اعتراض ہےاس رشتے پرتو ساری بات مجھ پرآ جاتی اورتمہاراباپ پھربھی یہ شادی کروادیتاوہ اُسے زمین بھی خرید کر دیتاوہی 50ایکڑاور بلال کوسلامی میں بھی اچھی خاصی رقم دیتا خوامخواہ برائی لینے والی بات تھی۔

یہ جو رندھاوا ہوتے ہیں۔انہیں دیہاتوں میں جٹ کہتے ہیں۔جس چیز پراڑ جائیں جٹ کی اڑی بہت مشہور ہے۔تمہاراباپ بھی جٹ ہے وہ اڑ چکا ہےاس رشتے پر......اور میں بھی رندھاوا جٹ ہی کی بیٹی ہوں۔تمہاراباپ یہ شادی کروانا چاہتا ہےاور میں ہونے نہیں دوں گی۔''

''ممانی نہیں چاہتیں یہ شادی ہو۔''بلال اپنے روم میں آ کر بولا جہاں پرنوشی اورتوشی اُس کا انتظار کر رہیں تھیں۔

''ایساماما نے خود کہا آپ سے؟''نوشی نے روہانسی ہوکر جلدی سے پوچھا۔

''نہیں انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔وہ تو اس شادی پر بہت خوش ہیں......ایسا کہا ہےانہوں نے اُن کے الفاظ اُن کے چہرے کا ساتھ نہیں دے رہے تھے......یہ میری رائے ہے''

''اُف شکر ہے میں اپنی ماما کو جانتی ہوں اگرانہیں اعتراض ہوتا تو وہ صاف کہہ دیتیں آپ کو وہم ہے اچھا بھئی میں جارہی ہوں۔''نوشی بےفکری سے چلی گئی بلال اورتوشی خاموش تھےاورایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''ماما یوٹرن نہیں لے سکتی۔نہ میں جانتی ہوں ماما کواور نہ ہی نوشی......بلال تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو......ماما کے ذہن میں کیا چل رہا ہے......میں اُس کا پتہ لگاتی ہوں تم بےفکر ہوجاؤ۔''توشی نے اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔

''باباجی کہا کرتے تھے۔زن زراورزمین کی ہوس فساد کی وجہ بنتی ہے۔میں ایسا بالکل نہیں چاہوں گا اس رشتے کو لےکرکوئی فساد برپا ہواس گھر میں......''بلال سوچ میں ڈوبا ہوابول رہا تھا۔توشی بھی واپس چلی گئی اپنے روم میں۔

''کیا کہہ رہے تھے وہ میرے بعد''توشی روم میں داخل ہوئی تو نوشی نے فوراًپوچھا۔

''آخری بات کی تو مجھے بھی سمجھ نہیں آئی۔''

''وہ کیا بات تھی......توشی۔''

''زن زراورزمین کی ہوس فساد کی وجہ سے بنتی ہے ایسا کہا تھا بلال نے......''

''زن اورزر یہ کون ہیں؟''نوشی حیرت سے بولی۔

''میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔''توشی نے اپنی پریشانی بھی ظاہر کردی۔

''زن اورزر کو دفعہ کرو کوئی بھی ہوں۔تم مجھے یہ بتاؤتم آج کل بلال کوآپ آپ کس وجہ سے کہہ رہی ہو۔''توشی لب سکیڑکر بولی۔

''BG کی باتیں بھول گئی ہوابھی سے......BG نے کہا تھا:''صاحب اورآپ کہہ کر بلانا۔''

''وہ تو مجھے کہا تھا کہنے کے لیے۔''توشی ابرو چڑھا کر بولی۔

''توشی......! مجھے بلال کو آپ کہنا اچھا لگتا ہے۔توشی......!جب انہوں نے کہا یہ میرے کچے ذہن کی پکی محبت ہے تو میرا دل چاہا اُن کے گلے لگ جاؤں اُسی وقت اور اُن کو بتا دوں مجھے بھی اُن سے بہت محبت ہے۔ایک دم پکی محبت پتھر پر لکیر جیسی۔''

''وہ کس کا ڈریس ہے؟''توشی کی نظر پڑی بیڈ پر رکھے ہوئے Bridal dress پر۔

''عالیہ زی نے بھیجا ہے میرے لیے......میرا Bridal dress''نوشی نے بتایا۔

''مگر وہ جو تم نے خود ڈیزائن کیا تھا اُس کا کیا؟''توشی نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تمہیں پتہ تو ہے کپڑے جوتے اور پرفیومز میری کمزوری ہیں۔جتنے بھی ہوں اُتنے ہی کم......اب اچھا تھوڑی لگتا ہے۔اپنی شادی پر بھی خود کا ڈیزائن کیا ہوا Dress پہنا جائے''

''اور یہ پرفیومز؟''

''یہ بھی میں نے ہی منگوائے ہیں پیرس سے، لاسٹ ویک عالیہ زی پیرس گئی ہوئی تھی۔''

''یہ لو......اب بلال پلاٹ بیچ کر تمہارے کپڑے اور پرفیومز ہی پورے کرے گا۔''توشی نے اپنے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

''پلاٹ کی بات تو کرنا بھول ہی گئی تھی۔''نوشی کو اچانک یاد آیا۔

''مطلب؟''توشی فوراً بول پڑی۔

''مطلب یہ ماما نے کہا تھا۔بلال سے کہو۔پلاٹ حق مہر میں لکھ کر دے۔اس طرح معلوم ہو جائے گا وہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔''نوشی نے Bridal Dress پکڑا اور لہنگا نکال کر وہیں ہی اپنی ٹائٹ جینز پر پہن کر چیک کرنا شروع کر دیا۔''سوچ رہی ہوں چولی بھی چیک کر ہی لوں۔''

وہ تخیل سے اپنے آپ کو دلہن بنی دیکھ رہی تھی آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی وہ اپنا شادی کا جوڑا دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔اُس کے برعکس توشی پریشان تھی۔

''یہ سب ماما اس کے ذہن میں ڈال رہی ہیں۔''توشی نے دل ہی دل میں خود سے کہا۔نوشی ڈریسنگ ٹیبل سے بیڈ کی طرف آئی جہاں پر اُس کا فون اور لہنگا کی جوڑی دار چولی پڑی ہوئی تھی۔توشی اُٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔

''تم کہاں جا رہی ہو؟''توشی جانے لگی تو نوشی نے پوچھا۔

''ماما کے پاس۔''توشی نے دروازہ کھولتے ہوئے جاتے جاتے کہا۔نوشی نے چولی پکڑنے کے لیے بیڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا اُسی لمحے نوشی کے فون پر شعیب کی کال آئی، چولی کی بجائے نوشی نے موبائل پکڑا۔

''جی شعیب بھائی؟''اُس نے خوشی سے جھومتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ماما بلا رہی ہیں۔''شعیب نے فون کے دوسری طرف سے پیغام دیا۔

''میں پانچ منٹ میں آئی......توشی بھی ماما سے ملنے ہی گئی ہے۔''نوشی نے فون بیڈ پر پھینک کر چولی پکڑی اور

گنگناتے ہوئے اپنے بیڈ روم کا لاک لگایا اور وہیں اپنی شرٹ اور اُپر اُتار کر اپنا شادی کا جوڑا چیک کرنے لگی۔''فٹنگ چیک کرلوں''اُس نے بلند آواز سے خود ہی سے کہا۔

''ماما......! توشی یہاں آ رہی ہے۔''شعیب نے ناہید کو اطلاع دی ناہید نے پھر سے اپنا رنگ بدلا۔

''شعیب آئندہ مجھے اگر پتہ چلا کہ تم نے بلال کے ساتھ کوئی بدتمیزی کی ہے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا''ناہید اُٹھی صوفے سے اور با آواز بلند شعیب کو ڈانٹنا شروع کر دیا، کمرے میں چلتے ہوئے اِدھر سے اُدھر اس سے پہلے توشی وہاں پہنچتی اُس نے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھول دیا تھا تا کہ اُس کی اور شعیب کی آواز باہر دروازے تک جا سکے ناہید کی ٹائمنگ کمال کی تھی۔ جیسے ہی اُس نے دروازہ کھولا توشی چند سیکنڈ بعد دروازے کے پاس کھڑی تھی۔

''مجھ سے بھی ماضی میں کچھ غلطیاں ہوئی ہیں۔ جن کی میں بلال سے معافی مانگ لوں گی اور تمہیں بھی بلال سے معافی مانگنی پڑے گی''ناہید با آواز بلند بول رہی تھی اور توشی دروازے پر کھڑی ہوئی سن رہی تھی۔

''بلال اگر ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں نہ آتا تو شاید میں اُسے لالچی ہی سمجھتی لیکن اب ایسا نہیں ہے نوشی کے لیے بلال سے اچھا رشتہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا میں غلط تھی شعیب میں غلط تھی۔''ناہید نے اپنے مگر مچھ کے آنسو صاف کیے۔

''کون ماں ہوگی جسے اپنی اولاد کی خوشی عزیز نہ ہو اور اچھی بات یہ ہے کہ نوشی بھی اس رشتے پر بہت خوش ہے۔ شکر خدا کا توشی کے لیے بھی بہت اچھا رشتہ مل گیا ہے۔''

توشی نے یہ سنا تو وہ باہر ہی سے چلی گئی بغیر ناہید کو ملے ہوئے نوشی نے اُسے دروازے کے پاس سے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ جب وہ شعیب کے روم کی طرف آ رہی تھی نوشی بغیر ناک کیے ہوئے شعیب کے روم میں چلی آئی۔

''جی ماما آپ نے بلایا تھا؟''نوشی نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ہاں میں نے بلایا تھا......وہ توشی کہاں ہے؟''ناہید نے پوچھا جو توشی کے جانے سے بے خبر تھی۔

''وہ تو ابھی یہاں سے......''نوشی نے حیران ہو کر آدھا جملہ ہی کہا تھا کہ ناہید جلدی سے بولی:

''ہاں ہاں دراصل میں یہ کہہ رہی تھی کہاں گئی ہے توشی؟''

''شاید اُن کے روم میں گئی ہوگی۔''نوشی نے جواب دیا۔

توشی بلال کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ اُس نے کمرے کا جائزہ لیا بلال کو آواز دی باتھ روم میں بھی کوئی نہیں تھا۔ اچانک اُس کی نظر بلال کے تکیے کی طرف پڑی تکیے کے ایک سرے کے نیچے سے اُسے کوئی گرین چیز نظر آئی توشی کو تجسس ہوا وہ تکیے کی طرف بڑھی اُس نے تکیہ اُٹھایا نیچے ایک پاسپورٹ اور ایک تصویر فریم میں سجی ہوئی تھی تصویر کے دونوں چہروں سے توشی اچھی طرح واقف تھی ایک اُس کی پھوپھو یعنی بلال کی ماں اور دوسرا بلال کا باپ یہ تصویر جمیلہ اور جلال کی شادی کے چند دن بعد کی تصویر تھی۔

''یہ پاسپورٹ کس کا ہے؟''توشی پاسپورٹ کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کھولتے ہوئے بولی تھی سب سے پہلے اُس کی نظر تصویر پر پڑی سفید رنگت لائٹ بلو آنکھیں سفید داڑھی والا ایک خوبصورت چہرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے تھا جب توشی پہلی اور آخری بار بابا جمعہ سے ملی تھی۔

پاسپورٹ کوئی ڈیڑھ مہینہ پہلے ہی ایشو ہوا تھا توشی کی نظر ایشو ڈیٹ پر پڑی تھی۔

اسی دوران بلال کمرے میں داخل ہوا تھا۔ توشی کا چہرہ فق ہو گیا اور وہ گھبرا کر بولی۔

''میں تو جا رہی تھی بس نظر پڑ گئی تھی اس لیے دیکھ لیا ورنہ میں نے کبھی بھی تمہاری چیزوں کو چیک نہیں کیا'' بلال نے اُسے نظر بھر کر دیکھا تھا توشی مزید ڈر گئی۔

''بیٹھ جاؤ......اٹس اوکے......'' بلال سنجیدگی سے بولا تھا۔ توشی وہیں بلال کے بیڈ پر بیٹھ گئی گردن جھکائے ہوئے۔

''ایک خوشخبری ہے تمہارے لیے'' توشی نے بات بدلی۔ بلال نے دونوں ابرو کے ساتھ بولنے کا سگنل دیا۔

''ماما کو کوئی اعتراض نہیں ہے تمہاری اور نوشی کی شادی پر۔''

بلال یہ سن کر خاموش رہا بغیر کسی تاثر کے توشی نے بلال کی طرف دیکھا تو پھر سے بولی۔

''لگتا ہے تمہیں خوشی نہیں ہوئی یہ خوشخبری سن کر۔''

''توشی جی......! آپ خبر کو خوشخبری سمجھ رہی ہیں۔ مجھے یہ خبر ہے کہ ممانی کو اس رشتے پر اعتراض نہیں ہے۔'' بلال نے جواب دیا توشی کو لگا جیسے بلال کو اُس کی بات پر یقین نہ آیا ہو اس لیے اُس نے کہا۔

''ویسے تم آ کہاں سے رہے ہو؟''

''میں نانو کے پاس تھا۔''

''میں تم سے آج بہت ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔'' توشی نے کہا۔

''آپ مجھ سے بہت ساری باتیں پوچھنا چاہتی ہیں۔'' بلال جانچتی نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔

''نہیں......خیر چھوڑو...... مجھے کیوں لگ رہا ہے جیسے تم خوش نہیں ہو۔'' توشی نے کہا۔

بلال گردن جھکائے مسکرایا پھر بولا:

''خوش تو میں ہوں مگر زیادہ فکر مند ہوں۔''

''فکرمند کیوں؟'' توشی بے نیازی سے فٹافٹ بولی۔

''توشی جی......! محبت کے بہت سارے رنگ ہیں اور بہت ساری شکلیں بھی......اس کے برعکس عزت صرف اپنی اصل شکل میں ہوتی ہے اور اُس کا صرف ایک رنگ ہے اور وہ رنگ ہے سفید، عزت سفید چادر کی طرح ہوتی ہے، جس پر کسی بھی رنگ کا چھینٹا پڑ جائے تو وہ داغ دار ہو جاتی ہے خواہ وہ چھینٹا ست رنگی محبت ہی کا کیوں نہ ہو...... جب میرے ابا فوت ہوئے تو میں آٹھ ماہ کا تھا۔ میری ماں کو میرے ابا سے بہت محبت تھی مگر اُن کی محبت انہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ اُس کے بعد میری محبت کے سہارے میری ماں نے زندگی کا سفر جاری رکھا پھر ایک دن اُن پر چوری کا الزام لگا دیا گیا اُن کی عزت چھین لی گئی میری ماں پر اس صدمے کا گہرا اثر ہوا میری ماں ڈسٹرب تھی۔ اس صورتِ حال میں تب ممانی نے انہیں پاگل ثابت کر کے مینٹل ہاسپٹل بجھوا دیا اور چند ماہ بعد وہاں سے اُن کی لاش آئی۔''

بلال گھائل آواز کے ساتھ اپنی ماں کی روداد سنا رہا تھا گردن جھکائے کمرے میں تھوڑی دیر خاموش رہی۔

''مجھے میرے ابا کی محبت نہیں ملی۔ اپنی ماں کی محبت سے محروم رہا، پھر مجھے بابا جمعہ کی محبت نے تھام لیا انہوں نے مجھے میرے والدین کی طرح پیار کیا اب وہ بھی مجھے چھوڑ کر جا چکے ہیں......اتنی محبتوں کے چھن جانے کے باوجود میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں......میرا ماننا ہے کسی سے اُس کی محبت چھین لی جائے تو وہ زندہ رہ سکتا ہے اگر اُس سے اُس کی عزت چھین لی جائے تو وہ جیتے جی مر جاتا ہے''

توشی کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہوئے اُس کے سرخ گالوں پر تھے جنہیں اُس نے بائیں ہاتھ کی پشت سے صاف کیا اُس کے دائیں ہاتھ میں اب بھی بابا جمعہ کا پاسپورٹ تھا۔ بلال سنجیدگی سے توشی کو دیکھ رہا تھا۔

''جب میں نے باباجی کو شادی کی تاریخ کا بتایا تو کہنے لگے تمہاری شادی سے پہلے ہم دونوں عمرہ کر کے آتے ہیں مجھے تاکید کی شادی کے بعد آنے والا حج میری بہو کے ساتھ کرنا......

باباجی کی وفات سے تین چار روز قبل ہم دونوں اُن کا پاسپورٹ لے کر آئے تھے، تب سے یہ میرے پاس ہی ہے۔'' بلال اب خاموش تھا اور کافی دیر خاموش رہا۔

''عظمی اب بھی......'' توشی نے آدھی بات کی جھجکتے ہوئے۔

''عظمی اب بھی میری دوست ہی ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ وہ میرے دوست عادل عقیل سے جلد ہی شادی کرلے گی۔'' بلال نے توشی کے آدھے سوال کا پورا جواب دیا۔ نوشی کافی دیر سے باہر کھڑی بلال اور توشی کی گفتگو سن رہی تھی جب کہ توشی اور بلال نوشی کی موجودگی سے بے خبر تھے۔ نوشی کو بھی عظمی کا ڈر ستا رہا تھا۔ جب اُس نے یہ سنا تو وہ باہر ہی سے خوشی خوشی لوٹ گئی۔

''میں بھی تم سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ تمہیں اگر بابا جمعہ کی محبت نے تھام لیا تھا تو ہمیں تمہاری محبت نے تھاما ہوا تھا مجھے اور نوشی کو......میرا سہارا تم تھے اور میں نوشی کا سہارا تھی اور میری بے وقوفی دیکھو میں نے اُس محبت کو دوسری نظر سے دیکھا میں بھی ایڈیٹ ہوں ایک نمبر کی ایڈیٹ سوری بلال صاحب......! اب تو مسکرا دو ماما کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ میں اپنے کانوں سے سن کر آ رہی ہوں وہ بہت خوش ہیں ہم دونوں بہنوں کی شادی پر۔'' توشی نے بلال کو تسلی دی۔

''اب میں چلتی ہوں۔'' توشی کمرے سے جا رہی تھی کمرے کے دروازے پر رُک کر دوبارہ مڑی۔

''ہاں مجھے یاد آیا 28 فروری کو داداجی کی برسی ہے۔ 27 کو میں دادو اور DJ گاؤں جا رہے ہیں۔''

''اس دفعہ خان صاحب آپ کے ساتھ نہیں جا رہے......؟'' بلال نے پوچھا۔

''نہیں وہ یورپ جا رہے ہیں۔ اپنے بیٹے کے ساتھ بزنس ٹور پر پاپا اپنی جگہ اُنہیں بھیج رہے ہیں۔''

توشی وہاں سے چلی گئی۔ بلال کچھ دیر ویسے ہی بیٹھا رہا پھر اُس نے اُٹھ کر کتاب گھر سے ایک کتاب نکالی ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کی بانگ درا

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں — مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
ستم ہو کہ ہو وعدۂ بے حجابی — کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں
یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو — کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا وہی لن ترانی سُنا چاہتا ہوں

کوئی دم بھر کا مہماں ہوں اے اہلِ محفل! چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

یہ مصرع پڑھتے ہوئے بلال کی آواز بھر آئی اُس کی نظریں تو بانگ درا پر تھیں مگر وہ دیکھ کچھ اور رہا تھا کھلی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اُن لمحوں کو جب وہ اور بابا جمعہ حضرت اقبالؒ کی جائے پیدائش کو دیکھنے کے لیے گئے تھے۔ بابا جمعہ کو حضرت علامہ محمد اقبالؒ سے بڑی عقیدت تھی۔

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی بڑا بے اَدب ہوں سزا چاہتا ہوں

اب بلال بانگِ درا ہاتھ میں پکڑے ہوئے گم سم بیٹھا ہوا تھا، اپنے بیڈ پر دروازے پر ایک معزز دستک ہوئی۔

''آجائیں خان صاحب تشریف لے آئیں۔'' بلال نے صدا لگائی۔

گل شیر خان بلال کے کمرے میں داخل ہوا بلال اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اُنہیں گرم جوشی سے گلے ملا اور اُس کے بعد اُنہیں احترام سے دیوان پر بٹھایا۔

''بلال......!تمہیں کیسے خبر ہو جاتا ہے مڑا کہ ہم آیا ہے؟'' گل شیر خان نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ کی دستک بڑی معزز ہوتی ہے ایک دفعہ مجھے غلطی لگی تھی اکثر میں پہچان لیتا ہوں۔''

بلال کو یاد تھا جب ایک دفعہ نوشی نے دستک دی تھی دروازے پر تو اُس نے کہا تھا آجائیں خان صاحب دروازہ کھلا ہے۔

''آپ کے لیے چائے بناتا ہوں۔'' بلال اوپن کچن کی طرف جاتے ہوئے بولا تھا۔

''نہ نہ تمہارا چائے ہم نہیں پی سکتا یا کڑوا ہوتا ہے یا پھیکا۔'' گل شیر نے فوراً انکار کر دیا۔

''نہ کڑوا ہوگا اور نہ ہی پھیکا آپ کو گڑ والی چائے پلاتا ہوں۔'' بلال چائے بناتے ہوئے بولا تھا۔

بلال چائے بنانے میں مصروف تھا اور گل شیر خان اُسے مسلسل خاموشی سے دیکھ رہا تھا کوئی دس منٹ بعد بلال نے اُنہیں چائے کا مگ پیش کیا۔

''ڈیئر شلی ......'' گل شیر کے منہ سے بے ساختہ نکلا جب انہوں نے چائے کا پہلا گھونٹ لیا تھا وہ چائے کی تعریف کر رہے تھے۔

''مڑا تم نے پہلے تو کبھی ایسا مزیدار چائے نہیں پلایا۔'' گل شیر خان چائے پیتے ہوئے بولا تھا۔

''ہم اور حسیب اس 25 کو جا رہا ہوں یورپ...... یہ بلال بیٹا تمہارا امانت ہمارے پاس ہے یہ رکھ لو۔''

گل شیر نے ایک پلاسٹک کا کالا فولڈر بلال کے حوالے کیا جس میں بہت سارے کاغذ کے ٹکڑے تھے۔

''ہاں میں بتانا بھول گیا تھا تمہارا ماں کا زمین کا بات تقریباً فائنل ہو چکا ہے وہ آدمی زمین کا مالک اب 50 ایکڑ کا پچاس کروڑ مانگ رہا ہے 47 یا 48 کروڑ میں بات بن جائے گی......اسی لیے تمہیں رندھاوا صاحب نے ماں جی کے کمرے میں بلایا ہے یہ خوشخبری دینے کے لیے۔''

دونوں چائے ختم کر چکے تھے گل شیر یہ پیغام دے کر جا چکا تھا بلال گہری سوچ میں گم سم تھا۔

''ماں کی زمین'' اُس نے خود سے کہا اس کے بعد وہ اپنی نانی کے کمرے کی طرف چل دیا۔

''السلام علیکم'' بلال کمرے میں داخل ہوتے بولا تھا۔

''وعلیکم اسلام'' جمال نے جواب دیا جواب تک پینٹ کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ وہ گھر آتے ہی سیدھا جہاں آرا کے کمرے میں آ گیا اور گل شیر خان کو انہوں نے بلال کی طرف بھیج دیا گل شیر خان بلال کی طرف جانے سے پہلے اپنے کوارٹر میں گیا تھا۔ جہاں سے اُس نے وہ کالا فولڈر لیا اور بلال کی طرف چلا گیا۔ توشی بلال کی طرف سے سیدھی اپنی دادی کے پاس آئی جب وہ جانے لگی تو جمال کمرے میں داخل ہوا۔ توشی اپنے باپ کو دیکھ کر رُک گئی۔

توشی اور جمال بہت خوش تھے اور وہ آپس میں گپ شپ لگا رہے تھے۔ جہاں آرا اُن دونوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔

''مبارک ہو بلال بیٹا......! تمہاری ماں کی زمین اب میں خرید رہا ہوں تمہارے لیے۔'' جمال تفاخر سے بلال کو دیکھ کر بولا جو اُس کے سامنے دیوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ دیوان کے ایک کونے پر توشی بیٹھی ہوئی تھی اور دوسرے کونے پر بلال، جہاں آرا ہمیشہ کی طرح ایزی چیئر پر براجمان تھیں اور جمال ایک بازو والی کرسی پر ٹیک لگائے ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھے بلال سے مخاطب تھا۔

''ماں جی......اب جلد ہی میں اپنا فرض بھی ادا کر دوں گا اور قرض بھی۔'' جمال رندھاوا نے اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کہا اور جہاں آرا بلال کو دیکھ رہی تھیں۔ جو گردن جھکائے خاموش بیٹھا ہوا تھا اور اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی پڑوسن انگلی میں پہنی ہوئی چاندی کی انگوٹھی جس میں فیروزہ جڑا ہوا تھا اُسے دیکھ رہا تھا، یہ انگوٹھی اُس نے مدینہ منورہ سے خریدی تھی۔

''تمہیں تو خوش ہونا چاہیے بلال بیٹا......!'' جہاں آرا نے بلال کو اُس کی طرف دیکھ کر مخاطب کیا۔ توشی بھی منتظر تھی بلال کی رائے کی مگر بلال خاموش تھا اور اپنے ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ کیوں خرید رہے ہیں وہ زمین......؟'' بلال نے لب کشائی کی جمال کو دیکھتے ہوئے۔

''تمہارے لیئے'' جمال نے جواب دیا۔

''ماموں جان! میں نے تو آج تک کبھی تقاضہ نہیں کیا آپ سے......اُس زمین کی واپسی کا......'' بلال نے تحمل اور ادب سے کہا۔

''مگر......جمیلہ کی یہ خواہش تھی۔'' جمال نے وضاحت کی۔

''ماموں جان......انسان کے ساتھ اُس کی خواہش بھی مر جاتی ہے......کاش آپ نے اُن کی خواہش وقت پر پوری کی ہوتی......تو شاید آج وہ زندہ ہوتیں......مرنا تو سب نے ہی ہے لیکن میری ماں کی طرح کوئی نہ مرے......چوری کا الزام اپنے سینے پر سجائے پاگل خانے میں......آپ صرف اپنا یہ فرض ادا کریں......میری ماں آپ سے کبھی بھی قرض کی واپسی کا مطالبہ نہ کرتیں اگر وہ اُس وقت مجبور نہ ہوتیں......اُن کے ساتھ اُن کی مجبوریاں بھی ختم ہو گئیں۔ اُن کا دیا ہوا قرض وقت پر واپس کرنا بھی آپ کا فرض تھا۔ آپ کو یہ قرض یاد ہے اُسے کیسے بھول گئے آپ......''

جمال ملال سے اپنی جبیں جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور توشی کرب میں مبتلا اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں آرا نے اپنا چشمہ اُتار کر اپنے اشک صاف کیے تھے۔

''توشی نے ایک نظر بلال کو دیکھا جس کی آنکھوں میں آج پہلی بار اُسے اپنے باپ کے لیے وہ ادب واحترام نظر نہیں آیا جو اُس کی آنکھوں میں ہمیشہ اُن کے لیے تھا۔''

اس کے باوجود بلال نے ساری گفتگو کے دوران دھیمی آواز میں بات کی تھی بڑی احتیاط کے ساتھ ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

''آپ نے وہ زمین خریدنی ہے ضرور خریدیں مگر میرے لیے ہرگز نہیں ...... میں اپنی ماں کے کیے ہوئے احسانوں اور دی ہوئی قربانیوں کی قیمت کبھی نہیں لوں گا یہ میرا فیصلہ ہے۔''

''بس کرو بلال......خدا کے لیے......بس کرو......'' جمال دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ توشی جلدی سے اُٹھی اور اپنے باپ کو سنبھالا جو کہ گردن جھکائے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور بلند آواز سے رو رہا تھا۔ جہاں آرا اپنی ایزی چیئر پر بیٹھی ہی رو رہی تھیں۔ بلال اُٹھا اور اپنے ماموں کے گلے لگ گیا۔

''مجھے معاف کردو بلال بیٹا۔'' جمال روتے ہوئے بولا۔ بلال نے اُنہیں سنبھالا آنکھوں سے تسلی دی مگر زبان سے کچھ نہیں کہا جمال اب بلال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بلال نے جمال کے آنسو صاف کیے بلال کے چہرے پر زخمی مسکراہٹ اُبھری اور اُس نے اپنی پلکیں جھپکائیں اور جمال کے گلے لگ گیا توشی نے بھی اپنے آنسو صاف کیے جہاں آرا اب سنجیدگی سے بلال کو دیکھ رہی تھیں تھوڑی دیر بعد سب کچھ نارمل ہو گیا۔

''میں Change کر کے آتا ہوں۔ توشی کھانا یہیں منگوا لو سب ساتھ کھائیں گے۔'' جمال یہ بول کر چلا گیا۔

رات کے 11 بج رہے تھے بلال رات کا کھانا مغرب کے بعد کھا لیتا تھا۔ جہاں آرا بھی کھانا کھا چکی تھیں۔ توشی اور جمال نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا۔

سب نے ساتھ کھانا کھایا بلال نے اُن کا ساتھ دیا جہاں آرا نے انکار کر دیا کھانے سے فارغ ہو کر جمال نے پوچھا:

''شادی کی تیاریاں کیسی چل رہی ہیں؟''

''مت پوچھیں میں ایک سوٹ خریدتی ہوں تو آپ کی بیٹی دو خریدتی ہے۔ اس طرح ہر چیز مجھ سے ڈبل خرید رہی ہے نوشی میڈم'' توشی نے جواب دیا۔

بلال خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو بلال......؟'' جمال نے بلال کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ماموں جان آپ سے ایک بات کرنی تھی۔''

''ہاں ہاں بولو بیٹا۔''

''مجھے ایسا لگتا ہے ممانی جان اس شادی کے حق میں نہیں ہیں اگر ایسا ہے تو مجھے پہلے اُنہیں راضی کرنا ہے میں

ممانی جان کی مرضی کے خلاف یہ شادی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔''
''میں ناہید سے پوچھ لوں گا......اور کچھ......؟'' جمال نے کہا۔
''ایک بات اور میں شادی سے پہلے یہاں سے جوہر ٹاؤن شفٹ کرنا چاہتا ہوں۔''
جمال نے اپنی ماں کی طرف دیکھا انہوں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔
''کوئی گھر دیکھا ہے تم نے؟'' جمال نے پوچھا۔
''ابھی تک تو کوئی نہیں......کل سے دیکھوں گا......فی الحال رینٹ پر جاؤں گا چھ سات ماہ تک اپنا خرید لوں گا۔'' بلال نے جواب دیا۔
''پاپا آپ خرید دیں بلال کو گھر'' توشی نے جلدی سے کہا جمال نے توشی کی طرف دیکھا اور اُسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔
''ٹھیک ہے بلال جیسے تمہاری خوشی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' جمال نے مسکرا کر کہا۔
☆☆☆
اگلے دن 10 فروری بروز پیر بلال سیدھا رامے اسٹیٹ پر گیا طارق رامے ابھی تک آفس نہیں پہنچا تھا مگر اُس کا آفس کھلا ہوا تھا۔ آفس بوائے نے بلال سے چائے کا پوچھا اُسے ادب سے بٹھایا۔
''رامے صاحب کب تک آئیں گے؟'' بلال نے سوال کیا۔
''سر جی رامے صاحب تو LDA آفس چلے گئے ہیں اب تو وہ 12 ساڑے 12 بجے تک آئیں گے۔'' آفس بوائے نے جواب دیا، بلال نے گھڑی کی طرف دیکھا، ساڑھے 9 بج رہے تھے۔ وہ اپنے سکول چلا گیا۔ بلال آفس میں مصروف ہو گیا اپنے روزمرہ کے کاموں میں 12 بجے کے قریب فوزیہ اور لیاقت بلال سے ملنے کے لیے آئے تھے۔
''سر ایک فیصلہ کر دیں......میں سوئزرلینڈ جانا چاہتی ہوں اور لیاقت مجھے دبئی لے جانا چاہتا ہے......میں نے کہا دبئی تو اب ہر للو پنجو جا رہا ہے......جانا تو وہاں چاہیے جہاں کم لوگ جائیں اور وہ جگہ بھی خاص ہو۔''
لیاقت علی فوزیہ کو ہنی مون کے لیے دبئی لے جانا چاہتا تھا۔ وہ اس لیے اُسے وزٹ ویزہ فری مل جاتا اُس کے تعلقات کی وجہ سے صرف ٹکٹ کا خرچہ تھا۔ کھانے پینے کا بندوبست دعوتوں سے ہو جاتا ہنی مون کا ہنی مون اور بچت کی بچت مگر فوزیہ دبئی جانے کے لیے تیار نہیں تھی۔
''شیدائن نہ ہو تو اوئے پاگلے سارے انگریز اب گھومنے کے لیے دبئی ہی آتے ہیں اور تم انگریزوں کے ملک کا بول رہی ہو۔'' لیاقت علی نے فوزیہ کو جواب دیا۔
''سر آپ فیصلہ کر دیں ہمیں کہاں جانا چاہیے؟'' فوزیہ نے درخواست کی۔
''میں تمھیں ایک ایسی جگہ بتاتا ہوں جہاں سب سے زیادہ لوگ جاتے ہیں مگر جاتے سارے کے سارے نصیبوں والے ہیں اور وہ جگہ بھی سب سے خاص اور اہم ہے تم لوگ عمرہ کر آؤ......خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں اپنی زندگی میں اللہ اور اُس کے محبوب ﷺ کے گھر کی زیارت نصیب ہو جائے بلکہ خالہ نصرت اور خالہ ثریا کو بھی ساتھ لے

جاؤ۔'' بلال نے مشورہ دیا۔فوزیہ کو بلال کا مشورہ بہت پسند آیا مگر لیاقت علی کو خرچے کی فکر تھی۔ لیاقت علی بوسکی کی قمیض اور کیٹی کی شلوار پہنے ہوئے تھا۔ اُس نے اپنی بوسکی کی قمیض کی سائیڈ والی پاکٹ کے اوپر ہاتھ رکھا اور اپنے بٹوے کو چھوا اور بولا:

''میرے پاس چار لوگوں کے پیسے نہیں ہیں۔''

''لیاقت علی اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو خالہ نصرت اور ثریا خالہ کے پیسے مجھ سے لے لو یہ بات ہم تینوں کے درمیان رہے گی ہمیشہ کے لیے۔''

بلال نے پُرخلوص لہجے سے کہا فوزیہ اور لیاقت نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اس کے بعد فوزیہ بولی:

''سر......! ٹھیک ہے......مگر یہ قرض ہوگا جو میں آپ کو واپس کروں گی۔''

''منظور ہے......'' بلال نے ہاں کر دی اُس کے بعد فوزیہ اور لیاقت کو چائے پلائی۔

''میں یکم مارچ کو جا رہا ہوں عمرہ کرنے کے لیے 12 مارچ کو واپسی ہوگی میرا چند گھنٹے دبئی اسٹے ہے اس کے بعد لاہور واپس۔'' بلال نے اپنا سارا شیڈول بتا دیا۔

''بلال بھائی......! آپ کے چھ ماہ بھی ہونے والے ہیں۔'' لیاقت نے یاد دہانی کرائی۔ بلال کے پاس امارات کا Residence Visa تھا۔ جس کے لیے ضروری ہے ہر چھ ماہ بعد متحدہ عرب امارات چکر لگایا جائے چاہے ائیرپورٹ سے اِن آؤٹ ہو کر واپس آجائیں وہ ویزہ لیاقت علی کے کسی جاننے والے نے دیا تھا ویزے کا سارا خرچہ بلال نے کیا تھا۔

''سر......! آپ کی شادی۔'' فوزیہ کو تشویش ہوئی۔

''میں 13 مارچ کی صبح انشااللہ واپس آجاؤں گا۔ اور نکاح 14 مارچ جمعہ کی نماز کے بعد ہے۔''

''سر ہم لوگ آپ کی شادی کے بعد ہی عمرہ کرنے جائیں گے تب تک امی اور خالہ کا پاسپورٹ بھی بن جائے گا۔''

بلال اسکول سے دو بجے کے آس پاس فارغ ہوا اس کے بعد وہ طارق رامے کے دفتر دوبارہ گیا۔ طارق رامے اور اعجاز جنجوعہ آفس میں موجود تھے جب بلال آفس کے اندر داخل ہوا تو طارق رامے کسی پارٹی کو جھوٹی سچی کہانی موبائل پر سنا رہا تھا اور اعجاز جنجوعہ بائیں ہاتھ میں اخبار اور دائیں ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑے ہوئے چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''آؤ جی......بسم اللہ بلال صاحب آئے نے۔'' طارق رامے نے فون پر بات کرتے کرتے اُٹھ کر بلال کا استقبال کیا اور اُسے گلے لگایا اور ہاتھ کے اشارے سے بلال کو بیٹھنے کو کہا بلال بیٹھنے سے پہلے جنجوعہ صاحب سے گلے مل چکا تھا۔ جنجوعہ اپنی چائے ختم کر چکا تھا۔ بلال جنجوعہ کے برابر میں صوفہ پر بیٹھ گیا۔

''اوئے چھوٹے تین کپ دودھ پتی بنا اور رودیا سے بسکٹ لا۔'' طارق رامے نے آفس بوائے کو حکم دیا۔

''چھوٹے دو کپ بنانا میں نے ابھی ابھی چائے ختم کی ہے۔'' اعجاز جنجوعہ نے کہا۔

''پی لے جنجوعہ پی لے...... تیری رگوں میں خون کی جگہ ویسے بھی چائے ہی دوڑ رہی ہے......ایک کپ اور سہی۔'' طارق رامے موبائل پر بات کر چکا تھا اور اب اعجاز جنجوعہ کی ٹانگ کھینچ رہا تھا۔

''رامے صاحب میں چائے نہیں پیئوں گا میرا روزہ ہے'' بلال نے کہا۔

''روزہ......'' طارق رامے کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

''رامے تمہارے لیے حیرت کی بات ہی ہوگی کیونکہ تم نے کبھی رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ ویسے تم ڈیلروں کو موت کیوں یاد نہیں۔'' اعجاز جنجوعہ نے حساب برابر کرلیا۔

''موت کو یاد کرنے کا ٹھیکہ ہم نے ٹھیکیداروں کو جو دے دیا ہے۔ میں واقف ہوں تمہاری رگ رگ سے تم وہی ہونا جو کہتا تھا۔ یار رامے باقی سب تو ٹھیک ہے۔ میں روزے میں سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں سوائے چائے کے'' طارق رامے نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا اس سے پہلے کہ رامے اور جنجوعہ میں باقاعدہ جنگ چھڑ جاتی بلال نے اپنے آنے کی وجہ بیان کردی۔

''جنجوعہ صاحب اور رامے صاحب میرا 14 مارچ کو نکاح ہے آپ لوگوں نے آنا ہے۔ جنجوعہ صاحب بھابھی اور بچوں کے ساتھ اور رامے صاحب آپ نے بھی''

''بلال......! رامے تمہاری شادی میں کسی کو ایک دن کے لیے بیوی بنا کرلے آئے گا۔'' اعجاز جنجوعہ نے بلال کی بات کاٹ کر جوابی حملہ کر دیا۔

''بلال نکاح کہاں ہے اور ولیمہ کہاں کون سی جگہ ہے؟'' طارق رامے نے پوچھا۔

''اور نکاح کس کے ساتھ کر رہے ہو'' اعجاز جنجوعہ نے بات مکمل کی۔

''رامے صاحب......! نکاح چرڑ گاؤں کی نورانی مسجد میں ہوگا اور بریگیڈ ر امان اللہ پڑھائیں گے اور ولیمہ 17 مارچ کو ہوگا اُس کی جگہ ابھی فائنل نہیں ہوئی۔''

''ولیمہ کسی مدرسے میں کرلو۔'' طارق رامے نے بے ساختہ کہا۔

''کوئی کارڈ شاڈ نہیں پرنٹ کروائے؟'' اعجاز جنجوعہ نے پوچھا بلال نے نفی میں گردن ہلا دی۔

''میرے چھوٹے سالے کا پرنٹنگ پریس ہے پنڈی میں مَیں پرنٹ کروا دیتا ہوں۔''

''جنجوعہ صاحب......! میرے صرف آٹھ دس مہمان تھے اس لیے شادی کارڈ پرنٹ نہیں کروائے۔''

''کسی بیوہ کے ساتھ شادی کر رہے ہو۔'' طارق رامے نے پوچھا۔ ''جو اتنی سادگی اختیار کی ہے۔''

''نہیں وہ میری بچپن کی منگیتر ہیں میرے ماموں کی بیٹی......اور جہاں تک سادگی کی بات ہے تو رامے صاحب ہم لوگوں نے شادی کو مشکل بنا دیا ہے۔ فضول رسموں رواجوں کی وجہ سے اس دور میں نکاح کرنا مہنگا ہوگیا ہے اور زنا کرنا سستا جس کی وجہ سے بے حیائی بڑھ رہی ہے۔ میں ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق اچھی جگہ پر کروں گا۔'' بلال نے طارق رامے کے سارے سوالوں کے جواب دے دیئے۔

''رامے صاحب......! مجھے ایک کنال کا گھر چاہیے رینٹ پر وہ بھی یکم مارچ تک۔''

''کوئی مسئلہ نہیں ہے ہو جائے گا۔ وہ اپنے میاں محمود صاحب ہیں۔ لندن والے اُن کا گھر ہے۔ صاف ستھرا فرنشڈ وہ اپنے اسکول والے میاں صاحب جن کی بلڈنگ میں اپنا اسکول ہے۔''

''مگر وہ تو خود پاکستان آئے ہوئے ہیں پچھلے ہفتے اسکول آئے تھے۔'' بلال نے جواب دیا۔

''25 فروری کو جا رہے ہیں اُنہوں نے تمہاری بہت تعریف کی تھی۔ بلال صاحب یہ جو انویسٹر ہوتے ہیں انہیں کرایہ وقت پر دیتے رہو اور ان کی پراپرٹی کا خیال رکھو پھر چاہے 25-20 سال گزار لو یہ کچھ نہیں بولتے۔ میں اُن سے بات کرتا ہوں وہ فوراً مان جائیں گے۔''

''رامے صاحب مجھے صرف چھ سات ماہ کے لیے گھر چاہیے اُس کے بعد میں اپنا گھر خریدلوں گا ان شاء اللہ۔''

''میں ابھی بات کرتا ہوں۔'' طارق رامے نے میاں محمود کو کال ملا دی اور وہ اُن سے باتیں کرنے لگا۔ اعجاز جنجوعہ دل میں سوچ رہا تھا اس کے پاس چھ سات ماہ میں گھر کی رقم اکٹھی ہو جائے گی۔ بلال اخبار پر نظریں جمائے اخبار پڑھ رہا تھا۔ آفس بوائے نے چائے اعجاز جنجوعہ کے سامنے رکھی اور دوسرا کپ طارق رامے کو پیش کیا۔

''لو بلال صاحب کام ہو گیا میاں صاحب خوشی سے مان گئے ایک پورشن کے لیے اوپر والا پورشن 2 بیڈ روم ٹی وی لاؤنج کچن سب کچھ ہے۔ گھر کے سارے سامان کے ساتھ آپ نے صرف اپنے کپڑے لے کر آنے ہیں اور بس...... ہاں ایک بات اور...... انہوں نے کہا ہے آپ سے کرایہ بھی نہیں لیں گے...... 25 کو وہ لوگ جا رہے ہیں 26 فروری کو آپ شفٹ کر لو۔''

''رامے صاحب......! میں شفٹ یکم مارچ تک کروں گا اور 2 مارچ کو عمرے کے لیے چلا جاؤں گا جانے سے پہلے میں گھر کا کچھ کام خود کروانا چاہوں گا اپنے حساب سے۔'' بلال نے تفصیل بیان کی۔

''ٹھیک ہے بادشاہو جیسے آپ کی مرضی میں 26 تاریخ کو چابیاں آپ کو دے دوں گا۔''

بلال نے اُن دونوں سے اجازت لی اور آفس سے چلا گیا۔

''کام تو صرف دو ہیں اس دور میں...... پراپرٹی کا اور ایجوکیشن کا'' اعجاز جنجوعہ بلال کے جانے کے بعد بولا۔

''اور جہاں سے جنجوعہ تُو نے کروڑوں کمائے ہیں ٹھیکیداری...... وہ کام بُرا ہو گیا'' طارق رامے فوراً بول اُٹھا۔

''میرا وہ مطلب نہیں تھا دیکھو نا دو ماہ پہلے سوا تین کروڑ کا پلاٹ خریدا ہے اب گھر خریدنے کی بات کر رہا تھا پیسہ ہے تو کہہ رہا تھا۔''

''پیسہ کیوں نہیں ہوگا اُس کا نام ہے شہر میں گلبرگ ڈیفنس اور ماڈل ٹاؤن سے لوگ اپنے بچوں کو بلال کے اسکول بھجواتے ہیں فیس بھی ٹھیک ٹھاک لیتا ہے۔ اور غریب بچوں کو بھی مفت پڑھاتا ہے...... ایک طرف سے امیر لوگوں کو کاٹ رہا ہے اور دوسری طرف غریب بچوں میں بانٹ رہا ہے۔'' طارق رامے نے تبصرہ کیا۔

''نہیں رامے کاٹنے والی بات غلط ہے۔ میرا بڑا بیٹا روحان پہلے دوسرے اسکول میں جاتا تھا میرا چھوٹا بیٹا اور بیٹی بلال کے اسکول میں پڑھتے ہیں۔ میرے دونوں چھوٹے بچے بڑے بیٹے سے لائق تھے اور ہیں حالانکہ بڑے کو ٹیوشن بھی رکھوائی تھی اور اُس اسکول کی فیس بلال کے اسکول کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔ اب میں نے بڑے بیٹے کو بھی بلال کے اسکول داخل کروا دیا ہے...... رامے جس طرح انویسٹر کو اپنی پراپرٹی اور کرائے سے غرض ہوتی ہے۔ اسی طرح والدین کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور ماحول سے غرض ہوتی ہے فیس سے نہیں...... ایک اور بات جو دیکھ کر میں حیران رہ گیا میرے

تینوں بچوں کو انگلش ،عربی ، فارسی اور اُردو بولنی آتی ہے اس دفعہ جب ہم لوگ پنڈی گئے تو میری سب سے چھوٹی بیٹی زونیشا اپنی نانی کے ساتھ پنجابی میں بات کر رہی تھی ۔ جب میں نے پوچھا تمہیں پنجابی کیسے آئی ہے تو اُس نے مجھے بتایا ہمارا ایک پیریئڈ پنجابی کا بھی ہوتا ہے۔جس میں ہماری ٹیچر ہم سے پنجابی میں بات کرتی ہے۔حالانکہ میری سالی کے بچے پنڈی کے سب سے اچھے اسکول میں جاتے ہیں......انگلش عربی تو دور اُنہیں صحیح طرح سے اُردو بولنی نہیں آتی گلابی اُردو میں بات کرتے ہیں۔''

''جنجوعہ یار یہی بات ابھی فون پر میاں محمود صاحب بتا رہے تھے کہ اس لڑکے کا اسکول بہت شاندار ہے اور میاں صاحب سب سے زیادہ اس بات پر خوش تھے کہ اُن کی پرانی کھنڈر بلڈنگ کو بلال نے مرمت کروا کر ایک دم نیا بنا دیا ہے اور کرایہ کبھی ایک دن لیٹ نہیں ہوتا......حساب کا تو تُو بھی بہت کھرا ہے جنجوعہ لیکن بلال کی بات ہی کچھ اور ہے...... ہاں مجھے یاد آیا یہ تو نے کیا چول ماری تھی ۔ کہ میرے سالے کا پرنٹنگ پریس ہے۔شادی کارڈ میں پرنٹ کروا دیتا ہوں۔''

''یار رامے بس ایسے ہی شوخی ماردی تھی ۔ مجھے بھی بعد میں احساس ہو گیا تھا۔ یہاں کنجوسی کا نہیں سادگی کا معاملہ ہے۔''اعجاز جنجوعہ نے ایک لمبی ٹھنڈی سانس لی۔

''ماہ رُخ کی اگر بلال سے شادی ہو جاتی تو راج کرتی۔اب کیا کر سکتے ہیں ماہ رخ کے مقدر۔''

''میں بھی اپنے بچے بلال ہی کے اسکول میں داخل کرواؤں گا'' طارق رامے نے مستقبل کی پلاننگ بتا دی۔

''بھائی صاحب پہلے شادی تو کر لو سال دو سال اور گزر گئے تو کوئی بیوہ بھی نہیں ملے گی۔''

''ٹھیک ہے جی ٹھیک ہے جنجوعہ ابھی کل ہی بڑے بھائی راشد رامے کا فون آیا تھا بتا رہا تھا۔امی نے تمہارے لیے ایک لڑکی دیکھی ہے چیچہ وطنی سے تعلق ہے۔ڈاکٹر ہے اور حج بھی کیا ہوا ہے۔''طارق رامے نے تفاخر سے اعجاز جنجوعہ کو بتایا۔

''بس پھر کام ہو گیا......چیچہ وطنی والی ڈاکٹر کو تیرے ساتھ شادی کر کے چیچک تو ضرور ہو جائے گی۔''اعجاز جنجوعہ نے طنزیہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تھا۔

☆☆☆

''محسن کے ساتھ شادی کر کے تم بہت خوش رہو گی۔''نوشی نے توشی کو دیکھ کر کہا جو اپنے موبائل پر ڈاکٹر محسن کا میسج پڑھ رہی تھی۔

''کیا کہا تم نے؟''توشی نے دوبارہ پوچھا۔

''جو سنا تم نے''نوشی نے اُس کی نقل اُتاری۔

''آج کیا تاریخ ہے؟''توشی نے نوشی سے پوچھا۔

''موبائل تمہارے ہاتھ میں ہے اور تاریخ مجھ سے پوچھ رہی ہو''نوشی نے کہا۔

''ابھی بھی ایک مہینہ پڑا ہوا ہے کب آئیں گے وہ دن......''توشی نے بے قراری سے کہا۔ بیڈ پر لیٹتے ہوئے نوشی کے پہلو میں جو کہ دائیں طرف کروٹ لیے ہوئے پہلے سے لیٹی تھی۔

نوشی اُسی انداز میں اُس کے سامنے بائیں ہاتھ کو اپنے رخسار کے نیچے رکھتے ہوئے لیٹ گئی۔

''کیا باتیں کرتی رہتی ہو محسن بھائی کے ساتھ''نوشی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بس ایسے ہی اِدھر اُدھر کی باتیں، بتا رہا تھا کہ شیروانی اور میرا لہنگا تیار ہو کر آ گئے ہیں''توشی محبت کی وادی میں کھوئی ہوئی بولی۔

''مجھ سے تو بلال...... نہ موبائل پر بات کرتا ہے اور نہ ہی میسج سے اور اُس کا موبائل دیکھا ہے پرانا میوزیم میں رکھنے والا۔''نوشی نے اپنا مسئلہ بیان کر دیا۔

''یہ لو......تم بھی حد کرتی ہو ابھی آ جائے گا۔ عصر کی نماز پڑھ کر چھت پر چلا جائے گا پھر گھنٹہ ڈیڑھ وہیں بیٹھے گا جب تک مغرب کی اذان نہ ہو جائے......چھت پر بیٹھ کر چائے پیتا ہے ڈوبتے سورج کو دیکھتے ہوئے جاؤ اُس کے ساتھ جا کر چائے پیو اور جتنی مرضی رومینٹک باتیں کرو۔''توشی نے مسئلے کا حل بھی بتایا اور طریقہ بھی۔

''وہ رومینٹک باتیں کب کرتا ہے......اُس کی آدھی باتیں تو مجھے سمجھ ہی نہیں آتی۔''نوشی نے دوسری پریشانی بیان کر دی۔

''بلال کو رومینٹک باتیں نہیں آتیں حد کرتی ہو نوشی میڈم......اُس کی تو خاموشی بھی رومینٹک ہوتی ہے کبھی اُس کی آنکھوں میں دیکھنا مر جانے کو جی چاہتا ہے......محسن اکثر کہتا ہے جب وہ خاموش ہوتا ہے تو دل کرتا ہے اُسے دیکھتے رہو اور جب وہ بولتا ہے تو اُسے سننے کو من کرتا ہے۔ مجھ سے کل کہہ رہا تھا جب میں محسن سے WhatsApp پر بات کر رہی تھی۔توشی جی......!محسن سے شادی سے پہلے اتنی باتیں مت کرو کہ بعد میں کہنے اور سننے کو کچھ نہ ہو۔''

''تم نے اُس سے پوچھا شادی کی شاپنگ کے بارے میں......؟ اُس نے تو ابھی تک کچھ بھی نہیں خریدا۔''نوشی کو نئی فکر لاحق ہو گئی۔

''نکاح والے دن وہ بابا جمعہ کا دیا ہوا سفید سوٹ پہنے گا اور اُن کی ہی دی ہوئی پشاوری چپل کے ساتھ۔ وہ سفید کپڑا اُس نے گلبرگ سے سلائی کروالیا ہے اور ولیمے کے لیے وہ مدینہ منورہ سے شاپنگ کرے گا پینٹ کوٹ شوز سب کچھ اور تمہارے لیے بھی ساری شاپنگ وہ مدینہ منورہ سے ہی کرے گا۔''

''بلال شاپنگ کرنے کے لیے سعودی عرب جا رہا ہے۔''نوشی نے معصومیت سے پوچھا۔

''ایک نمبر کی ڈفر ہو تم پتہ نہیں پھوپھو نے کیا دیکھا تھا تم میں......وہ اپنی شادی سے پہلے عمرہ کرنے جا رہا ہے اور شادی کے بعد تمہارے ساتھ حج کرنے جائے گا۔''توشی بیزاری سے بولی۔

ٹھیک ہے ضرور جائے مجھے بھی ساتھ لے جاتا تا کہ میں اپنی مرضی سے شاپنگ کر لیتی اب اُسے میری پسند اور ناپسند کا کیا پتہ شادی کے بعد حج کے لیے ساتھ لے کر جائیں گے ابھی کیوں نہیں......؟''نوشی نے اپنا نقطہ نظر بیان کر دیا۔

''وہ اس لیے ابھی تم نامحرم ہو بلال کے لیے۔''توشی نے وضاحت کی۔

''یہ نامحرم کیا ہوتا ہے؟''نوشی نے ایک اور کم علمی کی بات کر دی۔

''یہ لو......ستیاناس......''توشی نے اپنا تکیہ کلام دہرایا۔

☆☆☆

''ہماری بیٹی بے وقوف ہے......ہم ماں باپ ہیں اس لیے اُسے معصوم اور بھولی سمجھتے ہیں اور بلال اتنا ہی ذہین اور عقلمند ہے......ناہید بیگم اُس بچے کی تابعداری دیکھو اُس نے مجھ سے کہا کہ میں ممانی جان کی مرضی کے بغیر یہ شادی نہیں کروں گا......ناہید تم بھی میری محبت تھی، اب بھی ہو اور رہو گی حالانکہ میں نے ابا جی کی مخالفت کے باوجود تم سے شادی کی تھی۔

بلال نے مجھے محبت کا مطلب سمجھایا......محبت حق دینے کا نام ہے حق چھیننے کا نام نہیں تمہاری بیٹی کی شادی میں تمہاری پسند اور ناپسند تمہارا حق ہے حالانکہ میں نے ابا جی سے اُن کی پسند کا حق لے لیا تھا مگر بلال نے ایسا نہیں کیا......ناہید بلال سے اچھا لڑکا ہماری بیٹی کو مل ہی نہیں سکتا بات کو سمجھو۔'' جمال نے ناہید کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا ہوا تھا وہ اُس کے پہلو میں بیڈ پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی تھی۔

''خاک محبت کرتے ہیں آپ اُس دن جوان بیٹے کے سامنے تھپڑ مار دیا......اُس رات میں سو نہیں پائی پھر سیالکوٹ چلے گئے رات کو واپس آئے تو اس کمرے میں آ کر الگ سو گئے میں بیڈروم میں آپ کا انتظار کر رہی تھی اب بھی میں ہی ڈھیٹ بن کر آئی ہوں۔ محبت کرتا ہوں تم سے ناہید سب جھوٹ ہے۔'' ناہید اپنے ناز نخرے دکھاتے ہوئے بولی۔

''اچھا بابا سوری......اب چھوڑ دو وہ بات میں نے پوری زندگی تم پر کبھی ہاتھ نہیں اُٹھایا۔'' جمال نے اپنی صفائی پیش کی۔

''یہی تو......اب اس عمر میں وہ بھی شعیب کے سامنے خیر چھوڑیں اُس بات کو آپ نے توشی کا رشتہ طے کیا مجھے ساتھ لے جانا مناسب نہیں سمجھا یہاں تک بات نہیں رُکی آپ نے شادی کی ڈیٹ فائنل کی مجھ سے مشورہ نہیں کیا رندھاوا صاحب چھوڑیں یہ محبت کی باتیں آپ نے مجھے میری حیثیت بتا دی ہے۔'' ناہید نے خفگی سے کہا روکھے انداز کے ساتھ۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو مجھ سے یہ ساری غلطیاں ہوئی ہیں......سچ کہوں تو بلال نے مجھے اُسی دن کہا تھا ماموں جان ممانی کو ساتھ ہونا چاہیے آخر وہ توشی کی ماں ہیں......دیکھو ناہید یہ باتیں ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں ابھی جو میں نے پوچھا ہے تم اُس کا جواب دو۔'' جمال رندھاوا نے ناہید کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے سپاٹ انداز سے کہا۔

رندھاوا صاحب......! میں نے ساری زندگی آپ کی کوئی بات ٹالی ہے کبھی ...... جیسے آپ خوش مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلال اور نوشی کی شادی پر''

ناہید نے دل فریبی سے رنگ بدلا جمال اُس کا دوغلا پن نہیں دیکھ سکا اُسے یقین آ گیا کہ ناہید سچ کہہ رہی ہے۔

(رندھاوا صاحب میں اس لیے مان رہی ہوں کہ کسی طرح وہ زمین والی بات ٹل جائے نہیں تو مفت میں چالیس پچاس کروڑ کا نقصان ہو جائے گا) ناہید نے اپنے دل میں کہا۔

''میں ایسے ہی پریشان ہو رہا تھا تم تو مان گئی یہ تمہاری اچھائی ہے ناہید بیگم......''

جمال ایک بار پھر بولا۔

''بلال کا بڑا پن دیکھو اُس نے کہا ہے آپ وہ زمین ضرور خریدیں مگر میرے لیے نہیں......''

''اچھا......آپ سچ کہہ رہے ہیں......واقعی......'' ناہید ایک دم ہشاش بشاش ہوگئی اُس کے منہ سے افراتفری میں یہ الفاظ نکلے اُس کے ہونٹوں پر ایک عجیب طرح کا تبسم تھا جیسے دنیا جہاں کے خزانے اُس کے ہاتھ لگ گئے ہوں وہ فٹافٹ بیڈ سے اُٹھی۔

''میں آپ کے لیے جوس لے کر آتی ہوں۔'' ناہید نے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

''کنٹرول ناہید کنٹرول اپنے جذبات کو قابو میں رکھو۔'' ناہید نے خود سے کہا تھوڑی دیر بعد وہ اورنج جوس لے کر کمرے میں آئی جمال واش روم سے نکل رہا تھا۔

''یہ لیجیے...... میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے آپ کے لیے۔'' ناہید نے رومینٹک انداز سے کہا جمال نے جوس لیا اور کرسی پر بیٹھ کر پینے لگا ناہید جمال کو مسلسل دیکھ رہی تھی جمال نے جوس ختم کیا۔

''چلیں اُٹھیں اپنے بیڈروم میں چلیں۔'' ناہید نے جمال کا ہاتھ پکڑا اور اپنے بیڈروم میں لے آئی۔

''رنڈھاوا صاحب......! آپ واقعی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔'' ناہید نے نینوں کے تیر چلاتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں بھئی کیسے یقین دلاؤں'' جمال نے ہتھیار ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

''میں نے ایک فارم ہاؤس دیکھا ہے۔ بیدیاں روڈ پر 16 کنال کا ہے آپ نے اپنے تینوں بچوں کے نام پر الگ الگ اُن کو پراپرٹی خرید کردی ہے یہ گھر آدھا پہلے ہی جمیلہ کے نام پر ہے۔ آپ کے نام پر سیالکوٹ کی فیکٹری میرے نام پر کیا ہے صرف وہ کوٹ لکھپت والی فیکٹری اُس میں بھی آپ کا بیٹا پارٹنر ہے۔''

''تم فارم ہاؤس خریدنا چاہتی ہو......؟'' جمال نے ناہید کا ہاتھ پکڑا اور بیڈ پر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

''ہاں جی......مگر میرے نام پر......'' ناہید نے محبت بھرے انداز سے کہا۔

''ٹھیک ہے......خریدلو......'' جمال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

☆☆☆

عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلال چھت پر اپنے گرین ہاؤس میں پودوں کو دیکھ رہا تھا۔ مٹی کی کنالیوں میں وہ پانی اور دانہ پہلے ہی ڈال چکا تھا۔ دو چار پودوں کی گوڈی کرنے کے بعد اُس نے چھت پر لگے بیسن پر ہاتھ دھوئے۔ بلال نے گرے کلر کا ٹروزر اور شرٹ اور شرٹ کے اوپر اَپر پہنا ہوا تھا۔ اُس کے پاؤں میں سلیپر تھے بلال کافی Relax نظر آرہا تھا۔ بلال چھت کی مغربی چاردیواری کے پاس پانی کی کنالیوں سے آگے مغرب کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوا ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا اُس کے بالکل برابر میں توشی بھی چند منٹ پہلے آکر کھڑی ہوگئی تھی۔

''یہ محبت کیا ہے؟ اور عشق کیا ہے؟'' توشی نے کھڑے ہونے کے کچھ دیر بعد پوچھ لیا بلال نے اُس کی طرف دیکھا اور مسکرایا اور کافی دیر توشی کو دیکھتا رہا پھر بولا:

''توشی جی......! ان دو جذبوں پر سب سے زیادہ شاعروں اور لکھاریوں نے لکھا ہے۔ آنے والے لوگ بھی شاید اپنی تحریروں کا موضوع انہیں ہی بنائیں سمجھ کوئی نہیں سکا۔ سب کا اپنا اپنا نقطہ نظر ہے۔ میں جو سمجھا ہوں میں بیان کردیتا ہوں:

عشق کی معراج کو پہنچے حضرت بلالؓ نبی پاک ﷺ سے اُن جیسا عشق کون کرسکتا ہے......ہم صرف اُن کے جذبہ عشق کو سلام پیش کر سکتے ہیں۔ عاشق بننا ہم جیسے کمزور لوگوں کے بس کی بات نہیں عشق میں کسی وقت بھی جان قربان کرنی پڑ سکتی ہے اور ہمیں سب سے زیادہ اپنی جان پیاری ہوتی ہے ہم صرف عشق کرنے کی نقل اُتار سکتے ہیں عشق کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے یہ بڑے لوگوں کا کام ہے۔''

''نوشی ٹھیک کہتی ہے تمہاری آدھی باتیں سر سے گزر جاتی ہیں۔'' توشی گھوم کر کھڑی ہوگئی باؤنڈری وال سے ٹیک لگا کر اب اُس کی پشت سورج کی طرف تھی بلال اُسی طرح کھڑا تھا۔

''توشی جی......! آسان بات یہ ہے......محبت زندگی عطا کرتی ہے اور عشق میں جان دینی پڑتی ہے۔'' بلال نے گھر جاتے ہوئے پنچھیوں کو دیکھ کر کہا۔

''تم نوشی سے محبت کرتے ہو یا عشق؟'' توشی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''میں کوشش کرتا ہوں سب سے ہی محبت کروں بابا جمعہ فرماتے تھے محبت فرض ہے۔''

''بات گول مت کرو سیدھا جواب دو۔'' توشی نے شہادت کی انگلی دکھا کر بلال کو تڑی لگائی۔

''میں نسیم جمال رندھاوا سے بہت محبت کرتا ہوں۔'' بلال نے محبت سے جواب دیا عین اُس وقت نوشی ہاتھ میں چائے کی ٹرے پکڑے توشی کے سامنے اور بلال کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ نوشی نے بلال کے کہے ہوئے الفاظ سنے تھے نوشی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اُس نے بات بدلی۔

''تم بھی یہاں کھڑی ہو۔'' نوشی نے کہا اُسے توشی کا وہاں پر ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔

''جی ہاں میں بھی بلال کے ساتھ کھڑی ہوں ہم دونوں یہاں کھڑے ہیں نسیم جمال رندھاوا۔''

''ہاں مجھے پتہ ہے تم دونوں ہی ہو ایک اور ایک دو ہی ہوتے ہیں اتنی تو سمجھ ہے مجھ میں۔'' اُس نے چائے کی ٹرے ایک لکڑی کے پرانے چھوٹے میز پر رکھ دی چھت پر صرف ایک ایزی چیئر پڑی ہوئی تھی۔

''ایک جمع ایک دو بنتا ہے ایک اور ایک گیارہ بنتے ہیں۔'' بلال اب گھوم چکا تھا اور اُس نے نوشی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''وہ کیسے؟'' نوشی نے پوچھا۔

''ابھی ٹرے میں دو مگ ہیں۔ دور سے دیکھو تو گیارہ لگے گا ایک کے ساتھ دوسرا ایک کھڑا ہو تو گیارہ بن جاتا ہے۔'' بلال نے تفصیل بتائی SMS دوسری ٹرے ہاتھ میں اُٹھائے چھت پر آیا جس میں نگٹس شامی کباب بسکٹ فروٹ کیک بہت کچھ تھا۔

''یہ لو......عیاشیاں......ٹی پارٹی ہو رہی ہے۔'' توشی نے چائے کا ایک مگ اُٹھایا۔

''چلو SMS......چلیں یہاں سے۔'' SMS کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کیٹ واک کرتے ہوئے چھت کی سیڑھیاں اُترتے ہوئے پھر بولی:

''بلال صاحب......! یاد رکھنا گیارہ کو میں نے پھر ایک بنا دیا ہے۔''

نوشی اور SMS وہاں سے جا چکے تھے۔ بلال اور نوشی ایک دوسرے کو چور نگاہوں سے دیکھ رہے تھے نوشی کا چہرہ شرم سے لال ہو چکا تھا۔ بلال نے اُسے ایزی چیئر پر بیٹھنے کو کہا۔

''نوشی جی......! آپ بیٹھ جائیں۔'' بلال کے جملے میں بہت مٹھاس اور اپنائیت تھی نوشی بغیر تردد کے بیٹھ گئی۔ اب بلال اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اور نوشی گردن جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔

''آپ چائے پئیں ورنہ ٹھنڈی ہو جائے گی۔'' بلال نے مسکرا کر کہا وہ نوشی کی شرماہٹ اور گھبراہٹ انجوائے کر رہا تھا۔

''مگر یہ تو میں نے آپ کے لیے بنائی تھی۔'' نوشی نے رک رک کر جواب دیا۔

''آپ نے خود بنائی تھی میرے لیے۔'' بلال نے خوش ہو کر نوشی کے الفاظ دہرائے۔

''جی زندگی میں پہلی بار وہ بھی BG سے پوچھ کر آپ یہ نگٹس لیں یہ بھی میں نے ہی فرائی کیے تھے آپ کے لیے۔'' نوشی نے نگٹس کی پلیٹ اُٹھائی اور بلال کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

بلال نے سورج کی طرف دیکھا جو اپنے بستر پر لیٹ چکا تھا اور رات کی چادر اوڑھ کر سونے والا تھا کل صبح تک۔ مغرب کی اذان کو تھوڑی دیر باقی تھی۔

بلال نے پلیٹ پکڑ لی اور ٹیبل پر رکھ دی اور چائے کا مگ اُٹھا لایا۔

''آپ چائے پیو......''

بلال نے چائے کا مگ نوشی کو تھما دیا نوشی نے چائے کے دو چار سپ لگائے تو مغرب کی اذان شروع ہو چکی تھی۔ بلال نے کچھ بولے بغیر نوشی کے ہاتھ کو چھوئے بغیر وہ مگ اُس کے ہاتھ سے پکڑا اور روزہ کھولنے کی دُعا پڑھی اور بسم اللہ پڑھ کر چائے کے دو گھونٹ لگائے اُسی جگہ سے جہاں پر نوشی کی لپ اسٹک لگی ہوئی تھی مگ کے کناروں پر۔ نوشی حیرانی سے بلال کو دیکھ رہی تھی۔

''بلال مجھے سارے جواب مل گئے تمہاری خاموشی بھی رومینٹک ہے۔'' نوشی نے دل ہی دل میں کہا۔

بلال نے وہ مگ چائے والی چھوٹی ٹرے میں رکھا اور دونوں ٹرے اُٹھائیں اور چھت سے اُتر آیا۔

نوشی جان چکی تھی کہ بلال کا روزہ تھا وہ یہ بھی جان چکی تھی کہ نامحرم کسے کہتے ہیں۔ وہ یہ بھی جان چکی تھی کہ بلال اُس سے کتنی محبت کرتا ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کتنا رومینٹک ہے اُسے بلال کی نظروں میں اپنی قدر و منزلت کا بھی احساس ہو چکا تھا۔

''واقعی میں اندھی تھی جو اتنے سالوں میں اس کی محبت کو دیکھ نہیں سکی۔'' نوشی نے اپنی بے وقوفی پر خود کو ملامت کی۔

سورج نے پوری طرح سے آنکھیں بند کر لی تھیں مگر نوشی کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔

شام رات کے دروازے پر دستک دے چکی تھی۔ نوشی کافی دیر وہیں کھڑی رہی اُس کے بعد وہ بلال کے روم میں آئی بلال مسجد سے نماز ادا کر کے آ چکا تھا جب وہ روم میں داخل ہوئی تو بلال اوون میں نوشی کی لائی ہوئی اشیا گرم کر چکا تھا اَب اُس نے چائے کا آدھا مگ اُٹھایا اور اُسے اوون میں رکھا گرم کرنے کے لیے اُس کے بعد اُس نے اپنے بیڈ پر

پلاسٹک کی شیٹ بچھائی اور سب کچھ اُس پر رکھا اپنے سنگل بیڈ کے ساتھ نوشی کے لیے رائٹنگ ٹیبل والی کرسی رکھی اور خود بیڈ پر بیٹھ گیا۔

''نوشی جی آجائیں اب وقت ہے آپ کی بنائی ہوئی چیزوں کو کھانے اور پینے کا۔'' بلال نے نوشی کی طرف دیکھ کر کہا جو اُس کے سامنے کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔ بلال نے بڑے شوق سے نوشی کی لائی ہوئی چیزیں کھائیں نوشی چائے میں چینی زیادہ پیتی تھی۔ اس کے برعکس بلال پھیکی چائے پیتا تھا جس کی خبر نوشی کو ہو چکی تھی، اس لیے وہ بلال کے لیے گرین مگ پھیکا بنا کر لائی تھی۔ جو توشی اُٹھا کر چلی گئی تھی اور یہ سفید مگ وہ اپنے لیے لائی تھی جس میں زیادہ چینی تھی مگر بلال بڑے مزے سے یہ زیادہ چینی والی چائے پی رہا تھا اُس نے نوشی کو ایک بار نہیں کہا اس میں چینی زیادہ ہے۔

''کوئی بات کریں۔'' نوشی نے فرمائش کی۔

''آپ نے چائے بڑی اچھی بنائی تھی اور نگٹس بھی اچھی طرح سے فرائی کیے تھے۔'' بلال کی یہ بات سن کر نوشی کھل کھلا کر ہنس دی۔

''میں کچھ اور سننا چاہتی ہوں آپ کے دل کی بات۔'' نوشی نے محبت سے کہا۔

''ابھی اُس کا وقت نہیں آیا باقی باتیں 32 دن بعد۔'' بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا نوشی کو معلوم تھا 32 دن بعد اُن کا نکاح تھا۔ اُس نے شرما کر نظریں جھکا لیں اور اُٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

نوشی سونے کی کوشش کر رہی تھی مگر نیند کا نام و نشان نہیں تھا۔ وہ اُٹھ کر ٹیرس پر گئی بلال کے روم کی ساری لائٹس آف تھیں۔ ''میری نیندیں اُڑا کر خود آرام سے سوئے ہوئے ہیں۔'' نوشی اپنے منہ میں بڑبڑائی اُس کے بعد وہ بیڈ پر لیٹ گئی توشی دوسری طرف منہ کر کے لیٹی ہوئی تھی۔

وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی بلال کو جب اُس نے مگ اُس کے ہاتھ سے لے کر وہیں سے ہی چائے پی تھی جہاں پر نوشی کے ہونٹوں کے نشان لگے ہوئے تھے۔ نوشی نے بیڈ پر لیٹے لیٹے ہی اپنی ہتھیلیوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا شرم کے مارے اور اُس کے ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے۔

''کب آئیں گے وہ دن۔'' نوشی کے برابر سے توشی فوراً بول پڑی۔

''کمینی نہ ہو تو'' دونوں بہنیں چیخ کر خوشی سے ایک دوسری کے گلے لگ گئیں۔

''اب پتا چلا کب آئیں گے وہ دن اور کب آئیں گی وہ راتیں'' توشی نے نوشی کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

''مجھے بتا نہیں سکتی تھی کہ وہ مگ تیرے اُن کا تھا۔'' توشی نے گلہ کیا۔ نوشی نے توشی کا ہاتھ چوم لیا۔

''قربان جاؤں تیرے اس ہاتھ پر جس نے وہ پھیکا مگ اُٹھا لیا تھا۔'' نوشی نے گرم جوشی سے کہا تھا۔

''دیکھ نوشی مجھے ساری بات سننی ہے بیچ میں سے کچھ چھوڑ مت دینا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔'' نوشی نے وہ ساری باتیں توشی کو لفظ بہ لفظ سنا دیں۔

''پھر آگے کیا ہوا۔''توشی نے تجسس سے پوچھا۔

''پھر انہوں نے کہا باقی باتیں 32 دن بعد۔''

دونوں بہنیں خوشی سے پاگل ہو رہی تھیں پھر دونوں نے ہم آواز ہو کر زور سے کہا:

''کب آئیں گے وہ دن......اور کب آئیں گئی وہ راتیں......''

اور بیڈ پر ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ کر سو گئیں۔

☆☆☆

11 فروری سے لے کر 25 فروری تک نوشی کا یہ معمول رہا کہ وہ عصر سے پہلے پہلے اپنے سارے کام ختم کر لیتی تھی۔ بوتیک کی ساری ذمہ داری اُس نے ارم واسطی پر ڈال دی تھی۔

اُس نے اپنی شاپنگ بھی کم کر دی تھی۔ اب اُسے بھوک بھی کم لگتی تھی اور نیند بھی کم ہی آتی تھی۔

اُس کا سارا دھیان بلال کی طرف تھا۔ کب عصر کی نماز ادا کر کے وہ چھت پر جائے اور نوشی اُس کے لیے اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر وہاں پہنچے سوائے جمعہ اور پیر کے جمعہ اور پیر والے دن وہ بلال کے لیے افطاری تیار کرتی خود اپنے ہاتھوں سے۔

سارے گھر والوں کو اس بات کی خبر تھی مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا، جمال اور جہاں آرا کو بلال پر پورا اعتماد تھا۔ توشی اپنی مصروفیت میں مصروف رہتی۔ شادی کی ساری شاپنگ توشی ہی کے ذمے تھی۔

وہ بلال کو دیکھتی رہتی چپ چاپ بلال پہلے ہی کم گو انسان تھا۔ اکثر وہ دونوں خاموشی کی زبان سے بات چیت کرتے۔ 25 فروری 2014 کو عصر کے بعد نوشی اور بلال چائے پینے میں مصروف تھے۔ نوشی ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کے گولڈن بال کھلے ہوئے تھے۔ بغیر میک اَپ کے بھی وہ حسین لگ رہی تھی۔ نوشی نے لائٹ بلو جینز کے اوپر سفید کرتا پہنا ہوا تھا جس کے گلے پر سرخ رنگ کا کام ہوا تھا۔ اور اُس کے شانوں پر سرخ رنگ کی کشمیری شال تھی۔

بلال سفید رنگ کا کُرتا اور پائجامہ پہنے ہوئے تھا اور اُس کے کندھوں پر کالی گرم چادر تھی۔ اُس کے کالے سیاہ بال سورج کی روشنی سے مزید چمک رہے تھے۔ وہ ٹیک لگائے دیوار کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اور اُس کے ہاتھوں میں گرین مگ تھا۔ جس میں پھیکی چائے تھی۔

''شادی کے بعد میں آپ کو حج پر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔'' بلال نے نوشی کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا تھا۔

''مجھے انتظار ہے اُس وقت کا۔''نوشی نے مسکرا کر جواب دیا پھر کافی دیر دونوں اطراف سے خاموش رہی۔

''کوئی اور بات کریں مجھے آپ کی باتیں سننا اچھا لگتا ہے۔''نوشی اپنے سفید مگ کے کناروں پر شہادت والی انگلی پھیر کر بولی نظریں جھکائے ہوئے۔

''پیار دلوں میں تب تک رہتا ہے...... جب دل سے دل تک اعتبار کا رشتہ قائم ہو......نوشی جی گارنٹی لکھ کر دی جاتی ہے......بھروسہ بغیر لکھے کیا جاتا ہے......''بلال چائے پیتے ہوئے بول رہا تھا نوشی کے چہرے پر مسکراہٹ اُبھری۔

''کوئی آسان بات میں سننا چاہتی ہوں۔''نوشی نے محبت سے زور دے کر کہا۔

''باتیں تب تک مشکل لگتی ہیں جب تک ہم غور و فکر نہیں کرتے جب ہم غور و فکر کرنا شروع کر دیتے ہیں تو سب کچھ آسان ہو جاتا ہے......

نوشی جی......! آپ کے مطلب کی بات یہ ہے کہ آج آپ بہت اچھی لگ رہی ہو۔ سادگی میں انسان زیادہ حسین اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ سادگی ہمیشہ فیشن کو مات دے دیتی ہے۔''

''نا بابا نا......آپ جیسی سادگی تو میں اختیار نہیں کر سکتی صرف دو رنگ ہیں آپ کی زندگی میں بلیک اینڈ وائٹ اور کوئی انجوائے منٹ نہیں آپ کی زندگی میں نہ آپ پارٹیز میں جاتے ہیں نہ شادیوں پر صرف فوزیہ کی شادی پر دیکھا تھا میں نے آپ کو زندگی میں ایک بار......فیشن شوز کنسرٹ اور ایگزبیشن تو بہت دور کی بات ہے۔''

پچھلے دو ہفتوں میں پہلی بار نوشی نے بلال کے سامنے اپنا نقطہ نظر کھل کر بیان کیا تھا۔ بلال کو اُس کا اظہار خیال کرنا اچھا لگا تھا۔

''نوشی جی......! آپ کو کس نے کہا میری زندگی میں صرف دو رنگ ہیں۔ میں رنگوں سے پیار کرتا ہوں وہ الگ بات ہے مجھے ذاتی طور پر ہلکے رنگ پسند ہیں۔

رہا پارٹیز میں جانا یا شادیوں میں شرکت کرنا میں نے اکثر لوگوں کو پارٹیز میں بھی اکیلے ہی دیکھا ہے وہ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں بھی تنہا ہوتے ہیں اور کچھ تنہائی میں بھی پارٹی سے زیادہ انجوائے کر لیتے ہیں۔ میں اور آپ دونوں تنہا بیٹھے ہوئے ہیں......دیکھنے والے کو یہی لگے گا۔ اگر آپ غور کرو تو ہمارے ساتھ یہاں ساری کائنات خوش ہو رہی ہے وہ درخت پر شہد کی مکھیوں کو دیکھو......وہ آسمان پر گھر جاتے پرندوں کو دیکھو......''

بلال نے نوشی کو ہاتھ کے اشارے سے اُٹھنے کو کہا اب نوشی اُس کے ساتھ سامنے پارک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جہاں پر ٹاہلی کا ایک بہت بڑا درخت تھا۔ جس پر بہت سارے پرندوں کے گھونسلے تھے اور وہ گھر آ کر اپنی خوشی کا اظہار اور اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

''وہ آپ جنگلی کبوتر کو دیکھو کیسے اپنے ساتھی سے محبت کا اظہار کر رہا ہے'' چھت کے ایک کونے میں جنگلی کبوتر اپنی مادہ کے ساتھ محبت کے راگ چھیڑے بیٹھا ہوا تھا۔

اب بلال دو فٹ کی دوری پر نوشی کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ چھت کے ایک کونے پر اُس کے بائیں طرف بہت بڑا پارک تھا۔ جہاں سے پرندوں کی آوازیں بیک گراؤنڈ میوزک کی طرح آ رہی تھیں۔

''نوشی جی......! ہمارے دلوں میں حرص و ہوس کا بسیرا ہے خوشی اور سکون کو حرص و ہوس کے ساتھ دل میں جگہ نہیں ملتی اور ہم خوشیاں تلاش کرنے کے لیے پارٹیز کنسرٹ اور ایگزیبیشن میں جاتے ہیں پھر آپ کہیں گی مشکل باتیں کر رہا ہے۔ سیدھی بات یہ ہے دل سے حرص و ہوس نکال دیں تو آپ تنہائی میں بھی خوش رہیں گے۔ فیشن شوز میں جا کر خوشی نہیں ملتی خوشی انسان کے اندر ہوتی ہے۔''

''میں خود Fashion designer ہوں میں سمجھنا چاہتی ہوں کس طرح سادگی فیشن کو مات دیتی ہے۔''

نوشی کو بلال کی اس بات سے شدید اختلاف تھا۔

''میں Explain کرتا ہوں آپ اپنے نیکسٹ فیشن شو میں دو ماڈلز کا انتخاب کیجیے گا۔ ایک ٹاپ کی ماڈل جو انتہائی خوبصورت بھی ہو اور دوسری عام سی شکل وصورت کی جو آپ کی ٹاپ کی ماڈل ہو اُسے آپ اپنا ماسٹر پیس دیجیے گا۔ Aluabile, western, unique, clour full اور دوسری عام شکل وصورت کی ماڈل کو ایک سادہ مشرقی لباس جو دو تین رنگوں میں بنا ہو مگر پورا لباس ہو اور اُس کے ساتھ ڈوپٹہ ضرور ہو۔

ٹاپ ماڈل کا میک اَپ ٹاپ کی بیوٹیشن سے کروا لیجیے گا اور عام ماڈل کا میک اَپ کسی بھی میک اَپ آرٹسٹ سے کروالیں......

پھر دونوں ماڈلز کو ریمپ پر واک کے لیے بھیج دیں آپ کو دیکھ کر حیرانی ہوگئی آپ کا وہ لباس جو سادہ تھا اور آپ کے لحاظ سے عام سا تھا زیادہ لوگ اُسے پسند کریں گے اور آپ کی outlet پر زیادہ سیل بھی وہی ہو گا۔''

''آپ ہماری فیشن انڈسٹری پر تنقید کر رہے ہیں ہماری کمیونٹی کے لوگ آپ کے خلاف ہو جائیں گے۔'' نوشی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں میں کسی پر تنقید نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو سادگی کی بات کر رہا تھا......''

''یہ تو آپ نے سادگی اور فیشن کا فرق بتایا۔ سادگی کسے کہتے ہیں؟'' نوشی نے سوال کیا بلال اُس کا سوال سن کر خوش ہوا۔

''یہ تو آپ نے عادل عقیل کی یاد دلا دی وہ بھی بابا جمعہ سے ایسے ہی سوال پوچھتا تھا نوشی جی جو چیز بھی اپنی اصل شکل اور اصل حالت میں ہو۔ وہ سادہ ہی کہلاتی ہے جیسے گلاب کا پھول وہ طوطا دیکھیں وہ جنگلی کبوتر یہ سب سادہ ہی ہیں انہوں نے کوئی فیشن نہیں کیا ہے پھر بھی یہ سب حسین اور خوبصورت ہیں۔''

''لگتا ہے شادی کے بعد آپ مجھ سے فیشن انڈسٹری چھڑوا دیں گے۔'' نوشی نے ہنستے ہوئے اندازہ لگایا۔

''نہیں...... بالکل نہیں...... آپ کا شوق ہے آپ کام کرو...... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی ہو گا بس کچھ باتوں کا خیال رکھیں آپ اچھے سے اچھا کپڑا پہنیں مگر...... اپنی حیا کی چادر کبھی نہ اُترنے دیں...... آپ سب کچھ کھائیں پئیں صرف حلال حرام کا خیال رکھیں...... آپ بزنس کریں اُس میں سود نہ ہو اور کسی کا حق کبھی نہ رکھیں اور جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے اُس میں سے غریبوں کو ضرور دیں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اور آخری بات آپ نماز پڑھا کریں......''

بلال کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا مغرب کی اذان شروع ہو چکی تھی۔ نوشی نے لال کشمیری شال اپنے سر پر اوڑھ لی۔ بلال نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جا چکا تھا۔ نوشی وہاں سے اپنی دادی کے کمرے میں چلی گئی اُس نے دادی سے وضو کا پوچھا کیسے کرتے ہیں اُس کے بعد نماز کا طریقہ پوچھنے لگی نوشی کو نماز نہیں آتی تھی۔

پھر بھی اُس کا سر سجدے میں تھا اپنے مالک کے حضور، دادی اُس کو دیکھ رہی تھیں اور اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے خوشی کے آنسو اور دادی کے منہ سے یہ الفاظ نکلے:

''اچھی سنگت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور بُری سنگت بُرا''

☆☆☆

دو دن پہلے اتوار یعنی 23 فروری بروز اتوار 2014 کے دن بلال اور عادل صبح 9 بجے تقریباً بابا جمعہ کے لکڑی کے بڑے سے بینچ پر بیٹھے ہوئے اقبال چائے والے کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پی رہے تھے۔اس بار اقبال بھی اُن کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

''بابا جمعہ کو فوت ہوئے ایک مہینے سے زیادہ دن ہو گئے ہیں۔'' اقبال چائے والا بولا۔

''جی اقبال بھائی مگر بابا جی کی خوشبو اب بھی یہاں سے آتی ہے۔'' عادل نے اظہار خیال کیا۔

''بلال بھائی ایک موچی ہے ولی خان وہ بڑی دفعہ میرے پاس آیا ہے کہتا ہے کہ یہ اڈہ اور بابا جی کا سامان مجھے دے دو آپ کیا کہتے ہیں؟'' اقبال نے بلال سے پوچھا۔

بلال نے عادل کی طرف دیکھا مشاورت کے لیے عادل نظر کی زبان پڑھنا سیکھ گیا تھا۔

''بلال بھائی......! جیسے آپ کی مرضی میں آپ کے پیچھے ہوں'' عادل نے سنجیدگی سے کہا۔

''اقبال بھائی! بریگیڈئر صاحب سے پوچھ لو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کیوں عادل صاحب؟''

''جی جی بلال بھائی'' عادل نے بلال کی ہاں میں ہاں ملا دی اقبال نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''تو پھر ٹھیک بریگیڈئیر صاحب سے میں پوچھ چکا ہوں۔انہوں نے کہا تھا اگر بلال اجازت دے تو پھر ولی خان کو یہ اڈہ اور جمعہ خان کا سامان دے دینا۔''

''14 مارچ کو میرا نکاح نمازِ جمعہ کے بعد اسی مسجد میں ہے۔نکاح بریگیڈئیر صاحب پڑھائیں گے کیونکہ بابا جی کے ساتھ انہوں نے عمر گزاری ہے میری نظر میں بابا جی کے بعد وہی معتبر انسان ہیں۔اقبال بھائی آپ نے دودھ کا انتظام کرنا ہے اور کھجوریں میں لے آیا ہوں میری طرف سے آپ دونوں کو دعوت ہے، ولیمے میں آپ دونوں نے اپنی پوری فیملی کے ساتھ شرکت کرنی ہے۔''

اقبال اور عادل کے چہروں پر خوشی کی چمک واضح تھی۔بلال نے اقبال کو دودھ کے لیے رقم دی اقبال نے انکار کر دیا۔

''نہیں اقبال بھائی رکھ لو اگر بابا جی ہوتے تو وہ بھی یہی کہتے'' اقبال نے بلال کی بات سنی تو اُس کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور اُس نے خاموشی سے دودھ کی رقم جیب میں ڈالی اور اپنی دکان کی طرف چلا گیا اس سے پہلے کہ اُس کے آنسو گرتے۔بلال نے عادل کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''عادل چلو میرے ساتھ۔'' عادل نے اپنی گاڑی بلال کی گاڑی کے پیچھے ڈال دی۔

''عظمی جی میرا نکاح ہے 14 مارچ کو اور 17 مارچ کو ولیمہ آپ سب نے آنا ہے۔'' بلال نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا وہ کھانا کھا چکے تھے۔

''اب تم دونوں بھی جلدی سے جلدی شادی کر لو'' بلال نے عادل اور عظمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''شادی اور اس سے......'' عظمی نے گردن تن کر کہا۔

''ویسے بلال......! آپ سانپ کا زہر نکالنا تو جانتے ہونا۔''

''بلال بھائی تو ناگن کا زہر بھی نکال لیتے ہیں۔'' عادل نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا سب کھل کھلا کر ہنس دیے۔

☆☆☆

''مجھے تو تمہاری ہونے والی ساس ناگن لگ رہی ہے۔ کیا ضرورت ہے بھلا ایک شریف آدمی کو ذلیل اور رسوا کرنے کی جب وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پچاس ایکڑ زمین نہیں چاہیے اور شادی میں آپ کی رضامندی ہی سے کروں گا۔''

ارم واسطی بات کرتے کرتے رُک گئی وہ کچھ پریشان تھی وہ ولید کو کچھ سمجھانا چاہتی تھی۔

''ولید مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے میں بڑے بڑے مجرموں سے کبھی نہیں ڈری مگر اس بندے سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔''

ارم کے سارے الفاظ ختم ہو گئے تھے اور اُس کا گلا خشک تھا ہونٹ ایسے جیسے سوکھے ہوئے پتے۔

''ولید بھلے ہی تم مجھ سے شادی نہ کرنا مگر میں بلال پر الزام نہیں لگا سکتی۔'' ارم واسطی نے دوٹوک انداز سے کہہ دیا۔

''تم اتنی ستی ساوتیری کب سے بن گئی ہو...... میں کچھ نہیں سننا چاہتا ہوں اپنی بکواس بند کرو۔'' ولید غصے سے بولا۔

''آج وہ بوتیک پر آیا تھا۔ دونوں بہنوں کی غیر موجودگی میں مجھ سے کہنے لگا۔ ارم جی آپ کو نوشی کی پسند معلوم ہے کپڑوں کے معاملے میں مجھے تو کوئی آئیڈیا نہیں ہے آپ میری ہیلپ کریں مجھے نوشی کے لیے ڈریسز تیار کروانے ہیں۔''

میں فوزیہ یا عظمی کو کہہ دیتا مگر اُن دونوں کو نوشی کی پسند اور ناپسند معلوم نہیں ہے اس لیے میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں اس بارے میں نوشی اور توشی کو مت بتائیے گا'' ارم کھوئی ہوئی بولی۔

''میں کچھ کہہ رہا ہوں ...... اور تم مجھے خبریں سنا رہی ہو...... مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے بلال نے کیا کہا تم سے......''

''ولید وہ میرے سامنے نظریں جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کبھی مجھے نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ پھر اُس نے مجھے اپنی آنکھیں اُٹھا کر دیکھا اور کہنے لگا ارم جی نماز پڑھا کریں۔''

''ارم تم پاگل تو نہیں ہو پھر یہ بے تکی اور بے ربط باتیں کیوں کر رہی ہو۔ یہ سب کچھ میں ہم دونوں کے لیے ہی کر رہا ہوں۔''

ولید نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی اُس نے ارم کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کہا تھا۔

''ولید تم نوشی کی ماں سے کہو کہ وہ اس شادی سے انکار کر دے پھر ہمیں بلال پر الزام لگانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔''

''کیا بک رہی ہو مجھے کیا ضرورت ہے میں ناہید سے یہ کہوں۔ اُس کی وجہ سے تو یہ سارا کھیل اتنا آسان ہوا ہے۔ دیکھو ارم مجھے معلوم ہے ناہید ناگن ہے وہ بلال کو بدنام کرنے کے لیے مجھے استعمال کر رہی ہے، ویسے بھی یہ تو تمہارا ہی پلان تھا اب اتنی آسانی سے ہو رہا ہے...... یہ جو نیکی کی شمع جل رہی ہے نا تمہارے اندر......اسے بجھا دو ہم دونوں اگر یہ کام نہ بھی کریں تو ناہید کسی اور سے کروا لے گی یہ تو طے ہے کہ وہ نوشی کی شادی بلال سے ہونے نہیں دے گی......نوشی کی بے شمار دولت کسی اور کے ہاتھ لگ جائے گی سوچو ایسے موقعے روز روز نہیں ملتے ہیں۔'' ولید نے ارم کو بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ کر کہا۔

''ایک بات سمجھ نہیں آئی......نوشی کی ماں تم پر اتنا مہربان کیوں ہوئی ہے......؟'' ولید کے جھنجھوڑنے سے بلال کی جلائی ہوئی روشنی کی شمع اب ارم کے اندر سے بجھ گئی تھی۔

''ایک پارٹی میں کسی نے میرا ناہید سے تعارف کروایا تھا، کہ یہ مشہور انڈسٹریلسٹ عقیل ہاشمی کا بھتیجا ہے اور میرے دادا کو بھی ناہید جانتی تھی۔ یہ سن کر وہ خود ہی مجھ پر مہربان ہو گئی اور اُس نے مجھ سے پوچھا ولید......! تم شادی شدہ ہوں؟ میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ اس دن کے بعد سے ناہید کئی بار مجھ سے ملی۔ اس کے پیچھے بھی اُس کا مقصد ہے۔'' ولید نے بیڈ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا ارم اُسے دیکھ رہی تھی۔

''کیسا مقصد؟''

''ڈارلنگ سب پاور گیم ہے۔ پاکستان میں دو ہی کاروبار ہیں۔ آج کل کے دین کے ٹھیکیدار مذہبی چولا پہن کر دین بیچتے ہیں اور آج کل کے سیاست دان خدمت کی ویسٹ کوٹ پہن کر سب کچھ بیچ دیتے ہیں نوشی کی ماں میرے باپ کی مدد سے MNA کا الیکشن لڑنا چاہتی ہے ہمارے حلقے سے میرے دادا کی نیک نامی شرافت پر لوگ آج بھی ووٹ دیتے ہیں۔ وہ امیدوار جیتا ہے جس کے کندھے پر میرا باپ ہاتھ رکھ دیتا ہے۔''

''اچھا یہ مہربانیاں اس لیے ہیں'' ارم واسطی کھڑے ہو کر بولی اب اُس نے اپنی بانہیں ولید کے گلے میں ڈال دی تھیں۔

''تم جو کہو گے میں کروں گی'' ارم نے ولید کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''بس ارم یہ بازی ہم جیت گئے تو مال ہی مال مجھے نفرت ہے چڑھاوؤں اور نذرانوں کے مال سے اس لیے تو میں گاؤں سے یہاں بھاگا ہوں ایک دفعہ مال ہاتھ آ جائے پھر ہم دبئی چلے جائیں گے بہت آسان ہے وہاں جانا وہیں جا کر ہم نیا بزنس سیٹ کریں گے۔''

ولید ہاشمی نے ارم کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا تھا۔

☆☆☆

''میں نے سوچا بلال صاحب......! آپ مصروف ہوں گے۔ اس لیے گھر کی چابیاں لے کر خود ہی آ گیا۔'' طارق نے بلال کو آنے کی وجہ بتائی۔

''رامے زندگی میں کبھی تو سچ بول دیا کرو۔'' اعجاز جنجوعہ نے پہلا وار کر دیا۔

''بلال......! دراصل اس کی منگنی ہوگئی ہے۔ یہ تمہارے لیے مٹھائی لے کر آیا ہے۔''

''گاڑی کی ڈگی میں مٹھائی کی ٹوکری پڑی ہوئی ہے کسی کو بھیج کر منگوالیں۔'' طارق رامے نے شرماتے ہوئے بلال سے کہا۔

''اوئے ہوئے......رامے تیرا شرمانا......'' اعجاز جنجوعہ نے پیلے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

بلال نے آفس بوائے کو طارق رامے کی گاڑی کی چابیاں دیں۔

''رامے صاحب کی گاڑی سے مٹھائی نکال کر سارے سٹاف میں تقسیم کر دو۔'' بلال نے آفس بوائے کو ہدایات جاری کیں۔

''رامے صاحب بہت بہت مبارک ہو۔'' بلال مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''بلال صاحب تمہارے اور اپنی ماں کے کہنے پر میں شادی کر رہا ہوں۔'' طارق رامے نے کہا۔

''نہیں تو اس نے خودکشی کر لینی تھی۔ شادی کر رہا ہوں۔ بھائی تم یہ شادی کر کے ہم پر بڑا احسان کر رہے ہو'' اعجاز جنجوعہ اپنے سارے حساب برابر کرنے کے موڈ میں تھا۔

بلال نے اعجاز جنجوعہ اور طارق رامے کو چائے پلائی اس کے بعد وہ دونوں چلے گئے۔

☆☆☆

اسکول سے فارغ ہونے کے بعد بلال فوزیہ کے گھر چلا گیا اُن کو شادی کی دعوت دینے کے لیے۔

''خالہ جی میں چاہتا ہوں میری غیر موجودگی میں فوزیہ اسکول کے معاملات دیکھے آپ کی اجازت چاہیے۔'' بلال نے فوزیہ کی ساس سے کہا۔

''کیوں لیاقی تجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' فوزیہ کی ساس نصرت نے اپنے بیٹے لیاقت سے پوچھا۔

''نہیں اماں بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' لیاقت نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے فوزیہ جی کل سے آپ آفس آ رہی ہیں۔''

''سر......کل تو 28 فروری ہے میں یکم مارچ سے آجاؤں گی۔'' فوزیہ نے کہا۔

''یکم کو پہنچ جانا اُس دن میری جدۃ کی فلائیٹ ہے میں اسکول نہیں آسکوں گا......''

''سر یہ تو میں آپ کی موجودگی میں ہی اُلٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہوں آپ کے جانے کے بعد......سر آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی آپ بے فکر ہو کر جائیں۔'' فوزیہ نے سنجیدگی سے بلال کو یقین دہانی کرائی۔

فوزیہ کی ماں خالہ ثریا چائے کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

''آپ سب نے میرے ولیمے میں شرکت کرنی ہے آپ سب لوگ آئیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔''

بلال نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے سادگی سے دعوت دے دی۔

ابھی چائے ختم کر کے بلال نے کپ رکھا ہی تھا اُس کے موبائل پر بیل ہوئی توشی کی کال تھی۔

''جیجا جی کہاں ہو؟'' توشی نے مذاق کے انداز میں پوچھا۔

''میں فوزیہ کے گھر پر'' بلال نے بتایا۔

''ہم تمہارے اسکول کے باہر کھڑے ہیں۔'' توشی نے اطلاع دی۔

''کون کون؟'' بلال کو تجسس ہوا۔

''خود آ کے دیکھ لو'' توشی نے اسٹائل سے کہا۔

''آپ لوگ رُکو میں پانچ منٹ میں پہنچتا ہوں'' بلال نے جواب دیا۔

جہاں آرا بیگم توشی اور DJ ایک ڈرائیور اور 2 سیکورٹی گارڈ کے ساتھ گاؤں جا رہے تھے کوٹ فتح گڑھ، نارووال بلال کے نانا کی برسی کے سلسلے میں 28 فروری کو چوہدری ارشاد رندھاوا کی برسی تھی۔ چوہدری ارشاد رندھاوا کے مرنے کے بعد جہاں آرا ہر سال اُن کی برسی پر گاؤں جاتی غریب لوگوں میں کپڑے پیسے اور اناج تقسیم کرتی اپنے مرحوم شوہر چوہدری ارشاد رندھاوا کے ایصالِ ثواب کے لیے، پہلے تو اُن کے ساتھ بلال اور گل شیر خان جایا کرتے تھے۔ مگر اس بار بلال اور خان صاحب اُن کے ساتھ نہیں تھے۔

بلال صبح اسکول آنے سے پہلے نانی سے مل کر آیا تھا پھر بھی اُس کی نانی جہاں آرا جانے سے پہلے ایک بار اُسے ملنا چاہتی تھیں۔

''بلال......! اپنا خیال رکھنا مجھے تمہاری بہت فکر ہو رہی ہے......اگر تمہارے نانا کی برسی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ جاتی۔'' جہاں آرا نے بلال کا ماتھے سے بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

جہاں آرا گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں توشی کے ساتھ DJ ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا وہ لوگ فور بائی فور Toyota vigo ڈالہ میں گاؤں جا رہے تھے گاڑی کے پچھلے حصہ میں دو اونچے لمبے گارڈ جان کی دشمن گنوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جمال اب بہت محتاط ہو گیا تھا۔

''تم کیوں اس طرح خفا بیٹھی ہو؟'' بلال نے توشی کو دیکھ کر کہا جو کچھ غصے میں تھی۔

''پیچھے دیکھو جیسے ہم لوگ جنگ لڑنے جا رہے ہیں اگر خان صاحب یہاں ہوتے تو ان موچھڑوں کو ساتھ نہ لے جانا پڑتا۔'' توشی بیزاری سے بولی۔

''Come On توشی یہ لوگ آپ کی حفاظت کے لیے ہیں'' بلال نے توشی کو سمجھایا۔

''اچھا ایک بات سن لو غور سے مسٹر بلال لڑکی ہماری بہت نخرے والی ہے اُس کے لیے کپڑے اور زیور اُس کے معیار کے مطابق ہونے چاہئیں۔'' توشی نے بلال سے مذاق میں کہا۔

''پتہ ہے اسی لیے اُس کے واسطے ساری شاپنگ مدینہ منورہ سے کروں گا۔ تمہاری ساس کی طرح نہیں دہلی دروازے اور اچھرہ سے سب کچھ خرید رہی ہیں تمہارے لیے اور تمہارا زیور پتہ ہے کہاں سے تیار ہو رہا ہے سوا بازار کے بٹ جیولرز سے۔'' بلال نے بھی توشی کی کلاس لی۔

''شٹ اَپ بلال......!! دادو اسے منع کریں نا تنگ کر رہا ہے۔'' توشی بچوں کی طرح جہاں آرا سے بلال کی شکایت کر رہی تھی۔

''پہلے تم نے شروع کیا تھا۔'' جہاں آرا مسکراتے ہوئے بولیں۔ ''اچھا مجھے یاد آیا بلال بیٹا تم نے پلاٹ یہیں پر خریدا ہے۔''

''جی نانو......! وہ سڑک کے دوسری طرف دو خالی پلاٹ ہیں دائیں ہاتھ والا دوسرے پلاٹ کی بھی بات چل رہی ہے دعا کریں ہو جائے پھر اسکول کی بلڈنگ شاندار بن جائے گی۔ نانو اب آپ کو جانا چاہیے ورنہ دیر ہو جائے گی۔''

بلال نے کہا DJ نے ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا، وہ لوگ کوٹ فتح گڑھ کے لیے روانہ ہو گئے۔

بلال وہیں کھڑا ہوا گاڑی کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا کافی دیر وہ وہاں کھڑا سوچتا رہا۔

''خان صاحب بھی چلے گئے ہیں۔'' اُس نے دل میں کہا۔ ''ماموں جان کو بھی انہیں اب ہی بھیجنا تھا میرے نکاح کے بعد چلے جاتے۔'' گل شیر خان اور اُن کے بیٹے حسیب خان کو جمال نے یورپ اور امریکہ بھیجا تھا۔ بزنس ٹور کے سلسلے میں۔ جمال اب لوگوں پر کم ہی اعتبار کرتا تھا۔ وہ اٹھارہ سال پہلے والی غلطی اب نہیں دہرانا چاہتا تھا۔

جب وہ اپنے پارٹنر شہباز رندھاوا جو کہ اُس کا برادرِ نسبتی بھی تھا پر مکمل اعتبار کرتا تھا۔ تب جمال فیلڈ کا کام دیکھتا تھے اور شہباز کے پاس لین دین تھا۔ اسی کا فائدہ اُٹھا کر اُس نے اتنا بڑا غبن کیا تھا جس کے بعد جمال کو جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی۔

بلال نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو طارق رامے کی دی ہوئی گھر کی چابیاں بھی گاڑی کی چابی کے ساتھ ہی اُس کے ہاتھ میں آ گئی تھیں۔

بلال نے اپنا سارا سامان پک اَپ میں لوڈ کروالیا تھا، سوائے اپنے کمرے کے سنگل بیڈ اور دیوان کے، اُس نے جمال سے اجازت لے لی تھی اُنہیں سیالکوٹ میں کال کر کے جمال نے اُسے کہا تھا:

''تم سامان شفٹ کرلو میں کل آتا ہوں، کل رات کو ہم سب کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں ڈنر ساتھ کریں گے اور پرسوں میں خود تمہیں ائیر پورٹ چھوڑ کر آؤں گا''

''لطیف سارا سامان احتیاط سے اُتار لینا اور اوپر والے بیڈ روم میں رکھ دینا جو بیڈ روم لان کی طرف ہے اور سوٹ کیس کو سنبھال کر رکھنا۔'' بلال نے پک اپ پر پڑے ہوئے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔ جس کے اندر اُس کے والدین اور بابا جمعہ کی چند اشیا تھیں۔ بلال نے سارا سامان لوڈ کروانے کے بعد وہ سوٹ کیس پک اَپ میں رکھا تھا اور اُس کے بھی بعد سب سے اوپر وہ کارٹن رکھا تھا جس کے اندر قرآن پاک اُس نے بڑی احتیاط اور ادب سے رکھے تھے۔

لطیف نے پک اَپ والے کو کہا۔ ''چلو بھئی''

لطیف کے جانے سے پہلے بلال بولا:

''لطیف صاحب......! چابیاں کل آفس ساتھ ہی لے آنا۔''

لطیف بلال کے اسکول میں اندر باہر کے کام کرنے والا ایک بیس بائیس سال کا نوجوان تھا۔

بلال نے سارا سامان لطیف کے ساتھ خود گاڑی پر لوڈ کیا تھا۔ سامان بھی کتنا تھا۔

کچن کا سامان اور چند برتن کپڑوں کے تین سوٹ کیس اور بہت ساری کتابیں بلال کی زندگی میں کتابوں کی

بہت اہمیت تھی اسی لیے کتابیں سب سے زیادہ تھیں۔

خالی کمرہ ہو یا خالی مکان اپنی آواز خود ہی سنائی دیتی ہے۔مگر بلال کو دکھائی دے رہا تھا، اپنا بچپن اپنی اچھی بُری یادیں اپنی ماں کو کمرے کی دیواروں پر وہ ایسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے سینما کے پردے پر فلم چلتی ہے، یہ ڈھائی تین گھنٹے کی فلم نہیں تھی۔

وہ 25 سال اور چند مہینوں کی حقیقت دیکھ رہا تھا۔ کمرے کی دیواروں پر جب وہ اس کمرے میں آیا تو آٹھ ماہ کا شیر خوار بچہ تھا آج وہ یہاں سے جا رہا تھا تو 26 سال کا خوبصورت نوجوان ہے وہ ہمیشہ سے یہاں سے جانا چاہتا تھا۔

''پھر یہ اداسی کیسی بلال صاحب کیوں اُداس ہو۔''

اُس کے دل سے آواز آئی دوسرے لمحے ہی اُسے اُس کا جواب مل گیا۔ جب اُس کی ماں کی شکل سی گرین دیوار پر اُبھری اُسے جواب مل گیا وہ سات سال اور چند ماہ اپنی ماں کے ساتھ اس کمرے میں رہا تھا۔

اُسے اس کمرے سے اپنی ماں کی خوشبو آتی تھی۔ بلال نے آنکھیں بند کر کے ایک لمبی سانس لی۔ بلال کی آنکھیں بند تھی وہ کچھ نہیں دیکھ رہا تھا۔اب اُس کی دل کی آنکھ کھل چکی تھی۔ جس کے اندر اُس کی ماں کی تصویر تھی اور بلال کی سانسوں میں اپنی ماں کی خوشبو کی مہک وہ مسلسل سونگھ رہا تھا۔آنکھیں بند کیے ہوئے جیسے کوشش کر رہا ہو ویکیوم کلینز کی طرح جس طرح وہ سب کچھ کھینچ لیتا ہے اپنے اندر اسی طرح بلال اپنی ماں کی ساری خوشبو اپنے اندر کھینچنا چاہتا تھا اپنے روم روم میں۔

نوشی اُسے تلاش کرتی ہوئی کمرے میں پہنچی وہ بھی اُسے آنکھیں بند کیے ہوئے دیکھ رہی تھی۔اُس نے چائے کی ٹرے کچن میں رکھ دی بغیر کسی آواز کے اور خود بلال کے پیچھے آ کے اُسی طرح کھڑی ہوگئی اپنے دونوں بازو اپنے سینے پر باندھے ہوئے آنکھیں بند کیے ہوئے سانس کی مشق کرتے ہوئے نوشی کو خیال گزرا شاید یہ یوگا کی کوئی مشق کر رہا ہے۔

نوشی کو کیا خبر یہ یوگ سے آگے عقیدت کی بات تھی۔

چند منٹ اس طرح گزارنے کے بعد نوشی کا سر چکرا گیا تب اُس نے اپنی بند آنکھیں جلدی سے کھول دیں کیونکہ نوشی کی اس کمرے سے کوئی جذباتی وابستگی بھی نہیں تھی۔ وہ عقیدت کو کیا سمجھ پاتی۔ بلال اب بھی اُس طرح کھڑا تھا۔ آنکھیں بند کیے ہوئے اپنے دونوں بازوؤں اپنے سینے پر بلال کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اُس کے دل پر تھی اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اُس کے دائیں بازو پر تھی اور وہ بغیر آواز کے کچھ محسوس کر رہا تھا۔

نوشی کا تجسس اب تشویش میں بدل چکا تھا۔اُس نے بلال کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''آپ ٹھیک تو ہو؟'' نوشی کی زبان سے فکرمندی کے ساتھ یہ چار الفاظ ادا ہوئے بلال نے آنکھیں کھول دیں نوشی کا دایاں ہاتھ بلال کے کندھے پر تھا اور وہ اُس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی بہت کم دوری پر دونوں میں فاصلہ اتنا تھا کہ جسم دوسرے کے جسم کو چھو نہ سکے۔

بلال عقیدت کی خوشبو سونگھ چکا تھا اور اُس کی محبت اس کے سامنے کھڑی تھی۔اُس کا دل چاہا لگے ہاتھ محبت کی خوشبو بھی ساتھ لے جاؤں وہ نوشی کی سانسوں کی مہک اپنی سانسوں میں محسوس کر سکتا تھا جو کہ نوشی محسوس کر رہی تھی۔آنکھیں

بند کیے ہوئے اب نوشی کی دونوں آنکھیں خود بخود بند ہو چکی تھیں اور بلال اُسے دیکھ رہا تھا۔اب نوشی دائیں ہاتھ کو بلال کے بازو سے اُٹھا کر اپنے دل پر رکھ چکی تھی اور اُس کا بایاں ہاتھ دائیں بازو کے کندھے پر تھا۔

بلال کو نوشی کے معصوم اور بھولے چہرے پر بہت پیار آیا وہ اُسے اپنے ہاتھوں سے چھونا تو چاہتا تھا لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا۔اُس کے دل نے کہا:

''اس کی خوشبو ہی اپنی سانسوں میں بسا لو اُن پر تو تمہارا حق ہے''

بلال کے تقویٰ نے اُسے فتویٰ دیا:

''ملک بلال احمد......!تم صرف محبت کر سکتے ہو کسی سے بھی کہیں بھی نسیم جمال رندھاوا کی سانسوں کی مہک اور اُس کے جسم کی خوشبو پر نکاح سے پہلے تمہارا حق نہیں ہے۔'' تقویٰ کا فتویٰ سننے کے بعد بلال دو قدم پیچھے کی جانب ہٹ گیا۔

''نوشی جی......! آپ ٹھیک تو ہو'' بلال نے نوشی کے الفاظ دہرائے نوشی نے آنکھیں کھول دیں اُس کے ہونٹوں پر تبسم تھا اور آنکھوں میں بے شمار پیار چند لمحے وہ بلال کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی تھی۔

''میں آپ کے لیے چائے لے کر آئی تھی،نوشی نے بائیں ہاتھ سے اپنے چہرے پر آئے بالوں کو کان کے پیچھے کیا۔چائے اور شامی کباب پڑے پڑے برف ہو چکے تھے۔''

''SMS کو فون کرتی ہوں گرم کر کے لا دے'' نوشی نے SMS کو فون ملاتے ہوئے کہا تھا نوشی کچن کو دیکھ چکی تھی جہاں پر صرف چولہا پڑا ہوا تھا اُس نے کمرے کا جائزہ لیا ایک بیڈ دیوان اور چولہا رہ گئے تھے ایک کونے میں بلال کا ہینڈ کیری پڑا ہوا تھا اور بیڈ پر ایک فولڈر کالے رنگ والا جو چند دن پہلے گل شیر خان نے اُسے واپس کیا تھا اُس کی امانت کہہ کر۔

SMS آ کر چائے والی ٹرے اُٹھا کر جا چکا تھا۔

''ہینڈ کیری اور اُس فولڈر کی سمجھ آتی ہے ہیڈ کیری میں آپ کے کپڑے ہوں گے عمرے پر جانے کے لیے اور فولڈر میں ڈاکومنٹس یہ تین چیزیں کیوں آپ نے چھوڑ دیں'' نوشی دیوان پر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

''نوشی جی......!ان میں سے کوئی بھی چیز میں نے نہیں خریدی یہ اس گھر کی ملکیت ہیں جو میں نے خریدا تھا وہ میں لے جا چکا ہوں۔'' بلال بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''آپ اس گھر کو اور اس کی چیزوں کو اپنا نہیں سمجھتے میں ایسا سمجھوں؟'' نوشی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نوشی جی......!ایسا نہیں ہے۔اپنا سمجھنے اور اپنا ہونے میں فرق ہے میں اس گھر اور اس کی ہر ایک چیز کو اپنا سمجھتا ہوں لیکن یہ میری نہیں ہیں۔اس گھر کو اور اس کی چیزوں کو اپنا سمجھنا یہ سچ ہے ان میں سے کچھ بھی میرا نہیں ہے۔یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے۔''

''خیر چھوڑیں سچ اور حقیقت کو۔'' نوشی کوئی گہری باتیں سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''آپ یہ بتائیں آپ کب جا رہے ہیں اور کب واپس آئیں گے؟''

بلال نے اُسے اپنا سارا شیڈول بتایا وہ کہاں کہاں جائے گا کیا کیا کرے گا مکہ میں کتنے دن گزارے گا اور مدینہ میں اُسے کتنے دن رہنے کی سعادت نصیب ہوگی واپسی پر وہ امارات انٹری کے لیے رُکے گا چند گھنٹے یا ایک دن۔

''کیوں دبئی سے آپ کی ٹکٹ کنفرم نہیں ہے؟''نوشی نے فکرمندی سے پوچھا۔

''دبئی سے لاہور اور اسلام آباد کی ٹکٹ ایزی مل جاتی ہے اس لیے میں نے کنفرم نہیں کروائی۔شاید کچھ شاپنگ رہ جائے اس لیے سوچا ہے اگر کچھ رہ گیا تو وہ واپسی پر دبئی سے لے لوں گا۔''

''میرے لیے کیا کیا خرید یں گے......؟''نوشی نے جانچتی نگاہوں سے دیکھ کر پوچھا۔

''آپ کے لیے کچھ نہیں یہ تو میں اپنی شاپنگ کی بات کر رہا تھا۔''بلال نے جواب دیا۔

''یہ لو......''نوشی نے تو شی کا تکیہ کلام دہرایا بلال اور نوشی ہنس دیئے۔

''مجھے توشی نے مسیج کر کے سب کچھ بتا دیا ہے کہ آپ میرے لیے مدینہ سے شاپنگ کریں گے ویسے آپ نے جھوٹ کیوں بولا کہ اپنے لیے ہی شاپنگ کروں گا۔''

''نوشی جی میں ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش کرتا ہوں، جانے انجانے میں اگر کبھی جھوٹ بول بھی دوں تو مان جاتا ہوں......دراصل میں آپ کو بہت سارے سرپرائز دینا چاہتا ہوں اس لیے مذاق میں بات ٹال دی۔''بلال نے اپنی صفائی دی۔

SMS چائے گرم کر کے آ چکا تھا۔''بلال بھائی......! جلدی آ جانا۔''SMS چائے والی ٹرے دیوان پر رکھتے ہوئے بولا تھا۔ بلال نے دیکھا تو بلال اُٹھا اور کچن میں کچھ انگلش نیوز پیپر پڑے ہوئے تھے۔ وہاں سے اخبار اُٹھا کر ٹرے کے نیچے بچھا دی SMS کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔

SMS بھول گیا تھا، یہاں صفائی نہیں نفاست کا معاملہ ہے۔ SMS کچھ شرمندہ سا ہوا بلال نے اُس کی شرمندگی کو ختم کرنے کے لیے جلدی سے بات بدلی:

''شاہد صاحب کیا لاؤں آپ کے لیے۔''

''بلال بھائی......! جب بن مانگے مل جائے تو مانگنے کی کیا ضرورت ہے مجھے نہیں یاد پڑتا کہ آپ لاہور سے باہر گئے ہوں اور سب کے لیے کچھ نہ کچھ نہ لائے ہوں۔''SMS کی آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا، نوشی بلال اور SMS کو دیکھ رہی تھی۔ اُسے یاد تھا کہ ان چند مہینوں میں بلال شہر سے باہر نہیں گیا تھا۔ جب سے وہ بلال کے قریب ہوئی تھی اس سے پہلے تو شی اُسے ہمیشہ بلال کا لایا ہوا گفٹ دیتی جو وہ کھولنا بھی ضروری نہیں سمجھتی تھی۔ ہاں ایک بات ضرور تھی اُس نے وہ سارے گفٹس سنبھال کر رکھے تھے۔

''نوشی جی......! چائے......''بلال کی آواز نے نوشی کی سوچ کو روکا اُس نے چونک کر بلال کی طرف دیکھا جو کہ اپنا مگ اُٹھا کر پینے میں مصروف تھا اور نوشی کا مگ اُس کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ نوشی نے چائے جلدی سے ختم کی وہ اپنے سارے تحائف دیکھنا چاہتی تھی۔ جو اُسے پچھلے کئی سالوں سے بلال تو شی کے ذریعے دے رہا تھا۔ اُس نے چائے جلدی سے ختم کی اور وہاں سے چلی گئی نوشی نے اپنی دراز سے اپنے اسٹور روم کی چابی نکالی جو کہ اُس کے بیڈروم کے ساتھ ہی تھا

اسی دوران اُسے توشی نے فون کر دیا۔

''ہائے سویٹ ہارٹ......کیا کر رہی ہو؟''توشی نے موبائل پر پوچھا۔

''تم لوگ پہنچ گئے؟''نوشی نے اپنا سوال پوچھ لیا۔

''کہاں یار ابھی تک راستے میں ہی ہیں نارووال جانے والی سڑک اتنی ٹوٹی ہوئی ہے کیا بتاؤں میں تو تھک گئی ہوں''توشی بیزاری سے بول رہی تھی۔

''اچھا دادو سے بات کراؤ۔''نوشی نے توشی سے کہا۔

''جی میری جان۔''جہاں آرا نے نوشی سے محبت سے کہا۔

''السلام علیکم دادو''نوشی نے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام......جیتی رہو سدا خوش رہو اللہ تمہارے اور بلال کے نصیب اچھے کرے۔ بیٹا توشی سے بات کرو۔ دادی کی دعاؤں کا سلسلہ ختم ہوا دادی مزید باتیں کرتیں اگر توشی کا ہاتھ اُن کے کندھے پر نہ ہوتا وہ سمجھ گئیں توشی بات کرنا چاہتی ہے۔''

''نوشی کہاں ہو تمہاری آواز صاف نہیں آرہی ہے۔''

''اچھا میں ٹیرس پر جاتی ہوں۔''نوشی فون سننے کے لیے ٹیرس پر چلی گئی اسٹور کی چابی وہیں سائیڈ ٹیبل پر پڑی رہ گئی۔

''چائے پی لی؟''توشی نے تجسس سے پوچھا۔''

بلال نے شفٹ کر لیا کیا؟''

''ہاں انہوں نے سامان شفٹ کر لیا ہے۔''نوشی اُداسی سے بولی۔

''آپی آپ کو بڑے صاحب بُلا رہے ہیں۔''SMS نے آکر پیغام دیا تھا۔

''اچھا یار میں بعد میں بات کرتی ہوں۔ پاپا بُلا رہے ہیں۔Take care بائے۔''

نوشی نے کال کاٹ دی اور اپنے باپ کی طرف چل دی وہ اپنے سائیڈ ٹیبل کے پاس سے گزر گئی جہاں پر اُس نے وہ چابی رکھی تھی تھوڑی دیر بعد BG کمرے میں آئی اور اُس نے وہ چابی اُٹھا کر پھر سے دراز میں رکھ دی۔

''پتہ نہیں کیا بنے گا ان لڑکیوں کا شادی کے بعد''BG کمبل کو سیدھا کرتے ہوئے بول رہی تھی۔

☆☆☆

''ولید......! یہ ارم ہے یہ بھی ہماری مدد کرے گی اس کام میں۔''ناہید نے ارم واسطی کا تعارف ولید ہاشمی سے کروایا ناہید بے خبر تھی ارم اور ولید کے ریلیشن شپ سے وہ چاروں ایک ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے چوتھا نوشی کا بھائی شعیب۔

''ولید اس سے اچھا موقع ہمیں نہیں مل سکتا خالہ اور توشی گاؤں گئے ہوئے ہیں DJ بھی اُن کے ساتھ ہے اور گل شیر خان بھی ملک سے باہر ہے۔ بلال کے سارے حمایتی کوئی بھی نہیں ہے یہاں پر''ناہید دانت پیستے ہوئے بول رہی

تھی اُس کی آنکھوں میں عجیب نفرت تھی بلال کے لیے۔

’’BGاور SMS کا علاج میں خود کرلوں گا‘‘، شعیب نے بھی جذباتی ہو کر کہا۔

’’آنٹی جی......سارا پلان تیار ہے کل کا دن اُس کی بدنامی کا دن ہے‘‘ ولید نے یقین سے پیشین گوئی کردی ارم نے ترچھی نگاہ سے ولید کی طرف دیکھا وہ سوچ رہی تھی ناہید کی نفرت کے بارے میں۔ انہوں نے جلدی سے اپنی چغلی میٹنگ ختم کردی اس ڈر سے کوئی ہمیں ساتھ نہ دیکھ لے اس وقت یہاں اکٹھے اس جگہ۔

’’ولید بیٹا میرا اور شعیب کا یہاں زیادہ دیر بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔ جمال بھی سیالکوٹ سے آچکے ہیں۔ ہم چلتے ہیں......اگر تمہیں تکلیف نہ ہو تو ارم کو ڈراپ کردینا۔‘‘

ناہید اور شعیب وہاں سے جاچکے تھے۔

’’میں تو تمہیں یہاں ان کے ساتھ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔‘‘ ولید کہہ رہا تھا ولید کے آنے سے پہلے ناہید شعیب اور ارم ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ناہید نے ہی ارم کو بوتیک سے پک کیا تھا اور اسے ایک اچھی خاصی رقم آفر کی تھی اس پلان میں اُن کا ساتھ دینے کے لیے۔

’’اُس دن پارٹی میں شعیب نے تمہیں میرے ساتھ کیا دیکھا نہیں تھا؟‘‘ ولید نے ارم سے پوچھا۔

’’اُس نے صرف مجھے دیکھا تھا عالیہ زی کی پارٹی میں تم اُس کی طرف کمر کرکے بیٹھے ہوئے تھے اُس نے ہی اپنی ماں کو میرا مشورہ دیا تھا ولید اگر دیکھا بھی ہو اب تو ہم سب ننگے ہیں ایک دوسرے کے سامنے......

ولید مجھے تو حالات نے کمینی بنا دیا مگر یہ ماں بیٹا تو پیدائشی کمینے ہیں ورنہ کیا تُک بنتی ہے ایک شریف آدمی کو بدنام کرنے کی اُس کی عزت کا جنازہ نکالنے کی۔‘‘

ولید نے چالاکی سے بات بدلی اُسے ڈر تھا ارم کی وہ شمع پھر روشن نہ ہو جائے۔

’’ڈارلنگ دفعہ کروان ماں بیٹے کو میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں اور تم یہ فضول باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو ہمیں اُن سے کیا‘‘ ولید نے ارم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

’’یہ تو وہ بات ہوگئی......گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔‘‘ ارم نے مسکراتے ہوئے تبصرہ کیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن کالے سیاہ بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے اور سورج بھی کمبل اوڑھ کر اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے سردی جاتے جاتے واپس آگئی تھی۔ فروری میں بارش ہونا کوئی عجیب بات نہیں تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ کل 27 فروری بروز جمعرات کو تیز دھوپ نکلی ہوئی تھی اور آج 28 فروری بروز جمعہ کالے سیاہ بادل سورج کو للکار رہے تھے آؤ میدان میں سورج عقلمند نکلا اُسے معلوم تھا آج ان بادلوں کا دن ہے اسی لیے وہ اپنے بستر سے اُٹھا ہی نہیں سورج نے دل میں سوچا تمہیں بیٹا پرسوں دیکھ لوں گا۔

سورج اور بادلوں کی نوک جھونک سے بہت پہلے جب سورج سویا ہوا تھا۔ اور بادل اپنی صف بندی کر رہے تھے یعنی تہجد کے وقت بلال تہجد ادا کرچکا تھا۔

وہ کھجوروں اور سیب سے سحری کررہا تھا وجہ یہ تھی کہ کچن میں چولہے کی سوا کچھ نہیں تھا کھجوریں اور سیب اور پانی کی بوتل وہ رات کو ہی لے آیا تھا۔

سحری کرنے کے بعد وہ مسجد چلا گیا، مسجد سے واپس آ کر وہ اپنی نانی کے کمرے میں جایا کرتا تھا اور وہیں بیٹھا رہتا تھا جب تک اُس کے اسکول کا ٹائم نہ ہوتا، صرف جمعہ اور پیر والے دن باقی دنوں میں وہ نماز سے فارغ ہو کر جاگنگ کے لیے چلا جاتا تھا، جاگنگ سے واپس آ کر گرم پانی سے نہاتا ناشتہ کرتا اُس کے بعد نانی کے پاس جاتا تھا۔ آج اُس کی ساری روٹین ڈسٹرب ہوگئی تھی۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی کی وجہ سے وہ چھت پر بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس وقت گھر کے سارے افراد سوئے ہوئے تھے۔

سوائے سیکورٹی گارڈ کے اسی دوران باجی غفوراں چھتری لیے گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔

بلال اُس سے پہلے اپنے کمرے کے ریلنگ ڈور میں کھڑا سیکورٹی گارڈ کو دیکھ رہا تھا جو اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا سوچوں میں گم تھا۔ سیکورٹی گارڈ کا کمرہ گھر کے مین گیٹ کے ساتھ تھا دو طرف کنکریٹ کی مضبوط دیواریں اور دو طرف بلٹ پروف شیشہ بلال اُسے شیشے کے اُس پار بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔

یہ نظر بھی عجیب شے ہے بعض اوقات شیشے کے اُس پار دیکھ لیتی ہے اور اکثر اپنے سامنے کی حقیقت کو دیکھ نہیں پاتی۔

اُس کا دل چاہا باجی غفوراں سے باتیں کرے۔ بلال نے باجی غفوراں کو آواز دی وہ رُک گئیں، بلال اپنے کمرے سے نکل کر باجی غفوراں کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں گھر کے کچن میں تھے وجہ یہ تھی باجی غفوراں کو ناشتہ تیار کرنا تھا اُس نے بلال سے کہا کہ وہیں آجاؤ۔

''بلال بیٹا......! آج کوئی بارہ وروں (سالوں) کے بعد تم باورچی خانے میں آئے ہو'' باجی غفوراں اپنی انگلیوں پر حساب لگا کر بولی تھی۔

''جی باجی......! 11 سال 9 مہینے اور 10 دن بعد'' بلال سوچوں میں گم بولا۔

''مجھے یاد ہے جب تم کھانا کھا رہے تھے تو ناہید بی بی نے تمہارے سامنے سے مچھلی اُٹھالی تھی۔''

''چھوڑیں باجی پرانی باتیں'' بلال زخمی آواز سے بولا۔

''بڑا حوصلہ ہے تمہارا بلال بیٹا......! مجھے یہ بھی یاد ہے پھر تم گھر سے جارہے تھے اُسی وقت اگر میں بڑی بیگم صاحبہ کو نہ بتاتی تو تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلے جاتے'' باجی غفوراں نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

''آپ کو نہیں بتانا چاہیے تھا، پھر نانو نے مجھ سے وعدہ لے لیا، اپنے سر پر میرا ہاتھ رکھ کر......'' بلال بات کرتے کرتے خاموش ہوگیا تھا۔

''تم دو صورتوں میں اس گھر سے جاؤ گے میری اجازت سے یا پھر میرے مرنے کے بعد......'' باجی غفوراں نے بات مکمل کی۔

''بلال بیٹا......! اچھا ہوا جو میں نے بڑی بیگم صاحبہ کو بتا دیا آج تم اُن کی اجازت سے اس گھر سے عزت کے ساتھ جا رہے ہو۔ بڑا حوصلہ ہے تمہارا بلال بیٹا ناہید بی بی نے بڑی زیادتیاں کی تھیں تمہاری ماں کے ساتھ پھر بھی تم نے اُسے معاف کر دیا۔''

''باجی......! بدلہ لینے سے معاف کرنا افضل ہے۔ میں نے ممانی کو دل سے معاف بھی کر دیا اور ہمیشہ اُن کی ماں کی طرح عزت بھی کی ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہو بلال بیٹا......! اللہ تمہارے جیسا بیٹا سب کو دے۔''

☆☆☆

''لطیف صاحب......! میں کل عمرے کے لیے جا رہا ہوں نوشی میڈم آئیں گی گھر میں جس طرح کی تبدیلی وہ کہیں گی آپ کروا دیجیے گا وائیٹ واش، پردے، کراکری، سب کچھ اُن کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔'' بلال نے لطیف کو ساری تفصیل بتائی۔

بلال جب اسکول پہنچا صبح کے دس بج رہے تھے۔ اُسے اطلاع دی گئی کہ نوین بغیر کسی اطلاع کے آج چھٹی پر ہے۔ بلال نے فوزیہ کو فون ملایا:

''جی سر......!'' فوزیہ نے فون کال ریسو کی۔

''فوزیہ جی 10 بج رہے ہیں اگر آپ 12 بجے تک آفس آ جائیں صرف ایک گھنٹہ کے لیے۔''

''سر میں آ جاتی ہوں۔'' فوزیہ نے جواب دیا اور کال کاٹ دی بلال نے آفس بوائے کو بلا کر سارے اسٹاف کو میسج بھیجا 12 بجے میٹنگ ہے جمعہ کی وجہ سے اسکول میں ہاف ڈے تھا 12 بجے سے پہلے ہی اسکول میں چھٹی ہو گئی، سارا اسٹاف ٹھیک 12 بجے میٹنگ روم میں موجود تھا بشمول فوزیہ کے۔

''میں کل ان شاء اللہ عمرہ کرنے جا رہا ہوں تقریباً دو ہفتے بعد لوٹوں گا 17 مارچ کو میرا ولیمہ ہے آپ سب کو With Family میری طرف سے دعوت ہے...... میرے بعد فوزیہ جی میری جگہ ہیں۔ میں امید کرتا ہوں آپ ہمیشہ کی طرح میرے معیار سے بہتر ثابت ہوں گے شکریہ۔'' میٹنگ ختم ہو چکی تھی سارا اسٹاف جا چکا تھا۔ بلال نے فوزیہ کو چند ضروری ہدایات دیں۔

ایک بجے تک فوزیہ اور لیاقت بھی چلے گئے تھے۔ بلال جمعہ پڑھنے چلا گیا۔ 2 بجے کے آس پاس وہ واپس لوٹا تو اُس کا فون مسلسل بج رہا تھا۔

''السلام علیکم ڈاکٹر صاحب......!'' بلال خوش اخلاقی سے بولا۔ دوسری طرف ڈاکٹر محسن تھا۔

''بلال کدھر ہو کوئی خبر نہیں۔''

''بس کچھ مصروف تھا...... محسن میں کل عمرے کے لیے جا رہا ہوں 13 تاریخ تک واپس آ جاؤں گا۔''

''یار مجھے بھی بتا دیتے میں بھی تمہارے ساتھ پروگرام بنا لیتا۔'' محسن نے گلہ کیا۔

''Take care واپسی پر بات ہو گئی بائے۔'' محسن نے کچھ ناراضی کے ساتھ فون بند کر دیا تھا۔

بلال سوچوں میں گم کافی دیر آفس میں بیٹھا رہا، تقریباً 3 بجے وہ اپنے آفس سے اُٹھا گھر جانے کے لیے وہ نکلا تو بابا جمعہ کو یاد کر رہا تھا۔ جب وہ جمعہ والے دن پیاز گوشت پکا تا اور بابا جمعہ کے گھر اُن کے لیے لے کر جاتا تھا اور وہ دونوں روزہ اکٹھے افطار کرتے تھے۔

بارش اب تیز ہو چکی تھی جو کہ نماز جمعہ کے وقت ہلکی ہلکی ہو رہی تھی۔ بلال اپنی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ بارش کو دیکھ کر اُس نے سوچا تھوڑی دیر رُک جاتا ہوں وہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی بارش کے رُکنے کا انتظار کر رہا تھا۔

بلال کو ایک نمبر سے کال آئی جو اُس کے موبائل میں Save نہیں تھا۔

''سر پلیز میری مدد کریں میری امی کی طبیعت بہت خراب ہے اُنہیں ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔'' نوین روتے ہوئے التجا کر رہی تھی۔ ''بارش کی وجہ سے کوئی گاڑی اور رکشہ بھی نہیں مل رہا ہے۔ سر پلیز کچھ کریں خدا کے لیے میری مدد کریں ورنہ میری امی کو کچھ ہو جائے گا'' کال کٹ گئی۔

بلال نے کچھ سوچا پھر تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا نوین کے گھر کی طرف سفر کرنے لگا موسلا دھار بارش ہو رہی تھی آسمان پر کالے سیاہ بادلوں کا راج تھا۔

جوہر ٹاؤن اور ٹاؤن شپ میں سیوریج کا نظام شہر کے دوسرے حصوں کی نسبت قدرے بہتر ہے اس لیے سڑک پر زیادہ پانی کھڑا نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے بلال بہت جلدی نوین کے گھر کے باہر پہنچ گیا، اُس نے وہی نمبر ملایا اس غرض سے کہ نوین اپنی ماں کو باہر لے آئے، مگر وہ نمبر بند تھا۔ بارش کی وجہ سے روڈ پر ٹریفک بالکل بھی نہیں تھی، اور دور دور تک کوئی بندہ بشر نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ پانچ مرلے کا سنگل اسٹوری گھر تھا، بیرونی دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اور اندر سے کسی کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ بلال کو تشویش لاحق ہوئی وہ اپنی گاڑی سے اُترا اور گھر کے اندر چلا گیا ایک چھوٹے گیراج کے بعد بڑا ہال تھا۔ بلال گیراج سے گزر کر اب وہ ہال میں تھا ہال تقریباً خالی تھا سوائے دو صوفوں اور ایک لکڑی کی میز کے ہال میں اندھیرا تھا۔

''نوین......! نوین......! کہاں ہو آپ......؟'' بلال نے آواز لگائی اُسی لمحے سامنے والے بیڈ روم سے رونے کی آواز گونجی بلال جلدی سے بیڈ روم کی طرف بڑھا اندر بھی اندھیرا تھا۔

بلال نے دروازہ کھولا تو اُسے سامنے بیڈ پر کوئی کمبل کے اندر لیٹا ہوا نظر آیا وہ جلدی سے اُس طرف بڑھا جب بلال بیڈ روم میں داخل ہو چکا تھا۔ تو اُسی لمحے کمرے کی ساری لائٹس on ہو گئیں۔ بارش کی وجہ سے بجلی نہیں تھی یہ کمال UPS نے دکھایا تھا نوین کی مدد سے، نوین دروازے کے پیچھے سوئچ بورڈ کے پاس کھڑی تھی اپنے چہرے پر نقاب کیے ہوئے اور اپنے جسم کو چھپائے ہوئے نوین نے مست نگاہوں سے بلال کو دیکھا اُس کی موٹی موٹی کالی سیاہ آنکھوں میں کالا کاجل دعوت گناہ کا پیغام دے رہا تھا۔ بلال نے کمبل کی طرف دیکھا کمبل کے نیچے دو گول تکیے پڑے ہوئے تھے۔ جب بلال نے کمبل ہٹایا تو اُسے پتہ چلا۔ بیڈ روم بہت شاندار اور لگژری تھا۔ سب کچھ ہی کلر فل الگ اور مختلف تھا۔

نوین کالی ناگن کی طرح لہراتی بل کھاتی بلال کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اُس نے اپنے چہرے سے وہ کالا نقاب ہٹایا تیکھے نین نقش والی ایک سانولی سلونی لڑکی جس کی آنکھوں میں اُس کے دل کی بات پڑھی جا سکتی تھی۔

وہ بلال کی سالوں کی تپسیا بھسم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔نوین کی آنکھوں میں نشہ تھا اور وہ بلال کو دیکھ رہی تھی۔ بلال نے اُسے دیکھ کر نظریں جھکالیں۔

''بلال...... ہائے میں مرجاؤں اس ادا پر۔''نوین نے اپنے ہاتھ سے بلال کی ٹھوڑی کو اوپر اُٹھایا اب تک وہ کالی چادر اُس کے جسم پر تھی صرف اُس نے چہرے سے نقاب ہٹایا تھا اُس نے وہ چادر آہستہ آہستہ اُتاری اور داخلی دروازے کے دائیں ہاتھ پڑی ہوئی بازوں والی کرسی پر پھینک دی پیچھے کی جانب بغیر دیکھے ہوئے۔

کالی چادر کے نیچے اُس نے ایک بیہودہ لباس پہنا ہوا تھا۔جس سے اُس کی چھاتی واضح نظر آرہی تھی وہ ایک کھلے گلے والی نائٹی پہنے ہوئے تھی۔نوین کے چہرے پر ایک واہیات مسکراہٹ اُبھری۔

''حیرت ہے......بلال......!تم اب تک میرے ارادوں کو جان نہیں سکے۔''

''نوین جی......!میں آپ کو پہلی ملاقات ہی میں جان گیا تھا۔وہ الگ بات ہے دیکھ آج رہا ہوں۔''بلال نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا۔

''یہ موسم ......میرا یہ جوبن ......تمہاری یہ جوانی اور یہ تنہائی......کیا سوچ رہے ہو۔''نوین نے نینوں کے تیر چلاتے ہوئے بے حیائی سے کہا۔

''سوچ رہا ہوں ایک عورت اپنے آپ کو کس حد تک گرا سکتی ہے۔''

''اسی لیے تو میں چاہتی ہوں تم مجھے اُٹھالو......تھام لو......مجھے اپنا بنالو......بلال میں تم پر مرمٹی ہوں۔''نیناں زبردستی بلال کے گلے لگ گئی۔بلال نے اُسے زور سے خود سے جدا کیا اور اُسے بیڈ پر دھکا دے دیا اور خود بیڈروم سے نکلنے لگا دروازے کے پاس پہنچ کر اُس کی نظر نیناں کی کالی چادر پر پڑی جو کہ کرسی پر پڑی ہوئی تھی۔بلال دروازے پر رُکا اور پلٹ کر نیناں سے کہا جو کہ بیڈ سے اُٹھ رہی تھی۔

''کپڑے کی چادر تو تم نے اُتار کر پھینک دی ہے......اب کبھی اوڑھنی ہو تو حیا کی چادر اوڑھنا''بلال یہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا اب وہ ہال میں تھا۔نیناں پیچھے سے بھاگ کر آئی اور بلال کی کمر سے لپٹ گئی اُس کے دونوں ہاتھ بلال کے سینے پر تھے۔

''بلال......! I love you......پلیز مجھے اس طرح چھوڑ کر نہ جاؤ......مجھے تمہاری اور نوشی کی شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے......تم شادی ضرور کرو......مگر یہ تعلق تو ختم نہ کرو''

شعیب اور ناہید پہلے سے ہال میں کھڑے ہوئے تھے اور نوشی اُن دونوں کے پیچھے سے کندھوں کے درمیان سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔وہ بلال کے بیڈروم سے نکلنے سے پہلے ہی وہاں پہنچے تھے کمرے میں روشنی تھی اور ہال میں اندھیرا۔شعیب واپس پلٹا۔اُس نے اُسی لمحے ہال کی ساری لائٹس on کردیں جہاں اب وہ کھڑا ہوا تھا سوئچ بورڈ اُس کے پیچھے ہی تھا۔

نوشی دیکھ رہی تھی بلال کو حیرت سے نفرت سے اور حقارت سے بلال کی کمر سے نیناں لپٹی ہوئی تھی وہ آنکھیں بند کیے ہوئے بول رہی تھی۔

''بلال پلیز یہ تعلق ختم نہ کرو...... بلال پلیز یہ تعلق ختم نہ کرو۔'' ایک منٹ کے اندر اندر بلال نے نیناں کو خود سے جدا کر دیا اُس نے اپنی چھاتی سے نیناں کا ہاتھ ہٹا کر اُسے اُس کے بازو سے پکڑ کر زور لگا کر خود سے جدا کیا تھا۔

''یہ کیا بکواس کر رہی ہو...... چھوڑو مجھے...... کس تعلق کی بات کر رہی ہو؟'' بلال غصے سے دھاڑا اُس کی آنکھوں میں شعلے تھے اور نوشی کی آنکھوں میں نفرت شدید غصہ اُس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھی۔

کڑکتی بجلی نے چیخ ماری شاید باہر کہیں کسی پر گری تھی۔ یا پھر بجلی اس سازش پر روئی تھی اُس کی خبر نہیں کہ بجلی کڑکنے کی اصل وجہ کیا تھی، یا پھر بارش وہ تیز بارش...... بلال کی نظر اُن سب پر پڑی وہ خاموش رہا۔ ناہید سامنے کھڑی تھی اُس کے دائیں ہاتھ ایک قدم پیچھے نوشی کھڑی تھی، اور اُس سے دو قدم پیچھے شعیب کھڑا تھا، دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے ریلکس اُس کے بائیں جانب بجلی کا سوئچ بورڈ تھا۔

نیناں نے اُن سب کو دیکھا تو اپنا بلاوز سیدھا کیا مکار حسینہ نے ایک اور چال چل دی۔

''نہیں نہیں ایسا کچھ نہیں ہے...... ہم دونوں کے بیچ میں...... بلال تو بڑے شریف آدمی ہیں۔''

''وہ تو میں دیکھ رہی ہوں'' ناہید دانت پیستے ہوئے آگے بڑھی اور بلال کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور اُسے کالر کے نیچے سے گریباں سے پکڑ کر کہا تھا۔

''اُتار کر پھینک دو...... یہ شرافت کا چوغہ...... میں نے تم سے زیادہ بے غیرت اور بے حیا شخص آج تک نہیں دیکھا۔'' ناہید نے بلال کو گریباں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔

نوشی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بلال پتھرائی ہوئی آنکھوں سے نوشی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ناہید نے نوشی کی طرف دیکھا تو بولی:

''شعیب سنبھالو بہن کو...... اور چلو یہاں سے......'' ناہید آگے تھی۔ شعیب نے فوراً نوشی کو بازوؤں کے سہارے تھام لیا تھا۔

نیناں آدھ ننگی، نظریں جھکائے بلال کے سامنے کھڑی تھی اُس نے اپنے بازوؤں سے اپنی ننگی چھاتی کو چھپایا ہوا تھا۔ بلال کمرے میں واپس گیا اور کرسی پر پڑی کالی چادر اُٹھائی اور واپس نیناں کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور وہ کالی چادر اُس کے کندھوں کے اوپر سے نیناں پر ڈال دی تھی۔

''نوین جی......! کپڑے کی چادر عورت کو تحفظ دیتی ہے حیا کی چادر اوڑھنے سے عورت کو عزت ملتی ہے اور دونوں چادریں اوڑھنے سے عورت کا اپنا ہی بھلا ہوتا ہے۔'' بلال تھوڑی دیر خاموش رہا جیسے اپنے آپ کو سنبھال رہا ہو۔ بلال نے صبر کی طاقت سے اپنے آپ کو ریزہ ریزہ ہونے سے بچا لیا تھا۔ مگر اپنی تکلیف نہیں چھپا سکا۔

''نوین جی......! میں نے آپ کو معاف کیا...... اور میں دعا کرتا ہوں میرا اللہ بھی آپ کو معاف کر دے'' بلال دکھ میں ڈوبی ہوئی گھائل آواز کے ساتھ بول رہا تھا۔

نیناں نے اپنی پلکوں کے کواڑ کھولے...... نیناں کے موٹے موٹے نینوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ اُس نے عقیدت سے بلال کے چہرے کو دیکھا جو چند منٹ پہلے ہوس اور بے حیائی سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے اشک اب اُس کے

گالوں پر تھے۔

نیناں کا دل اُسے ملامت کر رہا تھا کہ تم نے چند لاکھ روپوں کے لیے کسی کی عزت کو داغ دار کر دیا اور اُسے دیکھو اُس نے تمھیں معاف بھی کر دیا اور تمہارے لیے دعا کر رہا ہے۔

بلال وہاں سے جا چکا تھا۔ نیناں اُسی جگہ کھڑی ہوئی آنسو بہا رہی تھی۔ اُس نے وہ بلال کی اوڑھنی کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور خود سے عہد کیا:

''بلال......تم نے میرے ننگے اور غلیظ بدن پر جو دو چادریں ڈالی ہیں۔ میں انہیں کبھی اُترنے نہیں دوں گی۔ کبھی نہیں......میرے لیے دعا کرنا......اللہ مجھے معاف کر دے۔''

نیناں روتے روتے زمین پر بیٹھ گئی اُس نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی اُس کی ہچکیوں سے ہال گونج رہا تھا۔

☆☆☆

ولید صبح ہی سے بلال کو فالو کر رہا تھا۔ وہ شعیب کے ساتھ رابطے میں تھا اور لحمہ بہ لحمہ شعیب کو اَپ ڈیٹ کر رہا تھا۔ WhatsApp کے ذریعے ناہید نوشی کو اپنے ساتھ اپنی فیکٹری لے کر آئی تھی کوٹ لکھپت کا فیکٹری ایریا اور ٹاؤن شپ آمنے سامنے ہیں اُن کے درمیان ایک تقریباً 100 فٹ کی ڈبل روڑ واقع ہے۔

ناہید کی فیکٹری اور نیناں کا گھر چند منٹ کی دوری پر تھے۔ جیسے ہی بلال نیناں کے گھر کے باہر پہنچا ولید نے شعیب کو اطلاع کر دی تھی۔ شعیب اور ناہید نوشی کو وہاں لے کر آ گئے تھے۔ ناہید جو کچھ نوشی کو دکھانا چاہتی تھی وہ اُس میں کامیاب ہو چکی تھی۔

ولید نے ہی ارم کے ذریعے نیناں کو بلال کے آفس میں رکھوایا تھا۔

بلال پہلے دن ہی جان چکا تھا کہ نیناں کس طرح کی لڑکی ہے۔ نیناں ایک مشہور کال گرل تھی۔ جو اپنے جسم کا دھندا کرتی تھی۔ بلال کو یہ سب تو معلوم نہیں تھا مگر اُس نے نیناں کے بے حیا نین ضرور پڑھ لیے تھے۔ ایک دفعہ بلال نے توشی سے کہا بھی تھا۔ ''اُس لڑکی کی آنکھیں بولتی ہیں''۔

نیناں اور ارم میں فرق یہ تھا۔ نیناں کال گرل تھی اور ارم کی زندگی میں دل نواز ڈینگی کے بعد ولید چوتھا آدمی تھا۔ دل نواز ڈینگی اُس کی محبت تھا۔

بعد میں آنے والے دو شخص اُس کی مجبوری تھے۔ اور اب ولید اُس کی عادت، اُس کا نشہ، ولید اور ارم کو ایک دوسرے کی لت لگی ہوئی تھی۔

ارم شروع میں مجبور تھی جب کہ نیناں شروع ہی سے عادت سے مجبور تھی۔ مجبور انسان اور عادت سے مجبور انسان میں فرق ہوتا ہے۔

عادت سے مجبور نے تو توبہ کر لی تھی سچی پکی توبہ، اب دیکھنا یہ تھا کہ مجبور کیا کرتی ہے۔

ارم کا ایک کمال اور بھی تھا کہ وہ جب جب بلال سے ملی تھی اُس نے کبھی بھی بلال کو نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور کبھی بھی اُس سے کوئی فضول بات نہیں کی تھی۔

ارم نے ہمیشہ بلال سے سیدھی اور مختصر بات کی تھی، اسی وجہ سے بلال اُسے نوشی کے ڈریسز کے لیے تین لاکھ روپیہ دے کر آیا تھا۔

بلال ارم کے متعلق اچھی رائے رکھتا تھا۔

ارم اور ولید اپنے بنائے ہوئے پلان میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو چکے تھے۔شعیب اور ناہید کی وجہ سے۔ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے، یہ چاروں بلال کے دشمن تھے، اس لیے آپس میں دوست بن گئے تھے۔

☆☆☆

مغرب کی اذان سے چند منٹ پہلے SMS بلال کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ بلال دیوان پر اپنے سامنے کھجوریں اور پانی کی بوتل رکھے ہوئے بیٹھا دعا مانگ رہا تھا۔

SMS کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ بلال کی طرف دیکھ رہا تھا، اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے۔

''بلال بھائی آپ کو بڑے صاحب نے بلایا ہے''SMS لرزتی ہوئی آواز سے بول رہا تھا۔

''وہاں پر وہ سب......'' بلال نے اپنی شہادت کی انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھی اور SMS کو چپ رہنے کا اشارہ دیا۔

''شاہد آپ جاؤ میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔''مغرب کی اذان شروع ہو چکی تھی۔ بلال نے ایک کھجور منہ میں ڈالی اور بوتل کو منہ لگا کر تین گھونٹ پانی پیا وقفہ دے دے کر۔

''شاہد سنو یہ ہینڈ کیری میری گاڑی میں رکھ دو......کوچ کا نقارہ بج چکا ہے......پچھلی سیٹ پر رکھنا دروازہ کھلا ہے۔''

SMS وہ ہینڈ کیری اُٹھا کر جا چکا تھا۔ بلال نے خشوع وخضوع کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی اور دُعا کے بعد جائے نماز لپیٹ کر اپنی بغل میں لگا لیا اور وہ کالا فولڈر اُٹھایا اور گھر کے لاؤنج کی طرف چل دیا۔

''نماز پڑھ کر آتا ہوں......سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی۔''ناہید نے مکاری سے کہا۔

گھر کے لاؤنج میں جمال صوفے پر بیٹھے ہوا اپنے اوپر والے دانتوں سے نیچے کے دانتوں کو غصے سے دبا رہا تھا۔نوشی دوسرے صوفے پر اپنے باپ کے سامنے بائیں ہاتھ سامنے کی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ ناہید جمال کے پیچھے کھڑی تھی ۔شعیب سامنے کی طرف دائیں ہاتھ والی دو کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اُس سے کچھ فاصلے پر ارم ظریں جھکائے ہوئے کھڑی تھی۔

جمال کے سامنے ٹیبل پر دو لفافے پڑے ہوئے تھے۔ ایک بلال کے اسکول کا انویلپ تھا اور دوسرا انویلپ ڈیفنس کے ایک فوٹو اسٹوڈیو کا تھا۔

BG اور SMS ناہید سے بھی پیچھے دیوار کے ساتھ کھڑے تھے۔ باقی گھر کے نوکروں کو اس طرف آنے کی اجازت نہیں تھی۔

''السلام علیکم......!''بلال نے اپنے آنے کی اطلاع دی۔

''جی ماموں جان......! آپ نے بلایا تھا؟'' بلال مطمئن تھا اُسے معلوم تھا۔ اُس کے آنے سے پہلے ہی اُس کے خلاف فیصلہ ہو چکا ہے۔

''یہ دونوں لفافے اُٹھاؤ۔'' جمال نے غصے سے کہا بلال نے آگے بڑھ کر وہ دونوں لفافے اُٹھا لیے JUST اقرا اسکول والا انویلپ اُس نے کھولا اُس میں وہی تین لاکھ روپیہ تھا جو اُس نے چند دن پہلے ارم کو دیا تھا، نوشی کے کپڑوں کے لیے۔ بلال نے وہ روپے واپس اُسی میں ڈال دیے۔ اب دوسرے انویلپ کی باری تھی۔ اُس نے وہ انویلپ کھولا تو اُس میں بلال اور عظمی افگن نیازی کی وہ تصویریں تھیں، جو کافی دنوں پہلے جب وہ اور عظمی آخری بار ریستوران سے کھانا کھا کر نکلے تھے، تو پارکنگ میں بلال کی گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے جب عظمی اپنے ایک مہربان سچے اور کھرے دوست کے گلے لگی تھی۔ اُس لمحے کو اُسی طرح کیمرے نے محفوظ کر لیا تھا۔ یہ ایک تصویر تھی، مگر اس تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی تھا۔

دوسری تصویر میں عظمی بلال کے ہاتھ کو چوم رہی تھی اور تیسری تصویر میں بلال کا ہاتھ عظمی کے بائیں کندھے پر اور چوتھی تصویر بلال کا بایاں ہاتھ عظمی کے دائیں گال پر تھا۔

ایسی کوئی دو درجن کے قریب تصویریں اُس انویلپ کے اندر تھیں۔

''یہ روپے......؟'' جمال نے تفتیش شروع کی۔

''میں نے دیے تھے......ارم کو......''

''اور وہ تصویریں جو تمہارے ہاتھ میں ہیں......کہیں نقلی تو نہیں ہیں۔'' جمال تلخی سے بولا۔

''جی نہیں......جو تصویریں دکھا رہی ہیں وہ بھی بالکل سچ ہے......مگر حقیقت کچھ اور ہے......آپ میری بات بھی سن لیں۔'' بلال نے ادب سے جواب دیا۔

''جو ہم لوگوں نے آج دیکھا وہ سچ تھا...... یا حقیقت تھی ......تم جیسا بے شرم آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا......اب جمال تمہاری بات کیوں سنیں جو دیکھا ہے وہ کافی ہے۔''

''ارم......! تم کیوں خاموش کھڑی ہو، بتاتی کیوں نہیں تمہارے ساتھ اس بے غیرت شخص نے کیا وعدے کیے تھے۔'' شعیب ارم کی طرف دیکھ کر غصے سے بولا۔ ارم کی آنکھوں میں وہ مصنوعی آنسو ایک بار پھر آ گئے تھے۔ جو وہ کوئی آدھ گھنٹہ پہلے بھی لا چکی تھی، جب اُس نے جمال کو اپنی اور بلال کی فرضی کہانی سنائی تھی۔ ارم نے ڈرتے ہوئے بلال کی طرف دیکھا۔

''تم ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' جمال نے ارم کا حوصلہ بڑھایا۔

''سر تین سال پہلے جب میں نے بوتیک پر جاب شروع کی تھی تو ایک دن بلال وہاں پر آیا مجھے دیکھا اور میرے پیچھے ہی پڑ گیا۔ کچھ دن بعد کہنے لگا میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر کیا کروں تمہاری باس بچپن سے میرے گلے پڑی ہوئی ہے جیسے ہی اس سے میری جان چھوٹتی ہے میں تم سے شادی کر لوں گا۔''

میں اس کی باتوں میں آ گئی، میری عزت آبرو اس کی ہوس کا شکار ہو گئی، پھر یہ ہفتے میں دو دفعہ مجھ سے ملنے لگا اور اتوار کا سارا دن میرے ساتھ فلیٹ پر گزارتا۔ یہ سلسلہ پچھلے تین سال سے چل رہا ہے، اب یہ کہتا ہے، میں تم سے شادی نہیں

کر سکتا میری نوشی سے شادی ہونے والی ہے اس نے میرا منہ بند کرنے کے لیے یہ تین لاکھ روپیہ مجھے دیا تھا اور ساتھ یہ بھی کہا تھا، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تمہیں قتل کروا دوں گا۔''

ارم نے زور زور سے رونا شروع کر دیا تھا۔ بلال نے اُس کی طرف حقارت سے نگاہ ڈالی۔

''بلال......! میں تو لوگوں کو تمہاری مثالیں دیا کرتا تھا......اور تم کیا نکلے۔'' جمال دُکھی ہو کر بولا۔

''ماموں جان......! یہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تین لاکھ روپے میں نے اسے نوشی کے ڈریسز بنوانے کے لیے دیے تھے اور وہ تصویریں میری دوست ڈاکٹر عظمی افگن کی ہیں، وہ صرف میری دوست ہے......بس'' بلال نے آرام سے اپنی صفائی پیش کی۔

''اور وہ جو ہم تینوں نے دیکھا وہ کیا تھا......؟'' ناہید غصے سے چلائی۔

''ممانی جان......! وہ مجھ سے زیادہ آپ جانتی ہیں۔'' بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''ممانی جان......! میری سمجھ سے باہر ہے آپ کیوں یہ گندا اور غلیظ کھیل کھیل رہی ہیں۔''

''بلال......! اپنی زبان کو لگام دو......مت بھولو وہ تمہاری کیا لگتی ہے۔'' جمال غصے سے گرجا۔

''تمہیں شرم آنی چاہیے یہ گندا الزام لگاتے ہوئے اپنی ممانی پر۔''

''ممانی نہیں......ماں......میں نے ان کو ہمیشہ اپنی ماں کی طرح عزت دی اسی لیے میں بار بار کہتا تھا، کہ ممانی سے پوچھ لیں اگر اُن کو اس شادی پر اعتراض ہے تو میں یہ شادی کبھی نہیں کروں گا، میں نے ایک ماں کے حکم پر محبت کی اور اپنی دوسری ماں کے حکم پر اپنی محبت سے منہ موڑ لیتا......ممانی جان آپ صرف ایک بار مجھے کہہ دیتی میں خوشی خوشی خود انکار کر دیتا اس لیے کہ میں آپ کو ماں سمجھتا نہیں مانتا بھی تھا......

ممانی جان......! مجھے اپنی ماں کی ہر چیز سے محبت ہے اور میری ماں کو اپنی آبائی زمین سے بہت لگاؤ تھا، مگر میں نے آپ کی خوشی کی خاطر اُسے لینے سے بھی انکار کر دیا تھا......اگر اللہ نے زندگی دی تو میں وہ زمین خود خریدوں گا اپنے پیسوں سے......ان شاءاللہ۔''

''پوری زندگی ہمارے ٹکڑوں پر پلنے والے......زمین خریدوں گا......تمہاری اوقات بھی ہے وہ زمین خریدنے کی۔'' ناہید نے بلال پر طنز کیا۔

''میں حیران ہوں تم کتنے بے شرم اور بے غیرت ہو جو اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بڑے مزے سے باتیں کر رہے ہو......ذرا دیکھو میری معصوم بچی کی طرف وہ رو رو کر پاگل ہو گئی ہے اور تمہاری آنکھوں میں شرمندگی کا ایک آنسو بھی نہیں ہے......تم ایک بے حس اور بدکردار شخص ہو......رندھاوا صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں آپ بڑے مزے سے اس گھٹیا شخص کی تقریریں سن رہے ہیں دھکے مار کر نکالیں اسے یہاں سے......احسان فراموش اگر رندھاوا صاحب نہ ہوتے تو تم در در کی ٹھوکریں کھاتے......تمہارے وہ دونوں چچا کبھی انہوں نے تمہاری خبر لی؟''

''خبر نہ لینا......جبر اور ظلم کرنے سے......بہر حال بہتر ہے......'' بلال نے ناہید کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنجیدگی سے جواب دیا۔

''تیور تو دیکھو......اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے...... چور ماں کا چول (لالچی) بیٹا'' ناہید نے ایک بار پھر بلال کے زخموں پر نمک ڈالا۔

''ممانی جان......بس......بس......'' بلال غصے سے دھاڑا پہلی بار اُس نے اونچی آواز میں بات کی تھی۔ اُس کی آواز لاؤنج میں گونج رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔

''ممانی جان......! آپ مجھے کچھ بھی کہہ لیں ...... میں برداشت کرلوں گا......اُف تک نہیں کروں گا......مگر اپنے مرے ہوئے ماں باپ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا......آپ نے میری ماں پر جھوٹا چوری کا الزام لگایا تھا...... اُس عورت پر جس نے اپنی کروڑوں کی جائیداد آپ کے کہنے پر دے دی......اور کبھی آپ سے واپسی کا تقاضا نہیں کیا...... اور آپ نے لاکھ دو لاکھ کے زیورات کی چوری کا الزام اُس عظیم عورت پر لگا دیا......آپ نے اُس عظیم عورت کی عزت وقار خودداری کا جنازہ نکال دیا......مر تو وہ آپ کا لگایا ہوا الزام سن کر ہی گئی تھی۔ صرف مرنے کی رسم پاگل خانے میں ادا ہوئی......آپ کو یاد تو ہوگا......ایک دفعہ آپ نے مجھ پر بھی چوری کا الزام لگایا تھا...... میں نے 26 سالوں میں جو عزت کمائی تھی......آپ نے وہ بھی چھین لی ...... میں چند دنوں میں ثابت کرسکتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں......سچا ہوں ...... بدکردار نہیں ہرگز نہیں۔ میں آپ کے لگائے ہوئے الزاموں سے ہرگز پاگل نہیں بن سکتا...... یہ آپ کی بھول ہے......''

''تم کرو ثابت ...... میں چیلنج کرتی ہوں ......تم اپنے آپ کو کبھی بے گناہ ثابت نہیں کر سکتے ......تم ایک بد کردار......بدلحاظ......عیاش آدمی ہو''

ناہید انگلی دکھاتے ہوئے غصے سے چیخی زندگی میں پہلی بار اُسے کسی نے منہ توڑ جواب دیا تھا۔ ناہید کا رنگ فق ہو چکا تھا اور وہ بلال کا جواب سن کر حواس باختہ ہوگئی تھی۔

''میں کہتی ہوں......تم اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرو......'' ناہید دوبارہ چلائی۔

''میں سچا ہوں ......اور میں ثابت بھی کرسکتا ہوں ...... اُس کے بعد ان سب لوگوں کے درمیان آپ کی کیا عزت رہ جائے گی ...... میں اب بھی آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا ہوں بغیر کسی شرمندگی کے......ممانی جان یہ ثابت ہونے کے بعد کیا آپ ان سب سے آنکھ ملا سکیں گی ......اور مجھے ڈر ہے......کہیں آپ کے ساتھ......میری ماں جیسا......نہیں نہیں اللہ نہ کرے......آپ تو ماں نہ بن سکیں ......مگر میں تو بیٹا ہوں'' بلال نے ایک بار پھر ناہید کو کرارہ جواب دیا۔ SMS اور BG جو پہلے گردن جھکائے کھڑے تھے اپنے آنسوؤں کو چھپانے کی غرض سے ایک دم سے اُن کی گردنیں سیدھی ہوگئیں تھیں۔ آنسو خود بخود خشک ہو چکے تھے۔ SMS کی دونوں مٹھّیاں بندتھیں جوش کے ساتھ غصے کی وجہ سے۔

جمال خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا۔ نوشی جو کچھ دیر پہلے آنسو بہا رہی تھی اب پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنی ماں اور بلال کو دیکھ رہی تھی۔ کبھی بلال کی طرف اور کبھی اپنی ماں کی طرف۔ نوشی کو اپنی سچی محبت اور جھوٹی شفقت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ نوشی اسی کشمکش میں مبتلا تھی۔

شعیب غصے سے بلال کو دیکھ رہا تھا اور ارم واسطی حیرت میں مبتلا کہ اتنا خاموش اور دھیمے لہجے میں بات کرنے

والا بندہ اپنی ماں کا نام سن کر اتنا جذباتی بھی ہو سکتا ہے۔

ارم کو شرافت اور کمزوری کا فرق سمجھ آ گیا تھا۔

''اوئے ہیرو......! یہ کیا ڈائیلاگ بازی کر رہے ہو......نکلو یہاں سے......تم کیا سمجھتے ہو یہ کسی فلم کا کلائمیکس ہے......اور تم ڈائیلاگ بول کر...... پبلک کو خوش کر لو گے......اور لوگ تمہاری بے گناہی ثابت ہونے کے بعد......تالیاں بجا کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔'' شعیب نے BG اور SMS کی آنکھوں میں بلال کی جیت کی چمک دیکھ لی تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ یہ دونوں اپنے ہیرو کی جیت پر تالیاں نہیں بجا سکتے تھے۔

شعیب نے غصے میں ہاتھ سے چٹکی بجاتے ہوئے بلال کو مخاطب کیا تھا۔

بلال جمال کی طرف بڑھا، اُن دونوں کے درمیان شیشے کا سینٹر ٹیبل تھا۔ جمال براؤن لیدر کا لباس پہنے ہوئے صوفے پر بیٹھے ہوا تھا اور بلال اُن کے سامنے ٹیبل کی دوسری طرف کھڑا تھا۔ بلال کی بائیں بغل میں وہ کالا فولڈر اور جائے نماز تھا۔ بلال دوزانو بیٹھ گیا۔ بالکل اپنے ماموں کے سامنے اور جمال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہایت ادب سے بولا:

''ماموں جان......! یہ سب جھوٹ ہے۔'' اب بلال نے نظریں اُٹھا کر ناہید کی طرف دیکھا جو کہ جمال کے پیچھے کھڑی تھی اور قہر آلود نگاہوں سے بلال کو تک رہی تھی۔

''میں یہ گھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔'' بلال پھر جمال کی طرف متوجہ ہوا اور جمال کو دیکھ کر کہنے لگا:

''میں آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ شاید کہہ نہ پاؤں اس لیے لکھ کر رکھ لیا تھا۔'' بلال نے وہ کالا فولڈر شیشے کی ٹیبل پر رکھ دیا۔

''اس میں ایک خط ہے ضرور پڑھیے گا۔ اور آپ کے 144 احسانات جو آپ مجھ پر پچھلے 12 سال سے ہر مہینے کر رہے تھے۔ وہ آپ کے سارے احسان اس فولڈر میں بند ہیں۔ وہ بھی دیکھ لیجیے گا۔''

اس کے بعد بلال نے وہ فوٹو اسٹوڈیو کا انویلپ اپنے کوٹ کی اندرونی پاکٹ میں ڈال لیا۔ جائے نماز اب بھی بلال کی بائیں بغل میں تھا اور اُس کے دائیں ہاتھ میں وہ تین لاکھ کی تین گڈیاں تھیں جو کہ بلال کے اسکول کے جسٹ اقرا انویلپ میں تھیں۔ بلال اپنے گھٹنوں سے اُٹھا اور اُلٹے پاؤں واپس ارم کی طرف آ گیا جاتے ہوئے بھی اُس نے اپنے ماموں کی طرف پشت نہیں کی ارم واسطی کے برابر آ کر بلال نے وہ تین لاکھ روپیہ جسٹ اقرا اسکول کے انویلپ سے نکالا اور انویلپ کو اپنے لائٹ بلیو کوٹ کی سائیڈ والی پاکٹ میں ڈال لیا، اور وہ تین لاکھ روپیہ ارم کی طرف بڑھا دیا۔

''ارم جی......! یہ رکھ لیں۔'' ارم نے گردن اُٹھا کر بلال کو حیرت سے دیکھا، بلال کے چہرے پر جیت کی مسکراہٹ اُبھری اور وہ بولا:

''انہیں کے لیے تو آپ نے اس حد تک اپنے آپ کو گرایا ہے......آپ کو ارم جی ان روپوں کی بہت ضرورت ہے......پلیز رکھ لیں۔'' بلال نے وہ روپے ارم واسطی کو تھما دیئے اب بلال نوشی کی طرف بڑھا جو بلال کو اپنی طرف آتا دیکھ

کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''نوشی جی......! میں نے اپنی پوری زندگی محبت کے بغیر گزار دی...... میں بلال احمد محبت کے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں......عزت کے بغیر نہیں...... مجھے نہیں پتہ محبت کے آداب کیا ہوتے ہیں......میرے نزدیک محبت کے سر کی چادر عزت ہوتی ہے......اور آپ کی ماں نے وہ عزت کی چادر نفرت کی آگ میں جلا دی اور ایسی ننگی محبت کا میں قائل نہیں ہوں...... میں نے جانے کا فیصلہ کرلیا ہے......اب آپ نے فیصلہ کرنا ہے سچ اور جھوٹ میں سے کسی ایک کا۔''

''یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے سچ......جھوٹ......عزت......محبت......شعیب گارڈز کو بلا کر اس فلاسفر کو دھکے مار کر نکالو یہاں سے......''ناہید نے اپنے بیٹے شعیب کو غصے سے حکم دیا۔

''شعیب رکو......!تم ایسا کچھ نہیں کرو گے...... بلال تم یہاں سے چلے جاؤ ابھی اسی وقت۔'' جمال نے اُٹھتے ہوئے کہا کالا فولڈر اُٹھایا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جمال جلدی سے جلدی وہ خط پڑھنا چاہتا تھا۔

بلال اب بھی نوشی کے سامنے کھڑا تھا اور اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، محبت ہے یا نفرت اُسے میری کہیں ہوئی باتوں پر یقین آیا یا نہیں۔ نوشی بھی بلال کو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے تک رہی تھی۔

''شعیب......!اسے نکالو یہاں سے......تم نے سنا نہیں......'' ناہید بلال کی طرف بڑھتے ہوئے بولی اور بلال کو دھکا دیا زور سے یہ دیکھ کر شعیب کو بھی جوش آ گیا۔

''واقعی تمہاری رگوں میں گندا خون ہے۔'' شعیب نے جذبات میں آ کر بول دیا تھا۔ یہ بولنے کی دیر تھی۔ بلال نے ایک زوردار تھپڑ شعیب کے گال پر جما دیا تھپڑ اتنی زور کا تھا دوسرے ہی لمحے شعیب زمین پر تھا۔ بلال کی بغل سے جائے نماز زمین پر گر گیا تھا۔

بلال نے شعیب کو گریبان سے پکڑ کر اُٹھایا اور اپنا دایاں ہاتھ اُس کے گلے پر جما دیا بلال نے اتنی طاقت سے شعیب کا گلہ دبو چا ہوا تھا شعیب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ شعیب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ بڑی مشکل سے سانس لے پا رہا تھا۔

''چھوڑو میرے بیٹے کو......رندھاوا صاحب......میرے بیٹے کو بچائیں اس جانور سے SMS کہاں مر گئے ہو......شعیب کو چھڑاؤ اس درندے سے ورنہ یہ مار دے گا'' ناہید بلال کو پیچھے سے مارتے ہوئے بول رہی تھی۔

BG اور SMS خوش تھے۔''اچھا ہوا سالے کو اور مارو۔'' SMS نے منہ میں کہا تھا۔

''میں نے کہا تھا نا میرے ماں باپ کی گستاخی نہ کرنا'' بلال غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا نوشی مجسمہ بنی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

''نوشی اسے روکو......ورنہ یہ شعیب کو جان سے مار دے گا'' ناہید نے نوشی کے جسم کو جھنجھوڑ کر التجا کی تھی۔

''آپ چھوڑ دیں میرے بھائی کو......'' نوشی نے اپنا دایاں ہاتھ بلال کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا جو شعیب کی گردن پر تھا۔ بلال نے اُس لمحے گرفت ڈھیلی کر دی تھی۔

شعیب کو پیچھے کی طرف گرتے ہوئے SMS نے سنبھالا تھا۔ اب SMS نے شعیب کو صوفے پر بٹھا دیا تھا۔ اور BG پانی کا گلاس لے کر آ چکی تھی۔

ناہید اپنے بیٹے شعیب کو پانی پلا رہی تھی۔ SMS شعیب کی ٹانگیں دبا رہا تھا اور BG اُس کی ہتھیلیوں کو مسل رہی تھی۔

ارم شرمندگی کی تصویر بنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس دوران وہ اپنی جگہ سے ایک انچ آگے پیچھے نہیں ہوئی تھی۔

''آپ چلے جائیں...... یہاں سے ابھی اسی وقت۔'' نوشی نے آخری فرمان جاری کر دیا۔ بلال نے نوشی کو آنکھ بھر کر دیکھا اور وہاں سے چلا گیا۔ نوشی جاتے ہوئے بلال کو دیکھ رہی تھی۔ بلال لاؤنج کے دروازے پر جا کر رُکا مڑا اور نوشی کو اُس کے پیروں سے چہرے کی طرف دیکھا نیچے سے اوپر کی طرف۔

نوشی کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی اور اُس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں نمکین پانی سے جلن ہونے لگی۔ بلال نے نوشی کی طرف پہلا قدم اُٹھایا اُس کا وہ قدم 26 سال کی مسافت کے دوران شاید سب سے مشکل قدم تھا۔ نوشی نے اپنی جبین بلال کے قدموں کے سامنے جھکا دی نوشی اپنی طرف آتے ہوئے بلال کے قدم دیکھ رہی تھی۔ نوشی کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ دھک دھک...... دھک دھک۔

''اگر اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو میں کیا کروں گی...... میں چلی جاؤں گی بلال کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے...... مگر یہ تو...... نہیں نہیں...... اس نے اپنی بے گناہی ثابت تو نہیں کی...... شک کا کالا ناگ پھنکارا...... ماما کو چھوڑو...... میں نے تو اسے خود دیکھا تھا...... نیناں کے ساتھ...... میں کیسے یقین کرلوں...... مجھے نہیں اعتبار بلال کی باتوں پر۔'' نوشی نے چند لمحوں میں اتنی ساری باتیں اپنے دل سے کر لی تھیں۔

اب بلال اُس کے سامنے کھڑا ہوا تھا، دو فٹ کی دُوری پر...... بلال کی نظریں جھکی ہوئیں تھیں اور وہ نوشی کے قدموں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

نوشی کے نین بلال کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ رہے تھے، نوشی کا گلا خشک ہوگیا اور اُس کی آواز جیسے چھین لی گئی ہو۔

بلال اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی محبت کے سامنے جھک گیا تھا۔

بلال نے نوشی کے قدموں سے آگے...... پڑا ہوا جائے نماز اُٹھایا...... وہ جائے نماز اُسے بابا جمعہ نے تحفہ دیا تھا...... جس سے بلال کو بڑی عقیدت تھی...... بلال اپنی محبت کے سامنے جھکا ہوا تھا، اپنی عقیدت کی وجہ سے ہمیشہ سے ایسے ہی تھا۔

محبت کسی کو جھکاتی نہیں ہے، محبت تو اُٹھاتی ہے محبت سر جھکا کر نہیں سر اُٹھا کر کی جاتی ہے۔ محبت کسی کی تذلیل نہیں...... محبت تو عزت ہے۔

بلال نے صحیح کہا تھا۔ محبت کے سر کی چادر...... عزت ہے...... عزت کے بغیر محبت بیہودہ ہو جاتی ہے۔

بلال نے بابا جمعہ کے جائے نماز کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اپنی جبین سے لگا لیا۔

نوشی نے گردن جھکا کر دیکھا۔ بلال کی طرف جو اُس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جائے نماز کو اپنے ماتھے سے لگائے ہوئے۔ بلال نے اپنی عقیدت کو ہونٹوں سے چوما اور آنکھوں سے لگا لیا۔ نوشی کی آنکھوں سے رم جھم اشکوں کی بارش شروع ہوگئی، نوشی کے سارے آنسو بلال کے شانوں پر گر رہے تھے۔ بلال وہاں سے اُٹھا اور نوشی کے رُخسار کو دیکھے بغیر چلا

گیا مڑ کر دیکھا بھی نہیں نوشی کی طرف۔ بلال نے اپنی محبت سے منہ موڑ لیا تھا۔

باہر آسمانی بجلی چیخیں مار رہی تھی اور بادل رو رو کر ہلکان ہو رہے تھے۔ تیز بارش ہو رہی تھی۔

بلال بارش میں بھیگتا ہوا اپنی گاڑی تک پہنچا گاڑی اسٹارٹ کی سیکورٹی گارڈ نے گیٹ کھول دیا، بلال نے گھر سے نکل کر پارک کے ساتھ گاڑی رُوک لی اور رندھاوا ہاؤس کو دیکھنے لگا سرخ عروسی لباس پہنے ہوئے یہ دلہن جس کی چھتوں سے گرتا ہوا پانی ایسے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے یہ دلہن آنسو بہا رہی ہو۔

بلال نے اس رندھاوا ہاؤس میں اپنی زندگی کے 25 سال اور 4 مہینے گزارے تھے۔ یہ دلہن رو رہی تھی۔ بلال کو جاتے ہوئے دیکھ کر مگر بلال کی آنکھوں سے ایک آنسو نہیں نکلا تھا۔ بلال نے گاڑی اسٹارٹ کی اور چلا گیا تھا۔

☆☆☆

اللہ حافظ......

ماموں جان......! تب تک میں جا چکا ہوں گا اس گھر سے جب آپ میرا یہ خط پڑھ رہے ہوں گے۔

یہ خط آج ہی میں نے عصر کی نماز کے بعد لکھا تھا، وجہ یہ تھی میں آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں آٹھ ماہ کا تھا جب میرے ابا فوت ہو گئے۔ میں اپنی ماں کے ساتھ اس گھر میں آ گیا میں نے آپ کو ہی اپنا باپ سمجھ لیا اور ممانی جان کو ماں اور آپ دونوں سے محبت کرنے لگا۔ میں آپ سب سے محبت کرتا رہا اور آپ نے صرف ممانی جان سے محبت کی ایک شوہر کو اپنی بیوی سے محبت کرنی چاہیے مگر ایسے نہیں جیسے آپ نے کی۔

محبت روشنی کی طرف لے کر جاتی ہے مگر آپ ممانی جان کی محبت میں اندھے ہو گئے تھے۔ میاں بیوی کا رشتہ بڑا مقدس رشتہ ہوتا ہے۔ آپ نے صرف ایک رشتے کو مقدم جانا اور ساری زندگی اُسی ایک رشتے کے حضور مؤدب کھڑے رہے۔

آج ماموں جان میں صرف سچ بولوں گا، اور سچ بولنا بے ادبی نہیں ہوتی۔

ممانی نے نانا جان سے بڑی بدتمیزی کی تھی، جس کی وجہ سے اُنہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا اور وہ اس دنیا سے چلے گئے وقت سے بہت پہلے مگر آپ ممانی کی محبت میں خاموش رہے کچھ نہ کہا۔

ممانی نے میری ماں پر چوری کا جھوٹا الزام لگایا...... وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکیں اور پاگل ہو کر مر گئی آپ کو کوئی فرق نہیں پڑا آپ پھر سے خاموش رہے آج میرے ساتھ بھی ممانی نے گندا کھیل کھیلا مجھے پتہ ہے آج بھی آپ کچھ نہیں بول سکیں گے آپ جیسے لوگوں کو ہمارے معاشرے میں (رن مرید کہتے ہیں) جی ہاں جورو کا غلام اس گھر کے سارے فیصلے ممانی نے کیے اور آپ نے صرف چپ چاپ تماشا دیکھا۔

آج بھی وہ مجھے ذلیل کر کے اس گھر سے نکالنا چاہتی ہیں اور آپ آج بھی تماشا دیکھیں گے آپ کی قابلیت پر مجھے پورا یقین ہے۔

میں یہ گھر چھوڑ کر 12 سال پہلے جا چکا ہوتا اگر نانو مجھے قسم دے کر روک نہ لیتیں، میں انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا، مگر وہ تیار نہیں تھیں۔ نانو کی قسم کے علاوہ میرے رکنے کی ایک وجہ اور تھی مجھے ڈر تھا، ممانی نانو کے ساتھ بھی کچھ ایسا

ویسا نہ کر دیں اگر نانو کے ساتھ کچھ ہو جاتا تو آپ اُسے بھی حادثہ سمجھ کر خاموش رہتے۔

ایک دفعہ ممانی نے میرے سامنے سے کھانا اُٹھا لیا تھا اور مجھے بے عزت کیا اُس سے اگلے دن انہوں نے مجھ پر چوری کا الزام لگایا آپ پھر بھی خاموش رہے۔

آج سے 12 سال پہلے نانو کے کہنے پر آپ نے میری پاکٹ منی لگا دی......آپ ہر مہینے ممانی سے چھپ کر مجھے ایک چیک تھما دیتے۔ وہ چیک مجھے ہمیشہ خیرات کی طرح محسوس ہوئے ایک ڈرپوک جٹ کی خیرات جو بھیک دیتے ہوئے بھی اپنی بیوی سے ڈرتا ہے۔ آج وہ چوری سے دی ہوئی بھیک، آپ کو واپس کر کے جا رہا ہوں۔ پچھلے بارہ سال کے 144 چیک جو میں نے کبھی کیش ہی نہیں کروائے تھے۔

اتنے سالوں کے دوران جب کبھی آپ کو اس یتیم بچے کا خیال آتا تو آپ اسے اپنے بچوں کے ساتھ ایک ٹیبل پر کھانا ضرور کھلا دیتے اور میں بھی چپ چاپ آپ کا دل رکھنے کی خاطر وہ کھانا کھا لیتا اُس کھانے کے ایک ایک نوالے پر ممانی کی نظریں ہوتیں مجھے ایسا محسوس ہوتا اس کھانے سے زہر کھانا بہتر ہے۔

اُس کے علاوہ میں نے آپ کے گھر کا کبھی پانی بھی نہیں پیا تھا۔

ماموں جان......!ایسی باتیں ہمیشہ ماں باپ اپنے بچوں کو سمجھاتے ہیں۔ نانا جان کو تو میں نے دیکھا نہیں۔ نانو نے بھی کبھی آپ کو کچھ نہیں سمجھایا ہمیشہ خاموش رہیں ضرور کوئی وجہ ہو گی۔

آپ کی عظیم بہن کا نالائق بیٹا بلال احمد

☆☆☆

''دادو مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی آپ نے کبھی پاپا کو کچھ نہیں کہا ہمیشہ بلال کو ہی صبر کرنے کو کہا۔'' توشی اپنی دادی سے کوٹ فتح گڑھ میں اپنی آبائی حویلی میں بیٹھی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

''توشی بیٹی ٹھیک کہہ رہی ہو اُس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی یہ تمہارے باپ نے ہمیشہ تمہاری ماں کی بات مانی ہے مجھے ڈر تھا میں اُس سے کچھ کہوں گی اگر اُس نے انکار کر دیا تو میرے پلے کیا رہ جائے گا۔

تمہارے باپ کی شادی کا میرا ہی فیصلہ تھا، میں نے ساری زندگی اپنے اس غلط فیصلے کو صحیح ثابت کرنے میں گزار دی......تمہاری پھوپھو تمہارے دادا کی لاڈلی تھی۔ تمہارے دادا نے تمہاری پھوپھو کی پسند سے ملک جلال احمد کے ساتھ تمہاری پھوپھو کا رشتہ طے کیا تھا، دونوں ساتھ پڑھتے تھے۔ تیرا باپ تیری ماں پر لٹو تھا۔ یہ رشتہ میں نے تیرے دادا اور پھوپھو کی مخالفت کے باوجود ضد میں کیا تھا۔'' دادی کی آنکھوں میں نمی تھی وہ بات کرتے کرتے رُک گئیں۔

''توشی کبھی بھی اپنے سائیں سے ضد نہ کرنا گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ تیرے باپ کی شادی کے بعد چند دنوں کے اندر ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تیرا باپ تیری ماں کے پیچھے ہم سب کو چھوڑ سکتا ہے۔

ایک دن تیری ماں اور تیرے دادا میں زمین نہ بیچنے پر بحث ہو گئی تیری ماں نے بڑی بدتمیزی کی تیرے دادا کے ساتھ اور تیرا باپ پاس بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا اُسی وقت تیرے دادا کو دل کا دورہ پڑ گیا، ہم اس حویلی میں تھے اور تیری پھوپھو لاہور تھی۔ تیرا دادا چل بسا۔

تیری ماں نے تیرے باپ کا حصہ بیچ کر ہی دم لیا تیری پھوپھو نے اپنا حصہ نہیں بیچا تھا۔ پھر تیرے باپ کے لیے میری ممتا جاگ اُٹھی۔ جمال کو جیل سے نکالنے کے لیے تیری ماں کے کہنے پر تیری پھوپھو کو مجبور کیا تھا۔ تیری پھوپھو نے اپنی زمین اپنے بھائی پر قربان کر دی پھر تیری ماں تیری پھوپھو کو بھی کھا گئی تیرا باپ پھر بھی کچھ نہ بول سکا تھا۔ اب تو ہی بتا تیرے باپ کو کیا کہوں۔ اتنا بڑا کاروباری بندہ ہے لیکن اپنے گھر کے فیصلے نہیں کر سکا۔''

دادی نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی توشی کے دیکھنے سے پہلے دادی نہیں چاہتی تھی کہ توشی پھر پرانی باتوں کو یاد کر کے روئے۔

''دادو......آپ نے بلال کے لیے بھی پاپا سے کبھی بات نہیں؟''

''بیٹا سچ پوچھو تو مجھے ڈر تھا تمہاری ماں سے......کہیں وہ بلال کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے اس لیے میں نے کبھی اُس کے لیے آواز نہیں اُٹھائی، میں تیرے باپ کو کچھ سمجھانے کی کوشش بھی کرتی، کرنا اُس نے وہی تھا جو تیری ماں کا حکم ہوتا۔ بہشتی تیرا دادا بڑی نگاہ رکھنے والا بندہ تھا۔ مجھ سے کان میں کہنے لگا تیرے باپ کے ولیمے والے دن۔ جہاں آرا میری بات یاد رکھنا تیرا بیٹا بہت بڑا رن مرید ہوگا میں ہنس پڑی تیرے دادا کی بات سن کر میں نے کہا آپ کا بیٹا ہے آپ تو میرے مرید نہیں بنے۔ یہ تمہارا بیٹا ہے۔ تیرے دادا نے کہا پھر تیری پھوپھو پر نظر پڑی اور بولا میرا بیٹا وہ ہے میری بیٹی لڑکی ہو کر بھی دلیر بہادر سمجھدار اور تیرا بیٹا مرد ہو کر بھی جھڈو، ڈرپوک اور لائی لگ ہے''

دادی کے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ تھی انہوں نے اپنی مسکان سے اپنے غم کو چھپانے کی پوری کوشش کی تھی۔

''شکر ہے یہ بارش تو کم ہوئی۔'' توشی نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ دادی دوبارہ بول پڑی۔

''بلال میں مجھے تینوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ بلال اپنے باپ کی طرح خوددار اور اپنی ماں کی طرح سمجھدار اور تیرے دادا کی طرح دلیر بہادر مضبوط مرد۔ تیرے باپ کی طرح جھڈو نہیں۔''

دادی کے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ تھی۔

''دادو......! کیا مضبوط مرد روتے نہیں ہیں......؟ میں نے آج تک بلال کو روتے ہوئے نہیں دیکھا کبھی اُس کی آنکھوں سے ایک آنسو گرتے ہوئے نہیں دیکھا،'' توشی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''وہ کیا کہتی ہو تم ہاں یاد آیا...... یہ لو......'' دادی نے مسکراتے ہوئے توشی کا تکیہ کلام دھرایا۔

''توشی بیٹی وہ روتا ہے لیکن لوگوں کے سامنے نہیں۔'' دادی نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''ایک دفعہ مجھے کہنے لگا نانو دوست کے کندھے پر سر رکھ کر رویا جاتا ہے یا پھر ماں کی آغوش میں؟''

''ماں کی آغوش......'' توشی کچھ سوچ کر بولی۔ ''دوست کا کندھا......دادو میں نے کئی بار اپنا کندھا پیش کیا مگر وہ رویا ہی نہیں میرے کندھے پر سر رکھ کے۔''

''وہ اپنی ماں کے پاس جا کر روتا ہے۔'' دادی رنجیدگی سے بولی۔

''ماں کے پاس جا کر۔'' توشی نے حیرت سے اپنی دادی کے الفاظ دہرائے۔

''بلال کہتا ہے ماں کی قبر پر رونا میرے نبی پاک ﷺ کی سنت ہے۔ بلال بھی اپنی ماں کی قبر پر جا کر روتا ہے۔''

☆☆☆

اُسی رات کورندھاوا ہاؤس سے جانے کے بعد بلال سیدھا ڈیفنس کے S بلاک والے قبرستان میں واقع اپنی ماں کی قبر پر گیا۔ بارش ہلکی ہو چکی تھی۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔

اپنی ماں کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر اپنا سر اپنے گھٹنوں میں لیے ہوئے بلال بلک بلک کر رو رہا تھا۔ بلال کے آنسو زاروقطار بہہ رہے تھے۔ بلال سسکیاں لے رہا تھا۔ جیسے کوئی شیر خوار بچہ ہو۔ آج یہ مضبوط مرد کرچی کرچی ہو چکا تھا۔ بلال کے بدن میں کپکپاہٹ تھی۔ بلال کا دل چھلنی چھلنی ہو چکا تھا۔ اس الزام کی وجہ سے اُس کی عزت نفس مجروح ہوئی تھی۔

''بلال بھائی کی گاڑی...... یہاں اس وقت......'' عادل نے قبرستان کے باہر کھڑی گاڑی دیکھ کر خود سے کہا عادل نورانی مسجد میں عشاء کی نماز ادا کر کے اپنے گھر جا رہا تھا۔ بابا جمعہ کے انتقال کے بعد سے عادل کا معمول تھا کہ وہ فجر اور عشاء کی نمازیں بابا جمعہ کے موچی خانے کے سامنے واقع نورانی مسجد میں ادا کرتا تھا۔

فجر کے بعد وہ بابا جمعہ کے جنگلی کبوتروں کو دانہ ڈالتا اور کالی بلی کو دودھ، آج بھی وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کالی بلی کو دودھ ڈالنے کے بعد، اپنے گھر جا رہا تھا، جب اچانک اُس کی نظر بلال کی گاڑی پر پڑی تھی۔ اس قبرستان سے بابا جمعہ کا موچی خانہ کوئی آدھ کلومیٹر سے بھی کم دوری پر تھا۔

عادل نے اپنی BMW کار بلال کی گاڑی کے ساتھ پارک کی اور گاڑی سے اُتر کر گاڑی کے شیشوں کے پار دیکھنے کی کوشش کرنے لگا عادل کو کچھ نظر نہیں آیا اب بھی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔

عادل کی تشویش بڑھنے لگی، اُس نے بلال کے نمبر پر کال ملائی، بیل جا رہی تھی، موبائل کی روشنی کی وجہ سے اُسے پتہ چل گیا گاڑی میں کوئی نہیں تھا، بلال کا موبائل بھی گاڑی میں ہی تھا۔

عادل کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ کالے سیاہ بادلوں کی وجہ سے رات مزید سیاہ تھی اوپر سے ٹھنڈی ہوا اور ہلکی ہلکی بوندا باندی بارش کی جہ سے اس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ ویسے بھی یہ سڑک مین غازی روڈ سے نکلتی ہے۔ PTCL ایکسچینج کے پاس سے اس روڈ سے صرف وہ گاڑیاں گزرتی ہیں جن کی منزل S بلاک کا کوئی گھر ہو۔

عادل سوچ میں پڑ گیا۔ بلال بھائی کہاں ہو سکتے ہیں۔ ''قبرستان کے اندر'' عادل نے خود کو مخاطب کیا۔

عادل نے قبرستان کے گیٹ کی طرف نظر ڈالی بڑا مین گیٹ بند تھا۔ اُس کے ساتھ چھوٹا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ قبرستان کے گیٹ کا رنگ بھی کالی سیاہ رات جیسا ہی تھا یعنی کالا سیاہ۔

عادل قدم اُٹھاتا ہوا قبرستان کی طرف چل دیا۔ عادل چھوٹے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے رُکا مڑ کر پیچھے دیکھا کوئی نہیں تھا، اُس کا وہم تھا۔ عادل زندگی میں کبھی دن کے اُجالے میں بھی قبرستان کے اندر نہیں گیا تھا۔

رات کے اس پہر عشا کے بعد وہ بھی اکیلا اُس نے سامنے کی طرف دیکھا عالم خان پھول فروش کی دکان چھوٹے گیٹ کے بالکل سامنے جو دکان کم پان شاپ زیادہ لگتی تھی گول فٹ بال کی طرح بنی ہوئی پھولوں کی دکان جس کے سامنے کی طرف شیشے کی کھڑکیاں لگی ہوئی تھیں اور پچھلی سائیڈ پر دیوار کے ساتھ ایک سفید فریزر رکھا ہوا تھا۔

(نوٹ: ہم مسہری اور اسٹیج ڈیکوریشن کا تسلی بخش کام بھی کرتے ہیں) ایک چارٹ پیپر پر لکھا ہوا تھا، چارٹ پیپر

کے نیچے عالم خان پھول فروش اور ساتھ اُس کا موبائل نمبر بھی تھا۔ مین گیٹ کے بالکل سامنے ایک پختہ راہ داری تھی اور گیٹ کے بائیں طرف سیکورٹی گارڈ کا کیبن مگر اُس میں گارڈ نہیں تھا۔ اُس وقت قبرستان میں کوئی گورکن بھی موجود نہیں تھا۔

عادل اُس پختہ راہ داری پر چلتا ہوا قبرستان کے اندر داخل ہو گیا اُس کے دائیں بائیں دو گرین لان تھے اور ان میں لکڑی اور لوہے کی بنی سیٹیں لگی ہوئی تھیں۔ راہ داری پر سرخ چھوٹی ٹف ٹائلیں لگی ہوئی تھیں۔

عادل ڈرتے ہوئے دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہا تھا، اُسے حوصلہ ٹیوب لائٹوں کی وجہ سے تھا۔ بجلی کے چھوٹے کھمبوں پر جا بجا ٹیوب لائٹس لگی ہوئی تھیں اُس کے دل کی دھڑکن تیز تھی۔ تیس چالیس قدم چلنے کے بعد عادل کی نظر بلال پر پڑی جو ٹیوب لائٹ کے پول سے آگے چھوٹے آم کے پیڑ سے کچھ فاصلے پر ایک قبر کے سرہانے اپنا سر اپنے گھٹنوں میں لیے ہوئے رو رہا تھا۔

جمیلہ جلال قبر کے قطبے پر لکھا ہوا تھا اور نیچے کی طرف قبر کا نمبر لکھا ہوا تھا۔ عادل دبے پاؤں بلال کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اُس کے پیچھے کی طرف وہ چند منٹ اس طرح کھڑا رہا اس کے بعد عادل نے ہمت کی۔

’’بلال بھائی......!‘‘ عادل نے بلال کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ اُس کا دایاں ہاتھ بلال کے بائیں کندھے پر تھا۔ عادل اپنے گھٹنوں پر بیٹھ چکا تھا۔ بلال مسلسل رو رہا تھا۔ چند منٹ عادل دیکھتا رہا، اُس کے بعد عادل نے بلال کو اُٹھایا زور لگا کر، عادل کو ایسے محسوس ہوا جیسے بلال کوئی بے جان بدن ہو جو صرف سانس لے رہا ہو اور رو رہا ہو۔ عادل نے بلال کو گلے لگا لیا تھا۔ بلال کا سر عادل کے کندھے پر تھا اور وہ زور زور سے رو رہا تھا۔ عادل سمجھ گیا ضرور بلال کے ساتھ کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ عادل بھی بابا جمعہ کے انتقال کے وقت ایسے ہی رو رہا تھا تب بھی، بلال کی آنکھوں میں کوئی آنسو نہیں آیا تھا۔ عادل نے بلال کو اپنی کار میں بٹھایا اور اپنے گھر لے گیا گیسٹ روم کی بجائے عادل نے بلال کو اپنے بیڈ روم میں لے جانا بہتر سمجھا۔

اپنی ایک شلوار قمیص اُسے دی ’’بلال بھائی کپڑے چینج کر لیں ورنہ ٹھنڈ لگ جائے گی۔‘‘

عادل نے ہینگر بلال کو تھماتے ہوئے کہا تھا۔ بلال باتھ روم چلا گیا اور چند منٹ بعد گرم پانی سے غسل کر کے لوٹا تھا۔

’’عادل میری گاڑی منگوا لو۔‘‘ بلال نے گاڑی کی چابی عادل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ بلال غسل کرنے کے بعد کافی بہتر تھا۔ عادل نے اپنے ملازموں کو بھیج کر بلال کی گاڑی منگوا لی تھی۔ گاڑی آنے کے بعد بلال نے بیڈ روم کی کھڑکی کا پردہ پیچھے ہٹا کر پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی کو دیکھا جو اُس کے باپ کی نشانی تھی۔

’’بلال بھائی کچھ کھائیں گے؟‘‘ عادل نے آہستہ سے پوچھا بلال نے نفی میں گردن ہلا دی۔

’’یہ گاڑی کی چابی، کچھ اور چاہیے آپ کو؟‘‘ عادل نے جانچتی نگاہوں سے پوچھا بلال نے اِرد گرد دیکھا۔

’’جائے نماز‘‘ بلال نے مختصر سا جواب دیا عادل نے ایک کیبن کھولا اور جائے نماز نکال کر دے دیا۔ ’’بلال بھائی اگر کچھ چاہیے ہو گا تو آپ مجھے کال کر دیجیے گا۔ میں ساتھ والے روم میں ہوں اب آپ آرام کریں ہاں یاد آیا قبلہ اس

طرف ہے'' عادل نے جانے سے پہلے کہا تھا۔

بلال نے جائے نماز بچھایا اور عشاء کی نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔

اگلی صبح عادل فجر کی نماز ادا کرنے کے ایک گھنٹہ بعد اپنے ہی بیڈ روم میں بلال سے اجازت لے کر داخل ہوا تو اُس نے دیکھا بلال اب بھی جائے نماز پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔

بلال نے ساری رات جائے نماز پر گزار دی۔ بلال صبر اور نماز کے ذریعے اپنے اللہ سے مدد لے چکا تھا۔ بلال جس کرب میں مبتلا تھا، وہ اب شانت ہو چکا تھا۔ اُس کے چہرے کی پریشانی اب ایک میٹھی مسکان کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ یقین اور بے یقینی کی جنگ میں یقین جیت چکا تھا۔ داخلی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت ہو چکی تھی۔

بلال کے ماتھے پر لگا کلنک کا ٹیکہ رات بھر سجدے میں پڑی رہی پیشانی سے صاف ہو چکا تھا۔

بلال کا چہرہ بارش کے بعد کی دھوپ جیسا روشن، چمکدار اور اُجلا تھا مگر بلال کی گرین آنکھیں نیند کی وجہ سے سرخ تھیں پھر بھی وہ فریش لگ رہا تھا۔

''السلام علیکم بلال بھائی......!'' عادل نے اندر آتے ہوئے سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام عادل صاحب'' بلال نے جائے نماز کو سمیٹتے ہوئے جواب دیا اور عادل کے سامنے کھڑا ہو گیا اپنے چہرے پر تبسم سجائے۔

''عادل صاحب تشریف رکھیں اسے اپنا ہی گھر سمجھیں۔'' بلال مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

عادل کھل کھلا کر ہنس دیا عادل کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔

''عادل صاحب بہت بھوک لگی ہے جلدی سے کچھ کھلا دو'' بلال نے عادل سے کہا۔

''جی جی...... بلال بھائی مجھے اندازہ ہے......اس لیے میں ناشتے کا بول کر آیا ہوں۔''

چند منٹ بعد دو ملازم اندر آئے ایک عمر رسیدہ خاتون تھی اور ایک نوجوان لڑکا اُن دونوں نے ناشتہ سینٹر ٹیبل پر ہی لگا دیا تھا۔

''ممی ڈیڈی اور دادی اسلام آباد گئے ہوئے ہیں پھوپھو کے بیٹے کی شادی ہے۔ اس لیے میں نے ناشتہ یہیں منگوا لیا ہے۔'' عادل نے کہا۔ ناشتہ بلال کی پسند کے مطابق تھا گڑ والی چائے براؤن بریڈ، فریش اورنج جوس، انڈوں کی سفیدی کا املیٹ عادل اور بلال نے ناشتہ کیا۔

''بلال بھائی دوپہر کے لیے میں نے دیسی مرغ وہ بھی دیسی گھی میں پکا ہوا اور پیاز گوشت بول دیا ہے۔'' عادل اپنے ہاتھ دھونے کے بعد تولیے سے صاف کرتے ہوئے بولا تھا۔

''عادل میں دوپہر تک نہیں رُک سکوں گا۔'' بلال نے وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔ وال کلاک پر آٹھ بجنے والے تھے۔ عادل نے بلال کی طرف حیرت سے دیکھا۔

عادل سوچ رہا تھا ''بلال بھائی بھی عجیب کریکٹر ہیں۔ رات کو رو رہے تھے، صبح کو مسکرا رہے تھے اور اب جا رہے ہیں۔''

''عادل صاحب میں آج 11 بجے کی فلائیٹ سے عمرہ ادا کرنے جا رہا ہوں۔اس لیے میں دو پہر تک نہیں رُک سکتا ورنہ آپ کی دعوت سر آنکھوں پر واپسی پر آپ سے کھانا ضرور کھاؤں گا۔''

''آپ عمرے کے لیے جا رہے ہیں......آج؟'' عادل نے حیرت سے سوال کیا۔

''بلال بھائی......! آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا تھا مجھے آپ سے گلہ ہے۔''

''اگر زندگی نے مہلت دی تو ہم اس سال حج ساتھ کریں گے......ان شاءاللہ......''

عمر رسیدہ خاتون اور وہ نوجوان لڑکا ناشتے کے برتن اُٹھانے کے لیے آ گئے تھے۔ بلال نے اُنہیں دیکھا تو گاڑی کی چابی عادل کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''عادل صاحب......! گاڑی سے میرا ہینڈ کیری منگوا دو اُس سے کپڑے اور پاسپورٹ نکالنا ہے۔''

''بلال بھائی میں خود لیکر آتا ہوں۔'' عادل نے جلدی سے گاڑی کی چابی پکڑی اور ہینڈ کیری لینے چلا گیا۔

نوجوان ملازم لڑکا ناشتے کے برتن ٹرالی پر رکھ کر کمرے سے جا رہا تھا۔ بلال کھڑکی سے پردہ ہٹا کر عادل کو دیکھ رہا تھا۔ جو اُس کی گاڑی کے پاس کھڑا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

''آپ ہی بلال ہو......صاحب......'' عمر رسیدہ ملازمہ نے ادب سے پوچھا بلال کی طرف دیکھ کر بلال اُس ملازمہ کی طرف دیکھ کر متوجہ ہوا۔

''جی ہاں......خالہ جی......! آپ مجھے کیسے جانتی ہیں؟'' بلال نے حیرت سے پوچھا۔

''صاحب آپ کو اور بابا جی کو کون نہیں جانتا اس گھر میں ہاشمی صاحب سے لے کر مالی تک سب آپ سے ملنا چاہتے تھے۔ میرے ابا جی بڑے پیر صاحب کی ایسے عزت کرتے تھے۔ جیسے عادل آپ کی اور بابا جمعہ کی کرتا ہے، میں تو رات کو ہی سمجھ گئی تھی، جب عادل صاحب اپنے بیڈ رم میں آپ کو لے کر آئے تھے ورنہ اس بیڈ روم میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے سوائے میرے......''

حلیمہ بی بی رُکی اور پھر دوبارہ بولی بلال کے چہرے کو دیکھ کر جواب اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

''صاحب......! آپ نے کیا جادو کر دیا ہے ہمارے عادل صاحب پر۔ چھ مہینے پہلے تک جب میں یہ کمرہ صاف کرنے آتی تھی تو رُوڑی سے زیادہ گندا ہوتا تھا اور اب مسیت کی طرح صاف ستھرا ہوتا ہے، صفائی کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔''

''لگتا ہے آپ اس گھر میں کافی سالوں سے ہیں؟'' بلال نے پوچھا۔

''جی صاحب میں 22 سال سے یہاں کام کر رہی ہوں، بڑے اچھے لوگ ہیں۔ پیروں کا گھرانہ ہے۔ زندگی میں پہلی بار کسی پیرزادے کا مرشد دیکھ رہی ہوں'' ملازمہ نے جواب دیا۔

بلال سمجھ کر بھی تفصیل جاننا چاہتا تھا اس لیے اُس نے پوچھا۔''کیا مطلب؟''

''صاحب......! مطلب یہ عادل صاحب کے دادا بہت بڑے بزرگ تھے اور ان کے تایا بہت مشہور پیر ہیں، لوگ اس گھرانے کی بہت عزت کرتے ہیں۔

عادل صاحب اُن سب سے بڑھ کر آپ کی اور بابا جمعہ کی عزت کرتے ہیں۔ رات آپ کو روتا دیکھ کر عادل صاحب پوری رات سو نہیں سکے مجھے کہنے لگے حلیمہ بی بلال بھائی کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھے اللہ خیر کرے۔''

''آپ کا نام حلیمہ بی ہے؟'' بلال نے پوچھا۔

''شناختی کارڈ پر تو میرا نام حلیمہ صادق ہے بس عادل صاحب حلیمہ بی کہتے ہیں۔''

صاحب وہ جو سامنے دیوار ہے جس کے اوپر پلاسٹک کا پردہ ہے اس دیوار پر پہلے تین تصویریں لگی ہوئی تھیں اب ایک اور بڑی تصویر لگا دی ہے عادل صاحب نے۔''

بلال نے کمرے کی مغربی دیوار کی طرف دیکھا، جہاں دیوار پر کھڑکیوں کے اوپر لگے ہوئے بلائینڈر کی طرح دیوار پر آدھ فٹ آگے کی طرف لائٹ گرین شیٹ کا بلائینڈر لگا ہوا تھا۔

جس کے پیچھے چار بڑی تصویریں آویزاں تھیں۔ ایک عادل کے دادا اور دادی کی تصویر جو کہ بلیک اینڈ وائٹ تھی، دوسری تصویر اس کے والدین کی تھی جو کہ کلر تھی، تیسری تصویر جو کہ دیوار پر سب سے نیچے لگی ہوئی تھی، اسکول یونیفارم پہنے ہوئے دو بچے ایک بچہ موٹا گندمی رنگ والا اور ایک چھوٹی بچی گول مٹول گوری چٹی رنگت والی۔ بلال اُس دیوار کی طرف بڑھا جس کے پیچھے لگی ہوئیں تصویریں اُس پردے کی وجہ سے نظر نہیں آ رہیں تھیں بلال نے بغیر اجازت کے اُس پردے کو ہٹانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

بلال کا منہ اُس دیوار کی طرف تھا اور حلیمہ بی کی طرف پشت تھی، حلیمہ بی کھڑی ہوئیں بلال کو دیکھ رہیں تھیں۔

''بلال بھائی آپ کا ہینڈ کیری'' عادل کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔

''آپ کپڑے نکال دیں حلیمہ بی پریس کروا دیتیں ہیں۔'' بلال نے اپنے کپڑے حلیمہ بی کو دیئے وہ کمرے سے چلی گئیں۔

عادل نے وہ بلائینڈر پیچھے ہٹایا چوتھی تصویر بابا جمعہ اور بلال کی تھی جو عادل نے موبائل سے لی تھی۔

''بلال بھائی یہ میرے دادا اور دادی ہیں یہ ممی ڈیڈی اور یہ میرے اور عظمی کے بچپن کی تصویر ہے۔''

چوتھی تصویر کے پاس کھڑے ہو کر عادل نے محبت سے سرشار ہو کر کہا:

''یہ میرے مرشد بابا جمعہ خاں میواتی اور میرے محسن میرے دوست ملک بلال احمد ہیں۔'' عادل کی سانسوں سے عقیدت کی خوشبو آ رہی تھی اور اُس کی آنکھوں میں چمک تھی، اُس کے لہجے میں احترام تھا۔ وہ بلال سے بلال کو متعارف کروا رہا تھا۔

''بلال بھائی اگر یہ دو عظیم بندے مجھے نہ ملتے تو شاید میں پاگل ہو جاتا ان دونوں نے مجھے زندگی سے ملا دیا۔''

عادل بول رہا تھا اور بلال سن رہا تھا۔

''میں ابھی عظمی سے بات کر رہا تھا میں نے اُسے بتایا آپ میرے ساتھ میرے گھر پر ہو وہ آپ سے ملنے کے لیے یہاں آ رہی ہے۔ بلال بھائی آپ نے ہم دونوں کا خود سے بھی تعارف کروا دیا ورنہ میں اور عظمی خود ہی سے بھاگ رہے تھے، اگر آپ نہ ہوتے تو شاید میں اور عظمی ایک دوسرے کی محبت سے انجان ہی رہتے۔''

بلال خاموشی سے عادل کے سامنے کھڑا ہوا عادل کی باتیں سن رہا تھا۔

''بلال بھائی......! میری اور عظمی کی شادی نومبر میں ہو رہی ہے، ڈیڈی اور عظمی کے انکل نے ہماری مرضی سے یہ رشتہ طے کیا ہے۔''

عادل کے چہرے پر میٹھی سی مسکراہٹ اُبھری مگر بلال سنجیدہ تھا۔ بلال واش روم میں گیا اور اپنے کوٹ کی اندرونی پاکٹ سے وہ تصویریں نکال لایا اور عادل کی طرف بڑھا دیں۔ عادل نے وہ ساری دو درجن کے قریب تصویر دیکھیں اب عادل کے چہرے پر بھی سنجیدگی تھی۔ کڑوی سنجیدگی میٹھی مسکراہٹ کو کھا گئی تھی۔

''بلال بھائی......! مجھ سے بابا جی کہا کرتے تھے، عادل بیٹا اکثر آپ کا سچ حقیقت نہیں ہوتا یہ تصویریں سچ ہوں گی، مگر حقیقت کچھ اور ہے، مجھے عظمی اور خود سے زیادہ ملک بلال احمد پر اعتماد ہے۔''

میٹھی مسکراہٹ نے کڑوی سنجیدگی کو پھر مات دے دی عادل نے وہ تصویریں اپنے دراز کے اندر رکھ دیں۔

''بلال بھائی اگر اجازت ہو تو......کل رات کو......ایسا کیا ہو گیا تھا......''

عادل نے رُک رُک کر آدھا سوال پوچھا۔ بلال نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز کی طرف دیکھا جہاں پر عادل نے بلال اور عظمی کی تصویریں رکھی تھیں۔ عادل ساری بات سمجھ گیا اُس نے مزید تفصیل نہیں پوچھی۔

''عادل صاحب......! اب 14 مارچ کو میرا نکاح نہیں ہو گا سب کو اطلاع کر دینا اور ابھی اس بارے میں عظمی سے ذکر مت کرنا میرے جانے کے بعد بتا دینا۔''

بلال آدھی بات کر کے خاموش ہو گیا۔ بلال ایک دم سنجیدہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد عظمی بھی آ گئی۔ عادل اور عظمی نے بلال کو ائیر پورٹ ڈراپ کیا، بلال عمرہ کرنے چلا گیا۔

علامہ اقبال انٹرنیشنل ائیر پورٹ سے واپسی کے بعد جب عادل اور عظمی گھر لوٹے تو پورچ میں عادل نے اپنی کار عظمی کی سوزکی مہران کے ساتھ کھڑی کی تو گاڑی سے اُتر کر وہ دونوں بلال کی گاڑی کی طرف آئے۔

''عادل تمہیں پتہ ہے بلال یہ گاڑی کیوں نہیں بدلتا۔'' عظمی عادل کی طرف دیکھ کر بولی۔

''کیوں؟'' عادل نے پوچھا۔

''اس لیے یہ اُس کے ابا کی نشانی ہے۔'' عظمی نے بتایا۔

''مجھے تو لگتا ہے بلال اپنے نکاح والے دن بھی اسی گاڑی کو سجائے گا اور نوشی کو اپنے گھر اسی میں بٹھا کر لے جائے گا''

''نہیں اب ایسا نہیں ہو گا۔'' عادل نے عظمی کو اطلاع دی۔

''تو پھر ہم تمہاری BMW کو سجائیں گے، بلال کے نکاح والے دن'' عظمی خوشی سے بولی۔

''عظمی......! اب بلال بھائی کا نوشی سے نکاح نہیں ہو گا۔'' عادل نے دوٹوک بات کر دی۔

''Why......ایسا کیا ہو گیا ہے......کیوں نہیں ہو گا یہ نکاح......عادل......! کیا کہہ رہے ہو......ابھی تھوڑی دیر پہلے تو بلال بالکل نارمل تھا...... بلال کی کسی بات سے تو نہیں لگا مجھے ایسا کچھ۔'' عظمی نے بہت سارے سوال عادل سے

پوچھ لیے عظمی روہانسی چہرے کے ساتھ عادل کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''عادل......تم میرے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے؟''عظمی نے عادل کی طرف انگلی کر کے پوچھا۔

''عظمی یہ سچ ہے مجھے کوئی دو گھنٹے پہلے بلال بھائی نے خود بتایا تھا۔ میں کل رات کو بلال بھائی کو ڈیفنس کے قبرستان سے لے کر آیا تھا، وہ ایک قبر کے سرہانے بیٹھ کر رو رہے تھے۔'' عادل نے رنجیدگی سے کہا۔

''بلال رو رہا تھا......رو رہا تھا وہ بھی بلال......میں نے دوڈھائی سال کے دوران اُس کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھے......آخر کوئی تو وجہ ہوگی......ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔''عظمی نے پریشانی سے پوچھا۔

''آپ میرے ساتھ آؤ میرے بیڈروم میں۔'' عادل جاتے ہوئے بولا۔ عظمی اُس کے پیچھے چل دی۔ بیڈروم میں داخل ہونے کے بعد عادل نے بلال اور عظمی کی وہ تصویریں عظمی کو تھما دیں۔

''او مائی گاڈ......میری بے وقوفی...... بلال نے تو کبھی میرے جسم کو تو کیا اُس نے تو کبھی میرے پہنے ہوئے کپڑوں کو بھی نہیں چھوا......''

عادل غور سے دیکھ رہا تھا عظمی کی طرف۔

''عادل کہیں تم بھی تو ان تصویروں سے......''

''مجھے بلال بھائی اور آپ پر پورا اعتماد ہے۔'' عادل نے عظمی کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔

''عظمی آپ بیٹھ جاؤ!''عظمی صوفے پر بیٹھ گئی۔

''عادل یہ وہ لمحہ تھا، جب بلال مجھے تمہارے بارے میں بتا رہا تھا، تمہاری محبت سے میرا تعارف کروا رہا تھا، تب مجھے ایسے لگا جیسے مجھے میری منزل مل گئی، جیسے ڈوبتے ہوئے کو کنارہ مل جائے جیسے قحط کے دنوں میں بارش شروع ہو جائے......میں تو بلال سے ایسے لپٹی تھی جیسے موت کو مات دے کر مریض اپنے طبیب سے لپٹ جائے کس طرح ان تصویروں کو غلط رنگ دیا گیا ہے، میں توشی سے بات کرتی ہوں ابھی''عظمی نے اپنے موبائل پر توشی کا نمبر دیکھنا شروع کیا۔

''عظمی......! آپ کسی کو بھی فون مت کرو۔ ایک دفعہ مجھے بلال بھائی نے کہا تھا، عادل محبت کو کسی کی بھی سفارش کی ضرورت نہیں ہوتی اور بلال بھائی نے یہ بھی کہا تھا، اعتماد محبت کی پہلی سیڑھی ہے۔ بلال بھائی نے مجھے یہ تصویریں دکھائیں تو کہا کچھ نہیں اور نہ ہی اپنی صفائی دی، اگر میں بلال بھائی اور آپ پر اعتماد کرسکتا ہوں تو اُن کی ہونے والی بیوی کو بھی کرنا چاہیے تھا۔''

عظمی نے اپنا موبائل صوفے پر رکھ دیا اور کسی گہری سوچ میں کھوگئی۔

☆☆☆

''رندھاوا صاحب......! آپ کن سوچوں میں گم ہیں؟''ناہید اپنے بیڈرم میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔ جمال ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا سگار کے دھوئیں سے حقیقت کو اندھا بنانا چاہتا تھا۔ اُس کے ذہن میں بلال کا لکھا ہوا جملہ گونج رہا تھا۔ (جورو کا غلام......رن مرید) جمال رات سے نہ جانے کتنے سگار سلگا چکا تھا۔

''رندھاوا صاحب......! میں رات کو آئی تھی آپ نے اندر سے لاک لگایا ہوا تھا، میں نے آپ کو ڈسٹرب کرنا

مناسب نہیں سمجھا، رات گئی بات گئی آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں۔''

جمال نے ناہید کی طرف دیکھا جس کا ہاتھ جمال کے گال پر تھا۔ ناہید کے ہونٹوں پر مرہمی مسکراہٹ تھی، جس نے فوراً جمال کے گھاؤ بھر دیئے تھے۔

جمال نے وہ خط اور بلال کے لوٹائے ہوئے چیک اپنے لاکر میں رکھ لیے تھے اُس فولڈر سمیت جس کی ناہید کو خبر نہیں تھی۔

☆☆☆

یکم مارچ 2014 بروز ہفتہ توشی اور جہاں آرا مغرب کے بعد کوٹ فتح گڑھ سے گھر لوٹے تو گھر میں عجیب طرح کا سناٹا تھا۔

جہاں آرا اپنے کمرے میں چلی گئیں اور توشی اپنے بیڈروم میں پہنچ گئی، نوشی ٹیرس پر کھڑی بلال کے روم کو دیکھ رہی تھی۔

''جلدی آئیں گے وہ دن'' توشی نے پیچھے سے نوشی کو جھپی ڈال لی۔

''میں کل رات سے فون کر رہی ہوں کوئی رسپانس نہیں۔ بلال کی تو سمجھ آتی ہے اُس کا نمبر کیوں OFF ہے میری جان......! تم نے کیوں جواب نہیں دیا؟'' توشی نوشی کی کمر سے لپٹی ہوئی تھی۔ نوشی نے خود کو توشی کی بانہوں کے حصار سے چھڑایا اور کمرے میں چلی گئی۔

''اسے کیا ہوا؟'' توشی نے خود کلامی کی، توشی اُس کے پیچھے روم کے اندر آئی، نوشی کی آنکھیں سرخ تھیں اور اس کا چہرہ مرجھائے ہوئے پھولوں کی طرح تھا۔

''کیا ہوا نوشی؟'' توشی نے فکرمندی سے پوچھا۔

''یہ پوچھو کیا نہیں ہوا۔'' نوشی غصے سے چیخی ''شرافت کا چوغہ اُتر گیا اور بلال کی حقیقت سامنے آ گئی۔''

''میں سمجھی نہیں......صاف صاف بات کرو۔'' توشی کو تشویش ہوئی۔

''جب کھلی آنکھوں سے سچائی دیکھ لی جائے تو سمجھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔'' نوشی نے غصے سے کہا اس کے بعد نوشی نے ساری بات توشی کو بتائی حرف سے جملے تک شروع سے آخر تک۔

''مجھے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں ہے...... یہ سب جھوٹ نکلے گا......ضرور کسی کی سازش ہے۔'' توشی نے افسردگی سے جواب دیا۔ ''دو دن میں اتنا سب کچھ ہو گیا اور کسی نے ہمیں بتانا مناسب نہیں سمجھا...... بلال ایسا نہیں ہے۔ ضرور اس سب کے پیچھے کسی کا ہاتھ ہے۔'' توشی نے پریشانی سے کہا تھا۔

''تمہیں آج تک بلال میں کوئی نقص نظر آیا ہے جواب آئے گا۔ اُس شخص نے تمہاری بہن کی زندگی برباد کر دی اور تم اب بھی اُسی کی وکالت کر رہی ہو۔ بارہ دن بعد ہماری شادی تھی اور اُس نے یہ گل کھلائے ہیں۔ پاپا رات سے اپنے بیڈروم سے نہیں نکلے۔ ماما کا الگ بُرا حال ہے میں رات بھر سو نہیں سکی۔ اور تم اب بھی......اُس کی...... فار گاڈ سیک......کچھ تو ہوش سے کام لو......'' نوشی غصے سے توشی پر بھڑکی۔

''ہوش سے کام لو تم...... نوشی میڈم...... یہ سب الزام ہیں...... حقیقت نہیں ہے مجھے تو اس سب میں ماما کا ہاتھ لگ رہا ہے۔'' توشی نے رگیں تن کر جواب دیا۔

''کچھ تو شرم کرو...... اپنی ماں کے متعلق ایسا سوچتے ہوئے...... تم اپنی ماما کو جانتی نہیں ہو وہ کیسی ہیں۔''

''افسوس تو یہی ہے کہ نہ تم ماما کو جان سکی ہو اور نہ ہی بلال کو۔ نوشی اپنے دل سے پوچھو وہ کیا کہتا ہے۔ نوشی وہ تم سے پیار نہیں محبت نہیں عشق کرتا ہے۔'' توشی نے نوشی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''عشق کرتا ہے...... مائی فٹ'' نوشی دانت پیستے ہوئے بولی۔

''سچ کہا تھا، بلال نے تمہارا عشق وقتی بخار ہی تھا، جو اُتر گیا۔ بلال نے کہا تھا۔ آج کل کا عشق وقتی بخار ہے اور تم نے ثابت کر دیا۔''

''یہ عشق وشق سب بکواس ہے مجھے تو آج تک یہ سمجھ نہیں آئی، یہ عشق کس بلا کا نام ہے اور عشق کا مطلب کیا ہوتا ہے۔'' نوشی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''عشق کا مطلب ہے...... بلال......'' توشی نے تفاخر سے جواب دیا۔

''میں اُن کی نہیں...... اس بلال کی بات کر رہی ہوں۔'' نوشی نے آسمان کی طرف شہادت کی انگلی کرتے ہوئے کہا تھا۔

''اور میں عشق کے مطلب کی بات کر رہی ہوں۔'' توشی یکا یک بول پڑی۔

چلو مان لیا عشق کا مطلب ...... بلال ...... ہے...... ذرا یہ تو بتاؤ ...... بلال ......کا مطلب کیا ہے'' نوشی نے فلسفیانہ انداز سے پوچھا۔

''کچھ نام خود میں اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ مطلب اُن کے آگے چھوٹا پڑ جاتا ہے۔''

توشی نے کسی دانشور کی طرح جواب دیا بالکل ویسے جیسے اُس نے بابا جمعہ سے سنا تھا۔

SMS نے دروازے پر دستک دی دروازہ کھلا ہوا تھا۔'' آپی آپ دونوں کو بڑی بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں'' دونوں بہنوں کی جرح وقتی طور پر ختم ہو گئی۔

☆☆☆

جہاں آرا کو ساری بات BG نے بتا دی تھی۔ کوٹ فتح گڑھ سے واپس آنے کے فوراً بعد۔

''جمال......! میری بات کان کھول کر سن لو...... اگر یہ بات جھوٹی نکلی تو میں قیامت والے دن تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی ...... جمال مرد بنو......! تم جٹ رندھاوا ہو مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے میرا بیٹا رَن مرید ہے۔'' جہاں آرا غصے سے گرجی۔ اس بوڑھی ملکہ کی آنکھیں دہک رہی تھیں۔

''جن گھروں کے فیصلے عورتیں کرنا شروع کر دیں، اُن گھروں کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ اب بھی ہوش کے ناخن لو...... تم صرف وہ دیکھتے ہو جو تمہاری بیوی تمہیں دکھاتی ہے...... بہو کو اس رشتے پر اعتراض تھا تو صاف کہہ دیتی یہ تماشہ لگانے کی کیا ضرورت تھی'' اتنے میں ناہید کمرے میں داخل ہوئی، اُس سے پہلے جمال اور جہاں آرا ہی کمرے میں تھے۔

جہاں آرا بیگم اپنی ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھیں اور جمال اُن کے سامنے نظریں جھکائے دیوان پر بیٹھا تھا۔ ناہید اپنے شوہر جمال کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''خالہ آپ مجھ پر الزام لگا رہی ہیں۔'' ناہید آگ بگولہ ہوئی۔

''الزام...... تہمت...... بہتان...... کوئی بھی نام دے لو...... ناہید...... عمر گزر جاتی ہے یہ گھاؤ بھرتے بھرتے جس دن تم پر جھوٹا الزام لگے گا تب پوچھوں گی تم سے، کتنا گہرا ہوتا ہے یہ زخم۔'' جہاں آرا گھائل آواز سے بولی اُن کے چشمے کے نیچے موٹے موٹے آنسو چمک رہے تھے۔

''آخر بن ہی گئی نہ آپ ساس'' ناہید دانت پیستے ہوئے بولی۔

''افسوس...... میں نے ساری زندگی پھولوں کی طرح تمہیں اپنی اکلوتی مرحومہ بہن کی نشانی سمجھ کر رکھا۔ تمہاری ہر زیادتی پر خاموش رہی۔ ماں کی طرح پیار کیا مگر تم بیٹی نہ بن سکی۔ ناہید تم میرے سہاگ کو کھا گئی۔ میری بیٹی کو پاگل بنا کر مار ڈالا اور اب بلال کے ساتھ یہ گندا اور بے ہودہ کھیل، کھیل رہی ہو۔ ناہید اگر میں ساس بنتی تو تمہاری سانس روک لیتی، شکر کرو ایسا نہیں ہوا میں چاہتی تھی میرا اجھڈو بیٹا مرد بن جائے مگر...... افسوس ایسا بھی نہیں ہوا۔'' جہاں آرا کا چہرہ غصے سے لال ہو چکا تھا انھوں نے چشمہ اُتار کر اپنے آنسو صاف کر لیے تھے اور اُن کے لہجے میں کوئی دید کوئی لحاظ نہیں تھا۔

ناہید ہکا بکا تھی اپنی خالہ کی باتیں سن کر پاؤں پٹختے ہوئے کمرے سے جانے لگی۔

''رُکو...... اور یہاں بیٹھ جاؤ......'' جہاں آرا نے تلخ لہجے سے حکم دیا ''میری بات کان کھول کر سن لو ناہید بیگم اگر اس بار یہ جھوٹ ہوا تو ایک الزام میں تم پر لگاؤں گی۔ جب بیٹا بے غیرت بن جائے تو ماں کو غیرت مند بننا پڑتا ہے اور چوہدری صاحب آپ بھی سن لو یہ گھر بھی بلال کا ہے اور 50 ایکڑ زمین بھی آپ خرید کر دیں گے اور جہاں تک نوشی اور بلال کے رشتے کی بات ہے۔ اُسے میں خود ختم کرتی ہوں، تم دونوں اپنی بیٹی کے لیے دیکھ لو کوئی اُس جیسا...... بے وقوف کم عقل ہاں ایک بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لو اس گھر سے تم سب لوگ جاؤ گے صرف میں اور بلال رہیں گے یہاں پر اور آئندہ ناہید بیگم میرے ساتھ اونچی آواز میں بات کی تو حلق سے تمہاری زبان کھینچ لوں گی'' جہاں آرا نے سوسُنار کی ایک لوہار کی والا معاملہ اپنے بیٹے اور بہو کے ساتھ کیا۔

''اب تم جا سکتی ہو اور چوہدری صاحب آپ بھی تشریف لے جا سکتے ہیں۔'' جہاں آرا بیگم نے اپنے بیٹے کو طنز سے فرمان جاری کیا نوشی اور توشی کمرے کے دروازے پر کھڑی ہوئیں یہ سب سن رہی تھیں ناہید اور جمال وہاں سے چلے گئے تھے۔

''تم دونوں اندر آؤ'' دادی نے رعب دار آواز میں حکم دیا نوشی اور توشی کمرے میں آ گئیں۔

''بیٹھ جاؤ......'' دادی پھر سے بولیں۔ وہ دونوں اپنے ماں باپ کی جگہ پر بیٹھ گئیں توشی جمال کی جگہ اور نوشی ناہید والی جگہ۔

''دادو آپ نے یہ رشتہ کیوں ختم کیا'' توشی نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

''اپنی بہن سے پوچھ لو کیا یہ بلال کے ساتھ رشتہ رکھنا چاہتی ہے......؟'' دادی نے دوٹوک کہہ دیا۔

نوشی نظریں جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔

''نوشی بیٹی......! محبت سوچ کرنہیں کی جاتی اورنوشی سوچ رہی ہے یہی بہتر ہے...... بلال اورنوشی کے لیے، جو لڑکی سچ اور جھوٹ کی پہچان نہیں کر سکتی...... خیر چھوڑو...... بہشتی تمہارا دادا کہا کرتا تھا، جہاں آرا بیگم بے وقوف دوست سے عقل مند دشمن بہتر ہوتا ہے۔'' دادی نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''مگر دادو......! میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، نیناں کے ساتھ بلال کو اور عظمی کی تصویریں میں صبح آپ کو دکھادوں گی اور ارم واسطی بھی یہیں پر ہے کل وہ بھی آجائے گی۔'' نوشی اپنے فیصلے پر قائم تھی۔

''نوشی بیٹی......! الزام لگانے سے کوئی مجرم نہیں بن جاتا۔ میں نے ایسے کئی فیصلے کرتے ہوئے تیرے دادا کو دیکھا تھا۔ تیرا دادا تب تک فیصلہ نہیں کرتا تھا، جب تک دونوں اطراف کی بات نہ سن لیتا تم نے بلال کو صفائی کا موقع دیا۔'' دادی نے پوچھا نوشی نے نفی میں گردن ہلا دی۔

''مگر میں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا تھا۔'' نوشی اپنے مؤقف پر قائم رہی۔

''نوشی بیٹی......! میں نے یہ رشتہ ختم کر دیا ہے اگر تم اب بھی بلال سے شادی کرنا چاہتی ہوں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اب فیصلہ تم نے کرنا ہے خود...... اپنی عقل سے............''

☆☆☆

''اب آپ خود فیصلہ کریں خالہ کو ایسی باتیں کرنا چاہیے تھیں۔ انہوں نے ہماری بچیوں کے سامنے ہمیں ذلیل کر دیا ہے۔ ہمارے مقابلے میں اُس بھیک منگے کی وکالت کر رہی تھیں خالہ جان۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ رندھاوا صاحب مجھے سب پتہ ہے آپ اُسے 12 سال سے ہر مہینے ایک اچھی خاصی رقم کا چیک دیتے آئے ہیں اور وہ بے غیرت ہمارا کھا کر ہمیں ہی آنکھیں دکھا رہا تھا۔ آپ کے جانے کے بعد اُس احسان فراموش نے ہمارے بیٹے کو مارا۔ میں تو پولیس کو بلانے لگی تھی پھر رندھاوا ہاؤس کی عزت کا خیال آ گیا تھا۔'' ناہید اپنے بیڈروم میں آنے کے بعد جمال سے مخاطب تھی۔

''ناہید بیگم......! اگر اس بار اس میں تمہاری کوئی سازش ہوئی تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا...... تم اپنا منہ چھپاتی پھرو گی۔'' جمال غصے سے بولا۔

''رندھاوا صاحب آپ بھی مجھ پر شک کر رہے ہیں۔'' ناہید نے نینوں کے تیر چلائے اور جمال کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

''آپ غصہ کیوں کر رہے ہیں میں نے خالہ جان کی بے ادبی تھوڑی کی ہے میں تو اُس کمینے اور فقرے کی بات کر رہی تھی۔'' ناہید نے جمال کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

جمال نے غصے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور لاکر سے وہ سارے 144 چیک نکالے اور ناہید کے منہ پر دے مارے۔

''تم جسے منگتا کہتی تھی، وہ سخی نکلا وہ میری دی ہوئی بھیک میرے منہ پر مار کر چلا گیا۔'' جمال نے غصے سے ناہید کو گردن کے بالوں سے پکڑا۔

''ناہید بیگم......! اگر بلال بے گناہ ہوا تو تم نشانِ عبرت ضرور بنو گی۔''

جمال یہ کہہ کرے کمرے سے غصے کے ساتھ چلا گیا۔

☆☆☆

''دادو شکر خدا کا ہم نے اب تک شادی کے کارڈ ز تقسیم نہیں کیے تھے ورنہ ہم لوگوں کی بہت بدنامی ہوتی...... اب کیا ہوگا؟''توشی اپنی دادی سے بول رہی تھی۔

دادی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

''بڑا ظلم کیا تیری ماں نے اور تیرا باپ وہ زیادہ قصور وار ہے۔'' دادی اپنی سوچوں میں گم تھیں توشی کیا بول رہی ہے انہوں نے سنا ہی نہیں تھا۔

''دادو آپ کہاں کھو گئیں کچھ تو بتائیں ہم نے کارڈ ز نہیں تقسیم کیے، معلوم تو آدھے شہر کو ہے جمال رندھاوا کی بیٹیوں کی شادی ہے۔''توشی دکھ اور کرب سے بول رہی تھی۔

''تم دونوں کی شادیاں مقررہ تاریخوں پر ہی ہوں گئیں۔'' جمال نے اندر آتے ہوئے حتمی فیصلہ سنایا۔

''تم جاؤ اور اپنی ماں کو بلا کر لاؤ'' جمال نے توشی سے کہا توشی چلی گئی جہاں آرا نے جمال کی طرف دیکھا۔

''چوہدری جمال رندھاوا صاحب دیکھ لو اپنی بیوی کے سامنے تمہاری ہوا نا نکل جائے گی۔'' جہاں آرا نے اپنے آنسو رومال سے صاف کرتے ہوئے طنزیہ لہجے سے کہا۔

''ماں جی دیکھنا کیا ہے۔ توشی کا رشتہ میں نے کیا تھا آپ کے اور بلال کے مشورے سے، نوشی کا رشتہ آپ نے ختم کر دیا، اب نوشی کی ماں اپنی بیٹی کا رشتہ خود کرے گی۔'' جمال سوچوں میں گم بول رہا تھا۔

''نا...... نا...... بیٹا جی...... نوشی کا رشتہ تمہاری بیگم صاحبہ اور تم نے خود ختم کیا تھا۔ میں نے تو صرف رشتہ ختم ہونے کا اعلان کیا ہے، اب میں دیکھنا چاہتی ہوں بلال کی جگہ کون سیدزادہ تمہاری بیٹی کا ہاتھ تھامتا ہے؟''

''سیدزادہ ہی ہوگا...... خالہ جان......! یہ میرا وعدہ ہے آپ سے......'' ناہید لہراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی دو گھنٹے پہلے والی بے عزتی اُسے یاد ہی نہ تھی۔

''اتنا گھمنڈ اور یہ تکبر...... خالی سیدزادہ ہونے سے بات نہیں بنتی...... ناہید اور بھی بہت کچھ دیکھا جاتا ہے۔'' جہاں آرا نے جواب دیا۔

''سب دیکھ لیا...... خالہ جان......!'' ناہید نے تیور دکھاتے ہوئے کہا۔

''ناہید بیگم یہ تیور مت دکھاؤ...... اِدھر میری طرف دیکھو نوشی کا رشتہ تم کرو گی خود اپنی مرضی سے...... اور شادی بھی پرانی تاریخوں پر ہی ہوگی...... ایک بات کان کھول کر سن لو، اگر میری بیٹی کے ساتھ ایسا ویسا کچھ بھی ہوا...... ویسا ہی سلوک میں تمہارے ساتھ کروں گا...... اور یاد رکھو اگر بلال پر لگائے ہوئے الزام جھوٹے نکلے تو ایک الزام، ماں جی کی بجائے میں لگاؤں گا تم پر...... ساسیں اپنی بہوؤں پر الزام لگاتی آئی ہیں...... جب تیس سالہ ازدواجی زندگی کے بعد میں تم پر جھوٹا الزام لگاؤں گا...... اُس کا بوجھ تم اُٹھا نہیں سکو گی'' جمال نے سنجیدگی سے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ ناہید بھی اُس کے پیچھے پیچھے کمرے سے نکل گئی۔ ناہید نے جمال کی کہی ہوئی بات کا نوٹس ہی نہیں لیا تھا۔

''دادو......! جو رشتہ جوڑنے کے لیے آپ نے اتنے سال دعائیں مانگیں اُسے خود ہی ختم کر دیا'' توشی نے حیرت اور دکھ سے کہا تھا۔

''توشی بیٹی......! جن رشتوں میں اعتبار نہ ہو وہ جوڑے نہیں جا سکتے۔'' دادی نے توشی کو سمجھانے کی کوشش کی

''اِدھر آؤ میرے پاس'' توشی اپنی دادی کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی دادی نے اُس کے چہرے پر پیار کیا۔

''دادو......! بلال کا کیا ہوگا......؟'' توشی نے فکرمندی سے پوچھا۔

''سوچو یہ توشی کا کیا ہوگا، تمہاری ماں کا چُنا ہوا سید زادہ بھی...... پتہ نہیں کیسا ہوگا۔ تم بلال کی فکر نہ کرو...... خیر سے اب تک مکہ پہنچ گیا ہوگا۔''

''اُس نے فون بھی تو نہیں کیا۔'' توشی نے روہانسی ہو کر کہا۔

''توشی بیٹی......! میں نے کہا نا...... بلال کی فکر نہ کرو، وہ دوسروں کو سنبھالنے والا ہے خود کو بھی سنبھال لے گا۔''

''دادو......! بلال کب آئے گا۔'' توشی نے اپنی دادی کے گلے لگ کر سوال کیا۔

''وہ ابھی چند مہینے نہیں آئے گا۔'' دادی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی بول رہی تھیں۔

''یہ بلال نے آپ سے کہا۔'' توشی یکا یک بول اُٹھی دادی کے کندھے سے اپنا سر اُٹھاتے ہوئے۔

''نہیں بیٹا...... میرا تجربہ بتا رہا ہے...... وہ ابھی نہیں آئے گا۔''

جہاں آرا نے نظریں اوپر اُٹھا کر دیکھا۔

''یا اللہ میرے بلال کو اپنی امان میں رکھنا۔''

☆☆☆

بہار کی آمد آمد تھی۔ آم کے درختوں پر بور آ چکا تھا۔ گندم کی نالیوں میں موجود سفید سفوف گندم کے سٹّوں میں منتقل ہو چکا تھا۔ انڈے دینے کے لیے چڑیوں نے اپنے گھونسلے تیار کر لیے تھے، ہر طرف بہار کی آمد آمد تھی موتیے کے پودوں سے نئی شاخیں نکل رہی تھیں۔ درختوں پر کہیں بلبل کے نغمے اور کہیں کوئل کی صدائیں۔ مارچ کے مہینے نے سردی کا گلہ دبا دیا تھا۔ اگلے دن 2 مارچ 2014 بروز اتوار مغرب کے بعد توشی اور محسن کی ملاقات ڈیفنس کے ایک مشہور ریستوران میں ہوئی۔

''توشی......! تم بھی سمجھ سے باہر ہو۔ دو مہینے سے میں ملنے کا کہہ رہا تھا۔ تمہارا جواب ہوتا میں شادی سے پہلے نہیں مل سکتی، فون پر بات بھی نہیں کرتی تھی کہ ساری باتیں پہلے نہیں کرنی چاہیے، صرف WhatsApp کا سہارا تھا۔

''آج اچانک مجھے یہاں بلا لیا So Romantic'' محسن رضا آنکھوں میں محبت سجائے توشی کو دیکھ رہا تھا۔ توشی کافی پریشان تھی محسن نے جب بیٹھ کر توشی کو غور سے دیکھا تو اسے بغیر دیکھے توشی کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہے گئے اپنے جملے عجیب لگے۔

''توشی......! کیا ہوا خیریت تو ہے...... میں تم سے ملنے کی خوشی میں نا جانے کیا کیا بول گیا'' محسن رضا کو پریشانی ہوئی توشی کو پریشان دیکھ کر۔

توشی نے الف سے یے تک ساری کہانی محسن کو سنائی محسن کی خوشی کو غمی میں بدلتے ہوئے چند منٹ لگے محسن بھی ساری بات سن کر توشی کی طرح پریشان ہو گیا۔

''یہ کب ہوا؟''محسن نے پوچھا۔

''پرسوں رات کو''توشی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بتایا۔

''پرسوں جمعے والے دن تو میری بلال سے فون پر بات ہوئی تھی، جمعہ کی نماز کے بعد بتا رہا تھا کہ عمرہ کرنے جا رہا ہوں میں اُس سے ناراض بھی ہوا تھا کہ مجھے کیوں نہیں بتایا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا''محسن نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنے ماتھے کو پکڑا اوہ کچھ سوچ رہا تھا۔

''بلال بتا رہا تھا 13 مارچ کی صبح تک واپس آجائے گا''محسن پریشانی سے بولا۔

''وہ ابھی نہیں آئے گا''توشی نے ٹشو پیپر سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

''تمہیں کس نے بتایا؟''محسن نے عجلت میں کہا۔

''دادو نے کہا میرا تجربہ ہے، توشی بیٹی وہ ابھی نہیں آئے گا''

''توشی......! ہمیں بلال کے بغیر یہ شادی نہیں کرنی چاہیے تمہاری بہن کالے چور سے شادی کرے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا''

''ڈاکٹر صاحب آپ ٹھیک سوچ رہے ہو۔ ہمیں بلال کے آنے کے بعد شادی کرنی چاہیے......''

توشی اور محسن ابھی شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اُسی وقت توشی کے نمبر پر ایک کال آئی تھی۔

''عجیب سا نمبر ہے''توشی نے موبائل اسکرین دیکھتے ہوئے کہا۔

''دکھاؤ کہیں بلال فون نہ کر رہا ہو''محسن نے موبائل جلدی سے توشی کے ہاتھ سے لے لیا''ہاں یہ تو سعودیہ کا کنٹری کوڈ ہے اٹھاؤ جلدی سے''محسن نے موبائل توشی کو تیزی سے واپس بھی کر دیا تھا۔

''ہیلو......''توشی جھجکتے ہوئے بولی

توشی جی......! میں بلال......''بلال دوسری طرف سے بولا۔

توشی نے بلال سے بے شمار باتیں کیں جن میں توشی خود بلال کو بے گناہ بتا رہی تھی اُس کے ساتھ ہمدردی جتا رہی تھی اُسے پریشان نہ ہونے کی تلقین کر رہی تھی۔

''میں نے اور ڈاکٹر صاحب نے ایک فیصلہ کیا ہے، کہ ہم تمہارے بغیر ابھی یہ شادی نہیں کریں گے...... بلال تم کب آؤ گے''توشی نے فکرمندی سے پوچھا

''پتہ نہیں......''بلال نے مختصر جواب دیا توشی نے محسن کی طرف دیکھا اور اُسے بلال سے بات کرنے کا اشارہ کیا''بلال یہ لو ڈاکٹر صاحب سے بات کرو''

ہیلو بلال کیسے ہو......تم ٹھیک تو ہو''محسن نے موبائل پکڑتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔

''اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہو۔ محسن تم سے ایک درخواست ہے تم دونوں ابھی شادی کر لو مقرر تاریخ پر ورنہ

لوگ باتیں بنائیں گیا اور ماموں جان کی بڑی بدنامی ہوگی...... میں نے عمرہ ادا کرنے کے بعد تم دونوں کے لیے دعا کی تھی''

''ہماری شادی تمہاری وجہ سے ہو رہی ہے ہم تمہارے بغیر یہ شادی کیسے کر سکتے ہیں؟'' ڈاکٹر محسن اپنے موقف پر قائم رہا۔

''موبائل کا اسپیکر اوپن کرو!'' بلال نے کہا۔

''کر دیا'' محسن نے بتایا۔

''توشی جی اور محسن صاحب کسی سے محبت شادی کے بغیر بھی کی جا سکتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ نکاح کے بعد وہ محبت بابرکت ہو جاتی ہے۔ تمہیں قسمت یہ موقع دے رہی ہے نکاح جیسی سنت پوری کرنے کا، تم دونوں ناشکری نہ کرو اور ابھی شادی کر لو''

''میری ایک شرط ہے...... بلال صاحب'' توشی کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''مجھے منظور ہے......''

''شرط یہ ہے آج دو مارچ ہے اور بارہ مارچ رات کو تمہاری واپسی ہے، یعنی پورے دس دن مجھے اور ڈاکٹر صاحب کو یہ دس دن کوشش کرنے دو کہ نوشی اس شادی کے لیے مان جائے اگر وہ مان گئی تو تمہیں اُس سے شادی کرنا پڑے گی ہمارے ساتھ اگر وہ نہ مانی تو ہم دونوں شادی کر لیں گے، کیوں ڈاکٹر صاحب''

''ہاں ہاں بالکل'' ڈاکٹر محسن نے جلدی سے توشی کی ہاں میں ہاں ملا دی، بلال نے دوسری طرف سے ہلکا سا قہقہہ لگایا

''مجھے منظور ہے...... آپ دونوں ایک بات یاد رکھو کسی کی محبت خیرات میں نہیں مانگی جاتی میں 12 تاریخ کو عشاء کی نماز کے بعد ان شاءاللہ فون ضرور کروں گا...... اللہ حافظ''

بلال نے فون رکھ دیا۔

''ڈاکٹر صاحب بلال کا نمبر SAVE کر لیں'' توشی نے جلدی سے کہا محسن کے چہرے پر مسکراہٹ تھی توشی BG کے مشورے کے مطابق اب ڈاکٹر محسن رضا بٹ کا نام نہیں لیتی تھی کبھی ڈاکٹر صاحب کہہ کر مخاطب کرتی اور کبھی بٹ صاحب اُس کی زبان پر آتا تھا۔

''توشی وہ بوتھ سے کال کر رہا تھا۔ ہم اُس سے رابطہ نہیں کر سکتے وہ ضرور 12 مارچ کو فون کرے گا میں نے تمہارا دل رکھنے کے لیے ہاں میں ہاں ملا دی بائی دا وے اب تم کیا کرو گی'' محسن جانچتی نگاہوں سے پوچھ رہا تھا۔

''ابھی چند دن پہلے ایک شاپنگ سنٹر میں میری عظمی سے ملاقات ہوئی تھی، وہ بلال کے دوست عادل کے ساتھ تھی۔ عظمی نے مجھے بتایا کہ بلال کی وجہ سے ہماری بات پکی ہوگئی ہے اور ہم دونوں جلد ہی شادی کرنے والے ہیں میرے پاس عظمی کا نمبر بھی ہے میں اُسے فون کرتی ہوں''

توشی نے عظمی کو فون کیا اور اُسے ریستوران کا بتایا اور آنے کی درخواست کی اتنی جلدی میں عظمی آنے کی حامی کبھی نہ بھرتی اگر توشی بلال کا ذکر نہ کرتی عظمی نے عادل کو بھی فون کر دیا اور توشی کے ساتھ اپنی گفتگو کا حال بتایا۔

''اب نیکسٹ تم کیا کرو گی''، محسن نے مسکراتے ہوئے پوچھا

''میں نیناں کو بھی نوشی کے سامنے لے کر جاؤں گی اور اِرم واسطی کی تو میں...... جھوٹی کمینی'' توشی دانت پیستے ہوئے غصے سے بولی۔

''توشی ایک بات بولوں اگر تمہیں بُرا نہ لگے تو''

توشی نے آنکھوں سے بولنے کا اشارہ کیا۔

''تم دل سے سوچتی ہو اور خواب دیکھتی ہو اور تمہاری بہن سوچتی تو بالکل بھی نہیں اور اُس نے شک کا چشمہ پہنا ہوا ہے۔ حقیقت دیکھنے والی آنکھ دونوں کی نہیں ہے''

''میں سمجھی نہیں ڈاکٹر صاحب'' توشی نے کہا۔

''سمجھاتا ہوں دیکھو توشی وہ ڈاکٹر لڑکی جس کو تم نے ابھی فون کیا ہے وہ تو آ جائے گی باقی وہ دونوں لڑکیاں تمہیں نہیں ملیں گی وہ دونوں لڑکیاں انڈرگراؤنڈ رہیں گی جب تک تمہاری بہن کی دوسری جگہ شادی نہیں ہو جاتی۔

میں نے تمہارے منہ سے یہ ساری باتیں سنیں ہیں پھر بھی مجھے بلال پر پورا یقین ہے کہ وہ سچا ہے، تمہیں بھی بلال پر یقین ہوگا مگر تمہاری بہن کا کیا کریں اُسے کون سمجھائے؟''

''اور وہ جو آپ نے کہا حقیقت کو دیکھنے والی آنکھ اُس کا کیا مطلب تھا؟'' توشی نے اگلا سوال کر دیا۔

''کچھ کھاؤ گی تم؟'' ڈاکٹر محسن نے بات بدلنی چاہی۔

''بعد میں پہلے آپ مجھے میرے سوال کا جواب دیں''

''توشی......! میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا تھا اپنے ماضی کے بارے میں وہ بھی بلال کے کہنے پر میں نے اپنی زندگی میں صرف دو ایسے افراد دیکھے ہیں، جو صرف دیکھ کر حالات کو جان جاتے تھے اُن کے اندازے غلط بھی ہوں گے مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا ایسا ہوتے ہوئے...... میں اور بلال سیکنڈ ائیر میں تھے۔ ہمارے ساتھ ایک لڑکا پڑھتا تھا، رضوان الٰہی اُس کے آباؤاجداد کا تعلق سیالکوٹ سے تھا۔

اُن دنوں مجھے اپنی پڑوسن سمیرا سے محبت ہوگئی، وہ لوگ گجر تھے۔ اُس کے بھائیوں کا دودھ دہی کا کاروبار تھا، سمیرا کا باپ مر چکا تھا اور وہ اپنے تین بڑے بھائیوں کے ساتھ رہتی تھی میں اُس سے شادی کرنا چاہتا تھا، مگر مشکل یہ تھی وہ لوگ گجر تھے اور ہم بٹ، رشتہ نہ تو وہ لوگ برادری سے باہر کرتے تھے اور نہ ہی ہمارے ہاں ایسا کبھی ہوا تھا۔

میں نے اپنی مشکل بلال اور رضوان الٰہی سے ڈسکس کی بلال تو سُن کر خاموش رہا مگر رضوان الٰہی بول پڑا کہ سیالکوٹ میں ایک جگہ ہے اڈا پسروریاں اُس کے پاس ہی ملک فاضل کا اللہ ہو جنرل اسٹور ہے وہاں چلتے ہیں وہ تعویذ دیں گے تو بات بن جائے گی ایسا رضوان الٰہی نے کہا تھا۔ میں سارے راستے یہ سوچتا رہا اب تعویذ بھی جنرل اسٹور پر ملتے ہیں۔

سخت گرمی تھی ہم تینوں کا پیاس سے برا حال تھا اور ہم تینوں کے کپڑے پسینے سے بھیگ چکے تھے۔ میں دل میں سوچ رہا تھا، ملک فاضل کے جنرل اسٹور پر پہنچنے کی دیر ہے ملک فاضل صاحب Coke کی بوتلیں ہمیں پیش کریں گے آخر ہم اُن کے گاہک ہیں۔

لاہور سے سیالکوٹ کا سفر ہم نے اللہ ہو جنزل اسٹور سے تعویذ لینے کے لیے ہی تو کیا تھا اب تعویذ خریدیں گے تو Coke تو ڈیز رو کرتے ہیں۔

جب ہم اللہ ہو جنزل اسٹور پر پہنچے تو وہاں جنزل اسٹور والی کوئی بات نہیں تھی باہر اللہ ہو جنزل اسٹور ضرور لکھا ہوا تھا۔

اڈا پسروریاں بازار کے اندر ایک پرانی دکان تھی جس کی چھت لکڑی کی تھی آگے کی طرف ایک برآمدہ تھا، دکان کو لکڑی کے تختے والے دروازے لگے ہوئے تھے اور دکان کے اندر ایک چارپائی، تین لکڑی کے بینچ ایک کونے میں دو بڑے بڑے گھڑے پیالوں سمیت ایک ٹوٹی ہوئی لکڑی کی کرسی جس پر آٹھ دس قسم کی لکڑی سے مرمت ہو چکی تھی ایک پرانا اسٹینڈ والا پنکھا جو چلتا کم اور شور زیادہ کرتا تھا۔

ملک فاضل صاحب اُس ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہاتھ والے پنکھے سے خود کو ہوا دے رہے تھے لائٹ ہونے کے باوجود انہوں نے بجلی والا وہ میوزیم میں رکھنے والا پنکھا بند کیا ہوا تھا۔

رضوان الٰہی نے سڑک پر کھڑے ہو کر برآمدے کے باہر ہی سے اندر آنے کی اجازت طلب کی ملک صاحب نے دیکھ کر منہ دوسری طرف پھیر لیا ہم کوئی آٹھ دس منٹ تک باہر کھڑے رہے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی مجھے ملک فاضل پر غصہ آ رہا تھا اور رضوان الٰہی شرمندہ ہو رہا تھا مجھ سے اور بلال سے۔ بلال سکون سے نظریں جھکائے کھڑا ہوا تھا۔

ہمارے سر پر سورج سوا نیزے پر حلق خشک تھا، گرمی سے بُرا حال تھا، کوئی دس منٹ بعد ملک فاضل نے ہمیں اندر آنے کی اجازت دی۔

مجھ سے اور رضوان سے انہوں نے صرف ہاتھ ملایا بلال کو اپنے گلے سے لگایا اور اپنے پاس لکڑی کے بینچ پر بلال کو جگہ دی، وہ میوزیم میں رکھنے والا پنکھا بھی لگا کر منہ بلال کی طرف کر دیا اور گھڑے سے ایک پیالہ پانی بھی بلال کو ہی پیش کیا خود اپنے ہاتھوں سے''

''رضوان خود بھی پانی پی لو اور اس لڑکے کو بھی پلا دو'' ملک فاضل رُعب دار آواز میں بولے رضوان نے پہلے دو پیالے پانی مجھے پلایا اس کے بعد خود دو پیالے پانی پیا۔

''حکیم الامت فرماتے ہیں......ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں......'' ملک فاضل نے میری اور رضوان کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جانتے ہو میں کن کی بات کر رہا ہوں؟'' ملک فاضل صاحب پھر گرجے میں اور رضوان ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ملک صاحب بلال کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے بلال کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا؟

ے کہیں ذکر رہتا ہے اقبال تیرا
فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی

بلال نے یہ شعر سنایا ملک فاضل کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

''بیٹا آپ کا نام؟'' ملک فاضل نے شگفتگی سے بلال سے پوچھا۔

''بلال احمد'' بلال نے مختصر سا جواب دیا۔

''کیسے آنا ہوا رضوان الٰہی......! اور یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟'' ملک فاضل صاحب نے پھر ہم دونوں کے ساتھ بے رخی سے بات کی جب وہ بلال سے بات کرتے تو انتہائی محبت کے ساتھ اور ہمارے ساتھ سخت لہجے میں بولتے۔

''حضرت جی......! یہ میرا دوست ہے محسن رضا'' رضوان الٰہی نے ادب سے میرا تعارف کروایا۔

''ضرور تی عاشق ہے......تمہارا دوست'' ملک فاضل نے میرے چہرے کو غور سے دیکھ کر کہا تھا۔

''تم بتاؤ کیا چیز تمہیں یہاں لے آئی ہے؟''

''جی محبت...... میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں......اور اُس سے شادی بھی کرنا چاہتا ہوں'' میں نے جھجکتے ہوئے اپنے دل کی بات بول دی۔

''اُس لڑکی کی بُری باتیں بتاؤ'' ملک فاضل نے مجھ سے پوچھا۔

''میں نے سمیرا کی پانچ چھ بُری باتیں بتا دیں'' ملک فاضل مسکرا دیئے اور بلال کی طرف دیکھا جو سنجیدگی سے بیٹھا ہوا ملک صاحب کو دیکھ رہا تھا میں اور رضوان کھڑے ہوئے تھے جیسے عدالت میں ملزم کھڑے ہوں جج کے سامنے

''بچو......! آج کل کی محبت ضرورت کے بستر پر دم توڑ دیتی ہے، پھر وہ محبت وقت کے قبرستان میں دفن ہو جاتی ہے کبھی بدنامی کا کفن پہن کر اور کبھی گمنامی کا کفن اوڑھ کر صرف وہ محبت امر ہوتی ہے جو جسمانی ضرورت کی غلام نہ ہو یا پھر نکاح کے بندھن میں بندھ جائے'' پھر ملک فاضل صاحب میری طرف متوجہ ہوئے

''محسن بیٹا میں تمہیں ایسا حل بتاؤں گا کہ تمہاری اُس لڑکی سے شادی ہو جائے گی جس کے لیے تمہیں میرے ایک سوال کا جواب دینا پڑے گا''

''جی پوچھیں سوال...... میں جواب دوں گا'' میں نے جلدی سے کہا

''مجھے یہ بتاؤ مہیوال کی سوہنی کیوں دریا میں ڈوبی تھی'' ملک فاضل نے پوچھا

''اس دن جی اُس کا گھڑا کچا تھا پہلے وہ پکا گھڑا استعمال کرتی تھی'' میں نے فوراً جواب دیا

''غلط بالکل غلط'' ملک صاحب مسکرائے۔

''چلو ایسا کرو میرے پاس ایک مہینے بعد آنا پھر جواب دے دینا''

اس کے بعد ملک صاحب نے ہمیں کھانا کھلایا اور واپس لاہور بھیج دیا۔ میں دس دن تک تو اس سوال کا جواب تلاش کرتا رہا اس دوران میں نے انڈیا اور پاکستان میں بننے والی سوہنی مہیوال پر نئی پرانی کوئی چار پانچ فلمیں بھی دیکھیں سب میں یہ کچے اور پکے گھڑے کا چکر ہی تھا۔ پھر میں نے اپنے پروفیسروں سے پوچھنا شروع کر دیا جس سے بھی پوچھا اُس نے یا تو مجھے گالیاں دیں یا قہر آلود نگاہوں سے دیکھا پھر میں نے سوچا دفعہ کرو سوہنی کو اپنی ہیر پر توجہ دوں۔

ایک دن سمیرا کے گھر والے گوجرانوالہ شادی پر گئے ہوئے تھے۔ صرف اُس کا ایک بھائی اور سمیرا گھر پر تھے سخت گرمی تھی کوئی 2 بجے کے پاس سمیرا کا بھائی گھر سے نکل کر گیا میں نے جاتے ہوئے اُسے دیکھ لیا تھا۔ میں اپنی چھت پر پہنچ گیا کوئی دس منٹ بعد سمیرا بھی چھت پر آ گئی وہ چھت سے مجھے اپنے گھر کے اندر لے گئی میں ڈر رہا تھا''

''ڈرومت محسن ویرجی اب رات 12 بجے آئیں گے باقی سب لوگ شادی پر گئے ہوئے ہیں''

''سمیرا نے میرے گال پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے مجھے تسلی دی اس کے بعد اُس نے مجھے دیسی گھی کی چوری کھلائی بعد میں چاٹی کی لسی پلائی پھر سمیرا نے کہا محسن یہیں پر سو جاؤ تمہارے گھر والے بھی تو سوئے ہوئے ہیں میں اُس کی سب سے چھوٹی بھابھی کے کمرے میں سو گیا۔

اُس کے چھوٹے بھائی کی اُن دنوں نئی نئی شادی ہوئی تھی تھوڑی دیر بعد سمیرا بھی اُسی بیڈ پر میرے ساتھ سو گئی پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا ہماری محبت ضرورت کے بستر پر دم توڑ گئی اگلے دن بھی دوپہر کو 2 بجے سمیرا کا بھائی اپنی دودھ دہی کی دکان پر نکلا تو ٹھیک دس پندرہ منٹ کے بعد میں اُس کے بیڈروم میں اُسی کی بہن کے ساتھ تھا۔

میری اور سمیرا کی محبت کی قبر اُس کے بھائی کے بیڈ کے نیچے بن گئی ہماری محبت کو جسمانی ہوس کی شکل اختیار کرنے میں چند منٹ لگے تھے۔

سمیرا کے گھر والوں کو ہمارے مراسم کی خبر ہو چکی تھی۔ چند مہینوں بعد ایک دن میری بڑی بھابھی نے مجھے طنز سے کہا:

''اس اتوار سمیرا کی بارات آ رہی ہے''

''اس کے بعد میں اور سمیرا ایک دوسرے کے ساتھ کبھی نظریں نہیں ملا سکے۔''

یہ ساری باتیں کر کے محسن رضا خاموش نظریں جھکائے شرمندگی کی وجہ سے بیٹھا ہوا تھا۔توشی کے چہرے پر سنجیدگی تھی پھر بھی اُس نے اپنا ہاتھ محسن کے ہاتھ پر رکھا اور مسکرانے کی کوشش کی۔

''السلام علیکم''عظمی اور عادل پاس کھڑے ہوئے بول رہے تھے محسن اور توشی نے اُن کا کھڑے ہو کر استقبال کیا۔

''ارے آپ سے تو میری ملاقات ہو چکی ہے''محسن نے عظمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جی......بلال کے آفس میں''عظمی نے جواب دیا۔

''ہم لوگ آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے ڈاکٹر صاحب اب کچھ کھانے کا آرڈر کر دیں''توشی نے محسن کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

ڈاکٹر محسن نے باہمی مشاورت سے کھانا آرڈر کر دیا۔

''عظمی IF YOU DONT MIND آپ کے آنے سے پہلے ڈاکٹر صاحب اپنا اور بلال کا واقعہ سنا رہے تھے، کھانا آنے تک وہ سُن لیتے ہیں کھانے کے بعد وہ ضروری بات جس کے لیے آپ کو زحمت دی''توشی نے عظمی سے کہا عظمی نے عادل کی طرف دیکھا جس نے OK کا سگنل دیا

''جی ضرور............ڈاکٹر صاحب آپ بلال بھائی کی بات بتائیں ہم بھی سننا چاہتے ہیں''عادل نے تجسس سے کہا۔

''کہاں تھا میں؟''محسن نے توشی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ایک مہینے بعد جب آپ لوگ ملک فاضل کے پاس دوبارہ گئے''توشی نے لقمہ دیا۔

''دوسری بار ملک صاحب نے ہمیں جلدی سے اجازت دے دی اندر آنے کی اور سوہنی مہیوال کا سارا قصہ سنا کر بولے اس وجہ سے سوہنی ڈوبی تھی۔

میں اور رضوان حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ بلال نظریں جھکائے زیرلب مسکرا رہا تھا۔ جیسے وہ ہم دونوں کی بے وقوفی پر ہنس رہا ہو۔

''ملک صاحب میں نے بھی تو سوہنی کے ڈوبنے کی یہی وجہ بیان کی تھی''میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کی۔ ملک صاحب کے چہرے پر تبسم تھا وہ بولے:

''پھر سنا تا ہوں اب سمجھ لینا جب سوہنی مہیوال سے ملنے جاتی تو گھڑا اُٹھاتی اور دریا میں ڈال دیتی۔ مہیوال سے ملاقات کے بعد مہیوال اُسے مچھلی کھلاتا، ایک دن اُسے مچھلی نہیں ملی تو اُس نے اپنی ران سے گوشت نکال کر سوہنی کو کھلا دیا گوشت کھانے کے بعد سوہنی کا معمول ہوتا وہ مہیوال کی ران پر سر رکھ کر آرام کرتی اُس دن بھی اُس نے ایسا ہی کیا ران پر زخم کی وجہ سے مہیوال کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ مہیوال کی آنکھیں تکلیف کی شدت کی وجہ سے دہک رہیں تھیں۔ جب اُس کی سوہنی سے آنکھیں چار ہوئیں تو اُس نے کہا مہیوال تمہاری آنکھیں بدل گئی ہیں۔

آپ تکلیف کو عیب کا نام دے دیں تو وہ نقص ہوتا ہے میرے بچو......! یاد رکھو محبوب بے عیب ہوتا ہے جس میں عیب نظر آجائے پھر وہ محبوب نہیں رہتا......سوہنی نے اپنے محبوب میں عیب نکال دیا تھا۔ اسی وجہ سے مہیوال نے اُسے دوبارہ آنے سے منع کر دیا تھا۔

ایک دن سوہنی نے پکا گھڑا پکڑا اور دریا میں اُتار دیا اور ڈوب گئی محسن بیٹا پکا گھڑا نہیں بلکہ پکا عشق پار لگاتا ہے۔ اگر عشق پکا ہو تو گھڑا کچا بھی ہو تو آپ ڈوب نہیں سکتے......سوہنی بے چاری کب کچے پکے گھڑوں کے چکر میں پڑتی تھی، وہ تو بس کوئی بھی گھڑا اُٹھاتی اور دریا میں ڈال دیتی تھی وجہ یہ تھی اُس کا عشق پکا تھا۔ اُس دن محبوب کی تکلیف نہ دیکھ سکی تکلیف کو عیب کا نام دے دیا۔ عشق کامل نہ رہا پھر پکے گھڑے نے بھی ڈبو دیا محسن تم نے تو اپنی محبت میں پہلے دن ہی پانچ نقص اور عیب نکال دیے تھے......محسن بیٹا اب بتاؤ کون سا تعویذ دوں؟''

میں نظریں جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔

''ایک اور کڑوا سچ بولوں اگر تمہاری اجازت ہو تو''ملک فاضل نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

''جی جی......میں سننا چاہتا ہوں''

''بیٹا......! جب مہینہ پہلے میں نے تم دونوں کو دیکھا تھا تو تمہاری آنکھوں میں مجھے ضرورت نظر آئی تھی اور بلال کی آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی، رضوان کی آنکھوں میں ہمیشہ سے جستجو ہے۔ آج تمہاری اُس دن والی ضرورت پوری ہو چکی ہے، اسی لیے وہ بے چینی مجھے نظر نہیں آ رہی ہے بیٹا تم سب اپنے اپنے گناہوں پر توبہ کرو''

محسن رضا یہ بول کر خاموش ہو گیا تھا ویٹر ٹیبل پر کھانا لگا رہا تھا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پہلا جملہ توشی کی زبان سے نکلا جب ویٹر نے ٹیبل صاف کر دیا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب......! آپ بلال جیسے تو نہیں ہیں پھر بھی مجھے آپ پر فخر ہے۔ اب آپ کی آنکھوں میں صرف محبت نظر آتی ہے۔ ضرورت کہیں نہیں کیوں عظمیٰ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا......؟''

توشی نے ڈاکٹر محسن کی طرف دیکھ کر کہا اور عظمیٰ کی تائید حاصل کرنے کی بھی کوشش کی۔

''جی آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ مجھے بھی عادل کی آنکھوں میں سب سے زیادہ محبت نظر آتی ہے'' عظمیٰ نے عادل کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اور یہ محبت کے بیج بونے والا ایک ہی آدمی ہے جس کے لیے ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں کچھ اُن کے متعلق بھی بات کرلیں'' عادل نے سنجیدگی سے کہا۔ اُسے توشی اور عظمیٰ کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

''بلال کی محبت نے ہم چاروں پر اپنا رنگ چھوڑا ہے'' محسن رضا نے کہا۔

عادل نے عظمیٰ اور بلال کی تصویریں ٹیبل پر رکھ دیں محسن اور توشی وہ تصویریں دیکھ رہے تھے عادل نے اُنہیں اُس رات کی ساری تفصیل بتائی جب عادل قبرستان سے بلال کو اپنے گھر لے کر گیا تھا۔

توشی کے ذہن میں اپنی دادی کے الفاظ گونج رہے تھے ''ماں کی قبر پر رونا میرے نبی پاک ﷺ کی سنت ہے''

جب عادل نے یہ بتایا کہ بلال بھائی میرے کندھے پر سر رکھ کر روئے، توشی تڑپ اُٹھی اُس نے رشک سے عادل کو دیکھا۔ عادل کے علاوہ اس ڈنر کو توشی محسن اور عظمیٰ نے انجوائے کیا اِس دوران عادل کے مکھڑے پر ایک دفعہ بھی مسکراہٹ قدم نہیں رکھ سکی، عادل بے چین تھا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ جیسے یہ سارے الزام اُس کی ذات پر لگائے گئے ہوں۔

اس دوران توشی اور محسن نے عظمیٰ کی طرف دیکھا جیسے اُسے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع فراہم کیا ہو۔

''یہ سچ ہے میں بلال سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ یہ میری یک طرفہ محبت تھی۔ گو میری یک طرفہ محبت اب عقیدت کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہ وہ لمحہ تھا جب بلال نے عادل کی خاموش محبت سے میرا تعارف کروایا تھا۔ عادل مجھ سے بچپن سے محبت کرتا تھا جو بات بلال کو پتہ تھی۔

عادل وہ سب کچھ کہہ نہیں پائے اور میں کچھ سننا ہی نہیں چاہتی تھی۔ ہم دونوں کے درمیان ڈر، عدم اعتماد، بے یقینی، شکوک وشبہات کی ایک گہری کھائی تھی جس کھائی کو پار کرنے سے ہم دونوں ڈرتے تھے۔ بلال نے اُس کھائی پر ایک پُل کا کام کیا اور ہم دونوں کو ایک بار پھر ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا۔ توشی یہ وہ لمحہ تھا جسے غلط رنگ دیا گیا ہے۔ ڈھائی سال سے میری اور بلال کی ملاقات ہر سنڈے ہوتی رہی ہے۔

مجھے ان ڈھائی سالوں میں بلال کی نظروں میں پاک محبت نظر آئی۔ اِن تصویروں سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ عادل کو مجھ پر اور بلال پر یقین ہے'' عظمیٰ نے اپنے آنسو صاف کیے۔

''توشی میں تڑپ جاتی ہوں آپ کی بہن کے متعلق سوچ کر، کہیں وہ پاگل تو نہیں ہے۔ بلال کے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی تھوڑی ہے، آپ سمجھائیں اپنی بہن کو ہوش سے کام لے میرا نمبر آپ کے پاس ہے، جہاں کہیں گی میں حاضر ہو جاؤں گی، بلال کے لیے نہیں آپ کی بہن کے لیے، بلال کی بے گناہی کا فیصلہ تو یہیں پر ہو گیا ہے ہم چاروں میں سے کوئی بھی بلال کو غلط نہیں سمجھتا ہم سب اُسے بے گناہ سمجھتے ہیں بلال کا موقف سنے بغیر جانے بغیر''

''توشی جی......! آپ کو یاد تو ہو گا جب آپ لوگ بابا جمعہ کے پاس آئے تھے۔ میں بھی بابا جی کے پاس بیٹھا تھا۔''

''ہاں عادل مجھے یاد ہے نوشی اور DJ گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے اور میں بابا جی سے ملنے گئی تھی'' توشی دُکھی انداز میں بولی۔

''آپ لوگوں کے جانے کے بعد میں نے بابا جی سے پوچھا، بابا جی جو گاڑی میں بیٹھی تھی یہ ہے بلال بھائی کی منگیتر؟ بابا جی میری بات سن کر مسکرائے اور بولے:

''ہاں......یہی ہے......منگیتر......عادل بیٹا......!وہ گاڑی میں نہیں نفرت کے گھوڑے پر بیٹھی ہوئی تھی۔''

''میں سمجھا نہیں بابا جی'' میں نے عرض کی۔

''عادل بیٹا......! بلال محبت کی اونٹنی کا سوار ہے اور وہ بچی نسیم نفرت کے گھوڑے پر بیٹھی ہے، رفتار تو نفرت کے گھوڑے کی زیادہ ہے، آخر میں جیت محبت کی اونٹنی جائے گی۔''

اس وقت مجھے بابا جی کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ کسی کو پانا ہار جیت کا معیار نہیں ہے۔

میرے نزدیک یہ بلال بھائی کی جیت ہے، جو ہم سب ان کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔

میں ان شاءاللہ بلال بھائی پر لگے سارے الزام غلط ثابت کر کے رہوں گا۔'' عادل نم آنکھوں کے ساتھ بول رہا تھا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ توشی نے بھی اپنے آنسو صاف کیے عظمی اور توشی کے آنسو جاری تھے محسن نے عادل کی طرف دیکھا جیسے آنکھوں سے کچھ کہہ رہا ہو۔

''محسن ڈنر کے لیے THANKS اب ہمیں چلنا چاہیے......عظمی جی چلیں......''

عادل عقیل نے اپنی چیئر سے اُٹھتے ہوئے کہا تھا۔

☆☆☆

''نوشی بات سمجھنے کی کوشش کرو یہ سازش ہے میں عظمی کو بلا لیتی ہوں تم خود اُس سے پوچھ لو بلال کا عظمی کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہے۔ کیوں اتنی کنزرویٹو بن گئی ہو''

توشی اپنی آخری کوشش کر رہی تھی ایک ہفتے سے وہ اِرم اور نیناں کو تلاش کر رہی تھی مگر دونوں کی کوئی خبر نہیں تھی اُس دن کے بعد سے نیناں شرم کے مارے لاہور چھوڑ کر جا چکی تھی، اُس نے اپنا نمبر بھی تبدیل کر لیا تھا اور اِرم واسطی پلان کے تحت انڈر گراؤنڈ ہوئی تھی۔

''وہ جو میں نے دیکھا اور سُنا اُس کا کیا'' نوشی نے طنز سے جواب دیا۔

''ماما نے میرے لیے لڑکا دیکھ لیا ہے، ہاشمی ہے، سید گھرانے سے ہے یہیں ڈیفنس میں رہتا ہے۔''

''تم ملی ہو......اُس سے......؟'' توشی نے ہار مانتے ہوئے پوچھا۔

''بلال سے اچھا ہی ہو گا''

''بلال...... بلال...... بلال...... سچ پوچھو میں یہ نام سننا ہی نہیں چاہتی اور نہ ہی اپنی زبان پر لانا چاہتی ہوں۔ اگر بلال اتنا اچھا ہے تو تم خود کر لو نا بلال سے شادی...... میری جان چھوڑ دو...... کہاں وہ اور کہاں میں...... ہم خاندانی لوگ ہیں ہمارا اس سوسائٹی میں ایک اسٹیٹس ہے...... ماما ٹھیک کہتیں ہیں کیا جوڑ ہے میرا اُس کے ساتھ'' نوشی کے سخت جملے سن کر توشی خاموش ہو گئی نوشی کے جملوں سے غرور تکبر جھلک رہا تھا۔

''آخر ماما نے تمہارے جوڑ کا رشتہ ڈھونڈ ہی لیا چلو مجھے ہی ملنے دو اپنے سید زادے سے آخر اُس کی ہونے والی سالی ہوں'' توشی نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

''توشی میں اُسے دیکھنا نہیں چاہتی وجہ یہ ہے جسے بچپن سے دیکھا تھا، اُس کی اصلیت دیکھ کر دکھ ہوا تھا، اب مجھے ماما پر پورا اعتماد ہے وہ میرے لیے اچھا ہی سوچیں گی...... تم اگر اُس سے ملنا چاہتی ہو تو مل لو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے'' نوشی یہ بول کر اپنے بیڈ روم سے اپنی گردن تن کر چلی گئی۔ توشی اُسے بے بسی سے دیکھ رہی تھی اُس دن گیارہ تاریخ تھی توشی نے اپنا فون نکالا اور ڈاکٹر محسن کا نمبر ملایا:

''جی توشی......! خیریت تو ہے......؟'' ڈاکٹر محسن نے کال ریسو کرنے کے بعد کہا تھا۔

''میں آپ سے کل اُسی ریستوران میں ملنا چاہتی ہوں عشا کی نماز سے پہلے''

توشی نے کال کرنے کی وجہ بیان کر دی

''OK...... میں پہنچ جاؤں گا'' ڈاکٹر محسن نے جواب دیا۔

توشی نے فون بند کر دیا اور سوچوں میں گم ہو گئی اُسے وہ سارے لمحے وہ پل جو اُس نے اور اُس کی بہن نے بلال کے ساتھ گزارے تھے یاد آرہے تھے۔ اُن کا فلم دیکھنے جانا چھت پر نوشی کا بلال کے لیے چائے لے کر آنا بلال کا کافی بنا کر پیش کرنا توشی اب ایک شوخ و چنچل لڑکی کی بجائے ایک سنجیدہ عورت لگ رہی تھی۔

اگلے دن توشی اور محسن اُسی ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''توشی......! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے...... دو دن بعد ہماری شادی شروع ہو جائے گی اور تم اپنی طرف دیکھو، محسن نے توشی کو دیکھ کر فکرمندی سے کہا۔

''ٹھیک تو ہوں ڈاکٹر صاحب......!'' توشی درد بھری آواز سے بولی ''میں ہار گئی اپنی بہن سے...... میں بلال کا کیسے سامنا کروں گی؟''

''تم صرف حقیقت کا سامنا کرو میں نے اُس دن آدھی بات کی تھی۔ آج مکمل کرتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں دو افراد دیکھے ہیں جو حالات و واقعات دیکھ کر حقیقت جان لیتے پہلا شخص ملک فاضل صاحب تھے، اللہ اُن کی قبر کو روشن کرے اور دوسرا بلال احمد وہ جان چُکا ہے کہ اُس کی تمہاری بہن سے شادی نہیں ہو سکتی تم بھی اس حقیقت کو مان لو اور اس غم سے باہر نکلو خود کو سنبھالو۔

تمہاری بہن کی میں بہت عزت کرتا ہوں، صرف اس لیے کے وہ بلال کی منگیتر تھی۔ سچ پوچھو تو تمہاری بہن اِس قابل ہی نہیں ہے کہ اُسے بلال ملے، ڈاکٹر عظمی نے ٹھیک کہا تھا، بلال کے لیے لڑکیوں کی لائن لگ جائے گی۔

توشی آج ایک سچ اور بولتا ہوں، جب مجھے تم سے محبت ہوئی تو سب سے پہلے بلال نے وہ حقیقت دیکھی تھی، میرا ماضی بھی اُس کے سامنے تھا اور اُسے تمہاری بھی بہت فکر تھی۔

میں نے تمہیں حاصل کرنے کے لیے اُس کی مدد مانگی تو پتہ ہے اُس نے کیا جواب دیا تھا۔ ''محسن اگر تمہیں توشی سے سچی محبت ہے تو پھر میری سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔''

اِس کے باوجود مجھے بلال کی HELP لینی پڑی بلال نے ہی تم سے بات کرنے کا طریقہ بتایا تھا۔ بلال نے تو مجھے ملاقات سے پہلے ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ تم کس بات پر شرما کر نظریں جھکاؤ گی اور کس بات پر مسکرادو گی اور کب اپنے بال چہرے سے ہٹا کر کان سے پیچھے کرو گی۔''

توشی کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری ''ڈاکٹر صاحب آپ سچ کہہ رہے ہیں''

''ہاں بالکل سچ'' ڈاکٹر محسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

''فوزیہ بالکل ٹھیک کہتی ہے کہ سر بہت کھوچل اور چالو ہیں'' توشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فوزیہ کی فوزیہ جانے...... میرے نزدیک بلال بڑا غیرت منداور خود دار ہے بلال نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا توشی میری عزت ہے اُسے عزت کی نگاہ سے دیکھنا''

''ڈاکٹر صاحب......! میں نے اُس دن بھی آپ کو کہا تھا، آپ کی آنکھوں میں مجھے اپنے لیے محبت اور عزت نظر آتی ہے۔ جب ضرورتیں دفن ہو جائیں تو محبت زندہ ہو جاتی ہے'' توشی نے بڑے رومینٹک انداز سے کہا محسن نے توشی کے چہرے کو دیکھا تو بولا:

''یہ لو......'' مسکراتے ہوئے۔

''ڈاکٹر صاحب آپ بھی میری نقل اُتارنا شروع ہو گئے''

''نہیں جناب......! ہم تو آپ کی اسی ادا پر مر مٹے تھے''

ڈاکٹر محسن نے انکھوں سے دیکھ کر اظہار محبت کیا، تھوڑی دیر محسن اور توشی اسی طرح ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''سر کچھ لیں گے؟'' ویٹر بولا تھا۔ اِس جملے نے اُن کے تسلسل کو توڑا۔

''فریش مسمی کا جوس'' توشی نے جواب دیا۔

''توشی ابھی بلال فون کرے گا اُسے کہنا وہ ہمارے لیے دعا کرے اِس کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں۔ جہاں تک اُس کی شادی کا تعلق ہے اُس کے آنے کے بعد ہم سب اُس کے لیے ایک اچھی سی لڑکی ڈھونڈ کر اُس کی شادی کروا دیں گے''

جوس پینے کے دوران بلال کی کال آئی۔

''ہیلو......'' توشی نے کہا بلال نے دوسری طرف سے السلام علیکم کہا۔

''ہم شادی کر رہے ہیں'' توشی شرط ہار چکی تھی۔

''میں تم دونوں کے لیے مسجد نبویؐ میں دُعا کروں گا۔ میں اس وقت مسجد نبویؐ کے باہر کھڑا ہوں اور آج رات کو

دبئی چلا جاؤں گا ابھی میں جدہ ائیر پورٹ کے لیے نکل رہا ہوں اللہ حافظ'' بلال نے فون بند کر دیا۔

توشی نے اپنا موبائل کان سے ہٹا کر سامنے ٹیبل پر رکھ دیا محسن نے دیکھا تو بولا:

''توشی تم نے بلال کو ہم دونوں کے لیے دعا کے لیے تو کہا ہی نہیں''

''ڈاکٹر صاحب......! وہ بلال ہے......اُسے دینا آتا ہے اللہ کی توفیق سے، چاہے قربانی ہو یا پھر دُعا وہ بن مانگے ہی دے دیتا ہے'' توشی نے تحمل سے جواب دیا۔

''آج ایک سچ میں بھی بولوں آپ سے......''

''ضرور......'' ڈاکٹر محسن نے نرم شگفتہ لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر صاحب......! میں بھی بلال سے محبت کرتی تھی، یک طرفہ محبت بچپن سے...... بلال نے کبھی مجھے اِس نظر سے نہیں دیکھا تھا...... بلال کی آنکھوں میں جو چمک نوشی کو دیکھ کر آتی تھی وہ مجھے اپنے لیے کبھی نظر نہیں آئی...... میں اپنی بہن کی قسمت پر رشک کرتی تھی۔ جس سے بلال محبت کرتا تھا......آج مجھے اپنی بہن کی قسمت پر رونا آتا ہے اور اپنی قسمت پر رشک کرتی ہوں...... میں نے یہ ساری کوشش بلال کے لیے نہیں صرف اپنی بہن کے لیے کی تھی، بلال کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی بہن سے بھی بہت محبت ہے...... میری بہن شروع ہی سے مینٹل کیس ہے، آدھی پاگل پھر بھی میری جان ہے وہ'' توشی نے محسن سے نظریں ملا کر یہ سب کچھ کہا تھا۔

''ویسے ایک بات ہے، بلال کے ساتھ سے ہم سب بڑی بڑی باتیں کرنا شروع ہو گئے ہیں۔

وہ کیا کہا تھا تم نے جب ضرورت دفن ہو جائے تو محبت زندہ ہو جاتی ہے ملک فاضل صاحب یاد آ گئے تھے تمہاری یہ بات سُن کر......تمہارا سچ مجھے پہلے سے معلوم تھا، بلال نے بتایا تھا، بلال نے یہ بھی کہا تھا، جس دن توشی کو تم سے سچی محبت ہو جائے گی وہ خود یہ بات تمہیں بتائے گی اور آج مجھے یقین ہو گیا ہے تمہیں مجھ سے سچی محبت ہو گئی ہے...... یہ ضرور بلال ہی کی دُعا ہو گی'' محسن رضا نے اندازہ لگایا جو کہ سچ تھا۔ بلال مسجد نبویؐ کے سامنے واقع ٹیلی فون بوتھ سے سیدھا مسجد نبویؐ کے صحن میں آیا جہاں بیسمنٹ میں وضو خانہ ہے اُس کے اوپر بیرونی دروازے سے کچھ آگے کی طرف بلال کی پیشانی سجدے میں تھی اور اُس کے ہونٹوں پر یہ مختصر الفاظ تھے۔

''یا اللہ......! میرے مالک......! تو کھلاتا ہے پھول کلیوں سے......اور بناتا ہے جوڑے آسمانوں پر......اس جوڑے کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے سچی محبت ڈال دے......آمین'' یہ دُعا مانگتے ہوئے بلال کے دو آنسو آنکھوں سے گر کر مسجد کے صحن میں رہ گئے بلال سجدے سے اُٹھ کر اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا جہاں سے اُس نے جدہ ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہونا تھا۔

جدہ سے دبئی بلال کی ٹکٹ کنفرم تھی۔ بلال کے پاس امارات کا RESIDENCE VISA پہلے سے تھا۔ بلال 13 مارچ کی صبح دبئی ٹرمینل ONE پر پہنچا وہاں سے اُس نے ٹیکسی لی اور شارجہ میں ایک جگہ ہے رولا وہاں ROTANA HOTEL میں روم لے کر اپنا سامان رکھا اور وہاں سے پیدل رولا مین بازار میں آ گیا، جہاں پر اُس نے کراچی دربار ریسٹورنٹ سے ناشتہ کیا اور انتظار کرنے لگا شارجہ رولا میں حج اور عمرہ کا کام کرنی والی بہت ساری ٹریول

ایجنسیاں تھیں، جن کے آفس صبح 9 بجے کے آس پاس کھلتے تھے اُس وقت صبح کے 8 بج رہے تھے۔ بلال نے وقت گزاری کے لیے دو تین کپ پھیکی چائے کے پیئے تھے۔

ٹھیک 9 بجے وہ شاطی ٹریول کے آفس میں تھا۔ بلال نے ایک مہینے کے ویزے کے لیے اپنا پاسپورٹ اور مطلوبہ رقم جمع کروادی ٹریول ایجنٹ محمد شفیق نے بلال کو یقین دلایا ایک ہفتے کے اندر اُن کا ویزہ لگ کر آجائے گا۔

''بلال صاحب ایک ہفتے کا ٹائم میں آپ سے لے رہا ہو یہ کام دو تین دن کا ہے اگر کل جمعہ نہ ہوتا تو میں آپ کو تین دن کے اندر بھجوا دیتا پھر بھی ان شاءاللہ اُمید ہے پیر کو آپ مکہ ہوں گے'' محمد شفیق نے بلال سے کہا تھا۔

لفظ جمعہ سن کر بلال کے زخم ہرے ہو گئے ایک تو بابا جمعہ اور دوسرا اگلے دن بروز جمعہ اُس کا نکاح تھا جواب نہیں ہو رہا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن 14 مارچ بروز جمعہ نوشی کی شادی ولید ہاشمی سے ہوگئی بڑی دھوم دھام کے ساتھ ڈیفنس میں واقع ایک مقامی ہوٹل میں۔

دودھ پلائی کی رسم کے دوران عادل عقیل کی نظر توشی پر پڑی وہ اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا توشی نے بھی عادل کو دیکھ لیا تھا۔

''آپ یہاں...... یہ لڑکی......'' عادل نے حیرت سے ڈوبی ہوئی آواز میں آدھ سوال پوچھا۔

''یہ میری بہن نوشی ہے'' توشی پریشان ہوگئی تھی عادل کے غصے کو دیکھ کر۔

''کیا انتخاب ہے...... آپ کی بہن کا......'' عادل یہ بول کر غصے سے وہاں سے چلا گیا توشی نے ایک نظر ولید ہاشمی کی طرف دیکھا جو کہ نوشی کے ساتھ بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔

نوشی اور ولید کے اردگرد عورتوں اور لڑکیوں کا ہجوم تھا۔

ولید کی شادی میں اُس کے سارے خاندان نے شرکت کی تھی۔ ولید کا باپ پیر داود ہاشمی اُس کے چچا عقیل ہاشمی اُس کی دادی اور سارے رشتے دار سب لوگ بارات کے ساتھ آئے تھے سوائے ولید کے چچا عقیل ہاشمی کے اکلوتے بیٹے عادل عقیل ہاشمی کے عادل اور ولید کی بچپن سے نہیں بنتی تھی جوان ہو کر اُن دونوں کے اختلافات میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

عادل شادی میں شرکت نہیں کرنا چاہتا تھا، اُس کی دادی کے بار بار فون کرنے پر وہ نکاح کے بعد آیا تھا، صرف خانہ پُری کے لیے اُس وقت نکاح ہو چکا تھا۔ جب اُس کی نظر توشی پر پڑی تھی۔

ولید نے ایک کنال کا گھر رینٹ پر لیا ہوا تھا جہاں اُس کے سارے مہمان آئے تھے۔

ولید کا بیڈ روم سرخ گلابوں سے مہک رہا تھا اور نوشی اُس کی سیج پر اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی۔ ولید اپنے بیڈ روم میں آیا۔

''واقعی تم بہت خوبصورت ہو...... میں یہ منظر بھی زندگی میں کبھی نہیں بول سکوں گا''

ولید نے نوشی کے پہلو میں بیٹھے ہوئے کہا تھا یہ جملہ سن کر نوشی نے کچھ سوچا۔

''میں وہی ہوں......جس کے بارے میں تم سوچ رہی ہو......جس نے تمہیں گرتے ہوئے سنبھالا تھا......کون بے وقوف کہتا ہے پہلی نظر میں محبت نہیں ہوتی...... مجھے تو تم سے پہلی نظر میں ہی محبت ہوگئی تھی'' ولید نے بڑی انگلی سے نوشی کا چہرہ اوپر اُٹھاتے ہوئے کہا تھا نوشی نے آنکھیں اُٹھا کر ولید کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

''اگر محبت سچی ہو تو آپ اپنے محبوب کو پا ہی لیتے ہیں۔ جیسے میں نے تمہیں پا لیا نوشی میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میں ہر کام جلدی کرتا ہوں...... دیکھو نا ایک لمحے میں تم سے محبت ہوئی، دس دن کے اندر تم سے شادی بھی کر لی اب جلدی سے ایک بڑا بزنس مین بننا چاہتا ہوں۔ اس شہر کا سب سے بڑا بزنس مین، میں بھی ایڈیٹ ہوں بزنس کی باتیں کر رہا ہو، اپنی پہلی رات کو یہ میں تمہارے لیے لایا تھا''

ولید نے ایک ڈائمنڈ کا سیٹ جو کہ باکس میں سجا ہوا تھا، نوشی کو منہ دکھائی کے طور پر پیش کیا۔ نوشی کی اُس سیٹ پر نظر پڑی تو اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

''یہ تمہارے لیے ہے پکڑ لو......'' ولید نے نوشی کی خوشی اُس کے چہرے سے پڑھ لی تھی۔

''آپ خود ہی پہنا دیں'' نوشی دھیرے سے شرماتے ہوئے بولی۔

''تم بولتی بھی ہو......؟'' ولید ہار پہناتے ہوئے بولا تھا۔

''آپ نے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا'' نوشی نے اعتماد سے کہا

''نوشی یہ آپ واپ ادب، آداب مجھے پسند نہیں ہے۔ تم مجھے ولید کہہ سکتی ہو، میں نے دیکھا ہے تم لوگ ڈیفنس میں رہ کر بھی ٹپیکل مڈل کلاس فیملیز کی طرح رہتے ہو۔

تم جاؤ اور اس ہیوی جیولری سے جان چھڑاؤ تم جا کر Change کر لو میں تو سوچ رہا تھا تم نے اب تک Change کر لیا ہوگا یہ لہنگا وغیرہ یہ ہیوی کاسٹیوم......''

ولید کی نظر نوشی کی جیولری پر پڑ چکی تھی سونے کے بڑے بڑے سیٹ چوڑیاں ایک ہاتھ میں دوسرے ہاتھ میں کنگن ''یہ تو خود ہی سونے کی کان ہے'' ولید نے دل میں کہا تھا نوشی کپڑے Change کرنے جا چکی تھی۔ نوشی کے آنے سے پہلے ہی ولید اپنی شیروانی تبدیل کر چکا تھا بیڈ روم کے اندر ہی جب نوشی باہر نکلی کپڑے تبدیل کر کے تو ولید کی نظر نوشی پر پڑی

''یہ سونے کی کان کے ساتھ ساتھ حسن کی دکان بھی ہے'' ولید نے ایک بار پھر اپنے دل میں سوچا تھا۔

عین اُس وقت بلال اپنے ہوٹل کے کمرے میں لیٹا ہوا تھا، چھت کی طرف نظریں جمائے جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

''میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا، نوشی اور ممانی ویسے ہی انکار کر دیتیں، نوشی میری محبت تھی اور میری محبت اب کسی اور کی بیوی ہے، مجھ سے میری یہ محبت بھی چھین لی گئی......''

بلال اپنے خیالوں میں گم سوچ رہا تھا۔ عین اُسی لمحے بلال کو بابا جمعہ کا کہا ہوا ایک جملہ یاد آیا۔

(دیکھو بلال بیٹا محبت میں حاصل کرنے کی شرط نہیں ہوتی اگر شرط ہو تو پھر محبت نہیں ہوتی)

بلال کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری اُس نے کمرے کی لائٹ آف کی اور آیت الکرسی پڑھ کر سو گیا۔

☆☆☆

اگلے دن توشی اور محسن کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی بالکل لاہوری اسٹائل کے مطابق محسن کی بارات پوری شان وشوکت سے نکلی تھی، نظر آرہا تھا کشمیری بٹوں کی بارات برآمد ہوئی ہے۔ بارات میں پانچ سو سے زیادہ افراد تھے۔

کھانے کا انتظام جمال نے کشمیری بٹوں کے ذوق کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کروایا تھا۔ جمال کو محسن کی ماں عذرا کی کہی ہوئی بات یاد تھی۔

''بھائی صاحب......! بھلے ہی میری بہو کو ایک جوڑے میں بھیج دیں مگر کھانا بہترین ہونا چاہیے براتیوں کے لیے''

یہ فرمائش اُن کی سوچ سے زیادہ بڑھ کر پوری کی تھی۔ جس کا اعتراف جاتے ہوئے عذرا نے کیا تھا۔

''بھائی صاحب......! آپ نے میری سوچ سے بڑھ کر اچھا انتظام کیا تھا۔ ایک یقین میں بھی آپ کو دلاتی ہوں آپ کی بیٹی آپ کے گھر سے زیادہ اب اپنے گھر میں خوش رہے گی۔ ان شااللہ'' عذرا کا یہ جملہ سُن کر جمال کی آنکھوں میں آنسو آگئے ناہید نے جمال کے کندھے پر ہاتھ رکھا تسلی دینے کے لیے۔

نوشی کی بارات والے دن جہاں آرا کی طبیعت خراب تھی۔ اس لیے وہ ہوٹل میں نہیں آئی تھیں۔ آج جہاں آرا نے اپنی لاڈلی پوتی کو دعاوں سے رخصت کیا تھا۔ بارات جا چکی تھی۔

توشی زندگی کی دوسری اننگز کھیلنے کے لیے تیار بیٹھی تھی، اپنے بیڈروم میں محسن کی بھابھیوں اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ جب بلال نے اُسے مبارکباد کا فون کیا تھا۔ اس سے پہلے بلال نے محسن کو بھی مبارک باد دی تھی، اُس کے نمبر پر کال کر کے۔ بلال نے محسن سے کہا تھا توشی سے بھی بات کروادو محسن نے جواب دیا میں ابھی مردوں میں بیٹھا ہوا ہوں اور وہ بیڈروم میں عورتوں کے ساتھ ہے تم اُسی کے نمبر پر فون کرلو۔

☆☆☆

چار دن بعد بلال دوبارہ شارجہ سے جدہ روانہ ہو گیا تھا۔

گرمی شروع ہو چکی تھی گندم کی فصل پکنے کے لیے تیار تھی۔ محسن اور توشی اپنی دعوتیں انجوائے کر رہے تھے۔ محسن کا خاندان بہت بڑا تھا۔ جس کی وجہ سے ہر روز کسی نہ کسی کی طرف اُن کی دعوت ہوتی تھی۔ اس کے برعکس نوشی اور ولید مختلف پارٹیز انجوائے کر رہے تھے۔ دن بڑے ہو رہے تھے اور راتیں چھوٹی دیکھتے ہی دیکھتے بیس دن گزر گئے تھے۔ اپریل کے پہلے ہفتے میں ایک دن ولید کوٹ لکھپت ناہید اور شعیب کی فیکٹری پہنچا۔ ناہید اور شعیب اپنے آفس میں تھے جب ولید آفس میں آیا تھا۔

''آؤ......آؤ......ولید کیسے ہو......نوشی نہیں آئی تمہارے ساتھ'' ناہید نے ولید کو آندر آتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔

''نہیں وہ سو رہی تھی۔ رات کو ہم لوگ دیر سے ایک پارٹی سے لوٹے تھے۔ رات ضد کر رہی تھی کہ گرمی شروع ہو گئی ہے سوئٹزرلینڈ چلتے ہیں ہنی مون کے لیے......'' ولید نے صوفے پر بیٹھنے کے بعد کہا تھا۔

''تو جاؤ بھائی تم لوگوں کو جانا بھی چاہیے''شعیب نے فائل ٹیبل پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

''آنٹی میرے پاس رقم ختم ہوگئی ہے''ولید نے ناہید کی طرف دیکھ کر کہا

''صرف بیس دن میں 3 کروڑ ختم کر دیے تم نے؟''شعیب حیران ہو کر بولا تھا ناہید نے ایک نظر ولید پر ڈالی اور دوسری شعیب کی طرف جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

''شعیب ایسا کرو ولید کو 2 کروڑ کا چیک دے دو''شعیب کا منہ اپنی ماں کی بات سُن کر کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''جو میں کہہ رہی ہوں وہ کرو''ناہید نے سنجیدگی سے کہا تھا شعیب نے دو کروڑ کا چیک ولید کو دے دیا ولید نے چیک پکڑا رقم دیکھی اور مسکراتے ہوئے صوفے سے اُٹھا''اب میں چلتا ہوں آنٹی جی''ولید چل دیا۔

''ولید ایک کام میں نے بھی تمہیں کہا تھا''ناہید جانچتی نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔

''آنٹی جی مجھے یاد ہے وقت آنے دیں''ولید نے چیک اپنی دو انگلیوں میں لہراتے ہوئے جواب دیا اور آفس سے نکل گیا۔

''پانچ کروڑ کا نقصان''شعیب نے ناہید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''نہیں 45 کروڑ کا فائدہ''ناہید مسکراتی ہوئی بولی تھی''شعیب بزنس سیکھو اُس زمین کی ڈیل 50 کروڑ میں فائنل ہوئی تھی۔اُس کے بدلے میں، ایک فارم ہاؤس خریدا ہے تمہارے باپ نے میرے لیے، فارم ہاؤس بھی اپنا اور جہاں تک اس پانچ کروڑ کی بات ہے، اس کے ساتھ صرف ایک زیرو لگانا ہے تو یہ بن جائیں گے پچاس کروڑ سیاست میں آ کے کئی زیرو بن جاتے ہیں ہیرو......''ناہید سیاست میں آنا چاہتی تھی پیر داؤد ہاشمی کے ذریعے، اسی لیے اُس نے نوشی کی شادی ولید ہاشمی سے کروائی تھی۔

چند دنوں بعد نوشی اور ولید ہنی مون کے لیے چلے گئے اُن کے جانے کے دو دن بعد بلال سعودی عرب سے لوٹا تھا۔ عادل بلال کو لینے ایئر پورٹ گیا تھا۔اس عرصے کے دوران بلال کا صرف عادل اور فوزیہ سے رابطہ رہا تھا، باقی کسی سے نہیں فوزیہ سے وہ صرف اسکول کے معاملات ڈسکس کرتا تھا اور عادل سے صرف خیر خیریت دریافت کرتا تھا۔ بلال شروع ہی سے کم گو تھا، اب وہ اور زیادہ خاموش ہوگیا تھا صرف ضرورت کی بات کرتا تھا۔

بلال نے دوپہر کا کھانا عادل کے ساتھ اُس کے گھر پر کھایا اُس کی دادی اور ماں بھی موجود تھیں، جو بلال کو دیکھ کر کافی خوش ہوئیں، عادل نے بلال کا تعارف اپنے گھر پر صرف اتنا کروایا تھا کہ میرا دوست ہے۔

جس دن عقیل ہاشمی نے اپنے بھتیجے کی دعوت کی تھی، ولید اور نوشی کی اُس دن عادل بلال کی گاڑی لے کر گھر سے چلا گیا تھا۔نہ تو وہ ولید ہاشمی کو دیکھنا چاہتا تھا اور نہ ہی اُس کی بیوی نوشی کو نہ ہی وہ بلال سے اپنا تعلق ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

بلال نے اپنی گاڑی پر نظر ڈالی جو کہ چمک رہی تھی۔

''بلال بھائی آپ کی اجازت کے بغیر ایک دن میں نے آپ کی گاڑی چلائی تھی''عادل نے بلال کی طرف دیکھ کر کہا بلال نے ایک نظر اپنی گاڑی کو دیکھا اُس کے بعد عادل کے گلے لگ گیا''عادل شکریہ''بلال نے یہ دو الفاظ اپنی زبان سے کہے اور گاڑی لے کر وہاں سے چلا گیا سب سے پہلے وہ اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا۔

آج بھی بلال کی آنکھوں سے خاموش آنسو رواں دواں تھے بغیر آواز کے، اُس نے اپنی ماں کی قبر پر دُعا کی اُس کے بعد کماہاں گاؤں کے قبرستان گیا بابا جمعہ کی قبر پر دعا کرنے کے لیے۔

جب وہ فوزیہ کے گھر کے باہر پہنچا تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا، اُس نے نواں پنڈ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی اُس کے بعد گھر کے دروازے پر دستک دی۔

بلال اُن سب کے لیے تحائف لے کر آیا تھا۔ بلال نے فوزیہ سے میاں محمود کے گھر کی چابی لی اور وہاں سے چلا گیا۔

فوزیہ نے بلال کی پسند کے مطابق اوپر والا پورشن سیٹ کروا دیا تھا۔

عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلال نے اپنا فون SILENT کیا اور سو گیا۔

اگلے دن بلال نے اپنے آنے کی اطلاع اپنے چند قریبی جاننے والوں کو کر دی سب سے پہلے اُس نے اپنی نانی جہاں آرا سے بات کی اُس کے بعد توشی اور محسن سے اور سب سے آخر میں عظمی افگن سے اُس نے حال احوال کیا تھا۔

جہاں آرا بلال سے ملنے کے لیے تڑپ رہی تھیں۔ جس کا حل بلال نے یہ نکالا اُس نے اپنی نانی سے کہا آپ عشاء کے بعد توشی کے گھر اُس سے ملنے کے لیے آجائیں وہ بھی وہاں پہنچ جائے گا۔

توشی کو اُس نے یہ سارا پروگرام بتا دیا تھا۔ توشی نے اپنی دادی اور بلال کے آنے کی خوشی میں دس طرح کے پکوان تیار کیے تھے۔ اُس کی شادی کے بعد پہلی بار توشی کی دادی اُس کے گھر آرہی تھی اور سب سے بڑھ کر ملک بلال احمد آرہا تھا

توشی نے اپنے گھر کے نیچے والے پورشن میں اپنی دادی اور بلال کے رُکنے کا انتظام کیا ہوا تھا، توشی اور محسن کا بیڈ روم اُوپر تھا۔

توشی نے اپنے ڈرائیور کو بھیج کر اپنی دادی کو بلوا لیا تھا اور اپنے باپ جمال سے کہہ دیا تھا آج رات دادو میرے گھر پر ہی رہیں گی، جہاں آرا عشاء کی نماز سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئی تھیں۔

جہاں آرا بلال سے ملنے کی گھڑیاں گن رہی تھیں، وہ کمرے میں بیٹھی ہوئی بلال کا انتظار کر رہی تھیں، محسن کی ماں عذرا اُن کے ساتھ رسمی بات چیت میں مصروف تھی مگر جہاں آرا کے کان باہر مین گیٹ کی طرف اور نظریں گھڑی پر تھیں اور اُن کا دھیان عذرا کی باتوں سے زیادہ بلال کی طرف تھا۔

توشی اور محسن گھر کے لاؤنج میں بلال کے منتظر تھے۔ مین گیٹ پر فوکس کیے ہوئے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد بلال کی گاڑی گھر کے باہر پہنچی ہی تھی، بلال نے ہارن دیا چوکیدار نے گھر کا گیٹ کھول دیا گاڑی کے پورچ میں پہنچنے سے پہلے ہی توشی اور محسن وہاں کھڑے تھے۔

بلال گاڑی سے اُترا ہی تھا، محسن کچھ کہے سنے بغیر ہی اُس سے لپٹ گیا اُسی لمحے توشی بھی بلال کی کمر سے لپٹ گی توشی اور محسن بلال سے لپٹے ہوئے تھے جیسے گمشدہ بچہ ملنے کے بعد اُس کے ماں باپ اُس سے لپٹ جاتے ہیں۔

توشی اور محسن کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ تھوڑی دیر یہ جذباتی سین چلا اُس کے بعد وہ دونوں بلال سے

الگ ہوئے محسن نے اپنے آنسو صاف کیے جو کہ توشی نے دیکھ لیے تھے۔
''یہ لو......میں اور میرے میاں رو رو کر ہلکان ہو رہے ہیں اور اس پتھر کے انسان کو دیکھو مسکرا رہا ہے'' توشی نے بلال کے چہرے پر میٹھی مسکراہٹ دیکھ کر کہا تھا۔
''اوئے ہوئے......میرے میاں......کیوں میاں جی کیا حال ہے آپ کا......''
بلال نے توشی اور محسن کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ اس بار بلال نے محسن سے جھپی ڈال لی مسکراتے ہوئے
''محسن صاحب بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔'' ''آمین'' بلال محسن کے گلے لگ کر بول رہا تھا۔ اُس کے بعد بلال توشی کی طرف متوجہ ہوا
''توشی جی......! آپ کو شادی مبارک کی ہو'' بلال نے اپنا دایاں ہاتھ شفقت سے توشی کے دائیں کندھے پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔
''بلال اندر چلو......دادو انتظار کر رہی ہیں'' توشی نے خوشی سے کہا۔
''ایک منٹ......'' بلال نے اپنی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور پھولوں کا خوبصورت بو کے نکالا۔
''شادی مبارک ہو''
بلال نے پھولوں کا بو کے توشی اور محسن کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔
''SO SWEET'' توشی نے پھول دیکھ کر جواب دیا۔
''شکریہ بلال چلو اندر چلو'' اس بار محسن بولا تھا۔
''گاڑی میں مٹھائی اور کچھ تحائف ہیں جو میں نے تم لوگوں کے لیے مدینہ منورہ سے خریدے تھے، وہ نکلوا لو'' بلال نے لاؤنج میں سے گزرتے ہوئے توشی سے کہا تھا۔ بلال اُس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں اُس کی نانو ٹھہری تھیں۔ بلال کمرے میں داخل ہوا۔
جہاں آرا نے بلال کو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو بیڈ سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ بلال جلدی سے آگے بڑھا اس سے پہلے جہاں آرا اُس تک آتیں بلال بیڈ کے پاس پہنچ گیا جہاں آرا بیگم نے بلال کو گلے لگا لیا اور زور زور سے رونا شروع کر دیا۔
''نانو......چُپ کر جائیں......میں آپ کے سامنے ہوں'' بلال نے اپنی نانی کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ اب جہاں آرا بیڈ پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھ چکی تھیں اور بلال اُن کے سامنے تھا، اُن کی آنکھوں کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔
''تُو......مجھے......اپنے گھر لے چل اب میں بھی رندھا وا ہاؤس واپس نہیں جاؤں گی'' جہاں آرا گھائل آواز سے بولی بلال نے اپنی نانی کے آنسو اپنے رومال سے صاف کیے اور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''نانو آپ خود ہی تو کہتی تھیں......بلال بیٹا پیٹ پہلے آتا ہے گھٹنوں سے''
''میں غلط تھی میرے بچے تو پیٹ سے بھی اوپر میرے دل کا ٹکڑا ہے'' نانی نے تفاخر سے کہا۔
''مجھے تجھ پر فخر ہے......میں بغیر دیکھے گواہی دیتی ہوں......تجھ پر لگائے گئے سارے الزام جھوٹے تھے'' بلال

اپنی نانی کی یہ بات سُن کر خاموش ہوگیا اُس نے اُس بات پر تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔
عذرا محسن کی ماں بلال کے آنے کے بعد کمرے سے چلی گئی تھی، دراصل وہ اُن کے گھر کی باتیں سننا نہیں چاہتی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ملازم نے آکر اطلاع دی آپا جی کہہ رہی ہیں کھانا لگ گیا ہے کھانے کے دوران سب خاموش تھے۔ سب کی نظریں بلال پر مرکوز تھیں۔ بلال نے اُن کے خلاف توقع پیٹ بھر کر کھانا کھایا، بلال نے اُن کے اندازے اور خدشے غلط ثابت کردیے وہ سب سوچ رہے تھے۔ بلال اب تک اُس صدمے میں ہوگا، بلال اُس غم کو نہیں بھولا تھا، مگر بلال کا کمال یہ تھا، اُس نے اُن سب کو ہوا بھی نہیں لگنے دی اپنی اندرونی کیفیت کی۔

کھانے کے بعد وہ سب اُسی کمرے میں تھے جہاں پر جہاں آرا کو ٹھہرایا گیا تھا۔ پھر وہی باتیں شروع ہوگئیں عذرا اُٹھ کر جانے لگی

''بیٹھ جاؤ......عذرا بیٹی اب تم بھی گھر ہی کی فرد ہو......تم میری پوتی کی ماں ہو میں نے دیکھ لیا ہے......تم نے میری توشی کو کیسے پھولوں کی طرح رکھا ہے'' عذرا یہ سُن کر بیٹھ گئی۔

''عذرا بیٹی......! تم اور توشی اب میرے بلال کے لیے ایک اچھی سی لڑکی تلاش کرو۔ میں بلال کی خوشی دیکھ کر مرنا چاہتی ہوں''

بلال اور نانی کے درمیان رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں، جہاں آرا نے توشی اور محسن کو پہلے ہی بھیج دیا تھا عذرا بھی اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ توشی نے بلال کے سونے کا انتظام گیسٹ روم میں کیا ہوا تھا۔

''ویسے ایک بات تم نے بالکل ٹھیک کہی، بلال واقعی پتھر کا انسان ہے'' محسن اپنے بیڈ روم میں اپنے بیڈ پر توشی کے پہلو میں اپنے بازو پر سر رکھے لیٹا ہوا توشی کی طرف دیکھ کر بولا۔

''میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ بلال پورا دیوداس بن چکا ہوگا۔ شراب کو گولی مارو اُس کی تو شیو بھی نہیں بڑھی ہوئی تھی۔ توشی میں نے بلال کو اتنا مطمئن اور پرسکون تو کبھی نہیں دیکھا میں نے ٹشو پیپر کے دو ڈبے احتیاطاً دادی کے کمرے میں رکھے تھے''

''وہ کیوں......؟'' توشی نے حیرت سے پوچھا

''اس لیے کہ بلال کو اپنے آنسو صاف کرنے میں مشکل نہ ہو۔ مگر مجال ہے اُس نے ایک ٹشو پیپر بھی استعمال کیا ہو اُلٹا کم بخت نے مجھے رُلا دیا'' ڈاکٹر محسن نے منہ بنا کر کہا تھا توشی کھل اُٹھی۔

''شکر ہے......تمہارے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی'' ڈاکٹر محسن ایسی باتیں توشی کو خوش کرنے کے لیے کہہ رہا تھا......اسے بھی بلال کی اندرونی کفیت کی خبر تھی۔

توشی نے اپنا ہاتھ محسن کے سر کے بالوں میں پھیرا اور بولی:

''ڈاکٹر صاحب......! آپ بہت اچھے ہیں اتنے کم دنوں میں آپ نے مجھے اتنی ساری خوشیاں دی ہیں میں بیان نہیں کرسکتی''

دوسری طرف نانی اور بلال کی گفتگو جاری تھی۔

''بلال بیٹا......! میں تمہاری خوشیاں دیکھنا چاہتی ہوں'' نانی نے بلال کو دیکھ کر کہا جو اُن کی ٹانگیں دبا رہا تھا ''میری آخری خواہش ہے کہ تم شادی کرلو''

''نانو ٹھیک ہے......بس مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں پہلے میں اپنے اسکول کی بلڈنگ بنانا چاہتا ہوں۔ سردیاں شروع ہوتے ہی میں شادی کرلوں گا تب تک میرے اسکول کی عمارت بھی مکمل ہو جائے گی، پھر آپ جہاں کہیں گی جس سے کہیں گی میں شادی کرلوں گا'' جہاں آرا بیگم بلال کی بات سُن کر خوش ہوگئی اور باتیں کرتی کرتی ہی سوگئی بلال نے اپنی نانی کے اوپر چادر ڈالی اور خود گیسٹ روم میں جانے کی بجائے وہیں صوفے پر سو گیا۔

☆☆☆

مئی کا مہینہ شروع ہو چکا تھا، ایک دن محمد طفیل اسکول میں بلال سے ملنے کے لیے آیا محمد طفیل بہت خوش تھا۔

''بلال صاحب......! میں آپ کا اور بابا جی کا احسان مند پوری زندگی رہوں گا۔ یہ دس لاکھ کا چیک ہے یہ رکھیں باقی پانچ لاکھ بھی ایک دو مہینے میں لوٹا دوں گا''

بلال نے محمد طفیل کی طرف غور سے دیکھا۔

''آپ تنگ ہو کر تو قرض واپس نہیں کر رہے ہیں'' بلال نے جانچتی نگاہوں کے ساتھ پوچھا۔

''نہیں نہیں......بلال صاحب......! اب برکت ہے میرے کاروبار میں بابا جی کے کلیے پر عمل کیا ہے نہ اُدھار سودا لیتا ہوں اور نہ اُدھار بیچتا ہوں اور کبھی کھانا فریز نہیں کیا سب گاہکوں کو تازہ کھانا کھلاتا ہوں۔ آئل، گوشت، مصالحے، سب خالص ایک نمبر استعمال کرتا ہوں۔ پیسے بھی مناسب لیتا ہوں۔ اللہ کا بڑا کرم ہے، رش ہی نہیں ٹوٹتا ریسٹورنٹ سے۔ کبھی آپ بھی آکر دیکھیں نا وہ آپ کے دوست عادل صاحب تو اکثر آتے ہیں ہمارے ریسٹورنٹ میں''

''عادل آپ کے ریسٹورنٹ میں آتا رہتا ہے؟'' بلال نے حیرت سے پوچھا۔

''جی بلال صاحب......! ایک دن میں نے عادل صاحب سے پوچھا ہم نے ریسٹورنٹ کا نام بدلنا ہے کوئی اچھا سا نام تو بتاؤ تو پتہ ہے عادل نے کون سا نام بتایا؟''

''کون سا......؟'' بلال نے سوال پر سوال کر دیا۔

''بابا جمعہ ریسٹورنٹ میں نے وہ نام فوراً رکھ لیا اور عادل صاحب ہی نے ہمیں مشورہ دیا تھا کہ آپ دیسی مرغ کی کڑاہی وہ بھی دیسی گھی میں بھی بنایا کریں اور پیاز گوشت بنانے کا طریقہ بھی عادل صاحب نے ہی بتایا تھا۔ بلال صاحب سب سے زیادہ پیاز گوشت ہی لوگ پسند کرتے ہیں۔ دُور دُور سے لوگ آتے ہیں۔ کبھی آپ بھی تشریف لائیں'' محمد طفیل نے خلوص سے دعوت دی۔

''طفیل صاحب ضرور آؤں گا......مگر ایک شرط ہے''

''وہ مجھے معلوم ہے بلال صاحب مجھے آپ کی شرط منظور ہے'' محمد طفیل نے بلال کی بات کاٹ کر جلدی سے کہا تھا۔

''یہی نا......آپ کھانے کے پیسے دیں گے، آپ تو بابا جمعہ کے سب سے پیارے شاگرد تھے اور سب سے لائق بھی آپ کیسے اُن کا سبق بھول سکتے ہیں۔ عادل صاحب کی بھی یہی شرط تھی۔ پتہ ہے عادل صاحب نے بابا جی کی دو بڑی بڑی تصویریں بھی مجھے لا کر دی ہیں، ایک میں نے ہال میں لگائی ہے اور دوسری کاونٹر والی جگہ پر''

محمد طفیل کافی دیر اپنے کاروبار کی باتیں کرتا رہا بلال کے ساتھ اور بلال خاموشی سے اُس کی باتیں سنتا رہا اور محمد طفیل کی کامیابی پر خوش ہوتا رہا۔ بلال کو یہ بھی یاد تھا جب عادل نے بلال سے پیاز گوشت کی ریسپی لی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن بلال نے اعجاز جنجوعہ کے جاننے والے ایک آرکیٹکٹ کو اپنے آفس میں بلایا اور اُس کے ساتھ ساری ڈسکشن کی اپنے اسکول کی بلڈنگ کے متعلق ساری ڈی ٹیلز لیں بلڈنگ کے انٹریر اور ایکس ٹیریر پر بھی ڈیٹیل میں ڈسکس ہوئی آرکیٹکٹ اپنے کام میں ایکسپرٹ تھا، اس لیے بلال پہلی ملاقات ہی میں مطمئن ہو گیا تھا آرکیٹکٹ نے فائنل ڈرائنگ کے لیے ایک دن کا ٹائم لیا، اگلے دن وہ بلڈنگ کی فائنل ڈرائنگ لے کر آ گیا جو کہ بلال کو بہت پسند آئی اُس نے اپنے اسکول کی بلڈنگ بنانے کا کنٹریکٹ اعجاز جنجوعہ کی AL AZIZ CONSTRUCTION COMPANY کو دے دیا۔ اُس دن اعجاز جنجوعہ کو بھی بلال نے اپنے آفس میں بلایا تھا۔ اعجاز جنجوعہ نے اپنی کمپنی کا نام اپنے مرحوم دادا عزیز الدین جنجوعہ کے نام پر رکھا تھا۔ بلال کو اعجاز جنجوعہ پر اعتبار تھا اس لیے اُس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

آرکیٹکٹ چائے پی کر جا چکا تھا۔ اعجاز جنجوعہ چائے ٹھنڈی پینے کا عادی تھا اس لیے وہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ سوچ بھی رہا تھا۔

''بلال......! تمہاری بھابھی تمہاری دعوت کرنا چاہتی ہے'' اعجاز جنجوعہ نے اپنے چشمے کے اوپر سے دیکھتے ہوئے کہا تھا ''کب آ سکتے ہو اب تو تم ہمارے جوہر ٹاؤن میں ہی شفٹ ہو چکے ہو''

''جنجوعہ صاحب جب آپ کو سہولت ہو'' بلال نے جواب دیا۔

''تو پھر کل رات ڈنر ہمارے گھر پر ٹھیک 8 بجے مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ٹائم پر آ جانا'' اعجاز جنجوعہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''جی جنجوعہ صاحب......! ان شاءاللہ میں وقت پر پہنچ جاؤں گا'' بلال نے کہا۔

اگلے دن ٹھیک رات 8 بجے بلال اعجاز جنجوعہ کے گھر پہنچ گیا تھا۔ اعجاز جنجوعہ کا گھر میاں محمود کے گھر سے پانچ منٹ کی واک ڈسٹنس پر تھا۔ بلال اب میاں محمود کے گھر کا مکین تھا۔ بلال پیدل چلتا ہوا اعجاز جنجوعہ کے گھر پہنچا۔

فرح نے پُر تکلف کھانے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد رسمی گفتگو کے دوران فرح بھابھی نے ایک چُبھتا ہوا سوال بلال سے پوچھ لیا۔

''بلال......سنا ہے تمہاری منگیتر کی کسی اور کے ساتھ شادی ہو گئی ہے''

بلال نے فرح بھابھی کی طرف دیکھا وہ اُن سے ایسے کسی سوال کی توقع نہیں رکھتا تھا۔

''نہیں بھابھی......! اُس نے کسی اور کے ساتھ شادی کر لی ہے'' بلال نے تحمل سے جواب دیا۔

''مطلب...... میں سمجھی نہیں''،فرح کو تجسس ہوا۔

''فرح بیگم......! مطلب کو دفعہ کرو...... چھوڑو پرانی باتیں''اعجاز جنجوعہ نے بات بدلنی چاہی اعجاز جنجوعہ اپنی بیوی سے خفگی سے بولا تھا۔

''مطلب یہ بھابھی اُسے مجھ پر اعتبار نہیں تھا، وہ مجھے بدکردار سمجھتی ہے۔''بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''بلال میں نے نئی گاڑی خرید لی ہے اپنی پرانی گاڑی Suzuki Fx1988 ایک صاحب ہیں نجم الثاقب جیل روڈ پر اُن کا گاڑیوں کا شوروم ہے، نجم موٹرز کے نام سے انہوں نے میری وہ گاڑی بھی رکھ لی ہے اور ساتھ چار لاکھ لے کر سوزکی مہران 2013 ماڈل مجھے دے دی ہے، بڑی صاف گاڑی ہے ایک ہاتھ چلی ہوئی''

اعجاز جنجوعہ نے اس بار بات بدلنے کی بھرپور کوشش کی اور اپنی گاڑی چینج کرنے کا سارا احوال بھی سنا دیا تھا، اعجاز جنجوعہ بلال کو دوبارہ ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا مگر بھابھی فرح ٹلنے والی کہاں تھیں۔

''بلال......! یہ جو جنجوعہ صاحب ہیں نا اِن کی سوزکی والوں سے رشتے داری ہے، گاڑی بدلی بھی تو FX Suzuki دے کر سوزکی مہران لے بہت بڑا تیر مارا ہے، جنجوعہ صاحب نے۔ بلال میں نے نئی گاڑی لی ہے''فرح نے منہ بنا کر کہا تھا۔

''اچھا بھئی چائے تو پلا دو لڑائی بعد میں کر لینا''اعجاز جنجوعہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا بھابھی فرح کچن کی طرف چلی گئی

''بلال صاحب......! میں نے تمہاری بھابھی کو کہا بھی تھا''

''کوئی بات نہیں جنجوعہ صاحب میں مائنڈ نہیں کروں گا بھابھی کو ایک دفعہ تفصیل پوچھ لینے دیں''بلال نے اعجاز جنجوعہ کے معذرت خواہانہ لہجے کو دیکھتے ہوئے بات درمیان سے کاٹ دی۔

''چائے کا بول دیا ہے ابھی ماسی لے کر آتی ہے۔ بلال کچھ سمجھاؤ جنجوعہ صاحب کو بہت زیادہ چائے پیتے ہیں، اگر انہیں کسی کو خون دینا پڑ جائے تو ان کے جسم سے خون کے بجائے چائے نکلے گی جنجوعہ صاحب اب ڈسٹرب مت کیجیے گا بلال بھائی سے مجھے بات کرنے دیں''

''آپ کہاں ٹلنے والی ہیں بیگم''اعجاز جنجوعہ نے چشمے کے اوپر سے دیکھا اور صوفے پر لیٹنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

''دفعہ دور کرو اُس لڑکی کو جس نے تمہیں چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر لی...... میرا مشورہ مانو...... اب تم بھی شادی کر ہی لو''فرح نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

''بھابھی پرانی محبت کو دفعہ دور نہیں کہہ سکتے محبت بُرا مان جاتی ہے''بلال مسکراتے ہوئے بولا۔

''تو کیا تم شادی نہیں کرو گے اُس کے غم میں؟''فرح ابرو چڑھاتے ہوئے بولی۔

''میں شادی ضرور کروں گا...... مجھے کسی کا غم نہیں ہے، بس بھابھی میں محبت کو دفعہ دور نہیں کہتا''بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ماسی چائے لے کر آ چکی تھی فرح نے خود چائے بنا کر دی بلال کو اور جنجوعہ صاحب کو۔

''جنجوعہ صاحب گرمی شروع ہوگئی ہے، اب تو چائے کی جان چھوڑ دیں'' فرح نے چائے کا کپ اعجاز جنجوعہ کو تھماتے ہوئے کہا تھا بلال نے بھی چائے کا کپ لیا وہ فرح اور اعجاز کی نوک جھونک انجوائے کر رہا تھا مگر فرح کا انٹرویو ابھی باقی تھا۔

''شادی کے لیے کوئی لڑکی دیکھی ہے؟'' فرح نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

''نہیں......ابھی تک تو کوئی نہیں......نانو کو چند دن پہلے ہی شادی کی ہاں کہہ دی ہے...... جو بھی لڑکی اُنہیں پسند آئے گی میں اُس سے شادی کرلوں گا''

''میری بڑی آپا واہ کینٹ میں رہتی ہیں، اُن کی بیٹی ہے ماہ رخ بی ایڈ کیا ہوا ہے گوری چٹی، شرم وحیا والی، تمہارا گھر سنبھال لے گی'' فرح نے اصل بات بیان کردی۔

''شکر ہے......'' اعجاز جنجوعہ نے ٹھنڈی چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

''آپ نے فرح بیگم اپنے دل کی بات کہہ ہی ڈالی''

''کیوں نہ کہتی آخر مجھے بلال کی فکر ہے'' فرح نے فکر پر زور دے کر کہا۔

''بھابھی......! اگر میری نانو کو ماہ رخ پسند آجائے تو میں ماہ رخ ہی سے شادی کرلوں گا'' بلال نے پرچ اور کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا تم اپنی منگیتر کو بھلا سکو گے؟'' فرح نے تفتیشی نگاہوں سے پوچھا۔

''بھابھی میں نے زندگی میں ہر تعلق ایمانداری سے نبھانے کی کوشش کی ہے، مجھے یقین ہے جس لڑکی سے بھی میری شادی ہوگی وہ میرے ساتھ خوش رہے گی''

''مجھے بھی بلال بھائی تمہاری ایمانداری پر شک نہیں ہے، بات کسی کو بھلانے کی ہو رہی ہے'' فرح نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے بلال کو تک رہی تھی اور اعجاز جنجوعہ اپنے چشمے کے اوپر سے اپنی بیوی اور بلال کے درمیان ہونے والی گفتگو دیکھ رہا تھا اعجاز جنجوعہ نے ٹھنڈی چائے کا ایک گھونٹ لیا بغیر آواز کیے ہوئے بلال کے چہرے پر زخمی مسکراہٹ اُبھری۔

''بھابھی پرانی محبت اور پرانی چیزوں میں فرق ہوتا ہے۔ پرانی چیز اگر اچھے برینڈ کی ہو اور اچھی حالت میں بھی ہو تو وہ انٹیک بن جاتی ہے۔ نجم الثاقب جیسے کسی قدردان کی اُس پر نظر پڑ جائے تو وہ اُسے خرید لیتا ہے، نہیں تو اسلم کباڑیے کا کباڑ خانہ، پرانی محبت انٹیک نہیں ڈھیٹ ہوتی ہے، جس محبت کو محبوب ہی رسوا کردے اُس پر قدردان کی نظر تو دور کی بات اُسے تو کسی کباڑ خانے میں بھی جگہ نصیب نہیں ہوتی، ایسی محبت آپ کے ساتھ منوں مٹی تلے قبر میں ہی دفن ہوتی ہے۔''

بلال اپنی بات کر کے نظریں جھکائے ہوئے خاموش تھا اور فرح نے چپکے سے اپنے آنسو صاف کیے مگر اعجاز ٹھیکدار کی نظروں سے نہیں بچ سکی۔

''ANY WAY ڈنر کا بہت مزہ آیا شکریہ بھابھی'' بلال اپنی جگہ سے اُٹھا

''اب آپ لوگ مجھے اجازت دیں'' اعجاز جنجوعہ بلال کو گھر کے مین گیٹ تک چھوڑنے آیا تھا وہ دیر تک بلال کو سیدھی سڑک پر جاتے ہوئے دیکھتا رہا وہیں کھڑا ہوا اپنے گھر کے باہر سے جب اعجاز جنجوعہ اپنے بیڈروم میں واپس آیا تو فرح ایک دم سنجیدہ تھی۔

''فری بیگم آپ کو کیا ہوا......آپ نے جو سوچا تھا وہی کہا'' اعجاز جنجوعہ بولا۔

''جنجوعہ صاحب میں شادی سے پہلے خواتین کے سارے ڈائجسٹ پڑھتی تھی، پھر آپ سے میری شادی ہوگئی آپ بالکل مختلف انسان تھے، ناولوں اور افسانوں کے کرداروں سے۔ پھر میں نے ڈائجسٹ پڑھنا چھوڑ دیے تھے، مجھے ایسا لگا کہ ناول اور افسانہ لکھنے والے لوگ جھوٹ ہی لکھتے ہیں، حقیقت میں تھوڑی ایسے کردار ہوتے ہیں۔

آج ایسا لگا کہ جتنے لوگ ہمارے معاشرے میں کتابیں اور ڈائجسٹ پڑھتے ہیں اُس سے زیادہ کردار ہوتے ہیں، ہمارے اردگرد ماہ رخ بھی میری طرح کہانیاں پڑھتی ہے، وہ بلال کو سمجھ لے گی'' فرح اپنے شوہر کی طرف آئی

''ماہ رخ کو بُلا لوں بلال کی نانی سے ملوانے کے لیے؟'' فرح نے اعجاز جنجوعہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''بلا لو......'' اعجاز جنجوعہ نے مسکراتے ہوئے اجازت دے دی۔

☆☆☆

ایک ہفتے بعد بلال نے اپنے اسکول کا سنگ بنیاد اپنی نانی کے ہاتھ سے رکھوا دیا تھا۔ تعمیر کا کام زوروں سے شروع ہوگیا تھا۔ سارا میٹریل بلال نے فراہم کرنا تھا۔ باقی ساری ذمہ داری العزیز کنسٹرکشن کمپنی کی تھی۔

جون کا مہینہ شروع ہو چُکا تھا۔ کچھ اسکولوں میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو چکی تھیں اور کچھ میں ہونے والی تھیں۔

توشی نے ایک دن محسن کو خوشخبری دی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ محسن اور اُس کی ماں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

نوشی اور ولید اپنے ہنی مون سے واپس لوٹ چکے تھے۔ پارٹیز ڈنرز فیشن شوز کنسرٹ اُن دونوں کا روز کا معمول تھا۔ ولید نے واپسی پر ناہید سے اور پیسے لیے فضول خرچی قارون کے خزانوں کو بھی کھا جاتی ہے۔

ایک دن رات کو ولید نے نوشی سے کہا تھا۔

''نوشی ہماری شادی کو تین ماہ ہو چکے ہیں بہت انجوائے کر لیا، اب کچھ کام بھی کیا جائے میری جو سیونگ تھی سب ختم ہوگئی ہے۔'' ولید یہ بول کر پریشانی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ نوشی نے دیکھا تو وہ اُس کے پاس آئی اور اُس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

''تم پریشان کیوں ہوتے ہو۔ میرے پاس بینک میں آٹھ دس کروڑ پڑے ہیں وہ لے لو'' نوشی نے تسلی دی۔

''نوشی آٹھ دس کروڑ سے کیا ہوگا۔ تمہیں پتہ ہے جس دن سے ہماری شادی ہوئی ہے تین ماہ میں سات کروڑ خرچ ہو گئے ہیں۔ ویسے بھی مجھے تمہارے پیسے نہیں چاہئیں۔ کروڑوں کی جائیداد میرے حصے میں آتی ہے۔ مجال ہے پیر داؤد ہاشمی میرے والد محترم اُس میں سے کچھ دیں۔ کہتے ہیں گاؤں آ جاؤ اور گدی سنبھال لو وہی چھوٹی سوچ۔

چاچو عقیل ہاشمی کو دیکھو کہاں سے کہاں پہنچ گئے ایک سرامکس کی فیکٹری تھی اور اب تین ہیں۔ اُن کے بیٹے کو دیکھو

نالائق، چاچو کہتا ہے بزنس پر توجہ دو اور وہ جناب سنا ہے کسی موچی کے پاس بیٹھتا تھا ولید کا یہ جملہ سن کر نوشی کو ان تین ماہ میں پہلی بار بلال یاد آیا تھا، وہ بھی کسی موچی کے پاس جایا کرتا تھا۔

''میں بزنس کرنا چاہتا ہوں'' ولید یہ بول کر وہاں سے چلا گیا اور نوشی پریشان کھڑی اپنے شوہر کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

جمال اور ناہید کو خبر تھی کہ جہاں آرا اور توشی بلال سے ملتی رہتی ہیں مگر وہ دونوں خاموش تھے۔ توشی اب کسی کی بیوی تھی اور اُس کا شوہر بلال کا بہت اچھا دوست تھا اور جہاں تک جہاں آرا کی بات تھی۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ وہ بلال کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی تھیں۔

جہاں آرا اور توشی نے بلال کے لیے بہت ساری لڑکیاں دیکھیں، اُن دونوں کی نظر ماہ رخ پر جا کر ٹھہر گئی، مگر انہوں نے فرح سے کسی قسم کی بات نہیں کی تھی، وجہ یہ تھی پہلے وہ بلال سے پوچھنا چاہتی تھیں اور بلال کا سارا فوکس اپنے اسکول کی بلڈنگ پر تھا۔ اِس لیے بات ایک ڈنر سے آگے نہیں بڑھ سکی، جب فرح نے بلال کی نانی اور کزن کو کھانے پر بلایا تھا وہیں پر ماہ رخ پر اُن کی نظر ٹھہری تھی۔

محمد طفیل نے باقی کے پانچ لاکھ بھی بلال کو واپس کر دیے تھے۔ بلال نے جو روپے اپنے گھر کے لیے بچا کے رکھے تھے وہ بھی سارے وہ اپنے اسکول میں لگانا چاہتا تھا، سب سے پہلے بلال نے بابا جمعہ کے دیئے ہوئے بیس لاکھ کو اپنے اسکول کی بنیادوں پر خرچ کیا تھا۔

گل شیر خان اور حسیب حسن ملک واپس آ چکے تھے۔ جب گل شیر خان کو سارے معاملے کی خبر ہوئی تو ایک دن جمال اندھاوا کے آفس میں گل شیر خان نے کہا:

''رندھاوا صاحب بہت مبارک ہو آپ نے بچیوں کا فرض ادا کر دیا ہے.....لیکن.....''

یہ بول کر گل شیر خان خاموش ہو گیا

''لیکن......کیا......خان میں پوچھ رہا ہوں...... بتاؤ مجھے......لیکن کیا......؟'' جمال جاننا چاہتا تھا۔

''آپ نے بلال کے ساتھ اچھا نہیں کیا......رندھاوا صاحب وہ بچہ ایسا نہیں ہے''

''گل شیر تم بھی ایسا سوچتے ہو......'' جمال حیرانی سے بولا۔

''نہیں رندھاوا صاحب میں ایسا مانتا ہوں۔ بلال ایسا ہو ہی نہیں سکتا یہ کسی کی سازش ہے'' گل شیر کے اعتماد نے جمال رندھاوا کو سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ گل شیر کی ذہانت کا ہمیشہ سے قائل تھا۔

''خان صاحب میں اگلے ہفتے امریکہ جا رہا ہوں ایک ڈیڑھ مہینہ لگ جائے گا۔ میرے واپس آنے تک آپ اس سازش کا پتہ لگائیں واپس آتے ہی مجھے ساری رپورٹ چاہیے'' جمال سوچتے ہوئے بولا۔

''ان شاء اللہ......رندھاوا صاحب......! میں بلال پر لگی اس تہمت کی حقیقت سامنے ضرور لے کر آؤں گا......ان شاءاللہ......'' گل شیر خان نے یقین کے ساتھ کہا تھا۔

☆☆☆

''کیا سوچ رہے ہو ولید......! میں دیکھ رہی ہوں پچھلے چند دنوں سے تم بجھے بجھے سے ہو۔ ہم کہیں باہر بھی نہیں گئے''نوشی نے فکرمندی سے پوچھا۔

''کتنے دن ہو گئے ہیں تم نے مجھے کوئی گفٹ بھی نہیں دیا'' ولید نے اپنی شادی کے بعد سے نہ جانے کتنے پرفیومز نوشی کو گفٹ کیے تھے۔ شاید ہی کوئی فرانسیسی سینٹ ہو جو ولید نے نوشی کو گفٹ نہ کیا ہو۔ کیوں نہ کرتا اُس کی ماں کا پیسہ جو تھا۔ کون سا ولید کی اپنی جیب ہلکی ہو رہی تھی۔ نوشی اس سب سے بے خبر تھی۔

''نوشی میرا ایک دوست ہے دبئی میں اُس کا پرفیومز کا بزنس ہے۔ کل کی بات ہے یہاں پر دھکے کھاتا تھا اور آج بہت بڑا بزنس مین ہے۔

وہ اپنے بھائی کو بھی بزنس شروع کر کے دینے لگا ہے، اُس نے مجھے آفر کی ہے کہ ہم پارٹنرشپ کر لیتے ہیں، 20 ملین درہم کی انویسمنٹ ہے 10 ملین درہم اُس کے اور 10 ملین درہم میرے میں نے پیر صاحب سے پیسے مانگے تھے وہ دینے کو تیار نہیں، چاچو کے پاس گیا تھا، وہ کہنے لگے اپنے باپ سے لو اُس کے پاس بہت پیسہ ہے۔''

''10 ملین درہم............''نوشی نے خود سے کہا۔

''جی ہاں 10 ملین درہم یعنی 27 کروڑ روپیہ میرے پاس خود کے سات کروڑ تھے وہ میں نے.....'' ولید یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''میرے پاس 10 کروڑ ہیں، وہ تم لے لو میں نے بینک سے پتہ کیا تھا'' نوشی نے کہا

''پہلی بات تو یہ 10 کروڑ سے کچھ نہیں ہوگا، اور دوسری بات مجھے تم سے پیسے نہیں لینے تمہارے گھر والوں کو پتہ چلے گا تو وہ کیا سوچیں گے میرے بارے میں''

''ولید تم گھر والوں کی فکر نہ کرو، میں اُنہیں تھوڑی بتاؤں گی یہ میرے پیسے ہیں''

''نوشی تم بات سمجھو میں یہ دس کروڑ لے بھی لوں، بات پھر بھی نہیں بنتی'' ولید نے بیزاری سے کہا

''میرے نام پر دو پلازے اور دو گھر ہیں تم اُنہیں بیچ دو اُن کے پیپر بینک لاکر میں رکھے ہوئے ہیں میں کل تمہیں لا دوں گی پراپرٹی کے سارے پیپرز وغیرہ تم خود ہی دیکھ لینا اُن کا کیا کرنا ہے''

''میں نے تمہیں بتایا تھا، یہ گھر میرا نہیں ہے، رینٹ پر ہے'' ولید نے پریشانی سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے......تم نے ذکر کیا تھا......میرے چھوٹے والے گھر ہم لوگ شفٹ ہو جاتے ہیں'' نوشی نے مشورہ دیا۔

''لوگ کیا کہیں گے بزنس کے لیے بیوی سے روپے بھی لیے ہیں اور اُسی کے گھر میں بھی رہ رہا ہے اور آنٹی کیا سوچیں گی میرے بارے میں وہ تو مجھے بڑا خوددار سمجھتی ہیں نوشی تم رہنے دو میں کچھ اور دیکھتا ہوں'' ولید نے مکاری سے کہا۔

''ولید......! اِس بارے میں کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی، پاپا اور توشی جانتے ہیں...... پاپا ویسے بھی ایک دو دن کے بعد امریکہ جا رہے ہیں اور توشی نے پچھلے تین مہینے سے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں رکھا ہے، ماما اور شعیب بھائی کو صرف اتنا پتہ ہے کہ پاپا نے ہم دونوں بہنوں کے نام پر کچھ خریدا ہے ماما کو ڈیٹیل کا نہیں پتہ...... ولید تم نے ان ساڑھے تین

مہینوں میں مجھے زمانے بھر کی خوشیاں دی ہیں، جو میں نے مانگا تم نے لا کر دیا، جیسا میں نے کہا تم نے وہی کیا، تم سے شادی سے پہلے میں ڈری ہوئی تھی۔

تم نے میرے سارے ڈر سارے خدشے دُور کر دیے ہیں، مجھے تم پر پورا اعتماد ہے، تم جو کچھ کر رہے ہو صرف میری خوشی کے لیے، پلیز میری بات مان لو‘‘ نوشی نے محبت سے کہا۔

’’میری ایک شرط ہے، میں تمہارے گھر نہیں رہوں گا اور یہ قرض ہوگا جو میں واپس کروں گا، جیسے ہی میرا بزنس سیٹ ہوتا ہے، ہم دونوں دبئی شفٹ ہو جائیں گے......اس طرح میری اپنے باپ سے بھی جان چھوٹ جائے گی اور اُن کی گدی سے بھی جب بھی ملتے ہیں کہتے ہیں: ’’بیٹا گدی سنبھالو......گدی سنبھالو‘‘ میں تنگ آ گیا ہوں یہ سن سن کر میں نے گلبرگ میں ایک اپارٹمنٹ دیکھا ہے، کل ہم وہاں شفٹ ہو رہے ہیں۔‘‘ ولید اور نوشی کی اس گفتگو کے دوران جمال کی نوشی کو کال آئی۔

’’ہیلو پاپا بہت لمبی عمر ہے آپ کی ابھی میں ولید سے آپ کا ذکر کر رہی تھی‘‘ نوشی نے جمال سے خوشی خوشی بات کی۔

’’نوشی بیٹی تمہاری آواز سن کر مجھے سکون مل گیا ہے میں پرسوں امریکہ جا رہا ہوں اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کل رات کا ڈنر ہم سب اکٹھے کریں تم دونوں کی شادی کے بعد سے تم بہنوں کو اکٹھے نہیں دیکھا ہے، اسی لیے میں نے توشی اور محسن کو بھی بلا لیا ہے گھر پر......نوشی بیٹی ولید سے بات کرواؤ......‘‘

’’ہیلو انکل کیسے ہیں آپ میں نوشی کو بتا رہا تھا، آپ بزنس میں میرے آئیڈیل ہیں‘‘

’’THANK YOU بیٹا، اچھا کل رات کا ڈنر میرے ساتھ گھر پر‘‘ جمال نے ولید سے کہا۔

’’جی ضرور انکل جیسے آپ کا حکم‘‘ ولید نے جمال کو اچھے تابعدار داماد کا تاثر دیا تھا ’’مگر کل تو ہم نے گلبرگ شفٹ ہونا تھا‘‘ نوشی نے ولید کو یاد کروایا۔

’’ہم پرسوں شفٹ ہو جائیں گے، انکل کے جانے کے بعد، انکل نے اتنی محبت سے بلایا ہے‘‘

’’ولید واقعی ماما کا انتخاب لاجواب تھا، تم بہت اچھے ہو، میری سوچ سے بڑھ کر‘‘ نوشی پوری طرح ولید کے جال میں پھنس گئی تھی۔ سب کچھ ولید کے پلان کے مطابق ہو رہا تھا۔ ایک ایک بات ارم اور ولید نے ڈسکس کی تھی نوشی سے متعلق

’’نوشی اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تمہارے گھر والوں کو پتہ چل گیا تو میں اپنے آپ کو ہلکا محسوس کروں گا‘‘ ولید نے اپنے بنائے جال پر ایک اور گرہ لگائی۔

’’ولید مجھے تو تم پر پورا اعتماد ہے، تم بھی یقین کر لو مجھ پر، یہ بات میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔‘‘

نوشی نے ولید کو یقین دلایا ولید کے چہرے پر جیت کی مسکراہٹ اُبھری اُس نے نوشی کو گلے لگا لیا تھا ’’نوشی مجھے بھی تم پر پورا اعتماد ہے‘‘ ولید نے گلبرک والا فلیٹ نوشی ہی کے نام پر خرید رکھا تھا نوشی کے اعتماد کو بحال رکھنے کے لیے۔

☆☆☆

ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد گھر کے سب افراد لان میں بیٹھے ہوئے تھے 29 جون بروز اتوار 2014 رات کے 10 بج رہے تھے۔

جمال رندھاوا نے گل شیر کو آواز لگائی گل شیر نے دو لفافے سامنے پلاسٹک کی میز پر رکھے اور وہاں سے واپس چلا گیا۔

''میرے ابّا جی سب لوگوں سے کہتے تھے کہ اپنی بچیوں کو وراثت سے حصہ دو، جہیز مت دو۔ اسی لیے میں نے اپنی بیٹیوں کو اُن کا حصہ شادی سے پہلے ہی دے دیا تھا۔'' جہاں آرا کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ اُبھری اپنے بیٹے جمال کی بات سُن کر مگر وہ خاموش رہی کیونکہ جمال اپنے دامادوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

''یہ بیٹا تم دونوں کے لیے میری طرف سے سلامی ہے۔ یہ دو چیک ہیں، ایک ایک کروڑ کے ایک ولید بیٹا تمہارے لیے اور دوسرا محسن بیٹا تمہارے لیے''

محسن نے یہ بات سن کر توشی کی طرف دیکھا جو اپنی دادی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ توشی نے اپنی دادو کی طرف دیکھا جنہوں نے آنکھ سے ہاں کا اشارہ کر دیا تھا۔ توشی نے بھی محسن کو چیک لینے کا اشارہ دے دیا، آنکھوں ہی آنکھوں میں ناہید یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی ولید نے یہ سن کر اپنی ساس ناہید کی طرف دیکھا، جس نے نہیں کا اشارہ دیا نوشی اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ جسے اپنی ماں کے حکم کی خبر ہو چکی تھی۔ مگر وہ خاموش رہی۔ جمال نے پہلے وہ لفافہ جس میں ایک کروڑ کا چیک تھا۔ ولید کی طرف بڑھایا جو کہ جمال کے دائیں ہاتھ والی کرسی پر بیٹھا تھا۔

''سر مجھے صرف آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے، اس سلامی کی نہیں، یہ میں نہیں لے سکتا'' ولید نے دوٹوک بات کر دی اور وہ چیک نہیں پکڑا جمال نے وہ چیک میز پر رکھ دیا جمال نے دوسرا لفافہ اُٹھایا اور محسن کی طرف کر دیا جو کہ جمال کے بائیں طرف بیٹھا تھا۔

''ولید نے صحیح کہا ہے انکل، آپ کی دعائیں زیادہ اہم ہیں، اس چیک کے مقابلے میں یہ چیک میں آپ کی بیٹی کے کہنے پر لے رہا ہوں اور مجھے پورا یقین ہے ولید جتنی دعا تو آپ میرے لیے بھی کریں گے۔

توشی اگر نہ بھی کہتی پھر بھی میں یہ رکھ لیتا۔ میرا دوست بلال کہتا ہے، کسی کی محبت کو انکار مت کرو اور مانگو صرف اللہ سے کیونکہ دینے والا صرف وہ ہے۔ انکل آپ کی محبت سمجھ کر یہ چیک میں لے رہا ہوں۔ جس کی وجہ سے آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں یعنی آپ کی بیٹی یہ رقم میری امانت ہے اُس کے پاس مجھے جب بھی ضرورت ہوگی میں اپنی بیوی سے یہ رقم لے لوں گا۔ توشی......! یہ رقم میری ہے اور تمہارے پاس امانت کے طور پر پڑی رہے گی''

محسن نے SMS کو اشارہ کیا جو آئس کریم کی ٹرے لے کر آیا تھا۔ SMS نے وہ چیک لفافے سمیت توشی کو پکڑا دیا محسن سے لے کر سب خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

آئس کریم کھانے کے بعد سب جا چکے تھے۔ صرف جہاں آرا لان میں بیٹھیں تھیں اور وہ بلال کے روم کو دیکھ رہیں تھیں اور اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ SMS نے جا کے جمال کو اطلاع دی تھی کہ بڑی بیگم صاحبہ ابھی بھی لان میں ہی بیٹھیں ہیں۔

''چلیں ماں جی اندر چلیں بہت رات ہوگئی ہے'' جمال نے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بیٹا تو صرف اپنی بیوی کی کہی ہوئی باتیں یاد رکھتا ہے، آج اپنے باپ کی بات تجھے کہاں سے یاد آ گئی۔ میری بات تم ایک کان سے سنتے ہو اور دوسرے سے نکال دیتے ہو۔''

''ماں جی میں نے وہ 50 ایکٹر زمین خرید لی ہے، آپ بلال کو بلائیں اُس کے نام پر میں رجسٹری اور انتقال کروا دیتا ہوں''

جمال! وہ 50 ایکٹر تجھے مبارک میں نے بلال سے بات کی تھی اُسے وہ زمین نہیں چاہیے اُس نے جاتے ہوئے تیری خیرات تجھے واپس کی یا نہیں؟ جمال......! جس دن تو نے پہلا چیک اپنی بیوی سے چھپ کر دیا تھا، اُس نے اُسی دن وہ چیک مجھے واپس کر دیا تھا، میں نے لینے سے انکار کیا تو بولا نانو میں ماموں جان کا دل رکھنے کے لیے یہ چیک لیتا رہوں گا مگر کیش کبھی نہیں کرواؤں گا۔ ایسا ہی تھا ورنہ میرا بچہ اتنی تنگی سے گزارا نہ کرتا...... جمال رندھاوا تیرا باپ کہا کرتا تھا۔ عورت کی طرح مرد بھی چار رشتے نبھاتا ہے...... نہ تو جمال تم اچھے بیٹے بن سکے، اور نہ ہی اچھے بھائی، توشی کے علاوہ تیرے دونوں بچوں کا اللہ ہی مالک ہے۔ ہاں بیوی کی جی حضوری میں تم نے حق ادا کر دیا ہے۔ تیرے باپ کی کہی ہوئی بات تم نے ایمانداری سے ثابت کی ہے''

''ماں جی باتوں سے گزارہ نہیں ہوگا جوتا پکڑیں اور اس رن مرید کو ماریں......'' جمال روتے ہوئے اپنی ماں کے قدموں میں گر گیا تھا۔ جمال زور زور سے رو رہا تھا۔

جہاں آرا کی ممتا جاگ اُٹھی، انہوں نے جمال کو اُٹھایا اپنے قدموں سے اور اپنے سامنے کرسی پر بٹھایا۔

''جمال اب بھی اپنے گھر کو بچا لو، میں مزید چوکیداری نہیں کر سکتی۔ تمہارے بیٹے کے لچھن ٹھیک نہیں ہیں۔ میں کل بلال کے پاس جا رہی ہوں ہمیشہ کے لیے'' جہاں آرا نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن جمال رندھاوا ڈیڑھ ماہ کے لیے امریکہ چلا گیا۔

ولید نے بھی ڈیفنس سے گلبرگ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ولید نے ایک فرنشڈ گھر لیا ہوا تھا کرائے پر اس لیے اُسے شفٹ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی، نوشی کے باپ نے اُسے جہیز نہیں دیا تھا، جس کا مسئلہ ہوتا۔

بلال نے بھی میاں محمود کا گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جس کی دو وجوہات تھیں پہلی میاں محمود نے چار ماہ کا کرایہ اُس سے نہیں لیا تھا۔ جب سے بلال گھر میں شفٹ ہوا تھا اور دوسری وجہ اُس کی نانی تھیں نانی عمر رسیدہ خاتون تھیں۔ وہ گھر کی سڑھیاں بار بار اُتر اور چڑھ نہیں سکتی تھیں اور بلال کے پاس گھر کا اپر پورشن تھا۔ بلال نے اپنا مسئلہ طارق رامے کو بتایا تھا۔

طارق رامے نے میاں محمود کو فون کر کے لندن اطلاع دی۔

''رامے صاحب وہ اچھا لڑکا ہے، ایسا کرایہ دار کدھر ملتا ہے، اُسے میرا کوئی بھی پانچ مرلے کا گھر دے دیں کرائے پر ہاں کرایہ پورا لیجیے گا، وہ خوددار بندہ ہے، ورنہ وہ گھر نہیں لے گا'' میاں محمود نے طارق کو جواب دیا تھا۔

''ٹھیک ہے......میاں صاحب......! میں بھی یہی چاہتا تھا'' طارق رامے نے فون بند کر دیا طارق رامے نے میاں محمود کا ایک سال پرانہ گھر جو کہ چند دن پہلے ہی خالی ہوا تھا۔ جس کے سامنے پارک بھی تھا۔ وہ کرائے پر دے دیا تھا۔ بلال کی نانی کو وہ گھر بہت پسند آیا تھا۔ وہ گھر چھوٹا ضرور تھا، مگر ہوادار اور روشن تھا گھر کے گیراج میں ایک گاڑی بھی آرام سے کھڑی ہوسکتی تھی اور دوسری گاڑی گھر کے باہر پارک کے ساتھ کھڑی ہوسکتی تھی اور سب سے اچھی بات وہ بلال کے اسکول کے بھی نزدیک تھا۔

رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا......

دن بھاگ رہے تھے، جس کا اندازہ ولید کو تھا، ولید نے مہینوں کا کام دنوں میں مکمل کیا اُس نے نوشی کے دونوں پلازے دونوں مکان دنوں میں سیل کر لیے تھے۔ اگر 10 کروڑ کی چیز 8 میں ملے تو اُس کے 10 گاہک ہوتے ہیں۔ یہی کچھ ولید نے نوشی کی پراپرٹی کے ساتھ کیا تھا۔ اُس نے 10 ملین درہم ہنڈی کے ذریعے دبئی ٹرانسفر کر دیے تھے۔

نوشی سے وہ بینک والے 10 کروڑ بھی لے چکا تھا۔ اس دوران ولید ایک ہفتے کے لیے دبئی بھی گیا تھا، جہاں پر اُس نے اپنے اور ارم کے لیے ایک فلیٹ بھی خرید لیا تھا۔

ایک ہفتے کے دوران اُس نے اپنی ایک کمپنی بھی بنائی اور اپنے اور ارم کے RESIDENCE VISA کے لیے امیگریشن کے اندر کاغذات بھی جمع کروا دیے۔ ولید کے دوست نے اُسے یقین دہانی کروادی تھی، کہ اب تم جاؤ چھ سات دن کے اندر اندر تمہارا اور اِرم کا ویزہ نکل آئے گا۔

ولید نے یہ سارے کام جوالائی کے ایک مہینے میں کر لیے تھے۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی تھی۔

میٹھی عید آ کے پھیکی ہو گئی......

ولید ہاشمی آزادی کے مہینے سے پہلے پہلے نوشی اور اپنے رشتے سے بھی آزادی چاہتا تھا۔ ولید نے اپنا کام انتہائی مہارت سے کیا تھا۔ اُس نے نوشی کو کوئی 52 کروڑ کا ٹیکہ لگایا تھا جس میں اُس کے دونوں گھروں اور پلازوں کی قیمت، اور 10 کروڑ روپے نقد تھے اس میں وہ 7 کروڑ روپیہ شامل ہی نہیں تھا جو ولید نے ناہید سے لیا تھا۔

الیکشن ابھی بہت دور تھے اور ناہید اپنی سیٹ الیکشن سے پہلے ہی ہار چکی تھی، اب ولید کی نظر نوشی کے اُن گہنوں پر تھی جو اُس نے شادی کی پہلی رات کو پہنے ہوئے تھے جواب تک اس وجہ سے محفوظ تھے کہ وہ نوشی، رندھاوا ہاؤس چھوڑ گئی تھی اپنے ولیمہ کے بعد غلطی سے ولید اب کسی ایسی وجہ کی تلاش میں تھا، جس کو جواز بنا کر وہ نوشی سے جان چھڑا سکے جھوٹے الزام سے بہتر کیا وجہ ہوسکتی ہے۔

اگست کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ ایک دن ارم اور ولید کی ملاقات ہوئی اُس فلیٹ میں جہاں پر اِرم انڈر گراونڈ ہوئی تھی۔

''اِرم ڈارلنگ میں چاہتا ہوں، نوشی کے باپ کے آنے سے پہلے پہلے ہم لوگ دبئی نکل جائیں مجھے لگتا ہے بعد میں ہمارے لیے مسئلے مسائل کھڑے ہو جائیں گے...... بہت سارے مسائل، سمجھ نہیں آ رہا ہے کیسے جان چھڑاؤں اس پاگل لڑکی سے'' ولید نے ارم سے اپنا مسئلہ بیان کر دیا۔

''وری سمپل......الزام لگادو......اپنی بیوی پر......یہی سب سے آسان اور کارآمد طریقہ ہے......کسی سے بدلہ لینے کا......کسی کو رسوا کرنے کا......کسی سے جان چھڑانے کا......اب تو لوگ جھوٹا الزام لگا کر اپنی بیوی کو قتل بھی کر دیتے ہیں یہ تو جانِ من چھوٹی سی بات ہے'' ارم واسطی نے اپنے ترکش سے ایک اور تیر نکالا اس دفعہ اس کا شکار نوشی تھی۔

''کیا الزام لگاؤں اپنی بیوی پر'' ولید نے اپنی کمان نوشی کی طرف کر لی صرف تیر چلانا باقی تھا۔

''پہلے تم مجھے یہ بتاؤ ہمارے ویزے کب تک آجائیں گے''

''تین سے چار دن کے اندر اندر......''

''تم آج سے دیوداس ہو......تمہیں آج ہی اپنی بیوی کے افیئر کا پتہ چلا ہے......جو شادی سے پہلے ہی اپنے منگیتر کے ساتھ وہ سب کچھ کر چکی تھی......جو شادی کے بعد ہوتا ہے......اس طرح تم اپنی بیوی کو طلاق بھی دے سکتے ہو اور تم ظالم بھی نہیں بنو گے۔''

''میں تو مظلوم بن گیا......پھر ظالم کون ہوگا'' ولید نے تجسس سے پوچھا

''ہم ایک بار پھر مظلوم ہی کو ظالم بنا دیں گے'' ارم نے اپنے تیر پر زہر کے قطرے ڈالے وہ زہر جو نہ جینے دیتا ہے اور نہ مرنے دیتا ہے جھوٹے الزام کا زہر۔

''ارم مجھے اب تک سمجھ نہیں آئی تم کیا کہہ رہی ہو'' ولید نے ارم کو غور سے دیکھا اِرم کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

''ایک دن یہ دونوں بہنیں بوتیک پر اپنے آفس میں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ سخت سردی تھی اور باہر بہت زیادہ دھند تھی۔ سارے سٹاف کو انہوں نے چھٹی دے دی اور خود پیزہ آڈر کر دیا باہر صرف گارڈ تھا۔ میں بھی وہاں سے آگئی تھی، پھر مجھے یاد آیا میں اپنے پورشن کی چابیاں وہیں آفس میں بھول آئی ہوں میں وہ چابیاں لینے کے لیے واپس گئی تو یہ دونوں بہنیں آفس کے اندر ہنس ہنس کر کھسر پھسر کر رہی تھیں میں نے غور کیا تو تمہاری سالی توشی اپنی بہن نوشی کو تنگ کر رہی تھی کہ وہ ملاقاتیں، اُن کی کہانی پھر سے سناؤ جو اُس کے اور بلال کے درمیان ہوئی تھیں۔

تمہیں یاد ہے وہ جو ہر ٹاؤن کی تیل مہندی جہاں میں نے تمہیں بھیجا تھا۔ اُس رات تمہارے آنے کے بعد نوشی کو چند لڑکوں نے اُٹھانے کی کوشش کی تھی۔

اُس کے بعد بلال نے کوئی چکر چلایا تو وہ لڑکے گھر آکر معافی مانگ کر گئے تھے نوشی سے، اُس کے بعد اصل کہانی شروع ہوئی تھی۔

پھر تمہاری بیوی اپنے اُس وقت کے منگیتر سے اُس کے کمرے میں ملنے کے لیے جاتی تھی، رات کے پچھلے پہر ایک دن یہ اُس کے گلے بھی لگ گئی تھی۔''

''گلے لگ گئی تھی؟'' ولید نے چونک کر پوچھا

''وہ بلال تھا......ولید تھوڑی نا تھا......گھبراؤ مت اور سنو تب بلال نے کہا تھا یہ گناہ ہے......کبیرہ گناہ......آپ ابھی میرے نکاح میں نہیں ہو......بلال تمہاری بیوی کو کافی پلاتا تھا، اور اُس کے پسندیدہ بسکٹ بھی کھلاتا تھا اُن ملاقاتوں

کے دوران۔ اُن سرد راتوں کی ملاقاتوں کے بارے میں دونوں بہنوں اور بلال کے علاوہ صرف مجھے معلوم ہے۔ جس کی اُن تینوں کو خبر نہیں ہے۔

ولید تم نے صرف اتنا کرنا ہے، تم نے اُن ساری صاف ستھری ملاقاتوں کو جس میں بلال نے اُس ایک واقعہ کے علاوہ تمہاری بیوی کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا ایک گندا رنگ دینا ہے، جس میں ہر رات نوشی اور بلال ہوس کے بستر پر اپنی اپنی بھوک مٹاتے تھے..... تم نے بلال کی پاک محبت کو ناپاک بھوک کی شکل میں بدلنا ہے۔ یاد رکھو تمہیں یہ سب کچھ آج ہی بلال نے خود بتایا ہے، ایسا تم اپنی بیوی سے کہو گے۔ بلال بدلا لینا چاہتا تھا۔ نوشی سے وہ نوشی کو برباد کرنا چاہتا تھا، یہ بھی بلال نے تم سے کہا تھا۔''

''کیا شیطانی دماغ ہے تمہارا اِرم واسطی'' ولید نے خوشی سے کہا۔

''تم کل ہی وکیل سے بات کر کے طلاق کے کاغذات تیار کرواؤ جب تک طلاق کے پیپر تیار نہیں ہو جاتے اور ہمارا ویزہ نہیں آجاتا تم نوشی سے کچھ نہیں کہو گے۔ اُدھر ہمارا ویزہ ہمارے ہاتھ میں اُسی لمحے نوشی کے ہاتھ میں طلاق کے پیپر دے کر زبانی طلاق دے دینا اور اُس کو گھر سے رخصت کر دینا، ہم اُسی دن فلائیٹ لے کر دبئی ...... یہ ہے ولید ہاشمی میرا پلان'' اِرم نے مکاری سے کہا۔

''میں سوچ رہا ہوں ناہید کی جگہ پیر صاحب سے کہہ کر تمہیں ہی MNA بنوا دوں'' دونوں نے زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

اِرم اور ولید اپنی کامیابی پر اور نوشی کی بے وقوفی پر ہنس رہے تھے کافی دیر بعد اِرم نے وائن کے دو پیگ بنائے۔

''میرے دیوداس کریکٹر میں آؤ اور پیو'' اِرم نے ریڈ وائن کا گلاس ولید کو دیتے ہوئے کہا۔

''چیرز میری چندر مکھی'' ولید نے گلاس سے گلاس ٹکرایا اور ریڈ وائن غٹا غٹ پی گیا اِرم نے دوسرا پیگ بنایا اور پینے سے پہلے بولی:

''ولید تمہیں آج ہی اپنی بیوی کے افیئر کے بارے میں پتہ چلا ہے اور تم اپنا غم بھلانے کے لیے شراب پی رہے ہو۔ ایکٹنگ زبردست کرنا میرے دیوداس!'' اِرم نے اپنے پلان کا آخری پارٹ اچھی طرح ولید کو سمجھا دیا تھا۔

اس کے بعد ولید گلبرگ اپنے فلیٹ پر پہنچا، اُس نے پلان کے مطابق نوشی سے بدتمیزی کی اُسے بُرا بھلا کہا، اُس کے کردار پر انگلیاں اُٹھائیں۔

اندر کی بات اُسے نہیں بتائی، نوشی ساری رات پریشان رہی ولید کا یہ روپ دیکھ کر آج دوپہر کو ہی ناہید اور شعیب تین چار دن کے لیے ملائیشیا گئے تھے اپنے بزنس ٹور کے سلسلے میں، نوشی بہت پریشان تھی۔ نوشی کو خبر تھی اُس کی دادی بلال کے پاس چلی گئی ہے۔ توشی الگ اُس سے ناراض تھی۔ شادی کے بعد سے اُن دونوں بہنوں کی صرف ایک ملاقات ہوئی تھی وہ بھی سوا مہینہ پہلے ڈنر پر...... تب بھی دونوں بہنوں کے درمیان بات چیت نہیں ہوئی تھی۔

اگلے دو دن بھی نوشی نے وہاں اُسی کرب میں گزارے تھے دن میں ولید ارم کے فلیٹ پر ہوتا اُس کے ساتھ اور رات کو وہ شراب پی کر آجاتا تھا اور نوشی کو بے وفائی کے طعنے دیتا رہتا تھا۔

11 اگست کو ولید کے سارے کام مکمل ہو چکے تھے۔ اُس کا ویزہ اور ٹکٹ اُس کے ہاتھ میں تھا۔ طلاق کے کاغذات وکیل نے اُسے دے دیئے تھے۔ اب صرف اُس نے طلاق کا اعلان کرنا تھا۔ اس شام پانچ بجے کے قریب ولید اپنے فلیٹ میں آیا تھا۔ نوشی اُسے اُس وقت دیکھ کر حیران ہوگئی تھی پچھلے تین دن سے وہ رات کو لیٹ گھر آتا تھا اور نوشی سے لڑتا جھگڑتا اور سُو جاتا اور صبح اُٹھ کر اِرم کے فلیٹ پر چلا جاتا۔

اُس دن ولید نے شراب بھی نہیں پی ہوئی تھی۔

''یہ لو نسیم جمال رندھاوا تم نسیم ولید ہاشمی نہ بن سکی'' ولید نے طلاق کے کاغذ نوشی کو پکڑا دیے نوشی کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ ولید کے ہاتھ سے کاغذ پکڑتے ہوئے اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ نوشی کی آنکھوں میں خوف تھا۔

''بستر تم بلال کا سجاتی رہی ہو اور شادی مجھ سے کر لی'' ولید نے حقارت سے کہا۔

نوشی تم ایک گندی عورت ہو'' ولید نے دوسرا تیر سیدھا نشانے پر لگایا۔

''ولید یہ کیا کہہ رہے ہو تم ؟'' نوشی نے ولید کا گریباں پکڑتے ہوئے کہا۔

''جو تم نے سنا تم بلال سے اُس کے کمرے میں ملنے نہیں جایا کرتی تھی اُس کے بعد تم دونوں......نوشی مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے......تمہیں کرتے ہوئے نہ آئی''

''یہ سب جھوٹ ہے......بکواس ہے......تہمت ہے مجھ پر...... میں ایسی نہیں ہوں......ولید خدا کے لیے میرا یقین کرو......'' نوشی نے ولید کا گریبان چھوڑ کر فوراً ہاتھ جوڑ لیے اُس کے سامنے طلاق کے کاغذ دیکھنے سے پہلے ہی اُس کے ہاتھ سے گر گئے تھے۔ جب نوشی نے غصے سے ولید کا گریبان پکڑا تھا۔

نوشی تم صرف مجھے یہ بتاؤ تم اُس سے ملنے اُس کے کمرے میں جاتی تھی'' ولید نے غصے سے پوچھا۔

''ہاں...... یہ سچ ہے......مگر......اُس نے......'' ولید نے نوشی کو بات پوری نہیں کرنے دی۔

اُس نے......تمہیں بھی نہیں چھوڑا......نوشی تم یہ مان لو تم اُس کے بہکاوے میں آ گئی تھیں تم نے مجھے کیوں یہ سزا دی......آخر کیوں......؟'' ولید نے نوشی کو غصے سے دھکا دیا۔

''ولید میری بات کا یقین کرو......تم میری زندگی میں پہلے مرد ہو جس نے میرے جسم کو چھوا ہے زندگی میں صرف ایک دفعہ میں اُس کے گلے لگی تھی......وہ بھی میری غلطی تھی......'' نوشی فرش پر بیٹھی ہوئی بول رہی تھی۔

''سب جھوٹ......میں تمہیں......ابھی......اسی وقت......''

''نہیں ولید......نہیں......'' نوشی اپنی جگہ سے جلدی سے اُٹھی اور ایک بار پھر ولید کے سامنے منت سماجت کرنے لگی ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے

''نسیم جمال رندھاوا میں ولید ہاشمی تمہیں ہوش وحواس میں......طلاق دیتا ہوں......طلاق دیتا ہوں......طلاق دیتا ہوں......''

نوشی کے ہاتھ جوڑے کے جوڑے اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا حلال چیزوں میں سے ناپسندیدہ اُس کے شوہر نے اُسے کے لیے پسند کی تھی یعنی طلاق۔

نوشی کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گرنے لگے تھے۔ اُس کا حلق خشک تھا جیسے صدیوں کی پیاسی ہو نوشی اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئی ولید کے قدموں کے سامنے اُن دونوں کے درمیان طلاق کے کاغذ خا کی لفافے کے اندر بند تھے۔

''ولید یہ تم نے ظلم کیا میرے ساتھ......اللہ کی قسم بلال نے تو کبھی مجھے چھوا تک نہیں تھا......'' نوشی نے بے خیالی ہی میں سہی بلال کی بے گناہی کی قسم دے دی تھی۔

''یہ سب کچھ مجھے بلال نے ہی بتایا ہے'' ولید یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

نوشی نے اپنی طلاق کے کاغذ غصے سے پکڑے نوشی کی آنکھوں میں انتقام کے شعلے تھے۔

''بلال تم نے مجھے برباد کیا میں تمہیں برباد کر دوں گی''

نوشی نے یہ کہا اور اپنے فلیٹ سے نکل گئی تھی۔ اُس نے ٹیکسی پکڑی اور رندھاوا ہاؤس چلی گئی۔

رات گیارہ بجے اِرم اور ولید کی فلائیٹ تھی دبئی کے لیے وہ دونوں آٹھ بجے ائیر پورٹ پہنچ گئے تھے ساڑھے آٹھ بجے تک وہ لوگ بورڈنگ سے فارغ ہو چکے تھے۔ ولید نے اپنا موبائل آف کر دیا تھا۔ اِرم کا نیا نمبر ولید کے دبئی والے دوست کے پاس تھا۔ جس کے ذریعے ولید اُس سے رابطے میں تھا۔

اُس سے پہلے شام سات بجے جمال امریکہ سے واپس آیا تھا۔ جب گل شیر خان اُسے لے کر رندھاوا ہاؤس پہنچا تو اُسی لمحے نوشی ٹیکسی سے اُتر رہی تھی، شادی کے بعد سے نوشی اور توشی کی گاڑی رندھاوا ہاوس میں کھڑی تھی۔ وجہ نوشی ولید کی گاڑی استعمال کرتی تھی۔

نوشی کٹی ہوئی پتنگ کی طرح چلتی ہوئی گھر کے گیٹ سے اندر آئی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں وہ خا کی لفافہ تھا جس کو اُس نے مضبوطی سے اپنی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔

جمال جب اپنی گاڑی سے اُترا تو اُس کی نظر اپنی بیٹی پر پڑی تو اُس کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ نوشی نے اپنے باپ کو دیکھا تو روتے ہوئے جمال کے گلے سے لگتے ہی بے ہوش ہو گئی۔

جمال اور گل شیر نے اُسے گاڑی میں ڈالا اور قریبی پرائیوٹ ہاسپٹل میں لے گئے جمال نے نوشی کو وارڈ میں لے جانے کے بعد سب سے پہلے ولید کو فون کیا تھا، جس کا نمبر بند جا رہا تھا۔

جمال نے نوشی کے ہاتھ میں وہ خا کی لفافہ نہیں دیکھا تھا۔ اُس پر گل شیر کی نظر پڑی تھی۔ گل شیر خان نے وارڈ میں جانے کے بعد نوشی کے ہاتھ سے وہ خا کی لفافہ نکال لیا تھا۔

ولید کے بعد جمال نے ناہید اور شعیب کے نمبر ملائے اُن دونوں کے نمبر ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے بند تھے۔ آخر میں جمال نے توشی کو اطلاع دی۔

گل شیر نے وہ لفافہ جمال کے سامنے کر دیا۔

''رندھاوا صاحب یہ نوشی بیٹی کے ہاتھ میں تھا'' گل شیر خان ایک دانا آدمی لفافہ دیکھ کر ہی مضمون سمجھ گیا تھا جب جمال نے لفافہ کھول کر طلاق کے کاغذ دیکھے تو اُن کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین نکل گئی تھی آسمان سر پر آ گرا تھا۔

''خان......! میری بیٹی برباد ہو گئی'' جمال نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ گل شیر نے اُسے آگے بڑھ کر

سنبھالا اور ہال میں پڑی ہوئی سیٹوں میں سے ایک پر بٹھا دیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہی توشی بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔

''کیا ہوا...... پاپا......نوشی کو......'' توشی نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ پوچھا تھا وہ گاڑی سے اُترتے ہی ہاسپٹل میں داخل ہوئی تھی۔ ایمرجنسی وارڈ کے باہر اُس کی نظر گل شیر پر پڑی تھی جو پانی کا گلاس لیے جمال رندھاوا کے سامنے کھڑا تھا۔ جمال کے دائیں ہاتھ دوسری سیٹ پر طلاق کے کاغذ پڑے ہوئے تھے۔ جمال نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ وہ کاغذ اُٹھا کر توشی کی طرف بڑھا دیئے تھے۔

''ڈائیورس......ولید نے نوشی کو ڈائیورس دے دی......'' توشی نے وہ پیپر دیکھنے کے بعد کہا تھا۔ توشی نے ایک ہاتھ اپنی کمر پر رکھا اور دوسرے سے اپنا سر پکڑ لیا تھا اس سے پہلے کے وہ گر جاتی، ڈاکٹر محسن نے اُسے پیچھے سے آ کر سنبھال لیا تھا جو گاڑی پارک کرنے کے بعد ایمرجنسی کے باہر پہنچا تھا۔ توشی نے دکھ سے کہا:

''او......مائی......گاڈ......یہ کیا ہو گیا ہے......'' محسن نے توشی کو جمال کے ساتھ والی سیٹ پر بٹھا دیا تھا۔ توشی کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے بغیر رونے کے بغیر آواز کے گل شیر خان کو اب جمال سے زیادہ توشی کی فکر تھی۔ اُس نے جلدی سے وہی پانی کا گلاس توشی کو پینے کے لیے دیا تھا۔

''توشی پانی پی لو......'' محسن نے فکرمندی سے کہا تھا۔ جو اب اپنے گھٹنوں پر بیٹھا ہوا تھا توشی کے سامنے توشی نے پانی پی لیا تھا مگر وہ خاموش تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک لیڈی ڈاکٹر اُن کے پاس آئی محسن نے ڈاکٹر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر کہا:

''میں ڈاکٹر محسن ہوں'' لیڈی ڈاکٹر نے محسن سے بات کرنا مناسب سمجھا تھا۔

''ڈاکٹر محسن......! پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے اور ہم نے اُنہیں ایمرجنسی سے روم میں بھی شفٹ کر دیا ہے فی الحال گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے''

''مگر ڈاکٹر اُسے ہوا کیا تھا؟'' توشی نے جلدی سے پوچھا۔

''فکر کرنے کی کوئی بات نہیں پچھلے دو تین دن سے پیشنٹ نے کچھ خاص کھایا پیا نہیں تھا جس کی وجہ سے اُن کا BP Low ہو گیا تھا، اور وہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔

ڈاکٹر محسن ہم نے سارے ٹیسٹ کر لیے ہیں۔ باقی رپوٹس آنے کے بعد ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اس وقت آپ بہتر جانتے ہیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ لوگ ان سے مل سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کے لیڈی ڈاکٹر وہاں سے چلی گئی۔

''انکل فکر نہ کریں ایک تو اُس نے کچھ کھایا نہیں تھا۔ اور دوسرا وہ پریشان ہے اِس وقت اس لیے ہم سب کو اُسے RELAX کرنا چاہیے اُسے توشی کچھ کھلا دو ان شاءاللہ وہ ٹھیک ہو جائے گی''

ڈاکٹر محسن کی ہدایت کے مطابق جمال اور توشی نے نوشی سے کوئی سوال نہیں پوچھا تھا۔

اگلے سولہ گھنٹوں کے دوران توشی اُسے جوس، دودھ اور سوپ وغیرہ پلاتی رہی۔ جس کی وجہ سے نوشی اب کافی بہتر تھی اور وہ سوگئی تھی۔ سونے سے پہلے ڈاکٹر نے اُس کا چیک اَپ کیا تھا اور ساری رپورٹس بھی ٹھیک تھیں۔

''رندھاوا صاحب......! کل تک آپ انہیں لے جا سکتے ہیں آپ لوگ اگر انہیں سونے دیں تو زیادہ بہتر ہو گا''

یہ بول کر ڈاکٹر روم سے چلی گئی تھی۔ اُس کے پیچھے جمال اور توشی بھی باہر آ گئے تھے گل شیر باہر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر محسن کو صبح توشی نے خود گھر بھیجا تھا، محسن کو توشی کی زیادہ فکر تھی کیونکہ وہ اُس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔

''گل شیر......! میرے پیچھے میری بیٹی برباد ہو گئی اور تم تماشہ دیکھتے رہے'' جمال نے کرب سے کہا۔

رندھاوا صاحب......! جب آپ کے گھر والے ہی نوشی بیٹی کو برباد کرنے پر تلے تھے تو میں کیا کر سکتا تھا جب آپ نے مجھے حکم دیا اُس وقت تک سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔''

گل شیر خان سر جھکائے ہوئے کھڑا تھا۔

''گل شیر......! پہلیاں مت بجھاؤ سیدھی بات کرو'' جمال نے غصے سے کہا۔

''سیدھی بات رندھاوا صاحب بہت کڑوی ہے شاید آپ سُن نہ سکیں۔'' گل شیر نے ہولے سے جواب دیا۔

''پاپا آپ بیٹھ جائیں......خان صاحب آپ بتائیں ہم سننا چاہتے ہیں'' توشی نے اپنے باپ کو کوریڈور میں روم سے باہر پڑی ہوئی سیٹوں میں سے ایک پر بٹھا دیا تھا اور گل شیر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''خان صاحب......! پلیز بتائیں'' توشی نے عرضی کی۔

''رندھاوا صاحب......! آپ کو اُس دن ائیر پورٹ چھوڑنے کے بعد رات کو میں نے باجی غفوراں اور شاہد محمود کو بلایا تھا اپنے کوارٹر میں اُن سے ساری معلومات لی۔ مجھے لگا صرف چار افراد حقیقت سے پردہ ہٹا سکتے ہیں۔ بلال سے میں پوچھنا چاہتا تھا مگر آپ نے اُس سے ملنے سے بھی منع کیا تھا۔ اِرم غائب تھی اور اُس کا نمبر بھی بند تھا۔ اب صرف وہ دو لڑکیاں بچی تھیں اُس وقت میں نیناں کو جانتا نہیں تھا اب صرف ڈاکٹر عظمی افگن رہ گئی تھی۔ اُسے میں اچھی طرح سے جانتا تھا بلال نے خود مجھے عظمی کے بارے میں بتایا تھا۔ جب وہ مینٹل ہاسپٹیل میں جایا کرتا تھا۔ عظمی سے مل کر مجھے پتہ لگا کہ وہ تو خود بے چاری اس وجہ سے بہت پریشان تھی۔ عظمی نے میری ملاقات عادل سے کرائی تھی، عادل بلال کا دوست ہے۔ اب صرف نیناں کے ذریعے ہم یہ حقیقت جان سکتے تھے۔ میں اور عادل فوزیہ سے ملے جو بلال کے آفس میں کام کرتی ہے، اُس سے ہم نے نیناں کے شناختی کارڈ کی کاپی لی جو کہ اسکول ریکارڈ میں موجود تھی۔

اُس کے ذریعے ہم کلر کہار نیناں کے گھر پہنچ گئے۔ نیناں نے پہلے تو ہمیں ملنے ہی سے انکار کر دیا تھا۔ جب عادل نے بلال کا نام لیا تو اُس نے ہمیں ساری کہانی بتائی۔

نیناں کے مطابق یہ سب کچھ ناہید بی بی کی سازش تھی، جس میں شعیب اور ولید نے اُن کا ساتھ دیا تھا۔ بعد میں اِرم واسطی اور مجھے بھی پیسوں کا لالچ دے کر انہوں نے اپنے ساتھ ملایا تھا۔ نیناں نے یہ بھی بتایا کہ وہ اُس واقعے کے اگلے دن بلال کے اسکول بھی گئی تھی۔ نیناں چاہتی تھی کہ وہ حقیقت سامنے لائے مگر ولید نے اُسے دھمکی دی تھی کہ اگر وہ شہر چھوڑ کر نہ گئی تو ولید اُسے قتل کروا دے گا۔

ڈاکٹر عظمی اور بلال کی وہ تصویریں شعیب اور ولید نے اُتاری تھیں، جسے بعد میں غلط انداز سے پیش کیا تھا۔

گل شیر یہ سب کچھ بول کر خاموش ہو گیا تھا۔ جمال اپنا سر پکڑے ہوئے بیٹھا تھا اور توشی بت بنی کھڑی تھی۔

توشی نے گل شیر کو انگلی ہونٹوں پر رکھ کر مزید بات کرنے سے منع کر دیا، توشی نے جمال کے ڈرائیور کو بلایا۔

''پاپا......! آپ گھر جا کر آرام کریں لمبی فلائیٹ لے کر آئے ہیں اور پچھلے اٹھارہ گھنٹے سے یہاں پر ہیں...... پاپا پلیز میری خاطر گھر چلے جائیں''

توشی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر جمال نے خود کو سنبھالا اور ڈرائیور کے ساتھ گھر چلا گیا۔

گل شیر جب جمال کو گاڑی تک چھوڑ کر آیا تو توشی اپنی بہن کے روم کے باہر اپنا سر اپنے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے گردن جھکائے بیٹھی تھی۔

''توشی بیٹی یہ پی لو'' گل شیر نے چائے کا ڈسپوزیبل کپ توشی کو پیش کیا تھا۔

''شکریہ خان صاحب''توشی نے چائے کا کپ لیتے ہوئے کہا تھا''خان صاحب آپ کچھ اور بتانا چاہتے تھے''

''توشی بیٹی نہ ہی سنو'' گل شیر نے افسردگی کے ساتھ جواب دیا۔

''ایک بیٹی کے لیے اس سے زیادہ اذیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کی ماں......آپ بتائیں میں سنوں گی......''

''توشی بیٹی ہم بلال کی بے گناہی ثابت کرنے میں مصروف تھے اور ولید اپنی جیبیں بھرنے میں''

''کیا مطلب......''توشی کو فکر لاحق ہوئی۔

''مجھے عادل نے کوئی مہینہ بھر پہلے ہی ولید کی اصلیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ تب میں ایک دن گلبرگ نوشی بیٹی سے ملنے بھی گیا تھا، اُسے خوش دیکھ کر مجھے لگا کہ شاید ولید بدل گیا ہے پھر ایک دو دن میں نے ولید اور نوشی کا پیچھا کیا مجھے سب ٹھیک لگا تھا وہ دونوں بہت خوش تھے میں مطمئن ہو گیا تھا۔

میں نے سوچا بلال کے ساتھ جو بھی ہوا وہ غلط تھا۔ چلو نوشی بیٹی تو خوش ہے اپنے گھر، میں نے عادل کو بھی منع کر دیا تھا کہ وہ ولید اور نوشی کو اُن کے حال پر چھوڑ دے اور اُن کے متعلق مزید انکوائری نہ کرے......عادل نے میری بات مان لی تھی مگر......عادل کا شک صحیح نکلا......توشی بیٹی......عادل ٹھیک کہتا تھا کہ ولید میرے سگے تایا کا بیٹا ہے......آپ خان صاحب اُسے نہیں جانتے ہیں......میں واقعی ولید کو نہ جان سکا......''

گل شیر بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔

''کیسا شک......خان صاحب''توشی کو تجسس ہوا۔

''توشی بیٹی ولید نے نوشی بیٹی کی ساری پراپرٹی سیل کر دی ہے اور وہ ارم کے ساتھ کل رات کو دبئی چلا گیا ہے یہ بات عادل ہی نے مجھے صبح 10 بجے بتائی تھی۔ توشی کے کانوں میں عادل کے الفاظ گونجے نوشی کی بارات والے دن کے

''کیا انتخاب ہے آپ کی بہن کا''

''کیا انتخاب ہے میری ماں کا''توشی نے خود سے کہا۔

''مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی توشی بیٹی میں ولید کے ارادوں کو نہ دیکھ سکا ورنہ یہ سب نہ ہوتا'' گل شیر نے خود کو قصوروار ٹھہرایا۔

''چھوڑیں خان صاحب آپ کا کوئی قصور نہیں ہے......ساری زندگی ہمارا باپ ہماری ماں کو نہ جان سکا اور ہم اپنی ماں کو نہ جان سکے، خاں صاحب آپ سے تو غلطی سے غلطی ہو گئی اور ہم سب تو ساری زندگی جان بوجھ کر گناہ کبیرہ

کرتے رہے۔''

توشی یہ بول کر نوشی کے کمرے کے اندر گئی، نوشی اب بھی سو رہی تھی، توشی اُسے دیکھ کر واپس باہر آ گئی تھی وہ پھر سے بیٹھ گئی، گل شیر خان اب بھی بے چین تھا۔ وہ بار بار کسی کو فون کر رہا تھا۔

توشی یہ سب سن کر پریشان تو بہت تھی مگر وہ بے چین ہرگز نہیں تھی، اب اُسے صرف اپنی بہن کی فکر تھی، مگر خان صاحب کو اب یہ کیسی بے چینی لگ گئی ہے۔

''خان صاحب......! کچھ باقی رہ گیا ہے'' توشی نے گل شیر کے پاس پہنچ کر کہا تھا گل شیر نے پریشانی سے گردن ہلا دی۔

''توشی بیٹی......! ناہید بی بی اور شعیب صاحب چار دن پہلے ہی کسی بزنس ٹور کے سلسلے میں ملک سے باہر گئے ہیں۔ SMS بتا رہا تھا کہ وہ لوگ آج لوٹیں گے''

''ہاں مجھے معلوم ہے ماما نے جانے سے پہلے مجھے فون کر کے انفارم کیا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر وہ لوگ واپس آ جائیں گے'' توشی نے اطمینان سے کہا تھا ''تو آنے دیں خان صاحب میری ماں کو اُس کے کیے ہوئے گناہوں سے کیوں بچا رہے ہیں، ان گناہوں کی سزا تو اُسے مل کر رہے گی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔'' توشی نے تلخ لہجے میں کہا۔

''توشی بیٹی یہ بات نہیں بات کچھ اور ہے شعیب صاحب اور اُن کے دو دوستوں سنی اور وکی نے''

''ہاں ہاں وہ بے غیرت کے بچے...... وہ شعیب کے دوست بھی ہیں'' توشی نے گل شیر خان کی بات درمیان میں کاٹ کر نفرت سے کہا۔

''افسوس...... مگر یہ اٹل حقیقت ہے'' گل شیر خان کی کنپٹی کی رگیں تن گئیں۔

''توشی بیٹا یہ تینوں پچھلے ایک سال سے شہر کے مختلف علاقوں سے لڑکیاں اغوا کرتے، اُن لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کرتے انہیں ڈراتے دھمکاتے اکثر لڑکیاں اپنی بدنامی کے ڈر سے خاموش ہو جاتیں، دو ہفتہ پہلے اِن تینوں نے گلبرگ کے علاقے سے ایک لڑکی اُٹھائی اُس لڑکی کا باپ کرنل ہے اور خفیہ ایجنسی میں کسی بڑے عہدے پر کام بھی کرتا ہے، اُس لڑکی نے ان تینوں کو انجام کی دھمکی دی تھی، اس ڈر سے انہوں نے اُسے قتل کر کے کوٹ لکھپت کے پیچھے کھیتوں میں پھینک دیا تھا، یہ ظلم اِن تینوں نے مل کر کیا تھا، یہ شعیب صاحب کے باہر جانے سے پہلے کی بات ہے۔ دو دن پہلے خفیہ اداروں کے لوگوں نے سنی اور وکی کو پکڑ لیا ہے میرا چچا زاد بھائی اُس کرنل صاحب کے گھر ڈرائیور ہے۔ یہ ساری باتیں اُس نے مجھے بتائی ہیں ابھی جب آپ اندر گئی تھیں، تب اُس کا فون آیا تھا میرا بھائی بتا رہا تھا، وہ لوگ شعیب صاحب کو ائیر پورٹ ہی سے اُٹھا لیں گے بیٹا تیرے باپ کا نمک کھایا ہے''

گل شیر کی آنکھوں میں پہلی دفعہ موٹے موٹے آنسو چمک رہے تھے مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ گل شیر نماز پڑھنے چلا گیا۔

توشی اپنی بہن کے پاس کمرے میں لوٹی نوشی بھی جاگ چکی تھی۔ نرس اُس کا B.P چیک کر رہی تھی۔ توشی کی

آنکھیں رات سے رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں پھر بھی اُس نے نوشی کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی تھی۔

نوشی اب کافی بہتر تھی، اُس کا B.P بھی نارمل تھا، اُس کی نیند بھی پوری ہو چکی تھی۔ سونے سے پہلے اُس نے سوپ بھی پیا تھا۔

محسن کھانے پینے کے بہت سارے سامان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اُس کے ساتھ اُس کا ڈرائیور تھا۔ وہ یہ سارا سامان اپنے گھر سے لے کر آیا تھا۔

''کیسی ہیں آپ......نوشی صاحبہ'' محسن نے مسکراتے ہوئے نوشی کو دیکھ کر کہا۔

امی نے خود اپنے ہاتھوں سے یخنی بنا کر بھیجی ہے اور آپ کے لیے کھانا بیگم صاحبہ چلو جلدی سے نکالو'' محسن نے نوشی اور توشی کو باری باری بولا۔

توشی نے پہلے نوشی کو یخنی پلائی اُس کے بعد وہ دونوں کمرے میں پڑے صوفہ سیٹ پر بیٹھ گئے اور کھانا سینٹر ٹیبل پر رکھ لیا، دونوں میاں بیوی کھانا کھانے لگے۔

محسن اپنے ہاتھ سے توشی کو کھلا رہا تھا اور نوشی دیکھ رہی تھی اور اُسے ولید یاد آ رہا تھا۔ نوشی کی آنکھوں سے ایک بار پھر خاموش اشک بہنے لگے تھے۔ محسن کی نظر پڑی تو اُس نے بات بدلی۔

''سالی صاحبہ آپ خالہ بننے والی ہیں، اس لیے ان کی اتنی خدمت کر رہا ہوں۔''

توشی نے سنا تو شرمانے لگی'' آپ بھی، میں خان صاحب کو دیکھ کر آتی ہوں انہوں نے بھی کچھ نہیں کھایا ہے''

خان صاحب کھانا کھا کر پھر کمرے سے باہر نکل گئے تھے وہ کسی طرح شعیب کو بچانا چاہتے تھے۔

توشی نے نوشی کو میڈیسن کھلائی'' توشی......مبارک ہو......!!'' نوشی نے گلے کے انداز میں کہا۔

''خیر مبارک......'' توشی نے ناراضی سے اُسی انداز میں جواب دیا۔

دونوں بہنیں اپنی سوچوں میں گم تھیں توشی نے نوشی کو بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

''بلال نہیں آیا یہاں پر......'' محسن نے پوچھا

''میں نے خود ہی......اُسے اور دادی کو نہیں بتایا تھا......'' توشی نے جواب دیا۔

''توشی میں ہوں یہاں......تم ڈرائیور کے ساتھ گھر چلی جاؤ......کل سے ہو یہاں پر...... مجھے تمہاری فکر ہے'' محسن نے فکر مندی سے کہا

ڈاکٹر صاحب......! پلیز، آپ کو معلوم ہے......میں آپ کی ہر بات مان لیتی ہوں......میں گھر پر بھی بے چین ہی رہوں گئی......پلیز......'' توشی نے محسن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے التجا کی۔

''ٹھیک ہے......جیسے تمہاری خوشی......''

''THANK YOU......ڈاکٹر صاحب'' توشی نے محبت سے کہا۔

رات دس بجے کے قریب جمال اندر داخل ہوا۔ نوشی اپنے بیڈ پر سوئی ہوئی تھی اور توشی محسن کے کندھے پر سر رکھ کر سو گئی تھی۔ محسن صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔

جمال کے پیچھے بلال اپنی نانی کا ہاتھ پکڑے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جمال دوپہر کو گھر جانے کے بعد سو گیا تھا شام سات بجے وہ اُٹھا اور بلال کو فون کیا اور اُس کے گھر کا ایڈریس پوچھ کر وہاں چلا گیا۔

جمال نے خود اپنی ماں کے سامنے بلال کی بے گناہی کا اعلان کیا تھا اور ہاتھ جوڑ کر بلال سے معافی مانگنے لگا۔

''بلال بیٹا......! میں تم سے شرمندہ ہوں'' جمال نے بلال کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''کیوں ماموں جان مجھے گناہ گار کر رہے ہیں'' بلال نے جمال کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو تھام لیا۔

''باپ بیٹے سے معافی مانگتا ہوا اچھا نہیں لگتا'' اس کے بعد جمال نے ساری تفصیل اپنی ماں اور بلال کو بتائی تھی۔

تب اُسی وقت بلال نے اپنی نانی کو ساتھ لیا اور جمال کے ساتھ ہی ہاسپٹل آ گیا۔ نوشی اور توشی جاگ گئی تھیں جمال کے آنے کی وجہ سے، جمال نوشی کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ جمال نے نوشی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اپنی ماں کو نوشی سے ملنے کا راستہ دیا۔

''محسن بیٹا......! چلو ڈاکٹر سے پوچھتے ہیں......وہ لوگ نوشی کو کب تک ڈسچارج کر دیں گے؟'' جمال را اور ڈاکٹر محسن وہاں سے چلے گئے تھے۔

''میری بچی......میری جان......'' جہاں آرا نے نوشی کی پیشانی چومی جو کہ بیڈ سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی تھی۔ اس کے بعد جہاں آرا نوشی کے بیڈ کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

بلال آگے آیا اور نوشی کی طرف دیکھ کر بولا:

''نوشی جی......! اب کیسی طبیعت ہے آپ کی'' بلال نے یہ بات سنجیدگی سے پوچھی تھی۔ مگر نوشی نے بلال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور گردن دوسری طرف غصے سے موڑ لی۔ جہاں آرا بیگم اور توشی نے دیکھ لی تھی نوشی کی یہ بداخلاقی۔ بلال وہیں کھڑا تھا۔ نوشی کے سامنے اُسی وقت ناہید اندر داخل ہوئی، بلال کو نوشی کے سامنے دیکھا تو اُس کے تن بدن میں جیسے آگ ہی لگ گئی تھی۔

''یہ بے غیرت یہاں کیا کر رہا ہے، یہ گندا اور ناپاک شخص، بدکردار اور بے حیا......''

ناہید غصے سے آگ بگولہ تھی ایک منٹ کے اندر اندر بلال کو اُس نے بے شمار گالیاں دیں، بلال پھر بھی خاموش تھا۔ جہاں آرا اور توشی اس سے پہلے کہ بولتیں جمال اور محسن کمرے میں آ چکے تھے۔ ناہید اُن دونوں سے بے خبر تھی۔ اُس کا منہ بلال کی طرف تھا۔

''شعیب نے اُس دن ٹھیک کہا تھا، تمہاری نسل ہی گندی ہے'' ناہید نے آگے بڑھ کر زوردار تھپڑ بلال کے گال پر دے مارا تھا۔

جمال نے پیچھے سے ناہید کو اُس کے بالوں سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا۔ کوریڈور میں بہت سارے افراد تھے جن میں کچھ اسٹاف کے لوگ، کچھ مریضوں سے ملنے ملانے والے اور اُن میں سے کچھ رندھاوا فیملی کو جاننے والے بھی تھے۔

نوشی کو چھوڑ کر باقی سارے افراد بھی جمال سے ناہید کو بچانے کے لیے کمرے سے نکل آئے جمال نے سب کے سامنے تھپڑوں کی بارش اپنی بیوی کے گالوں پر کر دی محسن اور بلال آگے بڑھے تو توشی نے دونوں کو اُن کی کلائیوں سے پکڑ لیا تھا۔

''میری ماں یہ سلوک ڈیزور کرتی ہے'' توشی نے روتے ہوئے کہا۔

''تم ہو کسی گندے خاندان کی تمہاری رگوں میں کسی گندے اور خبیث انسان کا خون ہے، میں نے تم سے زیادہ گھٹیا عورت اپنی زندگی میں نہیں دیکھی، جس نے اپنی ضد اور لالچ کی وجہ سے اپنی ہی بیٹی کی زندگی برباد کر دی، تم ہو ساری بربادی کی وجہ......''

جمال رندھا وا غصے سے بول رہا تھا سب کے سامنے، تماشہ دیکھنے والوں کا ہجوم لگا ہوا تھا اور ناہید بکھرے بالوں کے ساتھ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی اُس کے ہونٹوں اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ بلال نے دیکھا تو اُس نے توشی سے اپنی کلائی چھڑائی اور آگے بڑھ کر ناہید کا ڈوپٹہ پکڑا جو کہ فرش پر گرا ہوا تھا اُٹھایا اور ناہید کو جا کر سنبھالا اور اُسے فرش سے سہارا دے کر اُٹھایا اور ناہید کا ڈوپٹہ اُس پر ڈال دیا۔

''ناہید دیکھو اُس کو، جس نے تمہیں اُٹھایا ہے۔ تم نے اس کو ساری زندگی نفرت سے دیکھا ہے'' جمال نے درد اور تکلیف سے کہا تھا۔ نوشی بھی اپنے بیڈ سے اُٹھ کر دیوار کے ساتھ ساتھ اُس کے سہارے کمرے کے دروازے تک پہنچ گئی تھی۔ جب اُس نے دروازہ کھولا تو ناہید نے بولنا شروع کیا:

''یہ سب کچھ بلال کے کہنے پر تو میرے ساتھ ہوا ہے۔ اچھا بدلہ لیا تم نے بلال مجھ سے...... چھوڑو مجھے یہ ہمدردی سب دکھاوا ہے'' ناہید نے بلال کی گرفت سے خود کو چھڑایا اور اُسے حقارت سے زور کا دھکا دیا، بلال گرتے گرتے بچا تھا۔

جمال نے ایک بار پھر ناہید کا یہ تضحیک آمیز رویہ بلال کے ساتھ دیکھا تو وہ غصے میں اپنے ہوش کھو بیٹھا

''ناہید...... میں تمہیں...... طلاق دیتا ہوں...... طلاق...... طلاق دیتا ہوں، ہاسپٹل کے کوریڈور اور ہال کے اندر خاموشی چھا گئی سب لوگ ایک دوسرے کو حیرت سے تک رہے تھے۔ ایک عجیب طرح کا سناٹا چھا گیا تھا۔

ناہید بکھرے بالوں اور بہتے ہوئے خون کے ساتھ بڑی مشکل سے ایک سیٹ پر بیٹھ پائی تھی۔ توشی اپنی ماں کی طرف لپکی توشی اپنی ماں کو قصوروار ضرور سمجھتی تھی اس ساری صوتحال کا، اُس کا باپ اُس کی ماں کو یہ سزا دے گا اُس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

''اب تو تم خوش ہو...... میرا گھر برباد کر کے......'' ناہید نے روتے ہوئے بلال کی طرف دیکھ کر چیخ کر کہا تھا۔ بلال کے چہرے پر افسردگی تھی۔ وہ اپنے ماموں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو: ماموں جان یہ آپ نے کیا کر دیا ہے۔

جہاں آرا سسکیاں لے لے کر رو رہی تھیں۔ محسن نے اُنہیں سنبھالا ہوا تھا۔

نوشی دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے نفرت اور غصے کے ساتھ بلال کو دیکھ رہی تھی۔ اس ساری خاموشی کو شعیب کے اندر دوڑ کر آتے ہوئے بوٹوں کی آواز نے توڑا، جب وہ ہال کے اندر آکر رکا۔ اُس کے پیچھے پیچھے گل شیر بھاگتا ہوا اندر

آیا تھا، پھولی ہوئی سانس کے ساتھ وہ دونوں اس بات سے انجان تھے کہ اندر کیا ہوا ہے، شعیب کی ہلکی سی نظر اپنی ماں کی ناک سے بہتے ہوئے خون پر پڑی تھی۔ وہ ہجوم کو پیچھے ہٹا کر آگے جانا چاہتا تھا گل شیر نے شعیب کو بازو سے پکڑا اور زور سے اپنی طرف کھینچا تھا۔

''شعیب صاحب......! میں کب سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں آپ کا نمبر بھی بند ہے، آپ نکلو یہاں سے'' گل شیر نے دبی ہوئی آواز کے ساتھ شعیب کے کان میں کہا تھا۔ گل شیر نے ناہید کو نہیں دیکھا تھا۔ شعیب نے خان کی بات پر دھیان نہیں دیا تھا۔ شعیب نے جھٹکے کے ساتھ گل شیر سے اپنا بازو چھڑایا اور آگے کی طرف بڑھا۔

''میری بات سنو شعیب صاحب......! نکلو یہاں سے'' گل شیر نے شعیب کو پیچھے سے اپنے بازوؤں سے دبوچا اور اُس کے کان میں پھر التجا کی۔

''چھوڑو مجھے خان...... یہ کیا بدتمیزی ہے'' شعیب نے گل شیر کی گرفت سے خود کو چھڑایا اور لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اپنی ماں کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ گل شیر نے پھر کوشش کی وہ شعیب کے پیچھے آئے جب گل شیر کی نظر ناہید پر پڑی تو وہ ایک طرف پر کھڑا ہو گیا۔ گل شیر نے جمال کی طرف دیکھا جو اب بھی قہر آلود نگاہوں سے ناہید اور شعیب کو دیکھ رہے تھے۔

جمال کی رگیں ایک بار پھر تن گئی تھیں۔ اُن کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا بھی اس سازش میں برابر کا شریک تھا، جس سے بلال کو تو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ ہاں البتہ نوشی کی زندگی ضرور برباد ہو گئی تھی۔ گل شیر بغیر دیکھے اور بغیر سنے ہی ساری کہانی سمجھ گیا۔

شعیب نے گردن موڑ کر غصے سے بلال کی طرف دیکھا۔

''چلو بھی...... چلو...... سب لوگ اپنا اپنا کام کرو'' گل شیر نے کھڑے ہوئے افراد سے کہا۔

گل شیر کا قد کاٹھ اور رعب دار آواز نے سب افراد پر فوراً اپنا اثر چھوڑا سب لوگ ایک منٹ کے اندر ہی دائیں بائیں تتر بتر ہو گئے تھے۔

اب کوریڈور اور ہال خالی تھا شعیب اُٹھا اور بلال کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

''تم نے میری ماں کے ساتھ......'' شعیب کو صرف یہ بولنے کا موقع ملا تھا۔ ایک زوردار تھپڑ اُس کے گال پر پڑا جس کی وجہ سے وہ ایک لمحے میں زمین پر گر گیا تھا۔ ایک مضبوط قد کاٹھ کے شخص نے اُسے گریبان سے پکڑا اور اُٹھایا

''کچھ بھی نہیں ہوا ہے...... تمہاری ماں کے ساتھ...... یاد کرو تم نے میری معصوم بچی کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا...... حرام زادے...... میں تجھے عبرت کا نشان بنا دوں گا''

''کرنل حشمت خان چھوڑو میرے بیٹے کو......'' جمال نے غصے سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''جمال رندھاوا......! میں چوہدری ارشاد رندھاوا کو بھی جانتا تھا اور تجھے بھی جانتا ہوں۔ مجھے خود یقین نہیں آ رہا ہے...... کہ تیرا خون اتنا گندا ہو سکتا ہے...... چوہدری ارشاد رندھاوا تو لوگوں کی بہو بیٹیوں پر چادر ڈالنے والا تھا، تو نے کسی پر عزت کی چادر تو نہیں ڈالی مگر کسی عورت کو ساری زندگی گندی نظر سے بھی نہیں دیکھا...... پھر یہ سُور کس کی اولاد ہے؟'' کرنل

حشمت خان نے ایک اور زوردار تھپڑ شعیب کو مارا دائیں ہاتھ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ سے اُس کا گریبان پکڑا ہوا تھا۔

''انکل بتائیں تو سہی آخر بات کیا ہے'' بلال نے تحمل اور ہمدردی سے کرنل حشمت خان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

کرنل کا غصہ دکھ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

''انسپکٹر اسے میری نظروں سے دُور لے جاؤ'' پولیس کے آٹھ دس جوان کھڑے تھے اُن کے ساتھ آٹھ دس لوگ سادہ لباس میں تھے شاید خفیہ اداروں کے لوگ ہوں انہوں نے شعیب کو ہتھکڑی لگائی اور وہاں سے لے گئے۔

''بلال بیٹا......! اس نے اور اس کے دوستوں نے میری پھول جیسی بیٹی سے زیادتی کی اور اُسے قتل کر کے کھیتوں میں پھینک دیا، بڑا ظلم کیا ہے، جمال رندھاوا تیرے بیٹے نے......''

کرنل روتے ہوئے بلال کے گلے لگ گیا چند منٹ بالکل خاموشی رہی۔ کرنل کے رونے کی آواز ہال اور کوریڈور میں گونج رہی تھی۔

''جمال یہ بھی تو تمہارا بھانجا ہے، میری بیوی بہو گھر میں اس کی مثال دیتی ہیں، میرے پوتے اور نواسے اسی کے اسکول میں پڑتے ہیں''

کرنل حشمت خان نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔ اب وہ کوریڈور سے چلتا ہوا ہال میں پہنچ گیا وہاں جا کر کرنل صاحب کو نہ جانے کیا خیال آیا وہ رک گیا اور پیچھے مڑ کر ناہید کی طرف دیکھا اور ایک نظر جمال پر ڈالی۔

''جمال اپنی بیوی سے پوچھنا ضرور، وہ سُور کس کی اولاد ہے......''

کرنل حشمت خان جاتے جاتے ناہید کو بہت بڑی گالی دے گیا تھا، سب خاموش تھے کرنل کی گالی سُن کر بھی، جمال کے لیے آج قیامت کا دن تھا، وہ طلاق دے کر بھی ذلت محسوس کر رہا تھا۔ وہ باہر کھلی فضا میں جانا چاہتا تھا وہ چلتا ہوا ہاسپٹل کے ہال سے باہر آ گیا تھا۔ اُس کے سامنے اُترنے کے چار زینے تھے لان میں جانے کے لیے جو کہ مرکزی ہال کے بالکل سامنے ہی تھا۔

جب جمال نے پہلے زینے پر قدم رکھا اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا جمال نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے کو پکڑا تھا، پھر بھی وہ اپنے دل کو نہیں سنبھال پایا تھا۔ درد اتنا شدید تھا کہ جمال گرتا ہوا سیڑھوں سے نیچے تھا۔ بلال کی نگاہیں مسلسل جمال کا تعاقب کر رہی تھیں۔ جب بلال نے جمال کو دونوں ہاتھ سینے پر رکھتے ہوئے دیکھا تو اُس نے اُسی لمحے دوڑ لگا دی تھی جمال کی طرف تب تک بہت دیر ہو چکی تھی جمال زمین پر گر چکا تھا۔

جمال کو فوراً ایمرجنسی میں لے جایا گیا تھوڑی دیر بعد سنئیر ڈاکٹر نے آ کر بتایا

''ہارٹ اٹیک تھا......جو جان لیوا ثابت ہوا'' ڈاکٹر یہ بتا کر چلا گیا۔

یہ سن کر جہاں آرا اور توشی ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں گل شیر بلال کے گلے لگ کر رو رہا تھا۔ محسن کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے شاید وہ بھی یا کوئی اُس کے ساتھ لپٹ کر روتا مگر وہاں تھا کوئی نہیں، ایمرجنسی کے باہر۔ محسن نے نوشی کو جمال کے اٹیک سے پہلے اور شعیب کو پولیس کے لے جانے کے بعد اُس کے بستر پر لٹا دیا تھا، ایک نرس کی مدد سے۔

''آنٹی کہاں ہیں؟'' محسن کو خیال گزرا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا کوریڈور میں آیا جہاں ناہید اسٹیل کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی

تھی۔اب وہ زمین پر گر چکی تھی اور اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔

محسن نے ناہید کو تھامتے ہوئے ''ایمرجنسی......ایمرجنسی......'' کی آواز لگائی۔

ناہید پر فالج کا اٹیک ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کی زبان بند ہوگئی تھی اور اُس کا دایاں حصہ مفلوج ہو چکا تھا۔

یہ رات قیامت کی رات تھی، رندھاوا فیملی پر ایک رات کے اندر اندر ہی شعیب سلاخوں کے پیچھے جمال رندھاوا اگلے سفر پر روانہ ہو چکا تھا اور ناہید ایمرجنسی کے بستر پر نہ مُردوں میں اور نہ زندوں میں۔

☆☆☆

بابا جمعہ بلال سے کہا کرتے تھے:

''بلال بیٹا......! جب بھی مانگو دُعا ہی مانگو بددُعا کبھی نہ مانگو۔''

یہ بلال کی بددُعا ہرگز نہیں تھی۔ یہ قدرت کا انصاف تھا۔

''یا اللہ......! میرے ماموں کی بخشش فرما اور میری ممانی کی مشکل آسان کر دے اُن کو صحت وتندرستی عطا فرما آمین'' بلال نے ظہر کی نماز کے بعد یہ دعا مانگی تھی صبح 10 بجے جمال رندھاوا کا جنازہ تھا۔

چند دن ہاسپٹل میں رکھنے کے بعد ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ ناہید کو گھر لے جائیں اور وہیں پر اُن کی دیکھ بھال کے لیے ایک نرس کا بندوبست کر لیں۔

ڈاکٹر محسن نے ایک نرس کا بندوبست کر دیا تھا اور وہ خود بھی ہر دوسرے دن ناہید کو چیک کرتا تھا۔ ناہید کی جان تو بچ گئی تھی مگر وہ بول نہیں سکتی تھی اور اُس کے جسم کا دایاں حصہ بھی حرکت نہیں کر رہا تھا۔

نوشی اب ٹھیک تو تھی مگر اُس کی رنگت بالکل ہلدی جیسی ہوگئی تھی۔ وہ اب بہت کم بولتی تھی۔ نرس کے ساتھ ساتھ وہ بھی اپنی ماں کا خیال رکھتی تھی۔ نوشی کو اب اپنی ماں سے اور زیادہ محبت ہوگئی تھی وہ اب بھی سمجھتی تھی کہ یہ سب کچھ بلال ہی کے کہنے پر اُس کے باپ نے اُس کی ماں کے ساتھ کیا تھا۔

نوشی اپنی ماں اپنے بھائی اور ولید کی سازش سے بھی انجان تھی، جو انھوں نے بلال کو رسوا کرنے لیے بنائی تھی نوشی اپنی طلاق کا قصوروار اب بھی بلال ہی کو سمجھتی تھی۔

برسات کا موسم آ کے گزر گیا تھا اب آنکھوں سے برسنے والے قطرے بھی تھم گئے تھے ہلکی ہلکی سردی شروع ہو چکی تھی بلال اور عادل اکثر ولی خان کے پاس بیٹھتے وہ اُس کے ساتھ چائے پیتے اُس سے باتیں کرتے، عادل جب ولی خان سے کوئی سوال پوچھتا تو وہ اکثر کہہ دیتا:

''صاحب میں کیا جانوں میں تو اسکول ہی نہیں گیا''

عادل ولی خان میں بابا جمعہ کو تلاش کر رہا تھا۔

ولی خان صرف نام کا ولی تھا۔ وہ ایک کردار کے ولی کی گدی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بقول بابا جمعہ کے عاجزی پہلی سیڑھی ہے اُس سفر کی طرف ولی خان میں عاجزی بہت تھی۔ شاید اُسے بھی اُس سفر پر جانا نصیب ہو جائے عادل نے اب اپنے باپ کا بزنس سنبھال لیا تھا۔ وہ بہت مصروف رہتا۔ اس کے باوجود وہ صبح کی نماز نورانی مسجد ہی میں ادا کرتا تھا۔ کبوتروں کو

دانہ ڈالتا اور بلی کو دودھ پلاتا اور رات کے لیے دودھ ولی خان کو دے کر جاتا کہ جب وہ گھر کے لیے نکلے تو بابا جمعہ کی کالی بلی کو دودھ ضرور پلا دے۔

طارق رامے اور اعجاز جنجوعہ کی نونک جھونک اب بھی ہوتی رہتی تھی۔ فرق صرف اتنا پڑا تھا اب اعجاز جنجوعہ بھی اُسے بیوی سے ڈرنے کے طعنے خوب دیتا تھا۔

طارق رامے نے اپنی والدہ کی پسند سے چیچاوطنی سے تعلق رکھنے والی ڈاکٹر شازیہ چغتائی سے شادی جو کر لی تھی۔ ڈاکٹر شازیہ لاہور کے گنگارام ہاسپٹل میں جاب کرتی تھی۔

بڑی عید آ گئی، کروڑوں لوگوں نے قربانی کی، قربانی کرنے والے کروڑوں تھے...... اور قربانی دینے والے ہزاروں...... سردی بڑھ گئی تھی۔

فوزیہ چھٹیوں پر تھی وجہ اُس کو اللہ نے ایک چاند سا بیٹا دیا تھا۔ جس کا نام اُس کی ساس اور ماں نے ہی رکھا تھا محمد بلال...... ایک دن بلال اپنے آفس میں تھا، آفس بوائے نے آ کر بتایا ''سر ایک لڑکی نوین حیات آپ سے ملنا چاہتی ہے''

''ٹھیک ہے بھیج دو'' بلال نے بغیر تاثر کے بولا۔

نوین عرف نیناں آفس میں داخل ہوئی اب اُس نے نقاب نہیں کیا ہوا تھا، صرف کپڑے کی بڑی سی کالی چادر اوڑھ رکھی تھی۔

''سر...... السلام علیکم......!'' نیناں نظریں جھکا کر بولی۔

''نوین حیات بیٹھو...... کیسے آنا ہوا......؟'' بلال نے تحمل سے پوچھا

''سر مجھے نوکری چاہیے......'' نیناں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''فوزیہ کی سیٹ پر بیٹھ جاؤ اُس کے واپس آنے تک آج کل فوزیہ چھٹیوں پر ہے اُس کے آنے کے بعد تم اپنے پرانے آفس میں کام کرو گی......'' بلال نے نیناں کو ایک نظر دیکھ کر ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ نیناں یہ سُن کر ہکا بکا رہ گئی، اُس نے حیرت سے بلال کی طرف دیکھا، بلال نے بھی نیناں کے نینوں کو غور سے دیکھا جنہوں نے حیا کی عینک پہنی ہوئی تھی۔

نیناں نے کالی چادر کے ساتھ ساتھ حیا کی چادر بھی اوڑھ رکھی تھی

☆☆☆

28 نومبر بروز جمعہ عادل عقیل ہاشمی کا نکاح ڈاکٹر عظمی افگن نیازی کے ساتھ تھا جو کہ ماڈل ٹاؤن کی ایک مسجد میں بریگیڈئر امان اللہ صاحب نے پڑھایا تھا۔

29 نومبر کو ایک عالی شان ہوٹل میں ولیمے کی دعوت ہوئی جس میں شہر کی مشہور ہستیوں نے شرکت کی تھی۔

بلال کو عادل نے ولیمہ اور نکاح کی تقریب میں خصوصی پروٹوکول دیا تھا۔ چند دن بعد عادل اور عظمی عمرہ ادا کرنے کے لیے چلے گئے تھے۔ عادل حج پر جانا چاہتا تھا، اپنی شادی سے پہلے مگر بلال اپنے اسکول کی بلڈنگ کے انٹیریئر میں مصروف تھا، اس لیے عادل نے اگلے سال کا پروگرام بنایا تھا حج کے لیے۔ بلال کے اسکول کی ایک اور الگ بات تھی۔

JUST اقرا ہائی اسکول میں سالانہ امتحان دسمبر میں ہوتے یکم دسمبر سے 15 دسمبر تک 25 دسمبر کو رزلٹ اور یکم

جنوری سے نئی کلاسوں کا آغاز صرف بورڈ کے امتحانات میں وہ پنجاب بورڈ کے مطابق چلتا تھا۔

بلال یکم جنوری 2015 سے اپنے اسکول کی نئی بلڈنگ میں شفٹ ہو کر نئی کلاسز کا آغاز کرنا چاہتا تھا، اس لیے اس کی مصروفیت بڑھ گئی تھی۔

30 دسمبر تک بلال نے سارا کام مکمل کر لیا تھا۔ اسکول کی عمارت کو سجایا گیا تھا بلال کی اس خوشی کو سیلی بریٹ کرنے کے لیے توشی اور محسن نے 31 دسمبر کی رات اپنے گھر پر ایک دعوت کا اہتمام کیا تھا، ویسے بھی جمال رندھاوا کے مرنے کے بعد سے ان سب نے کوئی پروگرام نہیں بنایا تھا نوشی کی عدت بھی پوری ہو چکی تھی توشی یہ چاہتی تھی کہ وہ سب اُس غم سے باہر نکل آئیں اور زندگی گزارنے سے زندگی جینا شروع کر دیں۔

توشی کے بے حد اصرار پر اُس کی بہن نوشی نے اس دعوت میں شرکت کی تھی۔ جس میں صرف گھر کے افراد ہی تھے۔

توشی نے خاص طور پر رندھاوا ہاوس کے سارے ملازموں کو فرداً فرداً فون کر کے بلایا تھا۔ جس میں گل شیر خان، باجی غفوراں، DJ، اور SMS اور باقی سارے ملازم بھی شامل تھے۔

نوشی اور بلال کا کھانے کے دوران ایک بار آمنا سامنا ہوا تھا۔ نوشی کی آنکھوں میں بلال کے لیے نفرت ہی تھی۔

بلال کا ماننا تھا آنکھیں دل کا حال بیان کر دیتی ہیں، صرف وہ حال پڑھنے والی آنکھ ہونی چاہیے۔

نوشی جلدی جانا چاہتی تھی۔

''توشی میں چلتی ہوں...... ماما کو صرف نرس کے سہارے تو نہیں چھوڑ سکتی......'' جانے سے پہلے نوشی نے کہا تھا...... سب لوگ جا چکے تھے۔ جہاں آرا اپنے بیٹے کے گزرنے کے بعد سے رندھاوا ہاؤس واپس چلی گئی تھیں۔

سب مہمانوں کے جانے کے بعد لاونج میں محسن اور توشی کے ساتھ بلال کافی پی رہا تھا، 12 بجنے میں 10 منٹ باقی تھے توشی نے کافی کا سِپ لیتے ہوئے وال کلاک کی طرف دیکھا تھا۔

''زندگی کا ایک اور سال ختم ہونے والا ہے...... اس سال مجھے محسن جیسا ہمسفر ملا...... اور میرے پاپا نے اس سفر میں میرا ساتھ چھوڑ دیا......'' توشی نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

''اِسی کا نام زندگی ہے...... ان شاءاللہ نیا سال ہماری زندگی میں بے شمار خوشیاں لے کر آئے گا......'' محسن نے توشی کے بڑھے ہوئے پیٹ کی طرف دیکھ کر کہا تھا، وہ ماں جو بننے والی تھی اور جنوری کے آخر میں ڈلیوری کا وقت ڈاکٹروں نے بتایا تھا۔

توشی نے محسن کی یہ بات سنی تو نظریں جھکا لیں، بلال اُن کے سامنے بیٹھا ہوا تھا جو نظریں جھکائے صرف اُن دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔

''بلال میری ایک بات مانو گے؟'' توشی نے ہچکچاتے ہوئے کہا تھا، بلال نے توشی کی طرف غور سے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو...... کیا بات......؟

''میری بہن سے شادی کر لو'' توشی نے التجا کی تھی بلال کے چہرے پر سنجیدگی بڑھ گئی مگر وہ خاموش رہا

''کیا سوچ رہے ہو...... بلال......توشی نے تم سے کچھ کہا ہے''محسن نے بات آگے بڑھائی ''ہم دونوں نے سوچ سمجھ کر یہ بات تم سے کی ہے'' بلال نے سخت ٹھنڈ میں بھی ٹھنڈی سانس لی تھی۔

''محبت انسان کو بہادر بناتی ہے......محبت اگر ڈرانا شروع کر دے تو......''

''تم ڈرتے ہو؟''توشی نے بلال کی بات پوری نہیں ہونے دی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہاں میں ڈرتا ہوں......نفرت سے......''بلال نے جواب دیا۔

''بھائی میرے کس کی نفرت سے''محسن نے تجسس سے پوچھا۔

''نوشی کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت کے شعلے ہیں...... مجھے اُس کی آنکھوں میں محبت کے قطرے نظر نہیں آئے۔کسی کو مارنے کے لیے نفرت کے دو بول زہر کا کام کرتے ہیں......موت بے چاری تو ویسے ہی بدنام ہے......''بلال نے کہا۔

''میں کل اُس نفرت کی وجہ دور کر دوں گی......نوشی کو اس سارے معاملے کی خبر نہیں ہے......میں کل اُسے ماما، شعیب اور ولید کی اصلیت بتا دوں گی......کس طرح ان تینوں نے مل کر تمہارے خلاف سازش کی تھی اور نوشی کو تمہارے خلاف کر دیا تھا......''

''توشی جی......!اب آپ اپنی بہن کو یہ سب کچھ بتا کر اپنی بیمار ماں کے خلاف کرنا چاہتی ہیں۔شعیب جیل میں عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے ولید دبئی میں مزے کر رہا ہے،سب سے زیادہ نقصان ممانی جان کو ہوگا......ویسے بھی جس سچ کی ضرورت نہ ہو اُس پر پردہ ہی بہتر ہے......میں نوشی کو ممانی کے خلاف کر کے اُس کی نظروں میں ہیرو نہیں بننا چاہتا...... نفرت کے بدلے محبت کا یہ سودا مجھے منظور نہیں ہے......''بلال نے توشی اور محسن کو لاجواب کر دیا۔

''اور مجھے پورا یقین کہ آپ نے نوشی سے اِس بارے میں پوچھا ہی نہیں ہوگا......''بلال نے مسکراتے ہوئے سنجیدگی کو ختم کیا جو کہ توشی کے چہرے پر تھی۔سنجیدگی خوشی اور غم کا سینٹر ہوتا ہے

''توشی جی......! آپ میری ایک بات مان لیں......آپ اپنے دل سے ممانی جان کے لیے غصہ نکال دیں وہ جیسی بھی ہیں آپ کی ماں ہیں......ماں جیسی بھی ہو جنت میں موسیٰ کا پڑوسی بنا دیتی ہے......''بلال یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

''جنت میں موسی کا پڑوسی''توشی نے کچھ سوچتے ہوئے محسن کی طرف دیکھا اُس کو اس بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن یکم جنوری کو توشی ضد کر کے رندھاوا ہاؤس اپنی ماں سے ملنے گئی تھی،محسن ایک شرط پر مانا تھا کہ وہ خود اُس کے ساتھ جائے گا۔

توشی اپنے باپ کے مرنے کے بعد دوسری دفعہ اپنی ماں ناہید سے ملنے گئی تھی وہ جاتے ہی اپنی ماں کے گلے لگ کر بہت روئی تھی،اُس نے اپنی ماں کے ہاتھ چومے ناہید کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

''ماما کل مجھے بلال نے کہا تھا......ماں جیسی بھی ہو......جنت میں موسی کا پڑوسی بنا دیتی ہے......آپ تو سب

سے اچھی ماں ہیں''

''بلال بیٹا خدا کے لیے...... مجھے معاف کر دو......ایک دفعہ آ کر مجھ سے مل جاؤ...... میں آنسو بہا کر ہی تم سے معافی مانگ لوں گی......''

ناہید نے دل میں کہا تھا۔ ناہید کی آنکھوں سے آنسو توشی نے صاف کیے۔

''ماما کے سونے کا وقت ہو گیا ہے'' نوشی نے توشی اور محسن کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا تھا نوشی کو اپنی ماں کے آنسو دیکھ کر اذیت محسوس ہو رہی تھی۔

''نوشی مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے'' توشی نے لاؤنج میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بولو...... میں سن رہی ہوں'' نوشی نے روکھے انداز میں جواب دیا۔

''بلال پر یہ الزام شعیب ولید اور......'' اور کے بعد توشی رُک گئی۔

''اور......اور کچھ کہنا چاہتی ہو......؟'' نوشی نے تلخی سے کہا۔

''یہ خبر ہے مجھے'' نوشی پھر سے بول پڑی۔

''پھر یہ نفرت کیوں؟'' توشی نے تحمل سے پوچھا۔

''محبت کا اچار ڈالوں...... مجھے طلاق ہو گئی......میرا بھائی عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے......میرا باپ مرنے سے آدھ گھنٹہ پہلے میری ماں کے گلے میں طلاق کی مالا ڈال کر گیا تھا......لوگ اُسے جمال رندھاوا کی بیوہ تو نہیں کہتے......ایک طلاق یافتہ کا طعنہ ضرور دیتے ہیں'' نوشی دانت پیستے ہوئے غصے سے بولی۔

''ان سب باتوں میں بلال کا تو کوئی قصور نہیں......تم پھر بھی......'' توشی نے شائستگی سے کہا۔

''پھر بھی مجھے بلال سے نفرت ہے......'' نوشی نے بھڑکتے ہوئے جواب دیا۔

''وجہ پوچھ سکتی ہوں؟'' توشی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

(اچھا بدلہ لیا تم نے بلال مجھ سے) ناہید کے الفاظ نوشی کے کانوں میں پڑے تھے (یہ سب کچھ مجھے بلال ہی نے بتایا تھا) ولید یہ کہتا ہوا نوشی کو نظر آ رہا تھا نوشی نے کھا جانے والی نظروں سے توشی کو دیکھا محسن کو ڈر تھا اب یہ گفتگو لڑائی میں نہ بدل جائے، اُس نے توشی کا ہاتھ پکڑ کر صوفے سے اُٹھایا اور توشی کو بازو میں لے کر پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف چل دیا۔

نوشی کھڑی ہوئی اپنی بہن اور بہنوئی کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اُس نے دل میں کہا:

''توشی تمہیں تمہاری ڈلیوری کے بعد بتاؤں گی میری اور ماما کی طلاق بلال ہی کی وجہ سے ہوئی تھی...... میں بلال سے رات کو ملنے جایا کرتی تھی اس بات کی تمہارے علاوہ کسی کو بھی خبر نہیں تھی......اور بلال نے مجھ پر یہ گندا الزام لگایا تھا کہ میں اُس کا بستر سجاتی رہی ہوں......اس وجہ سے ولید نے مجھے طلاق دی تھی ورنہ ولید تو بہت اچھا تھا میرے ساتھ محبت کرنے والا شوہر''

نوشی اب بھی ولید کو اچھا انسان سمجھتی تھی۔ ولید نے چالاکی کے ساتھ نوشی سے اُس کی ساری دولت چھین لی تھی

مگر نوشی کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ دولت تو میں نے خود ولید کو مجبور کر کے دی تھی، ولید بڑا خوددار انسان تھا۔

ویسے بھی جو چیز انسان کے پاس ضرورت سے بہت زیادہ ہو، اُس سے اُسے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا ہے۔

جمال رندھاوا کے مرنے کے بعد اُس کی بے شمار دولت کی وجہ سے نوشی کو کبھی بھی اپنی پراپرٹی کے چھن جانے کا خیال بھی نہیں گزرا تھا۔ اُس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ گھر میں صرف گل شیر اور توشی کو معلوم تھا اِس بارے میں اُن دونوں نے کبھی اس بات کا نوشی یا کسی اور سے ذکر تک نہیں کیا تھا اِس ڈر سے کہ نوشی ڈسٹرب نہ ہو جائے ویسے بھی توشی اور شعیب کی پراپرٹی کا سارا کرایہ بھی رندھاوا ہاؤس ہی آتا تھا ناہید کے نام پر جو فارم ہاؤس تھا وہاں سے اچھی خاصی رقم رندھاوا ہاؤس آجاتی تھی دونوں فیکٹریاں اب گل شیر دیکھتا تھا۔

جو ایمانداری اور دیانت سے سارا حساب کتاب جہاں آرا بیگم کو دے دیتا تھا۔ نوشی کے نزدیک مدعا پراپرٹی ہاتھ سے جانے کا نہیں تھا۔ اُسے بلال سے نفرت اِس لیے تھی کہ اُس نے ولید سے اپنی اور نوشی کی ملاقاتوں کا ذکر کیا تھا، جس کی وجہ سے ولید نے اُسے طلاق دی تھی۔

نوشی یہ بھی سمجھتی تھی کہ بلال نے اُس کے باپ کو مجبور کیا تھا کہ وہ نوشی کی ماں کو طلاق دے دے۔

ایک ہفتے بعد نوشی اپنی ماں کی دوائی لینے کے لیے گھر سے باہر نکلی تھی۔ فارمیسی سے نکلتے ہوئے اُس کی ایک شخص سے ملاقات ہوگئی۔

جس سے چند باتیں کرنے کے بعد نوشی نے توشی کو رندھاوا ہاؤس بلایا تھا۔

''میں نہیں آسکتی ڈاکٹر صاحب اس حالت میں مجھے نہیں آنے دیں گے'' توشی نے فون پر معذرت کر لی تھی۔

نوشی نے محسن کو فون کر دیا۔

''محسن بھائی......! پلیز آخری بار...... توشی کے ساتھ گھر آئیں بہت ضروری بات کرنی ہے...... محسن بھائی انکار مت کیجیے گا پاپا اور بھائی کے بعد...... آپ ہی اِس گھر کے کرتا دھرتا ہیں''

نوشی نے صرف اپنی بات کی اور فون بند کر دیا تھا۔ نوشی کے اِس طرح بات کرنے کی وجہ سے محسن کو فکر لاحق ہوئی تھی۔

محسن نے توشی کو اپنے ساتھ لیا اور رندھاوا ہاؤس پہنچ گیا رات 8 بجے کے قریب جہاں آرا کے کمرے میں توشی، محسن اور نوشی موجود تھے۔

''بتاؤ کیا ضروری بات ہے......؟'' توشی نے پوچھا۔

''میں بلال کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں'' نوشی نے دل کی بات کر دی سب حیرت سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

''کیا میں نے کوئی غلط بات کر دی ہے؟'' نوشی نے سب کے چہروں پر آئی حیرت کو دیکھ کر کہا۔

''ٹھیک ہے نوشی بیٹی ہم بلال سے بات کریں گے'' دادی نے دانائی سے جواب دیا۔

''تو ٹھیک ہے اُسے بلائیں یہاں پر اور کریں بات......'' نوشی نے دوٹوک کہہ دیا۔

''رشتے کی بات کرنی ہے کوئی پیزا آرڈر نہیں کرنا کہ آدھے گھنٹے میں ڈلیوری مل جائے'' توشی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''دس سال سے میں یہ سن رہی ہوں، بلال مجھ سے محبت کرتا ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے۔توشی میڈم یہ تم ہی تو کہتی تھی۔اب میں اُس سے شادی کرنا چاہتی ہوں تو اُسے کیا اعتراض ہوسکتا ہے'' نوشی نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

''نوشی دیکھو دادی ٹھیک کہہ رہی ہیں ہم بلال سے بات کر لیتے ہیں۔ایک دو دن کے اندر اندر......'' محسن نے نوشی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''ایک دو دن کیوں......ابھی کیوں نہیں......'' نوشی اپنے موقف پر قائم تھی۔

''شادی ہے......گڈی گڈے کا کھیل نہیں......نوشی صاحبہ تم طلاق یافتہ ہو......اور بلال کنوارہ......طلاق یافتہ کے حصے میں رنڈوے آتے ہیں......کنوارے نہیں......بلال سے درخواست کریں گے......شاید وہ مان جائے......اور جس سے درخواست کرنی ہو اُس کے پاس عرضی لے کر جایا جاتا ہے......اُسے اپنے پاس نہیں بلایا جاتا''

توشی نے اپنی بہن کو کھری کھری سنا دیں تھیں۔

''دادو......! میں نے فیصلہ کر لیا ہے......اگر بلال کو مجھ سے شادی کرنی ہے......تو اُسے ابھی فیصلہ کرنا ہوگا......ہاں یا ناں......'' نوشی نے حتمی فیصلہ سنا دیا۔

''محسن بیٹا بلال کو فون لگاؤ'' دادی نے محسن کو حکم دیا تھا۔محسن نے اپنے نمبر سے کال ملا کر دادی کو موبائل پکڑا دیا۔

''جی محسن صاحب......!'' بلال نے کال ریسو کرنے کے بعد کہا۔

''بلال بیٹا......! میں تمہاری نانو......تم ابھی کے ابھی رندھاوا ہاؤس پہنچو ضروری کام ہے''

''نانو سب خیریت تو ہے'' بلال نے پریشانی سے پوچھا۔

''بس تم جلدی سے آجاؤ......سب خیریت ہے'' نانی نے تسلی دی۔

''دادو آپ نے بلال کو کیوں بلایا؟'' توشی نے دادی سے گلے کے انداز میں کہا۔

''تمہیں کیا مسئلہ ہے'' نوشی نے توشی کو گھوری ڈالی۔

چالیس منٹ بعد بلال رندھاوا ہاؤس پہنچا وہ واپس کبھی نہ آتا اگر اُس کی نانی کا حکم نہ ہوتا۔

''السلام علیکم......!'' بلال نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

''بلال بیٹا......! نوشی تم سے شادی کرنا چاہتی ہے'' جہاں آرا نے بلال کے بیٹھتے ہی کہہ دیا۔

بلال کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ اُس کی نانی نے یہ ضروری بات کرنی ہوگی بلال نے سب کی طرف باری باری دیکھا اور آخر میں نوشی پر نظر ڈالی تھی، جو پہلے ہی سے بلال کو تک رہی تھی۔

''بلال یہ میری خواہش ہے میں اپنی مرضی سے تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں'' نوشی نے بغیر کسی شرم و حیا کے اتنی بڑی بات خود ہی بڑے اعتماد سے کہہ دی تھی۔

''مگر میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتا'' بلال نے تحمل سے جواب دیا۔

''نانو میں چلتا ہوں......مجھے اجازت دیں......''

''رُکو......بلال بیٹا......!!'' جہاں آرا نے فکرمندی سے کہا۔

''توشی تم ٹھیک کہتی تھی......ایک کنوارہ کیوں ایک طلاق یافتہ سے شادی کرے گا......میری طلاق سے سب کچھ ختم ہوگیا......پیار......محبت......عشق......''

''طلاق کبھی بھی محبت کو ختم نہیں کرسکتی......توشی جی......! آپ کو کسی نے غلط خبر دی ہے کہ محبت کی منزل شادی ہوتی ہے کسی سے شادی کرنا یا نہ کرنا آپ کا شرعی حق ہے'' بلال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''Sorry......میں آپ سے شادی نہیں کرسکتا''

''مجھے تم سے محبت ہے......میں عشق کرتی ہوں تم سے......'' توشی نے بے باکی سے کہہ دیا تھا۔ عموماً کوئی بھی لڑکی ایسی باتیں کھلم کھلا وہ بھی گھر کے بڑوں کے سامنے کبھی نہیں کرتی، نہ جانے آج توشی کو کیا ہوگیا تھا۔

''توشی جی......! پلیز کچھ تو حیا کرو......نانو بیٹھی ہیں......آپ کے بارے میں محسن کیا سوچے گا......'' بلال نے یہ کہا اور وہاں سے چل دیا، توشی اُس کی طرف لپکی اور بلال کو بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں...... مجھے عشق ہے تم سے'' توشی نے بے قراری سے کہا۔

''کیا جانتی ہو......عشق کے بارے میں......لوہے کے چنے چبانے کا نام ہے عشق......آپ کے دانت بہت نازک ہیں......آپ صرف محبت ہی کرلو......وہ بھی خود سے......محبت بھنے ہوئے خستہ چنے چبانے کی طرح ہے، اُس میں بھی کبھی کبھی کوئی کنکر دانتوں کے نیچے آ ہی جاتا ہے......حلق بھی خشک ہو جاتا ہے......محبت کے خستہ چنے چباتے ہوئے ...... بڑی پیاس لگتی ہے......توشی جی......! میں محبت کرنے والا بندہ ہوں......محبت سے......محبت کے نام پر کچھ بھی مانگو گی......حتیٰ کہ میری جان بھی میں خوشی سے دے دوں گا'' بلال نے توشی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''افسوس......! آپ کی آنکھوں میں مجھے نفرت ہی نفرت نظر آ رہی ہے......محبت کا نام ونشان نہیں دُور دُور تک......''

''محبت کرنے والے نفرت سے ڈرتے ہوئے اچھے نہیں لگتے......'' توشی نے طعنہ دیا۔

''نفرت سے نہیں ڈرتا......محبت کی رسوائی سے ڈرتا ہوں، انسان کمزور ہو سکتے ہیں...... جذبوں کو طاقتور ہونا چاہیے......محبت ایک پاک جذبہ ہے......آپ کی دیکھا دیکھی محبت کو رسوا کرنے کی رسم چل پڑی تو لوگوں کا محبت سے اعتبار اُٹھ جائے گا''

یہ سن کر توشی کہ چہرے پر بہت سارے تاثرات آئے اور چلے گئے۔ آخر میں توشی نے آنسو بہاتے ہوئے کہا:

''بلال اُسی محبت کے نام پر میرا ہاتھ تھام لو......''

باجی غفوراں چائے کی ٹرالی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی، جہاں آرا نے اُسے اشارہ کیا کہ توشی کو یہاں سے لے جائے باجی غفوراں نے توشی کو بازو سے پکڑا اور وہاں سے لے گئی۔

''بلال بیٹا......! چائے پی کر چلے جانا'' نانی نے کہا تھا چائے پینے کے دوران سب خاموش تھے۔ سب سوچ

رہے تھے اب کیا بات کرنی ہے سب سے پہلے محسن بولا:

''دادو پتہ ہے......میں بلال کو اکثر کہتا ہوں......کہ تمہیں ڈاکٹر ہونا چاہیے تھا......یہ چہرے سے مریض کی تکلیف کا اندازہ لگالیتا ہے......مگر آج اسے نوشی کی تکلیف نظر نہیں آ رہی ہے......بلال اُس کے زخموں پر محبت کی مرہم لگا دو......''

بلال نے محسن کی طرف دیکھا تو شی بلال کو دیکھ رہی تھی

''بلال ادھر میری طرف دیکھو......یاد ہے تم نے مجھ سے کہا تھا......میری اور ڈاکٹر صاحب کی شادی سے پہلے......نکاح کی برکت سے محبت جنم لیتی ہے......تمہاری کہی ہوئی بات بالکل سچ ثابت ہوئی......بلال پلیز میری بہن کو اپنالو......پلیز......'' توشی نے بھی چائے پینے کے دوران جو سوچا تھا وہ کہہ دیا تھا۔

''بلال بیٹا......!اسے میری آخری خواہش سمجھ لو......'' بلال کی نانی نے بھی اپنا ووٹ نوشی کے حق میں دے دیا تھا بلال تین کے مقابلے میں صفر سے یہ الیکشن ہار گیا تھا۔

''ٹھیک ہے......جیسے آپ سب کی خوشی'' اُن تینوں کے چہروں پر اپنے امیدوار کے جیتنے کی خوشی تھی الیکشن میں ووٹ دیکھے جاتے ہیں......جذبات نہیں......'

'نکاح کب کرنا ہے......؟'' بلال نے پوچھا اپنی نانی کی طرف دیکھ کر۔

''کل رات کو......اسی وقت...... یہاں رندھاوا ہاؤس میں'' نوشی کمرے کے بیرونی دروازے کے ساتھ کھڑی ہوئی بول رہی تھی۔

''OK......'' بلال نے صرف یہ کہا اور وہاں سے چلا گیا دروازے سے باہر جاتے ہوئے اُس نے ایک نظر نوشی پر ڈالی جو کہ دروازے کے ساتھ ہی کھڑی تھی نوشی کے لبوں پر جیت کی مسکراہٹ ابھری۔

اگلے دن 9 جنوری بروز جمعہ رات 9 بجے بلال کا نکاح رندھاوا ہاؤس میں مقامی مسجد کے مولوی صاحب نے پڑھا دیا تھا۔

بریگیڈیر امان اللہ سے بلال نے رابطہ کیا تھا۔ وہ شہر سے باہر تھے۔ عادل اور عظمی ملک سے باہر تھے۔

نکاح کی یہ تقریب انتہائی سادگی سے سرانجام پائی تھی۔ جس میں صرف گھر کے افراد نے شرکت کی تھی۔ ویسے کی دعوت کے لیے بلال نے فیصل ٹاؤن کے ایک ریسٹورنٹ کا انتخاب کیا تھا جس میں صرف بلال کے قریبی دوست مدعو تھے۔

نکاح کے بعد بلال نے خود کہا تھا:

''نانو......!میں ممانی جان سے ملنا چاہتا ہوں''

نوشی کو باقاعدہ دلہن کی طرح توشی نے تیار کروایا تھا۔ اس کے برعکس بلال نے سادہ مگر خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا سفید شلوار قمیض اوپر بلیک ویسٹ کوٹ پاؤں میں بابا جمعہ کے ہاتھ کی بنی ہوئی چپل۔

''ممانی جان السلام علیکم......!'' بلال نے ناہید کے سامنے جاتے ہوئے کہا تھا توشی اور جہاں آرا صوفے پر

بیٹھ چکی تھیں۔ نوشی کھڑی تھی بلال کے ساتھ جو کہ ناہید کے سامنے کھڑا تھا۔ ناہید کی آنکھوں میں آنسو آمڈ آئے خوشی سے یا ندامت کے، اللہ ہی جانے یا ناہید کا دل۔ نوشی نے اپنی ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو وہ کمرے سے چلی گئی۔

ناہید نے بائیں ہاتھ کے اشارے سے بلال کو اپنے پاس بلایا۔

''بلال بیٹا......! مجھے معاف کر دو......'' ناہید نے دل میں کہا اور آنکھیں بند کر لیں، بلال ناہید کے پاس اُس کے بیڈ پر بیٹھ گیا اور ناہید کا بایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولا:

''ممانی جان......! میں آپ کے لیے دُعا کرتا رہتا ہوں......آپ کی بیٹی کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کروں گا......اگر مجھ سے کبھی کوئی گستاخی ہوئی ہو......تو معاف کر دیجیے گا'' ناہید نے گردن ہلانے کی کوشش کی جیسے کہہ رہی ہو ''نہیں......نہیں...... بلال بیٹا......'' ناہید نے اپنا بایاں ہاتھ بلال کے گال پر رکھنے کی کوشش کی تھی جیسے پیار دے رہی ہو۔ بلال نے ناہید کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دائیں گال سے لگا لیا۔

دس بجے کے قریب بلال احمد اپنی دلہن کو لے کر رندھاوا ہاؤس سے نکلا۔

''جیجا جی صبح ناشتہ لے کر آتی ہوں'' توشی نے جاتے ہوئے بائے بائے ہاتھ سے کرتے ہوئے کہا۔

''توشی'' ڈاکٹر محسن نے گھوری ڈالی۔

''محسن بیٹا کل کے بعد اگر توشی گھر سے نکلے تو اس کی ٹانگیں توڑ دینا'' دادی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کل صبح تم دونوں کے ساتھ میں اور غفوراں چلیں گے''

''دادو آپ بھی اس کا ساتھ دے رہی ہیں'' ڈاکٹر محسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

تم آ گئے ہو نور آ گیا ہے — نہیں تو چراغوں سے لُو جا رہی تھی
جینے کی تم سے وجہ مل گئی ہے — بڑی بے وجہ زندگی جا رہی تھی

جب بلال کی گاڑی والٹن روڈ پر پہنچی تو اُس نے گاڑی میں میوزک لگا دیا تھا۔ اُس سے پہلے بلال نے دو دفعہ نوشی سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر نوشی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

رُو کے رُو کے سے قدم — رُک کے بار بار چلے
قرار لے کے — تیرے در سے بے قرار چلے
صبح نہ آئی کئی بار نیند سے جاگے — تھی ایک رات کی یہ زندگی گزار چلے

یہ نو بیاہتا جوڑا زندگی کا نیا سفر شروع کرنے جا رہا تھا، مگر خاموشی سے چپ چاپ بلال کی ہمسفر اُس کے ساتھ تو تھی، مگر اپنی سوچوں میں غرق......ڈوبی ہوئی نوشی ویسے تو فرنٹ سیٹ پر بلال کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی مگر وہ بلال سے بہت دور تھی۔

زندگی کے سفر میں اگر انسان اکیلا ہوتو وہ یادوں کے سہارے اپنا سفر طے کرتا ہے۔گاڑی کے سفر میں اگر انسان اکیلا ہوتو وہ میوزک کے سہارے اپنا سفر طے کرتا ہے۔بلال نے بھی ایسا ہی کیا تھا،ایک کے بعد ایک گانا بج رہا تھا۔

نوشی کبھی تو ونڈ اسکرین کی طرف دیکھتی کبھی سائیڈ مرر کی طرف کبھی اپنے ہاتھوں پر لگی مہندی کو یا ہاتھ کی لکیروں کو نوشی ہی بہتر جانتی تھی۔یہ بے چینی تھی،یا گھبراہٹ اُس کی خاموشی کئی سوالوں کو جنم دے رہی تھی۔ان سب باتوں کے باوجود بلال پھر بھی خاموش تھا۔پرسکون،شانت،دھیما شکوک وشبہات سے ماورا،وہ چپ چاپ گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔

؎ کبھی پاس بیٹھو کسی پھول کے پاس
سنو جب مہکتا ہے بہت کچھ یہ کہتا ہے

یہ سننے کے بعد نوشی نے نظریں اُٹھا کر پہلی دفعہ گاڑی کے اندر بلال کی طرف دیکھا۔

؎ یہ دل کی عمارت بنتی ہے دل سے
دلاسوں کو چھو کے اُمیدوں سے مل کے

لتا جی کی میٹھی آواز میں گلزار صاحب کا پیغام تھا

ایکسپو سینٹر کے قریب پہنچ کر بلال نے گاڑی جے تھری بلاک کی طرف موڑ دی تھی سپیڈ بریکر کی مہربانی سے ہلکا سا جھٹکا لگا تھا،نوشی کا ہاتھ بلال کے ہاتھ سے ٹکرایا دونوں کی نظریں چار ہوئیں آنکھوں کی حرارت سے ٹھنڈے دلوں کو تپش پہنچی دونوں کے ہونٹ کھل اُٹھے،یہ نکاح کی برکت تھی۔

؎ نہ بولوں میں تو کلیجہ پھونکے
جو بول دوں تو زباں جلے ہے
سلگ نہ جاوے اگر سنے وہ
جو بات میری زباں تلے ہے

بلال نے گھر کے سامنے پہنچ کر گاڑی پارک کے ساتھ کھڑی کر دی تھی۔

؎ لگے تو پھر یوں کہ روگ لاگے
نہ سانس آوے نہ سانس جاوے
یہ عشق ہے نامراد ایسا
کہ جان لیوے تبھی ٹلے ہے

''نوشی جی......! گھر آ گیا ہے''بلال نے گاڑی بند کرتے ہوئے کہا نوشی کے ہونٹوں پر تبسم تھا۔

''آپ نہ عشق کی بات کرتے ہیں اور نہ ہی سنتے ہیں،راحت کا اچھا گانا تھا آپ نے پورا سننے ہی نہیں دیا......'' نوشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا عشق سچ میں جان لے لیتا ہے؟''

''عشق جان نہیں لیتا......عشق میں جان دینی پڑتی ہے......اور محبت زندگی عطا کرتی ہے......''بلال نے سنجیدگی

کے ساتھ جواب دیا۔

''تم عشق کے خلاف ہو...... یا جان دینے سے ڈرتے ہو''نوشی نے سوال پوچھا۔

استغفر اللہ...... میری اتنی مجال...... نوشی جی......! محبت کرنے والے کبھی بھی عشق کے خلاف ہو ہی نہیں سکتے......اگر شرط عشق میں جان دینے کی ہو......تو پھر صرف اللہ اور اُس کے حبیب ﷺ کے عشق میں جان دو......نہیں تو محبت پر گزارہ ہی بہتر ہے......اللہ کی رضا کے لیے اُس کے بندوں سے محبت...... اُس کی ساری مخلوق سے محبت...... بابا جمعہ فرماتے تھے محبت فرض ہے''بلال نے فہم وفراست سے جواب دیا تھا۔ اُتنا ہی احمقانہ سوال ادائے بے نیازی سے نوشی نے اپنے شوہر سے پوچھا۔

''بلال......! کیا تم موت سے ڈرتے ہو......؟''

''نہیں...... میں زندگی سے محبت کرتا ہوں......زندگی کہانی ہے......اور موت حقیقت......اچھی کہانی وہی ہوتی ہے جو کہ حقیقت پر مبنی ہو......اور آپ کے مرنے کے بعد آپ کی کہانی لوگ اپنے بچوں کو سنائیں...... یہ تب ممکن ہے، جب اپنی کہانی لکھواتے ہوئے آپ کو حقیقت یاد ہو......''بلال نے نوشی کی طرف جوہری کی آنکھ سے دیکھ کر جواب دیا تھا۔

''مطلب میں سمجھی نہیں......''نوشی نے فی الفور پوچھا۔

''مطلب یہ زندگی گزارتے ہوئے موت یاد ہو......پھر موت سے ڈر نہیں لگتا......''بلال پورے چہرے کے ساتھ مسکرایا۔''باقی باتیں گھر کے اندر کر لیں تو بہتر ہے کسی نے دیکھا تو ہم دونوں کو پاگل کہے گا''

بلال گاڑی سے اُتر آیا تھا اُس نے نوشی کی سائیڈ والا دروازہ خود کھولا تھا اپنی دلہن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا عزت اور وقار کے ساتھ نوشی نے مسکراتے ہوئے بلال کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

اس دلہا اور دلہن کے استقبال کے لیے کوئی نہیں تھا بلال نے بیرونی گیٹ کا چھوٹا دروازہ خود چابی سے کھولا گیٹ کے اندر کی طرف ایک رسی لٹک رہی تھی بلال نے دروازہ بند کرنے کے بعد اُس رسی کو کھینچا تو گلاب کے پھولوں کی سرخ اور سفید پتیاں اُن کے اوپر گرنا شروع ہوگئی تھیں نوشی نے مسکراتے ہوئے بلال کی طرف دیکھا۔

''واقعی تم بہت رومینٹک ہو''نوشی نے دل میں کہا تھا۔ وہ نیا جوڑا پورچ سے لاؤنج کی طرف بڑھا۔ پورچ میں ایک کار کھڑی تھی جس کے اوپر کالے رنگ کا ہی CAR COVER تھا پھر وہ لاؤنج کا دروازہ کھول کر داخل ہوئے تھے۔ لاؤنج اور ڈرائنگ روم کے درمیان کوئی دیوار کوئی پردہ نہیں تھا۔ ڈرائنگ روم میں صوفوں کے درمیان ٹیبل تھا اور لاؤنج میں دو کرسیوں کے درمیان ایک چھوٹی گول میز رکھی ہوئی تھی۔ ایک خوبصورت ایزی چیئر اور اُس کے ساتھ ایک چھوٹا سا میز بھی تھا۔

لاؤنج کے سامنے بلال کا بیڈروم اور ساتھ ہی ایک چھوٹا سا کچن بھی تھا۔ کچن کا ایک دروازہ لاؤنج میں اور دوسرا پیچھے کی طرف لانڈری میں کھلتا تھا۔

یہ گھر کرائے کا ضرور تھا مگر اس کا انٹریر دیکھ کر بلال کی نفاست اور سادگی کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

بلال کا بیڈروم پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ بلال نے نوشی کو اپنے بیڈ پر بٹھایا۔

''کچھ کھائیں گی آپ؟'' بلال نے نوشی سے پوچھا تھا۔ نوشی نے نظر بھر کر بلال کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

بلال بیڈروم سے چلا گیا۔ نوشی نے گردن گھما کر سارے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ کچن سے ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بلال ایک ٹرے اُٹھائے بیڈروم میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے اُس نے پلاسٹک کی شیٹ بیڈ پر بچھائی اُس کے بعد وہ ٹرے نوشی کے سامنے رکھ دی۔ دو مگ دودھ اور ایک پلیٹ میں گاجر کا حلوہ تھا۔

بلال نے حلوا کھانے لیے پلیٹ میں صرف ایک چمچ رکھا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے نوشی کو ایک چمچ کھلایا۔

''نوشی جی......! گاجر کا حلوہ میں نے خود آپ کے لیے دوپہر میں بنایا تھا'' بلال نے حلوہ کھلانے کے بعد کہا تھا دوسرا چمچ بلال نے خود اپنے منہ میں ڈالا تھا۔

''ساتھ دودھ بھی پئیں'' بلال نے دودھ کا مگ نوشی کو تھما دیا نوشی نے دودھ کو دیکھ کر پوچھا۔

''اس کا COLOUR ایسا کیوں ہے''

''SORRY میں بتانا بھول گیا دودھ میں زعفران ڈالا ہے'' اس کے بعد بلال نے حلوے کا ایک اور چمچ خود نوشی کو کھلایا۔

نوشی بلال کا دوستانہ رویہ دیکھ کر حیران تھی۔ حلوہ وہ دونوں کھا چکے تھے اور دودھ پی چکے تھے۔ بلال نے برتن اُٹھائے اور کچن میں رکھ کر واپس آیا۔

بلال بیڈ پر نوشی کے ساتھ بیٹھ گیا تکیے کی طرف، بلال نے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھولی جہاں پر پہلے ہی سے ایک جیولری باکس پڑا ہوا تھا، اُس نے وہ نکالا اور اُسے کھولا ایک خوبصورت کنگن تھا اُس باکس کے اندر۔

''نوشی جی......! یہ آپ کے لیے......'' بلال نے نوشی کا دایاں ہاتھ پکڑا اور اُسے وہ کنگن پہنا دیا۔

نوشی پھر بھی کچھ سہمی ہوئی تھی، مگر بلال بڑا پُر اعتماد تھا۔

''ایک بات کہوں؟'' نوشی نے شرماتے ہوئے پوچھا۔

''جی ضرور''

''آج تو تم بالکل بھی نہیں شرما رہے۔ شادی سے پہلے تو......'' نوشی نے کہا۔

''اب آپ میرے نکاح میں ہو......'' بلال نے اعتماد سے جواب دیا۔

''حلوہ بہت مزیدار تھا...... میٹھا ایک دم برابر...... بناتے ہوئے چیک کیا ہوگا......'' ''نہیں تو آج جمعہ ہے......میرا روزہ تھا'' بلال نے بتایا۔

''نوشی جی......! آج ہم نے نئی زندگی کا آغاز کیا ہے مختصر سی چند باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں، میاں بیوی میں اختلاف اُس وقت پیدا ہوتا ہے، جب وہ غیروں کی سنتے ہیں اور غیروں سے کہتے ہیں، اگر وہ آپس میں بات کریں تو کافی سارے مسائل پیدا ہی نہیں ہوتے، ماموں جان کی وفات کے بعد سے میں نے جب بھی آپ کو دیکھا ہے مجھے ہمیشہ ایسا ہی لگا جیسے آپ کے دل میں میرے لیے نفرت، غصہ، گلے وشکوے کچھ تو ہے ایسا......آج میں وہ سب آپ کی زبان سے سننا

چاہتا ہوں'' بلال اپنی بات کر کے خاموش ہو گیا تھا مگر نوشی ادھر اُدھر نظریں چرا رہی تھی۔ بلال نے نوشی کو اعتماد دینے کے لیے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُسے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا تھا نرمی سے محبت کے ساتھ۔

''چلیں پہلے میں کہہ دیتا ہوں...... میں آٹھ سال کا تھا اور آپ چھ سال کی...... تب امی نے مجھے کہا تھا، بلال بیٹا اگر نوشی کی مرضی ہو تو شادی اُسی سے کرنا۔ اُس وقت شادی کا تو پتہ نہیں تھا، لیکن ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ میں نے نوشی ہی سے شادی کرنی ہے۔

وقت گزرتا گیا ماں کے اُس فرمان نے کب محبت کی شکل اختیار کر لی پتہ ہی نہیں چلا۔ پہلے آپ کی نظروں میں میرے لیے کوفت اور بیزاری تھی، پھر اُن کی جگہ محبت اور بے قراری نے لے لی جس دن مجھ پر الزام لگا، اُس دن آپ کی نظروں میں میرے لیے شکایت اور ناراضی تھی، اب آپ کی نظروں میں کیا ہے میرے لیے...... وہ آپ خود بتائیں''

بلال نوشی کو دیکھ رہا تھا مسحور کن نگاہوں کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے نوشی کی بلال سے نظریں چار ہوئی ہی تھیں۔ نوشی نے اپنی پلکیں جھپکیں اب نوشی کی نظریں اِدھر سے اُدھر مٹر گشت کر رہی تھیں۔ اُسے کچھ اور سمجھ نہیں آیا تو وہ بلال سے لپٹ گئی۔

''بلال میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں...... اب تو میں آپ کے نکاح میں ہوں...... اب مجھے خود سے جدا مت کیجیے گا۔ کمرے میں یک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ صرف چوڑیوں کے کنگنوں سے کھن کھنانے کی آواز تھی اور بالیوں کے جھمکوں سے ٹکرانے کی آواز تھی دو گھنٹے بعد نوشی بلال کی پہلو میں لیٹی ہوئی تھی۔ وہ بلال کے دیئے ہوئے کنگن سے کھیل رہی تھی۔ اُس وقت نوشی بہت خوش تھی۔

''بلال تمہارا دیا ہوا تحفہ بہت خوبصورت ہے'' نوشی نے لیٹے ہوئے کنگن کو اپنی انگلیوں میں گھمایا تھا۔ بلال کو یہ بات سُن کر کچھ یاد آ گیا تھا۔

''چلو جلدی سے اُٹھو......'' بلال نے ایک بار پھر سائیڈ ٹیبل والا دراز کھولا اور اُس میں سے کچھ نکال کر اپنے ٹراوزر کی سائیڈ والی پاکٹ میں ڈال لیا تھا۔

''رات کے دو بجے...... مگر کیوں......؟'' نوشی نے سستی سے پوچھا۔

''ایک سرپرائز ہے......'' بلال نے اپنا ہاتھ نوشی کی طرف بڑھا دیا تھا نوشی نے جلدی سے بلال کا ہاتھ تھاما وہ اپنے بستر سے باہر آ گئی تھی۔

بلال اُسے پورچ میں لے گیا تھا۔ پورچ میں کھڑی گاڑی پر سے بلال نے کالا کپڑا ہٹا دیا تھا۔

Suzuki Swift 2015 Red Colour کی گاڑی تھی۔

''نوشی جی......! یہ آپ کے لیے'' بلال نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ نوشی نے ایک نظر گاڑی پر ڈالی۔

''OH MY GOD'' نوشی نے اپنی بانہیں بلال کے گلے میں ڈال دیں ''THANKS بلال'' نوشی کے چہرے پر ملین ڈالر مسکراہٹ تھی بلال نے اپنے ٹراوزر کی جیب سے چابی نکال کر نوشی کے حوالے کر دی۔

''LONG DRIVE پر چلیں'' نوشی نے تیکھی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر کہا۔

''کل صبح چلیں گے ابھی بہت سردی ہے آپ اندر آ جاؤ'' بلال نے نوشی کی کلائی پکڑی اور اُسے بیڈ روم میں واپس لے آیا۔

''نوشی جی......! مجھے آ رہی ہے نیند صبح تہجد کے لیے اُٹھنا ہے'' بلال نے کروٹ لی اور آنکھیں بند کر لیں نوشی کی طرف اُس کی پشت تھی۔ نوشی بھی بستر کے اندر آ چکی تھی اور وہ بلال کی پشت سے لپٹ کر بولی:

''بلال......! میں نے سنا ہے شادی کی پہلی رات میاں بیوی میں سے جو بھی پہلے سوتا ہے وہ پہلے مرجاتا ہے''

''ٹھیک ہے...... مجھے پہلے ہی مرنے دو'' بلال نے بند آنکھوں کے ساتھ جواب دیا۔

کیا آنکھیں بند کرنے سے آدمی مر جاتا ہے؟'' نوشی نے معصومیت سے پوچھا۔

''نوشی جی......! دراصل آنکھیں بند ہونے کے بعد ہی تو آنکھیں کھلتی ہیں''

''اگر کبھی آپ کو لگے کہ کل آپ کی زندگی کا آخری دن ہے تو......؟'' نوشی نے مستی سے پھر پوچھا۔

''تو کچھ نہیں بابا جمعہ فرماتے تھے بلال بیٹا انسان کی سوچ نہیں مرنی چاہیے اور اُس کے شروع کیے ہوئے اچھے کام اُس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہیں تو وہ شخص لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے جسم تو مٹی کی امانت ہے'' بلال اُسی طرح لیٹا ہوا کہہ رہا تھا

''نوشی جی شب خیر......'' بلال سو گیا۔

☆☆☆

اگلی صبح ساڑھے سات بجے نوشی تیار ہو کر بیڈ روم سے باہر نکلی تھی 10 جنوری 2015 کو لاہور میں ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔

بلال حسبِ معمول تہجد کے وقت اُٹھ گیا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے غسل کیا پھر لاؤنج میں آ گیا تھا۔ تہجد ادا کی، اُس کے بعد مسجد میں نماز پڑھ کر آیا۔ قرآن شریف پڑھنے کے بعد وہ ایزی چیئر پر اپنی ٹانگیں پھیلا کر سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔

گیس ہیٹر ON تھا۔ بلال کی گرم چادر اُس کے کاندھوں پر تھی۔ جب نوشی لاؤنج میں آئی۔

''GOOD MORNING بلال'' نوشی نے بلال کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔ پھر کرسی کھینچ کر اُس کے بالکل سامنے بیٹھ گئی۔

''السلام علیکم......! اُٹھ گئیں آپ؟'' بلال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ نوشی نے وال کلاک پر نظر ڈالی۔

''ابھی تو سوا سات ہی ہوئے ہیں......کب آٹھ بجیں گے اور کب آپ کی سالی ناشتہ لے کر آئے گی......بلال مجھے تو بہت بھوک لگی ہے''

''کچھ بنا دوں......انڈے اور بریڈ ہے فریج میں......'' نوشی نے بلال کو تعجب سے دیکھا۔

''نوشی جی......! میں اپنی سالی کو تھوڑی بتاؤں گا......کہ میری گھر والی نے ناشتہ کر لیا ہے......'' بلال نے نوشی کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

تم اب بھی میری آنکھوں میں کچھ تلاش کر رہے ہو'' نوشی نے خفگی سے گلہ کیا۔

''میری تلاش ہمارے نکاح سے پہلے ہی ختم ہوگئی تھی۔ایک شوہر کو اپنی بیوی کی آنکھوں میں محبت سے صرف محبت کو دیکھنا چاہیے۔میں بھی وہی کر رہا ہوں''

''تم کو میری آنکھوں میں اپنے لیے محبت نظر آئی''نوشی نے پوچھا۔

''تلاش جاری ہے......نکاح کی برکت سے مجھے میری کھوئی ہوئی محبت مل جائے گی......''بلال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''بلال محبت سے پیٹ نہیں بھرتا......مجھے سخت بھوک لگی ہے......''

''چائے یا کافی......''بلال نے پوچھا۔

''چائے......مگر میں خود بناؤں گی......''نوشی نے جواب دیا۔

''جیسے آپ کی خوشی''بلال نے مسکراتے ہوئے کہا۔نوشی کچن میں چلی گئی۔

''دودھ فریج میں ہے باقی سب کچھ کیبن میں ہے''بلال نے بتایا۔

''چینی نہیں مل رہی ہے''نوشی نے کچن میں سے آواز لگائی۔

''چینی نہیں ہے،گڑ ہے۔اُسی کیبن میں رکھا ہوا ہے''بلال نے وہیں پر بیٹھے بیٹھے ہی صدا لگائی۔

تھوڑی دیر بعد نوشی چائے لے کر آ گئی۔بلال کا مگ اُس نے ایزی چیئر کے ساتھ میز پر رکھ دیا تھا اور اپنا مگ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔

نوشی نے اپنی بنائی ہوئی چائے کا ایک گھونٹ لیا''گڑ والی چائے تو بہت مزیدار ہوتی ہے''نوشی نے خود ہی تعریف کر لی تھی''کچن تو بہت صاف ستھرا ہے ابھی BG آتی ہے تو اُسے دکھاتی ہوں۔دادو کہتی ہیں،عورت کی صفائی اُس کے کچن سے اور اُس کے خود کے پیروں سے نظر آ جاتی ہے......''

بلال نوشی کو باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔نوشی کی بلال سے نظریں چار ہوئیں اُس نے اپنی لٹیں کان کے پیچھے کیں جو اُس کے چہرے پر تھیں۔

''ویسے آپ تعریف کے معاملے میں بہت کنجوس ہیں......''نوشی نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے شکایتی انداز میں کہا۔

''چائے پیوں گا تو تعریف کروں گا۔''بلال مسکراتے ہوئے بولا۔

''چائے کی کون کم بخت بات کر رہا ہے میں تو اپنی بات کر رہی تھی۔کل رات سے اب تک آپ نے میری تعریف میں ایک لفظ بھی نہیں کہا ہے''

''یہ بات ہے......تو اب تعریف کر دیتا ہوں''بلال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''رُکیں......رُکیں......اب میری کچھ شرطیں بھی ہیں،تعریف صرف ایک لفظ میں ہو......مختلف بھی ہونی چاہیے......جس کو میں ساری زندگی نہ بھلا سکوں''نوشی نے اپنی تعریف بلال کے منہ سے سننے کے لیے شرائط وضوابط کی تفصیل بتائی تھی نوشی اپنی چائے ختم کر چکی تھی اُس نے اپنا مگ گول میز پر رکھ دیا۔

''برفی.....'' جب بلال نے یہ کہا تو نوشی نے سوالیہ نظروں سے بلال کی طرف دیکھا۔

''برفی.....مطلب.....''نوشی نے حیرت سے پوچھا۔

''مطلب یہ.....میری بیوی برفی کی طرح ہے میٹھی بھی اور سفید بھی.....میٹھی شہد جیسی اور سفید دودھ جیسی..... میری برفی.....''نوشی بلال سے اپنی تعریف سن کر کلی کی طرح کھل گئی۔

''تمہاری چائے تو پڑی پڑی پانی بن گئی ہے، میں گرم کرلاتی ہوں''نوشی اُٹھنے لگی۔

''آپ بیٹھ جاؤ..... میں پانی کی طرح ہی پی لیتا ہوں.....''بلال نے چائے کا مگ اُٹھایا اور پانی ہی کی طرح تین سانس لے کر پی گیا۔ چند منٹ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

''ملک بلال احمد.....!اب میں بتاتی ہوں.....میری آنکھوں میں کیا تھا.....جو تم دیکھ نہیں سکے.....نفرت اور مکاری''نوشی غصے سے چیخی تھی۔

بلال نے اپنا گلا پکڑ لیا تھا۔اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا،اُس نے ایزی چیئر سے اُٹھنے کی کوشش بھی کی تھی۔

''تمہاری برفی نے تمہیں زہر پلا دیا ہے.....گڑ والی چائے میں ڈال کر''نوشی نے ہر لفظ پر زور دے کر کہا۔

نوشی نفرت سے بھری نگاہوں کے ساتھ کرسی سے اُٹھی جب بلال نے ایزی چیئر سے اُٹھنے کی کوشش کی تھی۔ اُس نے بلال کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا زور سے۔

''بیٹھ جاؤ بلال کوئی فائدہ نہیں.....صرف دو منٹ ہیں تمہارے پاس.....''

''کیوں.....؟''بلال نے لرزتے ہونٹوں کے ساتھ پوچھا۔

''اس لیے تم نے میری ماں کی اور میری زندگی برباد کردی تھی،ہم دونوں کو تمہاری وجہ سے طلاق ہوئی تھی.....''

''ایسا نہیں ہے.....''بلال نے ڈوبتی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہا۔

''تم بہت ذہین ہو.....مگر آخری وقت تک میری آنکھوں میں چھپی نفرت اور مکاری نہ دیکھ سکے''نوشی نے سفاکی اور بے رحمی سے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے میں نے تمہاری نفرت اور مکاری دیکھ لی تھی۔ پھر بھی میں نے محبت پر اعتبار کیا''بلال نے بڑی مشکل سے کہا اکھڑتی ہوئی سانسوں کے ساتھ۔

''دیکھ لو میری نفرت جیت گئی تمہاری محبت سے.....''نوشی نے بلال کی ناک سے بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر کہا۔

''اب میں تمہاری بیوہ کہلاؤں گی''

بلال نے بائیں ہاتھ سے اپنے منہ اور ناک سے بہتے ہوئے خون کو صاف کیا۔اب بلال کا اپنا ہی لہو اُس کے ہاتھ اور چہرے پر لگ چکا تھا۔ بلال نے اپنے بائیں ہاتھ کو بند ہوتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔تکلیف کے باوجود بلال کے چہرے پر اطمینان اور سکون تھا۔

نوشی اُٹھ کر جانے لگی تو بلال نے دائیں ہاتھ سے نوشی کا دایاں ہاتھ پکڑ لیا۔

''چھوڑو میرا ہاتھ......''نوشی نے زور لگا کر ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تھی۔

''نوشی جی......! یاد کرو وہ رات جب میرے دل نے تمہارے دل سے کہا تھا۔ میں نے تمہارا ہاتھ دل سے تھاما ہے'' جب تک اس دل میں دھڑکن ہے یہ ہاتھ نہیں چھوٹے گا''

بلال اپنے قول کا سچا نکلا۔

محبت کا مسیحا دنیا چھوڑ چکا تھا۔ نفرت کی رانی بیڈروم میں گئی سارا زیور بیگ میں ڈالا سوائے اُس کنگن کے وہ اُس نے اپنی کلائی میں پہن لیا تھا۔ سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اُٹھائی۔

''بلال احمد......! تمہارے دونوں تحفے نفرت کی نشانی سمجھ کر سنبھال کر رکھوں گی'' نوشی نے خودکلامی کی۔

دو دن پہلے جب وہ اپنی ماں کی دوائی لے کر فارمیسی سے نکل رہی تھی، تو اُس کا ولید سے سامنا ہو گیا تھا۔ دونوں چپ چاپ کافی دیر تک ایک دوسرے کو تکتے رہے۔

''نوشی قصور تمہارا تھا، تم نے اتنی بڑی بات کیوں مجھ سے چھپائی تھی، میری بھی غلطی تھی مجھے تم پر یقین کرنا چاہیے تھا۔ طلاق کے بعد جب ایک دن میں نے بلال کو فون کیا تو اُس نے مجھے ہنستے ہوئے کہا تھا کہ میں نے سب جھوٹ بولا تھا، وہ تم سے بدلہ لینا چاہتا تھا'' ولید نے اپنے مگرمچھ والے آنسو صاف کیے۔

''ولید میں تھک گئی ہوں میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں'' نوشی نے بے تابی سے کہا۔

''دیکھو نوشی ہمارا گھرانہ بہت مذہبی ہے، میں تمہیں ایسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا'' ولید نے اپنی ٹھوڑی پر دایاں ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''ایک طریقہ ہو سکتا ہے، جس پر مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے، تم کسی اور سے شادی کرو اُس کے ساتھ بیوی جیسا تعلق قائم کرو پھر تمہارا شوہر تمہیں طلاق دے دے یا مر جائے اُس کے بعد ہم دونوں شادی کر سکتے ہیں'' ولید نے مکاری سے اپنی جان چھڑائی۔

''یہ فلیٹ کی چابی ہے ہمارے بیڈروم میں ڈریسنگ ٹیبل کے دراز کے اندر تمہارا پاسپورٹ پڑا ہوا ہے وہاں پر میرا وزیٹنگ کارڈ بھی ہو گا تم طلاق کے بعد مجھے فون کر دینا میں تمہارا ویزہ بھیج دوں گا پھر تمہاری عدت کے بعد ہم نکاح کر لیں گے''

نوشی کے ہاتھ میں فلیٹ کی چابی گھوم رہی تھی اور وہ سوچوں میں گم تھی ''تم یہاں کیسے'' نوشی نے جانچتی نگاہوں سے پوچھا تھا۔

''امی فوت ہو گئی تھیں، اُن کے جنازے میں شرکت کے لیے آیا تھا، پرسوں دوپہر کو واپسی ہے......'' ولید نے فلیٹ کی چابی کو نوشی کے ہاتھوں میں دیکھ کر کہا تھا۔

''نوشی یہ فلیٹ تمہارے نام پر ہے اور دبئی کا سارا کاروبار بھی تمہارے ہی نام پر ہے پھر بھی اگر تمہیں اعتبار نہیں ہے تم مجھے اپنا اکاونٹ نمبر دو میں تمہارا سارا روپیہ بھیج دیتا ہوں۔ ہاں یاد آیا میرا نیا نمبر'' ولید یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا، نوشی کے نمبر پر مس کال آ چکی تھی۔

نوشی ایسے گاڑی چلا رہی تھی جیسے RACE جیتنا چاہتی ہو۔

''توبہ توبہ...... ناہید کی حالت تو دیکھو...... جمال آدھ گھنٹہ طلاق نہ دیتا تو اُس کی بیوہ تو کہلاتی اب تو طلاق یافتہ ہی کہلائے گی''

نوشی کے کانوں میں اپنی ماں کی ایک سہیلی کی بات گونجی، دوسری نے کہا تھا:

''میں نے سنا ہے جمال نے طلاق بلال کے کہنے پر دی تھی'' نوشی نے گاڑی کی سپیڈ اور تیز کر دی تھی، تیسری آواز اُس کے کانوں میں پڑی ہماری سوسائٹی میں بیوہ کو عزت ملتی ہے اور طلاق یافتہ کو پھٹکار اور طعنے''

''اسی لیے تو بلال میں نے طلاق لینے کی بجائے تمہاری بیوہ بننا پسند کیا ہے، میں تمہاری لاش کو پھلانگ کر اپنے ولید تک پہنچی ہوں''

نوشی نے فلیٹ کی چابی کو اپنے شولڈر بیگ سے نکالتے ہوئے کہا تھا۔''ولید کو سرپرائز دیتی ہوں...... ولید مجھے کہتا تھا، بلال مجھے کبھی طلاق نہیں دے گا...... طلاق لینا کون چاہتا تھا......'' نوشی نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور کوریڈور میں کھڑی ہو کر دل میں سوچا تھا۔ کوریڈور اور لاونج میں اندھیرا تھا۔ بیڈروم کا دروازہ بھی کھلا تھا اور لائٹ بھی ON تھی ولید بستر پر سویا ہوا تھا نوشی کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

وہ جلدی سے ولید کو اٹھا کر اپنی جیت کا اعلان کرنا چاہتی تھی۔ وہ اب بھی لاونج میں کھڑی تھی ارم نے بیڈ پر سوئے ہوئے ولید کو اپنی کالی گھٹا جیسی زلفوں سے پانی برسا کر جگایا تھا۔

''ولید اب اٹھ بھی جاؤ آٹھ بج گئے ہیں اور 11 بجے ہماری فلائٹ ہے۔ رات سونے نہیں دیتے اور صبح اُٹھتے نہیں'' اِرم نے پیار سے اپنا ہاتھ ولید کے رخسار پر پھیرتے ہوئے کہا۔

''اِرم ایک سچ بولوں میرے بستر پر بہت لڑکیاں آئیں اور چلی گئیں، تمہارے علاوہ صرف نوشی کے ساتھ سکون ملا، میں تمہیں بتانا بھول گیا کہ کل شام کو اُس کا فون آیا تھا کہنے لگی میں تمہارے لیے بلال سے آج رات کو نکاح کر رہی ہوں۔ کوئی اتنا بے وقوف بھی ہو سکتا ہے'' ولید نے بستر سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''بے وقوف نہیں...... گدھی...... پنجابی میں کہتے ہیں کھوتی......'' اِرم واسطی نے ملامتی انداز میں کہا تھا۔ ولید ٹاول لے کر باتھ روم میں چلا گیا اور اِرم ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی۔ نوشی بت بنی کھڑی تھی۔ وہ ایک زندہ لاش تھی۔ وہ اندھیرے میں کھڑی ہوئی حقیقت دیکھ رہی تھی۔

ولید ٹاول سے اپنے گیلے بال خشک کر رہا تھا۔''کیا کہا تھا تم نے کھوتی'' ولید نے اِرم کے کندھوں پر جھکتے ہوئے کہا۔

''ولید دراز میں اُس عقل کی اندھی کا پاسپورٹ اور اس فلیٹ کے پیپر ہیں، تمہارا وزیٹنگ کارڈ بھی ہے، اُن کا کیا کرنا ہے؟'' اِرم نے اپنے چہرے پر بیس پاوڈر لگاتے ہوئے پوچھا۔

''پڑا رہنے دو اُس دن جب میرا اُس سے اچانک سامنا ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو میں پریشان ہو گیا۔ پھر میں نے فوراً کہانی بنائی فارمیسی سے سیدھا فلیٹ پر آیا اور یہ ساری چیزیں یہاں رکھیں مجھے معلوم تھا کہ وہ یہاں ضرور آئے

گی، اور ایسا ہی ہوا تھا۔ اِرم تمہاری اُس ایک بتائی ہوئی بات کی وجہ سے یہ سب کچھ اتنا آسان ہو گیا کہ نوشی بلال سے رات کو ملنے کے لیے جایا کرتی تھی۔

میں نے بلال کو کئی بار دیکھا ہے مگر میری تو کبھی اُس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ نوشی کی کم عقلی دیکھو اُس نے میری بات پر فوراً یقین کر لیا تھا''

''چلو دفع کرو نوشی کو تم جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں اُس کے پیسے سے مطلب تھا'' اِرم نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''فرض کرو ولید وہ طلاق لے کر یا بیوہ ہو کر تمہارے پاس آ گئی تو......''

''تو یہ...... کہ آم کے آم...... گٹھلیوں کے دام...... اُسے اپنی رکھیل بنا کر رکھ لوں گا تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا'' ولید نے اِرم کو بازوؤں میں کستے ہوئے پوچھا۔

''اب بھی اُس کے پاس بہت کچھ ہے...... ویسے ایسا ہو گا نہیں...... ایسا مرد قسمت والی عورتوں کو نصیب ہوتا ہے ہر لڑکی کے خوابوں کا شہزادہ''

بے وقوف عورت اندھیرے سے چلتی ہوئی اب روشنی میں آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ نوشی بیڈ روم کے دروازے کے پاس کھڑی تھی ولید نے اُسے دیکھا تو اِرم کو رہائی دی اپنے بازوؤں کی قید سے اور چلتا ہوا نوشی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''نوشی تم کب آئی......؟'' ولید نے رُک رُک کر اپنی زبان سے یہ چار الفاظ بولے تھے نوشی پھٹی پھٹی نگاہیں اور گھائل جسم لیے ولید کے سامنے کھڑی تھی۔ نوشی کی حالت دھوبی کے کتے جیسی تھی۔

''تمہارا تو نکاح تھا...... بلال......'' ولید کی زبان سے بلال نکلا ہی تھا، نوشی نے منہ بھر کر تھوک دیا ولید کے چہرے پر اور بلال کہہ کر زور سے چیخی نوشی چیختے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

☆☆☆

''توشی تمہاری وجہ سے دیر ہو گئی ہے...... کہا بھی تھا بازار سے لے لیتے ہیں...... صبح سے BG اور SMS دوڑیں لگا رہے ہیں، پھر بھی آدھ گھنٹہ لیٹ ہو گئے ہیں۔ ایک تمہارے جیجا جی آرمی والے ٹائم کے اتنے پابند نہیں ہیں، جتنے بلال صاحب'' محسن گاڑی سے اُترتے ہوئے بول رہا تھا محسن نے گاڑی بلال کی گاڑی کے پیچھے کھڑی کر دی تھی۔ DJ اور BG گاڑی کی ڈگی سے ناشتہ نکال رہے تھے۔ محسن نے ایک ہاتھ دادی کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا توشی کو تھمایا گھر کا مین گیٹ کھلا ہوا تھا۔ اُن تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پورچ سے گزر کر انہوں نے لاونج کا دروازہ کھولا ہی تھا۔ سامنے بلال کی پشت نظر آئی۔

''یہ لو...... یہ یہاں سو رہے ہیں......اور نوشی میڈیم اندر سو رہی ہو گی......اور گھر کا مین گیٹ کھلا ہوا ہے......اٹھو جیجا جی ناشتہ آ گیا ہے......''

توشی نے شوخی سے کہا تھا۔ توشی کی نظر بلال کے لٹکے ہوئے ہاتھ پر نہیں پڑی بلال کا دایاں ہاتھ ایزی چیئر کے ساتھ زمین کی طرف لٹکا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ اُس کے سینے پر تھا ناک اور منہ پر لگا ہوا خون خشک ہو چکا تھا۔ بلال کا جسم

برف کی طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

سب سے پہلے محسن کی نظر پڑی تھی بلال کے چہرے پر، محسن نے بلال کی نبض چیک کی، اُس کے بعد دھڑکن، دل کی دھڑکن بند تھی۔ بلال کا چہرہ سفید گلاب کی طرح تھا۔ جس پر سرخ خون ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے سفید گلاب کی چند پتیاں سرخ ہو گئی ہوں۔

''میرا بچہ......!!'' جہاں آرا بیگم بلال کی لاش سے لپٹ گئی تھیں اور زور زور سے رونا شروع کر دیا تھا۔ توشی وہیں زمین پر بلال کی ایزی چیئر کے ساتھ بیٹھ گئی، وہ بھی رو رہی تھی۔

محسن نے سب سے پہلے بلال کا بیڈ روم دیکھا، اُس کے بعد فسٹ فلور کے دونوں بیڈ چیک کیے تھے۔

''نوشی بھی غائب ہے'' محسن نے نیچے آ کر کہا تھا۔ محسن کی آنکھوں میں خاموش آنسو آ چکے تھے۔ وہ فسٹ فلور پر جانے والی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا تھا۔ جو لاؤنج میں ہی سے اوپر کو جا رہی تھیں۔

محسن نے خود کو سنبھالا اور پولیس کو فون کر دیا تھا۔ DJ اور BG ناشتہ اُٹھائے ہوئے لاؤنج کے دروازے سے آگے کھڑے تھے۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے......اُسی ناشتے پر جو وہ لوگ لے کر آئے تھے، بلال اور نوشی کے لیے۔

''نوشی آپی کہاں ہوں گی......؟'' DJ نے روتے ہوئے BG کی طرف منہ کر کے پوچھا۔

اُسی لمحے نوشی آندھی کی طرح اندر داخل ہوئی......DJ اور BG سے ٹکراتی ہوئی ناشتہ زمین پر گر چکا تھا۔ نوشی جاتے ہی بلال کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

''بلال مجھے پتہ چل گیا میں بڑی قسمت والی ہوں۔ بلال اب نیند سے اُٹھ بھی جاؤ......تمہاری برفی تمہیں زہر تھوڑی پلا سکتی ہے'' نوشی نے نیم غشی سے حواس باختہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔ توشی نے زہر کا نام سُنا تو آپے سے باہر ہو گئی۔

''کتی، کمینی، ڈائن'' ایسی بے شمار گالیاں اُردو پنجابی کی اُس نے اپنی بہن کو دے ڈالیں۔ توشی نے نہ جانے کتنے تھپڑ اپنی بہن کو مارے تھے۔ محسن نے توشی کو پکڑا اور ڈرائنگ روم کے صوفے پر بٹھا دیا تھا۔ توشی ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔

''بلال کو ہم سب نے مل کر مروایا ہے اس ڈائن کے ہاتھوں'' توشی نے روتے ہوئے کہا۔

اب دادی کی باری تھی، دادی نے ایک زوردار تھپڑ نوشی کے گال پر مارا ہی تھا وہ بیٹھے ہوئے ہی گر گئی تھی۔ محسن نے آ کر دادی کو سنبھال لیا تھا اور انہیں بھی صوفے پر بٹھا دیا تھا۔ ''زہریلی ناگن نے میرے بچے کو مار ڈالا'' دادی نے نفرت سے کہا۔

''بلال تو......سویا ہوا ہے ابھی اُٹھ جائے گا'' نوشی بکھرے بالوں کے ساتھ ٹھنڈے فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔

''بلال جیت گیا میں ہار گئی......میں تو بلال کی برفی ہوں زہر تھوڑی پلاؤں گی''

نوشی کی پاگلوں والی حرکتیں دیکھ کر سب رو رہے تھے، BG اُسے سنبھالنے کے لیے آگے بڑھی تھی، محسن نے اُس ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد محسن نے نوشی کو اُٹھانے کی کوشش کی۔

''نوشی......! بلال مر چُکا ہے'' محسن نے ہمدردی سے کہا۔

بلال...... بلال...... بلال......نوشی چیخ چیخ کر بلال کا نام لے رہی تھی نوشی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھی۔

نوشی کو اُسی دن گلبرگ میں واقع Psychiatric Private Hospital میں داخل کروا دیا گیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن کے اخباروں میں ایک خبر یہ بھی لگی تھی:

''مشہور بزنس مین عقیل ہاشمی کا بھتیجا اور جانی مانی مذہبی شخصیت پیر دادو ہاشمی کا بیٹا ولید ہاشمی اور اُن کی بیگم ایک کار ایکسیڈنٹ میں کل صبح 10 بجے کے آس پاس موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔''

☆☆☆

دو ہفتے بعد توشی کے گھر بیٹا پیدا ہوا تھا۔ اُس کا نام انہوں نے بلال محسن رکھا تھا۔

فروری کے شروع میں عادل ہاشمی اور عظمی عادل پاکستان لوٹے تھے۔ عادل اور عظمی ائیر پورٹ سے سیدھا بلال کی قبر پر گئے تھے۔ عظمی نے نوشی کی ٹریٹمنٹ میں پرسنل انٹریسٹ لیا تھا۔ ایک مہینہ بعد عظمی ہی کے کہنے پر Punjab Institute of Mental Health میں نوشی کو لے جایا گیا تھا۔

نوشی کی طبیعت ایک مہینہ بعد بھی سنبھل نہیں پائی تھی وہ اب بھی بلال کا نام لے کر چیختی، چلاتی، روتی، خود کو زخمی کر لیتی تھی۔

ڈاکٹر عظمی کا خیال تھا کیونکہ بلال اِس مینٹل ہاسپٹل میں کافی سالوں سے آ رہا تھا۔ سب لوگ اُسے جانتے ہیں۔ جب اُن کو پتہ چلے گا کہ یہ بلال کی بیوہ ہے تو وہ سب لوگ اُس کا زیادہ خیال رکھیں گے۔

''محسن بھائی......! آپ کیوں فکر کرتے ہیں میں اور آنی جان بھی تو وہیں جاب کر رہی ہیں......'' عظمی نے محسن اور توشی کو کنوینس کر لیا تھا۔

اب نوشی اس ہاسپٹل کے پرائیوٹ کمرے 11 کی ملکہ ہے۔

بلال کا Just اقرا ہائی اسکول اب Just اقرا ایجوکیشن سینٹر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

بلال کی سیٹ پر اب عادل عقیل ہاشمی بیٹھتا ہے۔ ایگزیکٹیو باڈی میں۔ عادل، محسن اور فوزیہ ہیں۔

عادل صرف ایک گھنٹہ کے لیے اسکول آتا ہے، سارے معاملات فوزیہ ہینڈل کرتی ہے۔

اب اس اسکول میں آدھے بچے غریب گھرانوں کے ہیں جو کہ سب انتہائی لائق اور محنتی ہیں۔ اسکول کی ساری بچت غریب بچوں کی تعلیم پر صرف کی جاتی ہے۔

☆☆☆

''کیا نام رکھا ہے بیٹے کا؟'' ڈاکٹر ہاجرہ نیازی نے پوچھا۔

''بلال محسن......'' ڈاکٹر محسن رضا نے تفاخر سے جواب دیا۔

''پھر سے بلال......مطلب بلال محسن......نہیں بلال ہی محسن......ویسے بلال کا مطلب کیا ہے؟'' ڈاکٹر ہاجرہ نیازی نے دُکھی ہوکر پوچھا۔

''بلال کا مطلب ہے عشق......عشق کا مطلب ہے بلال......'' توشی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بتایا۔

''لو عظمی نوشی کو لے آئی'' ڈاکٹر ہاجرہ نے اطلاع دی۔

توشی نے دیکھا تو اپنے بیٹے بلال محسن کو ڈاکٹر محسن کو پکڑایا اور نوشی کے گلے لگ کر بلک بلک روئی۔ نوشی تھوڑی تھوڑی دیر بعد بلال کی صدا لگا دیتی تھی۔ بلال محسن نے رونا شروع کر دیا تھا۔ ڈاکٹر محسن اُسے دونوں بہنوں کے سامنے لے آیا تھا۔ نوشی نے روتے ہوئے بلال محسن کو دیکھا تو بلال محسن کے گال پر انگلی لگا کر بولی:

''بلال......بلال......بلال......''

''بلال محسن میرا بیٹا......'' توشی نے دیکھا تو اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر مان سمان سے کہا۔

''نوشی......! یہ میرا بیٹا ہے بلال محسن''

محسن کی آنکھوں میں نمی تھی۔

عظمی اپنی خالہ ہاجرہ سے لپٹ کر نوشی کو ایسے عقیدت سے دیکھ رہی تھی جیسے کسی درویش کی نشانی کو دیکھا جاتا ہے۔ آفٹر آل نوشی بلال کی بیوہ جو ٹھہری تھی۔ نوشی نے اپنی ماں سے بڑا رتبہ پا لیا تھا، اُس کی ماں طلاق یافتہ اور نوشی بیوہ......ملک بلال احمد کی بیوہ......

یہ بھی حقیقت ہے، ہمارے معاشرے میں طلاق یافتہ کے مقابلے میں بیوہ کو کچھ زیادہ نمبر ملتے ہیں۔

زیادہ عزت نہیں......کم بے عزتی......

توشی اپنی بہن نوشی کو رندھاوا ہاؤس واپس لے آئی۔ جب نوشی کو گاڑی سے اُتارا گیا تو وہ کافی دیر بلال کے کمرے کی طرف دیکھتی رہی جیسے کچھ یاد کر رہی ہو۔ چپ چاپ......گم سم......ٹکٹکی باندھے......پھر اُس کی آنکھوں سے دو آنسو گرے زمین پر اور اُس نے شہادت کی انگلی بلال کے کمرے کی طرف اٹھائی اور بولی:

''بلال......''

............ختم شد............